ماہنامہ غازی کراچی
جون 2011ء

علیم الحق حقی

قسط: اول

زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔

دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔

لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

شیورلیٹ کی رفتار بہت تیز تھی۔ ورجینیا کے مضافاتی علاقے میں وہ سڑک اندھیرے ہی کا ایک حصہ معلوم ہو رہی تھی۔ 41 سالہ عدنان الریمی اسٹیئرنگ پر جھکا بل کھاتی سڑک کو بہت توجہ اور ارتکاز سے دیکھ رہا تھا۔ اس علاقے میں ہرن بہت کثرت سے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کوئی ہرن کسی گاڑی سے ٹکراتا، اچھلتا اور پھر اس کے خون آلود سینگ گاڑی کے ونڈ شیلڈ کو مجروح کر دیتے۔ عدنان ایسا کچھ دیکھنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس پر اتنے انواع و اقسام کے حملے ہو چکے تھے کہ ایسے کسی مظلوم ہرن کی مداخلت کو بھی وہ خود پر حملہ ہی تصور کرتا۔

وہ دستانے پہنے ہوئے تھا۔ اس نے ایک ہاتھ اسٹیئرنگ وہیل سے اٹھایا اور جیکٹ کے نیچے موجود ہولسٹر کو چھو کر محسوس کیا۔ طمانیت کی لہر اس کے وجود میں دوڑ گئی۔ ہتھیار کی موجودگی اس کے لیے محض باعث طمانیت نہیں تھی، وہ اس کی ضرورت بھی تھی...... بلکہ ضرورت ہی تھی۔

اوپر سے کوئی آواز سنائی دی۔ اس نے جلدی سے کھڑکی کی طرف دیکھا۔

پچھلی سیٹ پر دو افراد بیٹھے تھے۔ موبائل فون پر بے حد جوش و خروش سے فارسی میں بات کرنے والے کا نام اظہر الظواہری تھا۔ وہ نسلاً ایرانی تھا، جو نائن الیون کے واقعہ سے کچھ ہی عرصہ پہلے امریکہ میں وارد ہوا تھا۔ اس کے برابر میں گل خان بیٹھا تھا، جو افغان تھا۔ اسے امریکہ آئے صرف چند ماہ ہوئے تھے۔ وہ دراز قد اور تنومند تھا۔ اپنے سر کو وہ ہر روز باقاعدگی سے استرے کی مدد سے صاف کرتا تھا۔ اس نے شکاریوں والی کیموفلاج جیکٹ پہنی تھی۔ اس کی انگلیاں بار بار مشین گن کو چھوتی تھیں، جیسے اس عمل سے اسے زندگی کا کرنٹ فراہم ہوتا ہو۔ اس نے میگزین مشین گن میں فٹ کیا اور فائرنگ سوئچ کو دو فائر کے برسٹ پر سیٹ کر دیا۔

بارش کے چند قطرے کھڑکی کے شیشے پر گرے۔ گل خان نے دلچسپی سے انہیں دیکھا۔ پھر اس نے پشتو میں اظہر الظواہری سے کہا: ”یہ علاقہ مجھے اچھا لگا ہے......“۔

عدنان کو پشتو کی معمولی سی شد بد تھی۔ وہ پوری طرح یہ زبان نہیں سمجھ سکتا تھا۔

”میرا ملک روسی ٹینکوں کے آہنی ڈھانچوں سے پٹا پڑا ہے“۔ گل خان کہہ رہا تھا۔ ”ہمارے کسان ان کے ارد گرد زمین میں ہل چلاتے ہیں، اور بوائی کرتے ہیں“۔ وہ کہتے کہتے رکا۔ اس کے چہرے پر گہری طمانیت تھی۔ ”اب وہاں کچھ امریکی آہنی ڈھانچے بھی جمع ہو گئے ہیں“۔ اس نے اضافہ کیا۔

عدنان بار بار عقب نما پر نظر ڈالتا تھا۔ کوئی اس کے عقب میں مشین گن لیے بیٹھا ہو، یہ خیال اس کے لیے ہراساں کر دینے والا تھا، خواہ عقب میں بیٹھا وہ شخص مسلمان ہو۔ دوسری بات یہ کہ کسی ایرانی پر ضرورت سے زیادہ اعتبار کرنا اس کی سرشت میں نہیں تھا۔ عرب اور عجم کے درمیان یہ بے اعتباری، بہت پرانی تھی۔

عدنان سعودی عرب میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن لڑکپن میں ہی وہ عراق ہجرت کر گیا تھا۔ ایران اور عراق کی طویل اور خوفناک جنگ میں اس نے عراق کی طرف سے حصہ لیا تھا۔ ایران کے لیے اس کے دل میں اب بھی عناد تھا اور اظہر الظواہری عرب نہیں، ایرانی تھا۔ یہی وجہ تھی وہ اظہر پر اعتبار نہیں کرتا تھا۔ بعض چیزیں نسلوں سے آتی ہیں اور نسلوں تک جاتی ہیں۔

اظہر کی فون پر گفتگو ختم ہوئی تو اس نے اپنے امریکی کاؤبوائے بوٹس پر جمی گرد بڑی نفاست سے صاف کی، کلائی پر بندھی بے حد قیمتی گھڑی میں وقت دیکھا، پھر پشت گاہ سے ٹیک لگا کر مسکراتے ہوئے ایک سگریٹ سلگائی اور فارسی میں کچھ کہا، جسے سن کر گل خان ہنسنے لگا۔ اس کی سانسوں سے پیاز کی بو کے بھبکے اٹھے، جو عدنان کے لیے سخت ناگواری کا باعث تھے۔

اسٹیئرنگ وہیل پر عدنان کی گرفت سخت ہو گئی۔ اس کا سبب اعصابی تناؤ تھا۔ دراصل وہ بہت محتاط آدمی تھا جب کہ بہت سنگین معاملات میں بھی اظہر الظواہری کا رویہ بچکانہ حد تک غیر ذمے دارانہ ہوتا تھا۔ اس کا انداز تمسخرانہ ہوتا تھا۔

چند لمحوں کے بعد عدنان نے پھر کھڑکی سے باہر دیکھا۔

اس بار وہ آواز اظہر نے بھی سن لی تھی۔ اس نے کھڑکی کا شیشہ اتارا اور سر باہر نکال کر آسمان کی طرف دیکھا، جہاں بادل چھائے ہوئے تھے۔ وہاں اسے پلکیں جھپکاتی سرخ روشنی نظر آئی تو اس نے پلٹ کر عدنان کو حکم دیا۔ ”تیز...... تیز چلاؤ گاڑی“۔

عدنان نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے دونوں افراد نے اپنی اپنی سیٹ بیلٹ کس لی۔

شیورلیٹ سانپ کی طرح بل کھاتی سڑک پر تیز رفتاری سے بڑھی۔ پُر پیچ سڑک کی وجہ سے جھٹکے اتنے شدید تھے کہ اظہر اور گل خان کو دونوں ہاتھوں سے سیٹ بیلٹس تھامنا پڑیں۔

لیکن کسی پُر پیچ سڑک پر دنیا کی تیز رفتار کار بھی ہیلی کاپٹر کو پیچھے نہیں چھوڑ سکتی۔

”گاڑی کو درختوں کے کسی جھنڈ میں لے جا کر روکو“۔ اظہر نے فارسی میں عدنان کو حکم دیا۔ ”پھر ہم دیکھیں گے کہ ہیلی کاپٹر آگے جاتا ہے یا نہیں۔

”عین ممکن ہے کہ کہیں حادثہ ہوا ہو، اور ہیلی کاپٹر طبی ٹیم کو امداد کے لیے لایا ہو“۔

عدنان نے کندھے جھٹک دیے۔ وہ فارسی بھی بہت اچھی نہیں بولتا تھا۔ اظہر کی آخری بات وہ نہیں سمجھ سکا تھا۔ لیکن لہجے میں موجود تشویش کو سمجھنے کے لیے زبان دانی کی بہرحال ضرورت نہیں ہوتی۔

وہ گاڑی کو درختوں کے ایک جھنڈ تلے لے گیا۔ وہ تینوں باہر آئے اور کار کے پہلو میں جھک کر اکڑوں بیٹھ گئے۔ گل خان نے اپنی مشین گن کا رخ آسمان کی طرف کر دیا تھا۔ عدنان نے بھی اپنا پستول نکال لیا تھا۔ البتہ اظہر اپنا موبائل فون ہاتھ میں لیے نروس انداز میں اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بھی آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔

چند لمحے تو ایسا لگا کہ ہیلی کاپٹر کسی اور ہی مشن پر آیا تھا اور آگے چلا گیا ہے۔ مگر پھر گھنے درختوں کو چیرتی ہوئی سرچ لائٹ کی شعاع اسی مقام پر پڑی، جہاں وہ بیٹھے تھے۔

اس بار اظہر الظواہری انگریزی میں بولا۔ ”شٹ“ پھر اس نے عدنان کو اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھ کر صورت حال کا جائزہ لے۔

عدنان جھکے جھکے بھاگتا ہوا جھنڈ کے کنارے تک پہنچا اور اس نے محتاط انداز میں سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ ہیلی کاپٹر کوئی ساٹھ فٹ کی بلندی پر چکرا رہا تھا۔ واپس آ کر اس نے اپنے ساتھیوں کو مطلع کیا۔ ”میرا خیال ہے، وہ لینڈ کرنے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش میں ہیں“۔ اس نے کہا۔

”آر پی جی ہے ہمارے پاس؟“۔ اظہر نے پوچھا۔ اس کی آواز میں لرزش تھی۔ اس طرح کی صورت حال میں وہ کوئی عملی آدمی نہیں تھا۔ فائرنگ کرنا، مارنا اور مرجانا تو معمولی سپاہیوں کا کام ہے۔ کمانڈر تو صرف دماغ ہوتے ہیں، وہ تو بس سوچتے، فیصلہ کرتے اور حکم دیتے ہیں۔

عدنان نے نفی میں سر ہلایا۔ ”ہم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ آج رات ہمیں راکٹ لانچر کی ضرورت پڑ سکتی ہے“۔

”شٹ......!“ ”اچھا میری بات سنو“۔ اظہر نے کہا۔ ”اوہو...... میرا خیال ہے، وہ لینڈ کر رہے ہیں“۔

درختوں کی چھتریاں ہیلی کاپٹر کی وجہ سے مرتعش ہو گئی تھیں۔

”یہ دو پسنجرز والا ہیلی کاپٹر ہے اور ہم تین ہیں“۔ عدنان نے کہا اور اپنے لیڈر کو متوقع نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر بولا ”تم بھی گن نکال لو اظہر۔ ہم یونہی مرنے والے نہیں۔ اپنے ساتھ کچھ امریکیوں کو بھی لے کر جائیں گے“۔

”پاگل ہو گئے ہو“۔ اظہر غرایا۔ ”تم سمجھتے ہو کہ انہوں نے رابطہ کر کے کمک نہیں طلب کی ہوگی۔ کمک پہنچنے تک وہ ہمیں الجھا کر رکھیں گے“۔

”ہمارے شناختی کاغذات مکمل ہیں“۔ عدنان بولا۔

اظہر نے اسے یوں دیکھا، جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ کر رہا ہو۔ ”ورجینیا کے اس علاقے میں جہاں کثرت سے ناپاک سوروں کی افزائش کے فارم ہیں، عربوں کی موجودگی ہی غیر فطری ہے...... اور اس پر ستم یہ کہ مسلح عرب، انگلیوں کے نشانات سے میری حقیقت جاننے میں انہیں دو منٹ بھی نہیں لگیں گے۔ نہیں عدنان!، ہم پھنس چکے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ ہوا کیسے؟ انہیں یہ کیسے پتا چلا ہمارے بارے میں؟“۔

عدنان نے اس کے موبائل کی طرف اشارہ کیا۔ ”تم ہر وقت اس بلا کو آن رکھتے ہو جب کہ وہ سم کے ذریعے کسی کا بھی سراغ لگا سکتے ہیں میں نے بارہا تمہیں اس کے بارے میں خبردار کیا تھا“۔

”اب جو رب کی مرضی“۔ گل خان نے اپنی گن کے فائرنگ سلیکٹر کو فل آٹو پر سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

اظہر نے گل خان کو عجیب سی نظروں سے دیکھا۔ ”اس وقت ہمیں روک دیا گیا تو ہمارا منصوبہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ رب کی یہ مرضی ہوگی“۔ وہ کہتے کہتے رکا اور ایک گہری سانس لے کر اپنی آواز پر قابو پانے کی کوشش کی۔ ”اب میری بات دھیان سے سنو کہ تم دونوں کو کیا کرنا ہے۔ تم یہاں انہیں روکے رکھو۔ میں یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا۔ ان درختوں سے ادھر مغرب کی طرف آدھے میل کے فاصلے پر ایک اور سڑک ہے۔ میں مردان کو کال کروں گا کہ وہ وہاں سے مجھے پک کر لے۔ لیکن اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ تم دونوں ڈٹ کر ان کا مقابلہ کرو اور انہیں روکے رکھو“۔

عدنان کی نگاہوں میں اس کے لیے حقارت بھی تھی اور ملامت بھی۔

”چلو شاباش، مورچہ بنالو۔ ایک عظیم مقصد کے لیے تمہاری یہ قربانی تمہیں شہادت تک پہنچائے گی“۔ اظہر نے جوش سے کہا۔

”اگر یہی ہونا ہے کہ ہم شہید ہوں اور تم فرار ہو جاؤ تو پھر تمہیں گن کی کیا ضرورت ہے“۔ عدنان کے لہجے میں تلخی تھی۔

”تو پھر؟“۔

”یہ مجھے دے دو، تاکہ کچھ کام ہی آئے“۔

اظہر الظواہری نے اپنا پستول نکالا اور عدنان کی طرف اچھال دیا۔

گل خان ہیلی کاپٹر کی طرف مڑا اور مسکرایا۔ ”اب تم میرا آئیڈیا سنو عدنان۔ ہمیں ہیلی کاپٹر کے لینڈ کرنے سے پہلے اس کی دم کو نشانہ بنانا ہے۔ یہ ترکیب میرے وطن میں بہت کامیاب رہی ہے۔ نشانہ لگ جائے تو یہ ایسے گرتے ہیں، جیسے ان کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو“۔

اسی لمحے گولی اس کی گردن کے نچلے حصے میں لگی اور وہ خود بھی ایسے ہی گرا جیسے اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو۔ وہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی مر چکا تھا۔ عدنان نے اپنے پہلے شکار کی طرف سے مطمئن ہو کر پستول کا رخ اظہر کی طرف کیا، جو اپنے ساتھی کی غداری کے منظر کو دیکھتے ہی بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن جو کاؤبوائے بوٹس وہ پہنے ہوئے تھا، وہ بھاگنے کے لیے نہیں بنائے گئے تھے۔ وہ ایک درخت سے الجھ کر گرا اور عدنان نے اسے چھاپ لیا۔

اظہر نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر پستول کو دیکھا۔ ”کیوں عدنان...... کیوں؟ آخر کیوں؟ پلیز عدنان...... کیوں؟“ اس نے بات فارسی سے شروع کی اور عربی سے گزرتے ہوئے انگریزی پر ختم کی۔

عدنان نے جواب عربی میں دیا: ”وجہ پوچھتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے؟ تم منشیات کی تجارت کرتے ہو تاکہ ہماری تحریک مالی کمزوری کا شکار نہ ہو۔ لیکن تمہارا عمل کچھ اور ہے۔ تم عیاشی کرتے ہو، مہنگے جوتے اور کپڑے خریدتے ہو، پسندیدہ عورتوں کو دینے کے لیے بیش قیمت زیورات خریدتے ہو اور نام اسلام کا لیتے ہو۔ تم گمراہ ہو گئے ہو اظہر۔ تم تو خود امریکی بن گئے، کیا یہ وجہ کم ہے؟ لیکن میرے اس عمل کی وجہ یہ نہیں“۔

”تو پھر کیا ہے؟ مجھے بتاؤ“۔ خوف زدہ اظہر نے چیخ کر کہا۔

”یہ تمہاری قربانی ہے...... ایک بہت بڑے مقصد کے لیے“۔ عدنان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں تھی، لیکن آنکھوں میں فاتحانہ چمک ضرور تھی۔

گولی اظہر الظواہری کی بائیں کنپٹی میں گھسی اور دوسری طرف سے نکل گئی۔ عدنان نے پستول اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ پھر وہ تیزی سے اس مسطح قطعہ زمین کی طرف بڑھا، جہاں ہیلی کاپٹر لینڈ کر چکا تھا۔ اب اس کا دروازہ کھل رہا تھا۔

عدنان نے جھوٹ کہا تھا۔ وہ چار پسنجرز کی گنجائش والا ہیلی کاپٹر تھا۔

ہیلی کاپٹر میں سے دو افراد اترے۔ وہ مل کر کچھ اٹھائے ہوئے تھے۔ عدنان انہیں اظہر کی لاش کی طرف لے گیا۔ پھر وہ شیورلیٹ کی طرف گیا، اور اس میں سے شاٹ گن نکال لایا۔

ہیلی کاپٹر سے اترنے والوں کے ہاتھ میں ایک باڈی بیگ تھا۔ انہوں نے بیگ نیچے رکھا اور اس کی زپ کھولی اندر ایک آدمی تھا جو غیر معمولی حد تک عدنان سے مشابہ تھا۔ اس کا لباس بھی ہو بہو عدنان کے لباس جیسا تھا۔

انہوں نے اسے بیگ سے نکالا۔ وہ سانس لے رہا تھا۔ لیکن بے ہوش تھا۔ انہوں نے اسے ایک درخت کے تنے سے لگا کر بٹھا دیا، جس کے قریب ہی اظہر الظواہری کی لاش پڑی تھی۔ عدنان نے جیب سے اپنا بٹوا نکال کر ان میں سے ایک کو دیا، جس نے اسے بے ہوش آدمی کی جیکٹ کی جیب میں رکھ دیا۔ دوسرے آدمی نے عدنان سے شاٹ گن لی، اس کا رخ بے ہوش آدمی کی طرف کیا اور اس کے چہرے پر فل برسٹ مارا، جس سے اس کے سر اور چہرے کا ایک حصہ اڑ گیا۔ جو بچا وہ قابل شناخت ہرگز نہیں رہا تھا۔ ایک جیتا جاگتا آدمی ایک لمحے میں لاش بن چکا تھا۔

شاٹ گن گل خان کے ہاتھ میں تھما دی گئی۔

ایک منٹ بعد عدنان ہیلی کاپٹر سے اترنے والے دونوں آدمیوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر کی طرف دوڑ رہا تھا۔ وہ تینوں ہیلی کاپٹر میں بیٹھے۔ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوا۔ ہیلی کاپٹر کے پہلوؤں پر کسی ادارے کا کوئی نشان تھا، نہ ہی اس کی دم پر۔ نہ اس میں سوار کوئی شخص کسی بھی طرح کی وردی میں تھا۔

عدنان نے پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر خود کو سیٹ بیلٹ میں کس لیا۔ ہیلی کاپٹر میں موجود تمام افراد کا انداز ایسا تھا، جیسے انہیں اس کے وجود کا بھی احساس نہ ہو۔ وہ تو جیسے اسے بھول ہی گئے تھے۔

عدنان اب اپنے ساتھیوں کے بارے میں نہیں سوچ رہا تھا، جنہیں اس نے خود قتل کیا تھا۔ وہ تو اس بہت بڑی فتح کا تصور کر رہا تھا، جو اس کی منتظر تھی۔ وہ اگر کامیاب ہو جاتے تو آنے والی انسانی نسلیں صدیوں تک ان کا نام احترام سے لیتیں۔ وہ عظیم فتح اس کی منتظر تھی۔

عدنان الریمی اب سرکاری طور پر زندہ نہیں تھا۔ وہ مر چکا تھا۔ لیکن اب وہ پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ قیمتی تھا۔

ہیلی کاپٹر اب شمال کی سمت پرواز کر رہا تھا۔ اس کی منزل مغربی پنسلوانیا تھی، جہاں برینن نامی ایک قصبہ واقع تھا۔

ورجینیا میں مسلسل ہونے والی ہلکی ہلکی بارش نے خون کے تمام نشانات دھو ڈالے تھے!

☆☆☆

وہ پوری رفتار سے دوڑ رہا تھا۔ اس کے ارد گرد گولیاں برس رہی تھیں۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ فائرنگ کون کر رہا ہے اور جوابی فائرنگ کے لیے اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی تھی اور بیوی کے ساتھ اس کی بیٹی۔ ایک گولی اس کی بیوی کی کلائی کے پار نکل گئی۔ اس نے اس کی چیخ سنی۔ لیکن دوسری گولی نے اس چیخ کا گلا گھونٹ دیا۔ اس کی بیوی کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں آدمی کی آنکھ کی پتلی کا یوں پھیلنا موت کی ایسی علامت ہوتا ہے، جس کی اطلاع دماغ تک بعد میں پہنچتی ہے۔

اس کی بیوی گرنے لگی تو وہ اپنی بیٹی کو بچانے کے لیے اس کی طرف لپکا۔ اس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس کی انگلیاں بہ مشکل اسے چھو سکیں۔ لیکن گرفت میں نہ لے پائیں۔ ہمیشہ یہی ہوتا تھا۔

وہ جاگا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پسینہ دھاروں کی صورت میں بہتا ہوا اس کی گھنی اور بے ترتیب داڑھی میں رینگ رہا تھا۔ اس نے پانی کی بوتل اٹھائی اور اپنے چہرے پر چھپکے مارے۔ ٹھنڈے پانی کے قطروں نے اس کے ڈراؤنے خواب کی جھلسا دینے والی اذیت کو ہلکا کر دیا۔

وہ بیڈ سے اٹھا تو اس کے پاؤں نیچے رکھے پرانے صندوق سے ٹکرائے۔ ایک لمحے کو وہ جھکا۔ مگر پھر اس نے صندوق کا ڈھکنا اٹھا دیا۔ اندر ایک پرانی بوسیدہ البم تھی۔ اس نے ایک ایک کر کے اپنی بیوی کی وہ چند تصویریں دیکھیں۔ پھر وہ اپنی بیٹی کے فوٹو کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ ننھی سی بچی، جس نے نیا نیا چلنا سیکھا تھا، جو چلتے ہوئے اِدھر اُدھر ڈولتی تھی، جیسے تیز ہوا کے سامنے کوئی چھوٹا سا پودا۔

اس کو جوان ہوتے دیکھنے کی خاطر وہ اپنی جان بھی دے سکتا تھا۔ اپنی بیٹی کی جوانی کا صرف...... صرف ایک پل دیکھنے کی خاطر وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔ لیکن موت سے سودے بازی کہاں کی جا سکتی ہے۔ کاتب تقدیر اپنے لکھے کو کب تبدیل کرتا ہے۔

اب بھی ہر روز وہ سوچتا تھا کہ وہ بڑی ہوتی تو کتنی خوبصورت ہوتی۔

اس نے کاٹیج کا جائزہ لیا۔ وہاں فرنیچر برائے نام تھا۔ گرد آلود شیلف، جن میں مختلف موضوعات پر کتابیں بغیر کسی ترتیب کے لگی تھیں۔ بڑی کھڑکی کے ساتھ ایک پرانی میز تھی، جس پر اوپر نیچے کئی جرنل رکھے تھے۔ ایک سنگی آتش دان تھا، جو دھوئیں سے سیاہی مائل ہو گیا تھا۔ ایک چھوٹا سا کچن تھا، جہاں وہ اپنے لیے سادہ سا کھانا بناتا تھا اور ایک نام نہاد باتھ روم تھا، جس میں وہ بمشکل سما سکتا تھا۔ یہی اس کی چھوٹی سی دنیا تھی...... اس کی پُر عجز زندگی کی گواہ!

اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ پھر بیڈ کے ساتھ والی چھوٹی میز پر رکھی دور بین اٹھائی اور بڑی میز پر رکھا کمر پر باندھنے والا پرانا بیگ کھولا۔ میز پر رکھے جرنلز میں سے تین اٹھا کر اس نے بیگ میں ٹھونسے، ان کے اوپر دور بین رکھی اور باہر نکل آیا۔

ہلکی ہلکی چاندنی میں قبروں پر نصب سنگی صلیبوں اور الواح مزار کے سائے بہت لمبے معلوم ہو رہے تھے۔ وہ کاٹیج کے سامنے والے پورچ سے اتر کر گھاس پر آیا۔ ٹھنڈی ہوا نے کچھ دیر پہلے کے ڈراؤنے خواب کے تاثر کو بڑی حد تک کم کر دیا۔ لیکن دل کی اُداسی کا تو وہ بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ یہ تو اس کی خوش قسمتی تھی کہ آج کی رات اسے کہیں جانا تھا۔ ورنہ فرصت کے لمحے اس کے زخموں کو ہمیشہ کرید کر ہرا کر دیتے تھے۔

وہ آہنی گیٹ کی طرف بڑھا، جس پر قبرستان کا نام لکھا تھا۔ وہ شمال مغربی واشنگٹن میں واقع میتھوڈسٹ چرچ والوں کا قبرستان تھا۔ یہ چرچ سیاہ فاموں کا تھا، جو 1816ء میں قائم کیا گیا تھا۔ تاریخی اہمیت کے حامل اس قبرستان کو نگہداشت میسر نہ آنے کی وجہ سے برا حال ہو گیا تھا۔ کتبے گرنے لگے تھے۔ خود رو جھاڑیاں چار چار فٹ اونچی ہو گئی تھیں۔ تب چرچ والوں نے قبرستان کے لیے رکھوالی کا اہتمام کیا اور رکھوالے کے لیے ایک کاٹیج بھی بنا دیا۔

اس قبرستان سے تھوڑے ہی فاصلے پر اوک ہل نامی قبرستان تھا جو اس قبرستان سے بڑا بھی تھا اور ہر اعتبار سے بہتر بھی۔ وہاں بڑے اہم لوگوں کی تدفین بھی ہوتی تھی، تاہم اس نے ماؤنٹ زیون کے پرانے قبرستان کو ترجیح دی تھی۔

چند برس پہلے اس نے قبرستان کی دیکھ بھال کی ذمے داری بہت سنجیدگی کے ساتھ سنبھالی تھی۔ اس نے جھاڑیاں صاف کر دی تھیں۔ قبروں کی مرمت بھی کی تھی اور قبرستان کی صفائی کا خیال رکھا تھا۔ چرچ کی طرف سے اسے نقد تنخواہ دی جاتی تھی۔ لیکن وہ ایسی نہیں تھی کہ اس پر انکم ٹیکس واجب ہوتا۔ بلکہ وہ اتنی کم تھی کہ اس میں بہ مشکل جیا جا سکتا تھا۔

لیکن بہرحال وہ اس کی اب تک کی بہترین جاب تھی!

وہ جنوب کی سمت، 27 ویں اسٹریٹ پر پہنچا۔ وہاں سے اس نے میٹرو بس پکڑی اور اپنے ”دوسرے گھر“ کے سامنے اترا۔ اس چھوٹے سے خیمے کے پاس سے گزرتے ہوئے، جو تکنیکی اعتبار سے اس کا تھا، اس نے بیگ سے دور بین نکالی اور ایک درخت کی آڑ لیتے ہوئے سڑک کے پار والی عمارت کو دور بین سے دیکھا۔

یہ دور بین سرکاری تھی۔ اس نے اپنے ملک کے لیے بے حد فخر کے ساتھ جو خدمات انجام دی تھیں اس دور بین کو ان کی نشانی کے طور پر اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ اسے وطن سے بہت محبت تھی۔ لیکن اپنی سرکاری ملازمت کے اختتام کے قریب وطن کی قیادت پر اسے اعتماد اور اعتبار نہیں رہا تھا۔ گزشتہ کئی دہائیوں سے اس نے اپنا اصل نام کبھی استعمال نہیں کیا تھا۔ برسوں سے وہ اولیور اسٹون کے نام سے جانا جاتا تھا۔ یہ خود اختیار کردہ نام اس کی فطرت کی باغیانہ شوخی کا غماز تھا۔ درحقیقت وہ اپنی فطرت میں اولیور اسٹون نامی اس فلم ڈائریکٹر سے بے حد مشابہ تھا، جس کے کام کی حیثیت اب دیو مالائی تھی، جس نے ہمیشہ حکمرانوں کی لکھوائی ہوئی تاریخ کو چیلنج کیا تھا، وہ تاریخ جو بیشتر مواقع پر حقیقت کم اور افسانہ زیادہ ثابت ہوتی ہے۔ سو اس کے لیے یہ نام اختیار کرنا نہایت مناسب تھا کیونکہ وہ بھی اصلی اولیور اسٹون کی طرح حقائق اور سچائی کا متلاشی تھا۔

دور بین کی مدد سے وہ جس محل میں آنے جانے والوں کا جائزہ لے رہا تھا، وہ ہمیشہ سے اس کے سحر میں مبتلا تھا۔ وہ اس کے سحر سے کبھی نہیں نکلا تھا۔

ذرا دیر بعد وہ اپنے چھوٹے سے خیمے میں داخل ہوا۔ اس نے اپنے بیگ میں سے ایک جرنل نکالا اور ایک فلیش لائٹ کی روشنی میں اپنے تازہ ترین مشاہدے کا اس میں اندراج کیا۔ ایسے چند جرنل کاٹیج کے علاوہ اس نے کئی اور مقامات پر چھپا رکھے تھے۔ خیمے میں وہ کبھی کچھ نہیں رکھتا تھا۔ کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اس کے خیمے کی باقاعدگی سے تلاشی لی جاتی ہے۔ اس کے بٹوے میں ہر وقت وہ اجازت نامہ موجود رہتا تھا، جس کے تحت اسے یہاں اس خیمے میں رہنے اور سڑک کے اس پار والی عمارت کے سامنے احتجاج کا حق دیا گیا تھا۔ اپنے اس حق کے معاملے میں وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

خیمے سے باہر آ کر وہ سڑک کے پار محافظوں کو دیکھتا رہا، جن کے ہولسٹرز میں سیمی آٹو میٹک پستول تھے اور ہاتھوں میں مشین گن لیے جو وقتاً فوقتاً اس کی ٹاک پر باتیں کرتے تھے۔ وہ سب اسے جانتے تھے۔ ان کا اس کے ساتھ رویہ احتیاط آمیز نرمی کا تھا۔ وہ خود ان کے ساتھ ہمیشہ، بہت احترام کے ساتھ پیش آتا تھا۔ جن لوگوں کے ہاتھوں میں مشین گنیں ہوں، ان کے ساتھ فدویانہ رویہ رکھنے میں ہی بہتری ہے اور لوگ چاہے اسے پاگل سمجھتے ہوں، لیکن درحقیقت اولیور اسٹون نیم پاگل بھی نہیں تھا۔

اس نے ایک گارڈ سے دانستہ نظر ملائی۔ گارڈ نے پکارا۔ ”ہے اسٹون، کیسے ہو؟“۔

”میں ٹھیک ہوں“۔ اس نے جواب دیا۔

اولیور اسٹون نے اپنی پینٹ کو کمر سے کچھ نیچے کھسکانے کی کوشش کی۔ یہ بھی مسئلہ تھا۔ وہ دراز قد اور دبلا پتلا تھا۔ اس کے سنہرے بال بہت لمبے تھے، کیوں کہ برسوں سے اس نے حجامت نہیں بنوائی تھی۔ اس کی شرٹ اس کے جسم پر ڈھیلی اور پینٹ اٹکی ہوئی تھی اور جوتے تو تھے ہی مسئلہ......

”تمہیں نئے کپڑوں کی ضرورت ہے“۔ اندھیرے میں ایک نسوانی آواز ابھری۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ میجر جنرل کاتھے ڈی روشمبو کے مجسمے سے ٹیک لگائے کھڑی تھی، جو ایک امریکی انقلابی اور معروف جنگی ہیرو تھا۔ روشمبو کی سنگی انگلی اشارہ کرنے والے انداز میں اٹھی ہوئی تھی۔ وہ اشارہ کیا تھا، کس طرف تھا، یہ اولیور کی سمجھ میں کبھی نہیں آیا تھا۔ پھر وہاں جرمن بیرون اسٹیوبن کا مجسمہ شمال مغرب کے حصے میں اور شمال مشرقی پہلو میں پولش جنرل کوشزکو کا مجسمہ تھا۔ جہاں اس وقت اولیور اسٹون کھڑا تھا، وہ سات ایکڑ رقبے کا پارک تھا۔ ان مجسموں کو دیکھ کر اس کے ہونٹ ہمیشہ مسکرانے لگتے تھے۔ خود کو انقلابیوں کے درمیان پانا اسے بہت اچھا لگتا تھا۔

”تمہیں سچ مچ نئے کپڑوں کی ضرورت ہے اولیور“۔ عورت نے اپنی بات دہرائی۔ ”بلکہ تمہیں حجامت کی بھی ضرورت ہے۔ چہرے سمیت تمہیں ہر چیز نئی چاہیے“۔ وہ اپنے رخسار کو انگلی سے سہلانے لگی۔

”مجھے یقین ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہی ہو“۔ اولیور نے کہا۔ ”لیکن تنگ دستی ہو تو آدمی کو اپنی ترجیحات کا تعین کرنا پڑتا ہے اور خوش قسمتی سے مجھے کبھی خود نمائی کا شوق نہیں رہا“۔

وہ عورت خود کو اڈلفیا کہلاتی تھی۔ اس کے لہجے سے اس کے وطن کے بارے میں اندازہ لگانا مشکل تھا۔ البتہ یہ طے تھا کہ وہ یورپین ہے۔ وہ دراز قد اور خوبصورت تھی۔ لیکن ہر وقت ہونٹ سکیڑے رکھنے کی وجہ سے خوبصورتی کا تاثر جم نہیں پاتا تھا۔ وہ ہونٹ اسے بد مزاج ثابت کرتے تھے۔ لیکن بعض مواقع پر اولیور کو وہ نرم خو اور مہربان نظر آئی تھی۔ اس کی عمر کے بارے میں اندازہ لگانا بھی دشوار تھا۔ تاہم یہ طے تھا کہ وہ عمر میں اس سے خاصی چھوٹی ہے۔ اس کے ٹینٹ کے باہر جو بینر لگا تھا اس پر لکھا تھا...... ”جنین زندہ وجود ہے۔ جو اس پر یقین نہیں رکھتے، وہ سیدھے جہنم میں جائیں گے“۔

خود اولیور اسٹون کے خیمے کے باہر نصب بینر پر لکھا تھا...... میں سچائی جاننا چاہتا ہوں...... صرف سچائی۔

اتنے برس ہو گئے تھے، مگر وہ ابھی تک سچائی نہیں جان سکا تھا۔ شاید دنیا میں یہ واشنگٹن شہر ہی وہ مقام ہے، جہاں سچائی کو دریافت کرنا بہت مشکل ہے۔

”میں کافی پینے جا رہی ہوں اولیور۔ تم چلو گے میرے ساتھ؟ پیسے میں دوں گی“۔

”نہیں اڈلفیا، شکریہ۔ مجھے کہیں جانا ہے“۔

اڈلفیا کا منہ بن گیا۔ ”میں جانتی ہوں، ایک اور میٹنگ۔ اس سے تمہیں حاصل کیا ہوتا ہے۔ سنو، تم اب جوان تو نہیں ہو اور تاریک مقامات پر چہل قدمی تمہارے لیے مناسب نہیں۔ یہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے“۔

اولیور نے مسلح گارڈز کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مجھے تو یہاں تحفظ کا احساس ہوتا ہے“۔

”یہاں ہر آدمی کے پاس گن ہے، اور تم خود کو محفوظ سمجھتے ہو۔ مجھے تو لگتا ہے کہ تم پاگل ہو“۔

”ممکن ہے، تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ بہرکیف اتنی پروا کرنے پر میں تمہارا شکر گزار ہوں“۔ اولیور نے نرم لہجے میں کہا۔ یہ بات اس نے سمجھ لی تھی کہ اڈلفیا کو بحث شروع کرنے کے لیے محض ایک بہانہ چاہیے۔ ایک بار کے تجربے کے بعد اس نے اڈلفیا کو کبھی یہ موقع نہیں دیا تھا۔

اڈلفیا چند لمحے اسے گھورتی رہی، پھر ایک طرف چلی گئی۔

اولیور نے برابر والے خیمے کے بینر کی طرف دیکھا۔ اس پر لکھا تھا...... ”قیامت مبارک...... یوم حساب مبارک“۔ وہ بینر بہت طویل عرصے سے وہاں لگا تھا۔ لیکن اولیور نے اس خیمے کے مالک کو اب تک نہیں دیکھا تھا۔

”ہاں، قیامت تو قریب ہی ہے“۔ وہ بینر کو گھورتے ہوئے بڑبڑایا۔ ”اور حساب بھی ہو کر رہے گا“۔

اچانک اس کی توجہ سڑک پر مچنے والی ہلچل پر مرکوز ہو گئی۔ گارڈز اپنی اپنی جگہوں پر پوزیشن سنبھال رہے تھے، سڑک کے پار عمارت کا بھاری اسٹیل کا وہ دروازہ کھل رہا تھا، جسے ایم ون ساخت کا ٹینک بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔

دروازہ کھلا اور ایک بڑی سیاہ کار باہر آئی۔ اس کی چھت پر نصب سرخ اور نیلے رنگ کی روشنی چاروں طرف گھوم رہی تھی۔

اولیور سمجھ گیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ تیزی سے قریبی انٹرسیکشن کی طرف لپکا اور اپنی دور بین کی مدد سے دنیا کے سب سے شاندار اور پُرشکوہ کاروں کے قافلے کو 17 ویں اسٹریٹ پر آتے دیکھنے لگا۔ قطار کے عین درمیان وہ منفرد ترین اور زبردست لیموزین تھی، جس کا کہیں کوئی ثانی نہیں تھا۔

کیڈیلاک ڈی ٹی ایس کے اس ماڈل میں نیوی گیشن اور کمیونی کیشن کی جدید ترین ٹیکنالوجی سے بھرپور استفادہ کیا گیا تھا۔ اس آرام دہ گاڑی میں چھ مسافروں کے لیے گنجائش تھی۔ وہ مکمل طور پر ایئر ٹائٹ تھی، اور باہر آکسیجن کی خطرناک حد تک کمی ہو جانے کی صورت میں اس کا آکسیجن کی سپلائی کا اپنا فول پروف نظام تھا۔ عقبی نشست کے وسط میں صدارتی مہر کا نشان تھا اور یہ مہریں عقبی دروازوں پر اندر اور باہر دونوں طرف مرتسم تھیں۔ کار کے آگے دائیں جانب امریکی پرچم لہرا رہا تھا جب کہ بائیں جانب صدارتی پرچم تھا۔ یہ اس بات کا مظہر تھا کہ امریکی صدر اس وقت کار میں موجود ہے۔

اس گاڑی کا بیرونی ڈھانچا اینٹی بیلسٹک پینلز سے بنایا گیا تھا۔ کھڑکی کے شیشے پر دنیا کی کوئی گولی اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے چاروں ٹائر ایسے تھے، جن میں شفایابی کی خود کار صلاحیت تھی۔ اس کی نمبر پلیٹ پر صرف دو صفر موجود تھے۔ وہ پیٹرول ایسے پیتی تھی، جیسے کوئی عادی بلانوش شراب لنڈھاتا ہے۔ اس کی قیمت ایک کروڑ ڈالر تھی۔ لیکن کوئی رقم ہونے کے باوجود اسے خرید نہیں سکتا تھا۔ کیوں کہ وہ صرف صدر امریکا کے لیے بنائی گئی تھی۔ واقف کار بے حد محبت سے اسے ”عفریت“ کہہ کر پکارتے تھے۔ اس کار میں صرف دو کمزوریاں تھیں، جن سے سب خائف تھے۔ یہ نہ اڑ سکتی تھی اور نہ اسے تیرنا آتا تھا۔

عفریت میں روشنی ہوئی تو اولیور کو صدر امریکا نظر آیا۔ وہ کچھ کاغذات کا جائزہ لے رہا تھا، جو یقیناً بہت اہم ہوں گے۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص بیٹھا تھا۔ اولیور مسکرایا۔ اس روشنی کی وجہ سے اس وقت ایجنٹ دانت پیس رہے ہوں گے۔ کار کا ناقابل تسخیر ہونا اپنی جگہ، لیکن خود کو آسان ہدف بنا کر پیش کرنا ہرگز دانش مندی نہیں ہے۔ محافظوں کا کام اور مشکل ہو جاتا ہے۔

انٹرسیکشن کے پاس گاڑی کی رفتار کم ہوئی۔ صدر نے اس کی طرف دیکھا۔ اولیور کا جسم تن سا گیا۔ ایک لمحے کے لیے امریکی صدر جیمز برینن اور سازش کی تھیوری پر یقین رکھنے والے عام امریکی شہری اولیور اسٹون کی نگاہیں ملیں۔ صدر نے منہ بنا کر کچھ کہا۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص نے تیزی سے گاڑی کی اندرونی لائٹ آف کر دی۔

اولیور پھر مسکرایا: ”تم دونوں یہاں نہیں رہو گے“۔ وہ بڑبڑایا۔ ”اور میں اس وقت بھی یہیں ہوں گا!“

اولیور صدر کے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ کارٹر گرے تھا...... نام نہاد انٹیلی جنس زار۔ اس کے لیے کابینہ کے مساوی عہدہ حال ہی میں تخلیق کیا گیا تھا۔ وہ امریکا کی پندرہ انٹیلی جنس ایجنسیوں کے بارہ ہزار انتہائی تربیت یافتہ ایجنٹس کا حکمراں تھا۔ 50 بلین کا بجٹ اس کے اختیار میں تھا۔ اسے ہر ممکنہ ذریعے سے ہر طرح کا تعاون حاصل تھا۔ کبھی وہ سی آئی اے کا سربراہ تھا لیکن اب سی آئی اے اسی پورے سیٹ اپ کا محض ایک پرزہ تھی۔ این ایس اے، پنٹاگون، ڈی آئی اے، سب اس کے اشاروں پر چلتے تھے۔ سی آئی اے والے سمجھتے تھے کہ کارٹر پرانے تعلق کی وجہ سے سی آئی اے کو زیادہ اہمیت دے گا۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔ کیوں کہ کارٹر ایک زمانے میں سیکریٹری دفاع بھی رہ چکا تھا۔ وہ پنٹاگون کی اہمیت سے واقف تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ انٹیلی جنس بجٹ کا 80 فیصد پنٹاگون پر ہی خرچ ہوتا تھا۔

اولیور اسٹون کے نزدیک کسی ایک آدمی کو...... خطا کے پتلے کو اتنے اختیارات دینا کسی طرح سے بھی مناسب نہیں تھا، خاص طور پر اس صورت میں کہ خطا کے اس پتلے کا نام کارٹر گرے ہو۔ وہ کارٹر کو برسوں سے پہلے سے جانتا تھا۔ یہ الگ بات کہ کارٹر اپنے پرانے ساتھی کو اب سامنے دیکھ کر بھی نہیں پہچان سکتا تھا۔

اچانک کسی نے دور بین اس کے ہاتھ سے چھین لی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ ایک مشین گن بردار محافظ تھا۔ ”اب اگر تم نے کبھی صدر کو دیکھنے کے لیے یہ دور بین نکالی تو تم اس سے محروم ہو جاؤ گے“۔ محافظ نے کہا۔ ”تم مشتبہ آدمی نہیں ہو۔ ورنہ تو یہ پہلے ہی تم سے چھن چکی ہوتی۔ میری بات سمجھ گئے ہونا؟“۔ اس نے دور بین دوبارہ اسے تھما دی اور واپس چلا گیا۔

”میں اپنا آئینی حق استعمال کر رہا ہوں آفیسر“۔ اولیور بڑبڑایا۔ وہ جانتا تھا کہ محافظ اس کی بات نہیں سن سکے گا۔ وہ جانتا تھا کہ ان مشین گن بردار انسانی مشینوں سے الجھنا مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔

وہ اپنے خیمے میں واپس گیا۔ اس نے اپنے بیگ سے کچھ خبروں اور بریکنگ اسٹوریز کے تراشے نکالے اور فلیش لائٹ کی روشنی میں انہیں اپنے جرنل کے صفحات پر چسپاں کرنے لگا۔ وہ سب کچھ صدر برینن اور کارٹر کے متعلق تھا۔ ایک سرخی تھی...... ”انٹیلی جنس زار کا ایک اور وار“ دوسری سرخی تھی۔ ”برینن اور کارٹر گرے...... بہترین عمل انگیز!“

یہ سب کچھ بہت تیزی سے ہوا تھا۔ طویل مباحثوں کے بعد کانگریس کو امریکی انٹیلی جنس برادری کی اہمیت کے متعلق باور کرا دیا گیا تھا اور کارٹر گرے کو اس برادری کا مطلق العنان سربراہ تسلیم کر لیا گیا تھا۔ وہ نیشنل انٹیلی جنس سینٹر کا بھی سربراہ تھا، جس کی ذمے داری امریکہ کو اندر اور سرحد کے باہر سے ہونے والے حملوں سے محفوظ رکھنا تھا۔ اس میں غیر تحریری ایک مشق بھی موجود تھی۔ اس ذمے داری کو پورا کرنے کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتے تھے۔ وہ کسی شہری کے آئینی حقوق کو بھی پامال کر سکتے تھے۔

تاہم ابتدا میں کارٹر کے حصے میں ناکامیاں آئیں۔ کئی خودکش حملے ہوئے۔ دورہ کرنے والی دو اہم غیر ملکی شخصیات کا قتل ہوا اور ناکام ہی سہی، وائٹ ہاؤس پر براہ راست ایک حملہ بھی ہوا۔ کانگریس میں کارٹر سے استعفے کا مطالبہ کیا گیا۔ لیکن اسے صدر کی حمایت حاصل تھی اور صدر کی حمایت بہرحال فیصلہ کن تھی۔ امریکی صدر تو زلزلہ بھی ہوتا ہے اور طوفان بھی۔ تو ان ون!

لیکن پھر صورت حال بہ تدریج تبدیل ہونے لگی۔ امریکی سرزمین پر دہشت گردی کے درجن بھر سے زیادہ حملے ناکام بنا دیے گئے۔ دہشت گرد مارے بھی گئے اور بڑی تعداد میں پکڑے بھی گئے۔ دہشت گرد تنظیموں کو جکڑ کر محدود کر دیا گیا اور یہ تمام کریڈٹ کارٹر کو ملا۔

اولیور نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ میٹنگ کا وقت قریب آ گیا تھا۔ لیکن اس کے پاس اپنی ٹانگوں کے سوا کوئی سواری نہیں تھی، جو آج بہت دکھ رہی تھیں۔

وہ خیمے سے نکل آیا۔ اس نے اپنے بٹوے کو چیک کیا۔ مگر اس میں ایک سینٹ بھی نہیں تھا۔

اسی لمحے اسے وہ راہ گیر نظر آیا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف لپکا اور اس کے سامنے ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔ راہ گیر اتنی دیر میں ٹیکسی روک کر اس میں بیٹھ گیا تھا۔

پیدل چلنے سے بچنے کے لیے وہ ذلت ضروری تھی۔ اولیور نے نگاہیں اٹھائے بغیر بے حد عاجزی سے کہا: ”آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں عالی جناب؟“۔

وہ شخص ایک لمحے کو ٹھٹکا، پھر اس نے مسکراتے ہوئے جیب سے اپنا بٹوا نکالا اور ایک نوٹ اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر رکھ دیا۔

بیس ڈالر کا کرارا نوٹ دیکھ کر اولیور کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں: ”گاڈ بلیس یو سر“۔ اس نے دل کی گہرائی سے کہا۔

ٹیکسی کے جانے کے بعد وہ ایک ہوٹل کے سامنے ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھا۔ ویسے تو وہ بس میں جا سکتا تھا لیکن اب تو بیس ڈالر اس کے پاس تھے۔ وہ بھی عیاشی کر سکتا تھا۔

وہ قطار کی پہلی ٹیکسی کی طرف بڑھا۔ اسے دیکھتے ہی ٹیکسی ڈرائیور نے جلدی سے دروازے لاک کیے اور چلایا: ”مجھ سے دور رہنا تم“۔

اولیور نے اس کی آنکھوں کے سامنے بیس ڈالر کا نوٹ لہرایا۔ ”اور سنو، ٹیکسیوں کے طے شدہ ضوابط کے تحت تم میرے ساتھ ترجیحی سلوک نہیں کر سکتے“۔

ڈرائیور کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ اسے ضوابط کی کوئی پروا نہیں۔ لیکن بیس ڈالر کے نوٹ کو وہ للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا: ”تم بے گھر لفنگے ہو۔ لیکن باتیں بڑی شان والی کرتے ہو“۔ وہ بولا۔ ”ویسے مجھے تمہارے قبیل کے تمام لوگ ہی پاگل لگتے ہیں“۔

”نہ تو میں پاگل ہوں نہ بے گھر۔ بس ذرا قسمت کا مارا ہوں“۔

”وہ تو ہم سبھی ہیں...... کسی نہ کسی حد تک“۔ ڈرائیور نے کہا اور عقبی دروازے کا لاک ہٹا دیا۔ اولیور جلدی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

☆☆☆

سیاہ سیڈان سنگل سڑک پر دوڑ رہی تھی، جس کے دونوں طرف درخت دیواروں کی طرح کھڑے تھے۔ پھر وہ سڑک سے ایک بجریلے راستے پر مڑ گئی۔ اس راستے پر کوئی چالیس گز چلنے کے بعد کار روک دی گئی۔

ٹائلر رنکے کی عمر تیس سال سے کم تھی۔ وہ دراز قد اور تنومند تھا۔ اس کے بال سنہرے تھے۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر کار سے اترا۔ اس کا ساتھی وارن پیٹرز اس سے بہت مختلف تھا۔ اس کی عمر تیس سال سے متجاوز تھی۔ قد بہ مشکل پانچ فٹ سات انچ، سر پر چھدرے ہوتے ہوئے بال اور سینہ بہت چوڑا اور بھرا بھرا۔ وہ پسنجر سیٹ سے اترا۔ ٹائلر نے کار کی ڈکی کو غیر مقفل کیا۔

ڈکی میں ایک شخص مڑی تڑی حالت میں پڑا تھا۔ اس کی عمر 35 کے لگ بھگ ہوگی۔ اس کے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے بندھے تھے۔ وہ بلیو جینز اور جیکٹ میں ملبوس تھا۔ اس کے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اور نیچے ایک ترپال تھی۔ وہ زندہ تھا لیکن لگتا تھا کہ کسی دوا کے زیر اثر ہے یا نشے میں دھت۔

ٹائلر نے اسے ترپال سمیت ڈکی سے اٹھایا اور زمین پر رکھ دیا۔

”یہ میری آزمودہ جگہ ہے اور بہت مناسب بھی ہے“۔ وارن نے کہا۔ ”لیکن ہمیں پیدل چلنا ہوگا۔ اسے ترپال میں لپیٹ کر لے چلیں گے“۔

”ٹھیک ہے“۔ ٹائلر نے سر کو تفہیمی جنبش دیتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے پُرعناد نظروں سے سامنے ستواں اور ناہموار قطعہ زمین کا جائزہ لیا۔ ”بہت دھیرے دھیرے اور سنبھل کر چلنا ہوگا“۔

وہ قیدی کو ترپال میں لپیٹ کر، بہت احتیاط سے ڈنڈا ڈولی کر کے لے چلے۔ ہر تھوڑے فاصلے پر وہ کسی درخت سے ٹیک لگا کر سانس درست کرتے۔ یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ دو دن سے بارش نہیں ہوئی تھی ورنہ زمین پر اس بوجھ کے ساتھ قدم جمانا دشوار ہوتا۔ اس کے باوجود یہ کام آسان ثابت نہیں ہو رہا تھا۔ انہیں راستے میں کئی جگہ رکنا پڑا۔ وارن بار بار ہانپنے لگتا تھا۔

بالآخر راستہ ہموار ہو گیا اور وہ مسطح زمین پر پہنچ گئے۔ ”چلو، اب اسے نیچے رکھو تاکہ گرد و پیش کا جائزہ لیں“۔ ٹائلر نے کہا۔

انہوں نے ایک چھوٹے بیگ میں سے نائٹ اسکوپ دور بین نکالی۔ وہ بیگ ٹائلر کے کندھے سے بندھا تھا۔ اس دور بین کی مدد سے وہ گرد و پیش کا جائزہ لینے لگے۔

مطمئن ہو کر انہوں نے ترپال میں لپٹے ہوئے قیدی کو دوبارہ اٹھایا اور آگے کی طرف چل دیے۔ پندرہ منٹ بعد وہ پانی کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں دریا کا پانی زیادہ گہرا نہیں تھا۔ تہہ میں پڑے چٹانی پتھر صاف نظر آ رہے تھے۔

”ٹھیک ہے۔ یہ مناسب جگہ ہے“۔ وارن بولا۔

ٹائلر نے اپنا بیگ کھولا اور اس میں سے دو چیزیں نکال کر زمین پر رکھ دیں۔ پھر وہ بڑی چیز کو ٹٹولنے لگا۔ ذرا دیر میں اسے مطلوبہ جگہ مل گئی۔ وہ ہوا بھرنے لگا۔ ایک منٹ بعد ربر کی وہ کشتی تیار ہو گئی۔ تب وہ دوسری چیز کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ ایک چھوٹا سا انجن تھا۔ اسے اس نے ربر کی کشتی سے منسلک کر دیا۔

”ہم ورجینیا کی سائیڈ پر رہیں گے۔ یہ انجن بہت کم آواز کرتا ہے۔ لیکن پانی پر بہرحال آواز پھیلتی ہے“۔ وارن نے کہا اور ٹائلر کی طرف ایک چھوٹی سی ڈیوائس بڑھائی۔ ”ضرورت تو شاید اس کی نہ پڑے۔ مگر احتیاطاً رکھ لو“۔

”ہمیں اس کو ڈبکی دینی ہوگی؟“۔

”ہاں اور میرا خیال ہے کہ یہ کام ہم یہاں کنارے پر بھی کر سکتے ہیں“۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆

علیم الحق حقی

قسط-2

> زیرِ نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
> دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
> لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

انہوں نے اپنے موزے اور جوتے اتارے، پینٹوں کے پائنچے اوپر چڑھائے، پھر وہ قیدی کو لیکر چٹانوں کے درمیان نرم ریت پر چلتے ہوئے پانی تک پہنچے۔ انہوں نے قیدی کا چہرہ پانی سے دور رکھتے ہوئے اس کے جسم کو پانی میں ڈبکی دی اور لحہ بھر بعد کھینچ لیا۔ ایسا انہوں نے تین بار کیا، چہرے کو پانی سے انہوں نے اس لئے دور رکھا تھا کہ اس سے اس کے ہوش میں آنے کا اندیشہ تھا۔ اس صورت میں ربر کی کشتی میں بٹھا کر اسے دریا میں لے جانا آسان نہیں ہوتا۔

"اتنا کافی ہے"۔ وارن نے کہا۔ پانی میں بھیگا ہوا شخص اب کراہ رہا تھا۔

وہ اسے واپس لائے اور ربر کی کشتی میں ڈال دیا۔ انہوں نے ایک بار پھر دھکیلتے ہوئے پانی کی طرف لے گئے، اور خود بھی اس میں بیٹھ گئے۔ وارن نے انجن اسٹارٹ کیا اور کشتی پانی پر دوڑنے لگی۔

ٹائلر کی نگاہیں جی پی ایس ڈیوائس کی اسکرین پر تھیں، کشتی کو وارن نے جنگل سے قریب تر رکھا تھا۔

"فیصلہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں اس کام کے لئے زیادہ پرائیویٹ مقام کو ترجیح دیتا"۔ وارن نے کشتی چلاتے ہوئے کہا۔

"بہرحال یہ بھی اچھا ہے کہ اب دھند پھیل رہی ہے۔ چند سو گز آگے ایک چھوٹی سے دریائی کوہ ہے ہم وہاں رکیں گے، اور معاملات ٹھیک ہونے پر آگے بڑھیں گے"۔

"گڈ پلان"۔ ٹائلر نے تائید کی۔

وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ کشتی دھند کی طرف بڑھتی رہی۔

......☆......

ایلکس فورڈ نے ایک جماہی کا گلا گھونٹا اور تھکی ہوئی آنکھوں کو ہتھیلیوں سے ملا۔ اس کے کان میں ایک صاف اور واضح آواز گونجی: "چوکنا رہو فورڈ"۔

اس نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور اپنی نگاہوں کو دوبارہ فوکس کیا۔

کمرے میں گرمی تھی اور ہمیشہ کی طرح نگرانی کی کٹ سے نکل کر جانے والا تار اور کلائی سے منسلک مائیک کی وجہ سے اس کی جلد میں خارش ہو رہی تھی، کان تو پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ اس میں اسے چھونے کی بھی ہمت نہیں تھی۔

اس نے کندھے کے ہولسٹر میں موجود پسٹل کو چھوا۔ سیکرٹ ایجنٹوں کی طرح اس کے سوٹ کو بھی سینے پر ڈھیلا ڈھالا ڈیزائن کیا گیا تھا، تاکہ ہتھیار کا ابھار نمایاں نہ ہو۔ ابھی حال ہی میں 357 ایس آئی جی کو نو ایم ایم سے تبدیل کیا گیا تھا۔ ایس آئی جی بہت اچھی گن تھی لیکن کچھ ایجنٹوں کو اس کے سوئچ کے بارے میں تحفظات تھے۔ ایلکس کو اس کی پروا نہیں تھی۔ اسے گنوں سے کچھ ایسی رغبت ہی نہیں تھی۔ سروس کے اتنے برسوں میں بہت ہی کم ایسا ہوا تھا کہ اس نے گن نکالی ہو اور فائر تو اس نے شاید دو ایک ہی کیا ہوگا۔

ایلکس اپنے کیریئر کے بارے میں سوچنے لگا کہ کتنے دروازے تھے جس پر اس نے پہرا دیا تھا، اس کا جواب اس کے چہرے کی جھریاں اور آنکھوں کی تھکن زیادہ بہتر طور پر دے سکتی تھی۔ اپنے کیریئر کے چھٹے میں اسے واشنگٹن فیلڈ آفس میں تفتیشی ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔ مگر اب پھر وہ محافظ کتے کی حیثیت سے کام کر رہا تھا، جس کی حفاظت کا کام آپ کو سونپا گیا ہو، لوگوں کے ہجوم میں اسے ضرر پہنچانے والے کسی ممکنہ شخص کو ڈھونڈ نا ایسا ہی تھا جیسے بھوسے کے ڈھیر میں آل پن تلاش کرنا۔

آج تو حد ہی ہو گئی تھی اس کی ڈیوٹی ختم ہونے میں صرف ایک گھنٹا تھا کہ اس پر یہ اوور ٹائم تھوپ دیا گیا۔ ورنہ وہ اس وقت اپنے پسندیدہ بار میں بیٹھا اپنے پسندیدہ مشروب کی چسکیاں لے رہا ہوتا۔ لیکن اب وہ لٹویا کے وزیر اعظم کی حفاظت پر مامور تھا۔ نہیں شاید وہ ایسٹونیا کا وزیر اعظم تھا۔ کوئی بھی ہو اس کا کام اسے ہر ممکنہ حملے سے بچانا تھا۔

وہ ایک استقبالیہ تھا جو جارج ٹاؤن کے فورسیزن ہوٹل میں دیا گیا تھا۔ وہاں موجود لوگ بی کیٹیگری کے تھے۔ وہ یہاں صرف اس لئے موجود تھے کہ انہیں اس تقریب میں شرکت کا حکم دیا گیا تھا۔ کچھ نسبتاً زیادہ اہم مہمان وائٹ ہاؤس کے جونیئر لیول کے لوگ تھے۔ کچھ مقامی سیاست دان تھے جنہیں پریس میں کوریج کی ضرورت تھی۔ ایک کانگریس مین تھا جو آئی آر کمیٹی کا ممبر تھا، لیکن وہ بے چارہ خود بھی ایلکس سے بھی زیادہ بے زار دکھائی دے رہا تھا۔

ایلکس نے اس ہفتے میں تین بار یہ اضافی ذمے داری بھگتائی تھی۔ ادھر اب صدارتی انتخاب کا مرحلہ قریب آ رہا تھا، صدارتی مہم کے لئے فنڈ ز اکٹھا کرنے والی تقریبات کثرت سے ہوں گی۔ ایک ایک رات میں چھ چھ پارٹیاں، کانگریس کی نشستوں کے امیدوار اپنے اپنے حلقہ انتخاب میں ووٹرز سے محض ہاتھ ملانے کے لئے انہیں مفت کا کھانا کھلائیں گے اور ڈرنکس پلائیں گے اور انہیں تحفظ فراہم کرنے کے لئے اس جیسے ایجنٹوں کو دن بھر کی محنت کے بعد یہ اضافی ذمہ داری بھی نبھانی ہوگی۔

ایلکس نے اپنے اس رات کے پارٹنر کو غور سے دیکھا، اس بے چارے کو بھی آخری لمحوں میں ایسی مصیبت میں گھسیٹا گیا تھا، وہ جوان تھا۔ ایلکس کو تو اب محض چند برس بھگتانے تھے، پھر وہ ریٹائر ہو جاتا اور فیڈرل پنشن پر عیش کرتا۔ لیکن اس لڑکے کے کریئر کے تو ابھی بہت برس پڑے تھے۔ اسے تو بہت کچھ کرنا اور دیکھنا تھا۔ ایلکس نے کلائی کے مائیک کے بٹن پر نگاہ ڈالی اور بے ساختہ مسکرا دیا۔ یہ بٹن برسوں سے مسئلہ بنا ہوا تھا، کسی ایجنٹ نے انگڑائی لی اور حادثاتی طور پر بٹن آن ہو گیا۔ بعض اوقات وہ خود بہ خود پھنس بھی جاتا تھا۔ اب ایجنٹ گزرتی ہوئی کسی حسینہ پر بے خبری میں تبصرہ کرتا اور وہ تبصرہ نشر ہو جاتا۔ خود اپنی آواز سن کر اسے شاک لگتا اور بے پروائی پر سخت ڈانٹ ڈپٹ اس پر مستزاد بھی، ایسی آواز سن کر تمام ایجنٹ اپنے اپنے مائیک ٹٹولنے لگے۔

ایلکس اپنی گردن کو ہاتھ سے رگڑنے لگا، جسم کا یہ حصہ اسے بہت تکلیف دیتا تھا، یہ ایک حادثے کا شاخسانہ تھا۔ اس روز وہ صدارتی تحفظ کی ڈیوٹی پر صدر کے کاروں کے قافلے کے ساتھ تھا۔ اس کے ساتھی ڈرائیور نے اچانک سامنے آنے والے ایک ہرن کو بچانے کی کوشش کی تو گاڑی الٹ گئی۔ اس کے نتیجے میں ایلکس کی گردن میں فریکچر ہوا تھا۔ کئی آپریشن ہوئے اور بالآخر اس کے جسم میں اسٹین لیس اسٹیل کی بہت پتلی راڈ ڈالی گئی، جس سے اس کا قد ایک انچ کم ہو گیا۔ اس سے ریڑھ کی ہڈی کے مہرے پر بھی برا اثر پڑا تھا۔ قد کی تو اسے پروا نہیں تھی سوا چھ فٹ نہ سہی تو چھ فٹ دو انچ سہی۔ لیکن گردن میں مستقل طور پر ہونے والی جلن بہت تکلیف دہ تھی۔ وہ چاہتا تو اس عذر پر ریٹائرمنٹ لے لیتا لیکن وہ اس انداز میں رخصت ہونا نہیں چاہتا تھا۔ ابھی تک اس نے شادی نہیں کی تھی۔ اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ سو اس نے ایکسر سائز کے ذریعے خود کو دوبارہ فٹ کیا اور کئی ماہ کی دفتری ڈیوٹی کے بعد میڈیکل بورڈ کی سفارش پر اسے فیلڈ میں آنا نصیب ہو گیا۔

اب اس کی عمر 43 برس تھی۔ اس عمر کا بڑا حصہ اس نے سروس میں چوکنا رہ کر گزارا تھا۔ یوں اسے چوکنا رہنے کی عادت ہو گئی تھی۔ دشواری یہ تھی کہ وہ ہمیشہ تفریحات سے دور رہا تھا، اس کی تو کوئی ہابی بھی نہیں تھی۔ اب وہ سوچتا تھا، کچھ نہیں تو اس نے شادی ہی کر لی ہوتی۔

وہ گردن سہلاتا رہا، لگتا تھا کہ اندر کوئی دہکتا ہوا انگارہ موجود ہے۔

......☆......

اولیور اسٹون ٹیکسی سے اترا اور کرایہ ادا کیا، ٹیکسی ڈرائیور نے اسے باقی رقم لوٹانے کے بعد سرد لہجے میں کہا:

"تم کتنی ہی اچھی باتیں کر لو، میرے نزدیک سڑک چھاپ لفنگے ہی رہو گے"۔

اولیور جاتی ہوئی گاڑی کو دیکھتا رہا۔ اس طرح کے تبصروں کا وہ عادی ہو گیا تھا، اس کا کوئی ردِعمل نہیں ہوتا تھا۔ وہ سوچتا کہ ہر شخص کو رائے دینے کا حق حاصل ہے، لوگ جو چاہیں کہیں اسے کیا۔ اور دیکھنے میں وہ سڑک چھاپ لفنگا ہی لگتا تھا۔

وہ جارج ٹاؤن واٹر فرنٹ کمپلیکس کے چھوٹے سے پارک کی طرف بڑھتا رہا، اس وقت وہاں رونق نہیں تھی، دراصل واشنگٹن ایسا شہر ہے جہاں لوگ جلدی سوتے اور جلدی بیدار ہوتے ہیں اور اس وقت کافی رات ہو چکی تھی۔

اس وقت دریائے پوٹومیک کی طرف بھی خاموشی تھی۔ پولیس کی گشتی بوٹ شاید اس وقت ولسن برج کی طرف ہوگی، "یہ اور اچھا ہے"۔ اولیور نے سوچا، خوش قسمتی سے خشکی پر بھی کسی پولیس والے سے اس کا سامنا نہیں ہوا۔ ویسے تو یہ آزاد ملک تھا لیکن قبرستان کے باسی کسی شخص کے لئے اتنا آزاد بھی نہیں تھا، جس کے کپڑے اس کے جسم پر اوپری طرف ڈھیلے اور نچلی طرف چھوٹے ہوں۔ غریب کی تو کہیں بھی عزت نہیں ہوتی، نہ ہی اس کے کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ وہ بڑھتا رہا، جس رفتار سے دھند بڑھ رہی تھی اسے لگتا تھا کہ ذرا دیر بعد وہ ایک گز آگے کی کوئی چیز دیکھنے کے قابل نہیں ہوگا۔

وہ مقامی بوٹ کلب کے پاس پہنچا تھا کہ اندھیرے میں کسی نے پکارا: "یہ تم ہو اسٹون؟"۔

"ہاں کیلب۔ کیا دوسرے لوگ بھی آ گئے ہیں؟"۔

ایک درمیانی قد و قامت کا شخص جس کا پیٹ خاصا بڑھا ہوا تھا دھند کو چیر کر اس کی طرف بڑھا، کیلب نے جو لباس پہنا ہوا تھا وہ انیسویں صدی کا لگتا تھا۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی بھی قدیم طرز کی تھی۔ گھنی مونچھوں نے اس کے بالائی ہونٹ کو ڈھانپ رکھا تھا۔

روبن آ چکا ہے، وہ...... وہ ادھر پیشاب کر رہا ہے۔ ملٹن کو میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔ وہ بولا۔

اولیور نے آہ بھر کر کہا: "اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ ملٹن بہت ذہین ہے لیکن غائب دماغ بھی ہے سدا کا بھلکڑ"۔

روبن ان سے آملا۔ اس کا حال کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اس کا قد چھ فٹ چار انچ کا تھا، عمر ساٹھ کے لگ بھگ تھی۔ وہ کسرتی جسم کا مالک تھا، لیکن اس وقت وہ اپنے ہاتھ سے پہلو کو دبائے ہوئے تھا، جیسے اسے تکلیف ہو رہی ہو، دراصل اس کے گردے میں پتھری تھی۔

"تمہیں کلینک جانا چاہئے روبن"۔ اولیور نے کہا۔

"مجھے وہ لوگ اچھے نہیں لگتے جو میرے پھڈے میں ٹانگ اڑائیں"۔ روبن نے بدمزگی سے کہا۔

"یہ سب میں آرمی میں بھگت چکا ہوں۔ اگر تم مائنڈ نہ کرو تو میں اپنی اذیت کے ساتھ خاموش اور سکون سے جینا چاہتا ہوں"۔

اس وقت ملٹن فارب بھی آ گیا۔ معمول کے مطابق اس نے تین بار داہنے پاؤں سے دو بار بائیں پاؤں سے مٹی اڑائی۔ اس دوران وہ بھی سیٹی بجاتا رہا اور کبھی ڈکرانے کی سی آواز حلق سے نکالتا۔ پھر اس نے ایک پرانے گانے کے بول گنگنائے جو کسی نامعلوم وجہ کی بنا پر اس کے لئے خاص اہمیت رکھتا تھا۔

وہ تینوں صبر و تحمل سے اس کے معمول کی تکمیل کا انتظار کرتے رہے۔ وہ جانتے تھے کہ اس معمول میں مداخلت کے نتیجے میں وہ اسے ابتدا سے دہرانا شروع کر دے گا۔ یوں مزید دیر ہوگی، کیونکہ پہلے ہی خاصی دیر ہو چکی تھی۔

سیٹیاں اور ڈکاریں رکیں تو اولیور نے کہا: "ہیلو ملٹن!"۔

ملٹن نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور مسکرایا۔ اس کے کندھوں پر چمڑے کا بیک پیک تھا، وہ کئی رنگوں کا سوئٹر اور خاکی پینٹ پہنا تھا، وہ دبلا پتلا تھا۔ قد پانچ فٹ گیارہ انچ، آنکھوں پر فلسفیوں والی نازک سی عینک، بال اس کے لمبے تھے، دیکھنے میں وہ آدھا ہپی اور آدھا انٹیلیکچوئل لگتا تھا۔ آنکھوں کی چمک کی وجہ سے وہ اپنی عمر سے کم لگتا تھا۔

"میں کچھ بہت عمدہ مال لایا ہوں اولیور"۔ ملٹن نے اپنے بیک پیک کو تھپ تھپاتے ہوئے کہا۔

"اب ہمیں چلنا چاہئے"۔ روبن نے اپنے پہلو کو مزید دباتے ہوئے کہا۔ "کل گودی پر میری سویرے کی شفٹ ہے"۔

"تمہیں بوجھ نہیں اٹھانا چاہئے روبن"۔

اولیور نے کہا۔

"مجھے چرچ والوں سے معقول تنخواہ ملتی ہے تم میری خاطر زحمت نہ کیا کرو"۔

"مجھے تمہاری تنخواہ کا علم ہے۔ انہوں نے تمہیں سر چھپانے کا ٹھکانہ فراہم کیا ہے یہی ان کا بڑا احسان ہے"۔

"ٹھیک ہے لیکن تمہارا اپنا گزارا مشکل سے ہوتا ہے۔ ایسے میں میری فکر کرنا......"۔

روبن نے اس کی بات کاٹ دی۔ "میری بے روزگاری میں برسوں تم نے میرا ساتھ دیا، میرا خیال رکھا، میں احسان فراموش نہیں ہوں"۔

کیلب ہنسنے لگا۔ "یہ تم بڈھے لوگوں کی سی باتیں کیوں کرنے لگے ہو"۔

"تمہیں نہیں پتا بڑھاپا بہت چپکے سے حملہ آور ہوتا ہے، اور جب چھا جائے تو پیچھا نہیں چھوڑتا۔ موت کے سوا اس سے مفر نہیں"۔ اولیور نے خشک لہجے میں کہا۔

وہ ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ اولیور نے ان میں سے ہر ایک کا جائزہ لیا، وہ سب اس کے برے اور بھلے دونوں کے سچے ساتھی تھے۔ روبن ویسٹ اینڈ کا گریجویٹ تھا۔ ویت نام میں اس نے تین میعادیں گزاری تھیں، کوئی ایسا قابل ذکر میڈل نہیں تھا، جو اسے نہ ملا ہو۔ تعریفی اسناد ان کے علاوہ تھیں۔ پھر وہ ڈیفنس انٹیلی جنس ایجنسی سے منسلک ہو گیا تھا۔ بالآخر اسے ایجنسی چھوڑنا پڑی، کیونکہ وہ جنگ کے بعد اور خاص طور پر جب امریکا نے ویت نام سے ہاتھ اٹھایا تو اچانک روبن کو احساس ہوا کہ وہ کاز سے محروم آدمی ہے۔ کچھ عرصے وہ انگلینڈ میں رہا، پھر امریکہ واپس آیا اور منشیات میں سکون تلاش کرتا رہا۔ ایسے میں وہ اولیور سے ملا، جس نے اس کی زندگی کو دوبارہ تنظیم سے روشناس کرایا۔ ان دنوں وہ ایک گودام کمپنی میں بوجھ ڈھونے کا کام کرتا تھا۔ یعنی دماغ استعمال کرنے کے بجائے وہ اپنی جسمانی طاقت سے استفادہ کر رہا تھا۔

کیلب شاکے پاس ڈاکٹریٹ کی دو ڈگریاں تھیں، ایک سیاسیات میں اور دوسری اٹھارہویں صدی کے ادب میں۔ لیکن اس کی عیش پسند فطرت 19 ویں صدی کے عیش سے متاثر تھی۔ روبن کی طرح وہ بھی ویت نام کی جنگ کے خلاف احتجاج کرنے والوں میں شامل رہا تھا۔ اس کی ذاتی وجہ بھی تھی۔ ویت نام کی جنگ میں وہ اپنے بھائی سے محروم ہو گیا تھا۔ واٹر گیٹ اسکینڈل کے عرصے میں وہ انتظامیہ مخالف جلوسوں میں شرکت کرتا رہا تھا، جس کے دوران قوم اپنی جمہوری معصومیت سے محروم ہو گئی تھی۔ اپنی علمی قابلیت کے باوجود اس کے باغیانہ رجحانات نے اسے عالم نہیں رہنے دیا تھا۔ ان دنوں وہ لائبریری آف کانگریس میں نایاب کتابوں کے سیکشن میں جاب کر رہا تھا۔ دوستوں کے اس کلب میں اس کی شمولیت کا علم اس کے ادارے کو نہیں تھا۔ کیونکہ وفاقی ادارے "سازش" کے نظریے ماننے والوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، خاص طور پر ان کی ایسی تنظیموں کو جن کے اجلاس آدھی راتوں کو ہوتے تھے۔

ملٹن فارب کی ذہانت اپنے باقی تین ساتھیوں کی مجموعی ذہانت سے بھی زیادہ تھی۔ وہ جینیس تھا اور ایسا جینیس جو کبھی کبھی کھانا بھی بھول جاتا تھا۔ پیری ہلٹن نامی حسینہ کو وہ پیرس کا ہلٹن ہوٹل سمجھتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ جب تک اس کے پاس اے ٹی ایم کارڈ موجود ہے اس کے پاس رقم بھی ہے۔ دراصل وہ ایک دانا بچہ تھا، بڑے سے بڑے اعداد بھی ایک بار میں اس کے ذہن میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاتے تھے۔ اس کی یادداشت غیر معمولی سے بھی سوا تھی، جو کچھ وہ ایک بار دیکھ لیتا یا پڑھ لیتا وہ کبھی نہیں بھولتا تھا۔ حساب کتاب کے معاملے میں وہ کیلکولیٹر سے بھی آگے تھا۔

اس نے اپنی پہلی ملازمت قومی صحت کے ادارے میں کی تھی، لیکن اس کے ساتھ دو نفسیاتی مسائل بھی تھے، ایک تو اس پر ذہنی پراگندگی کے دورے پڑتے تھے، اس عرصے میں جو کچھ وہ کرتا وہ بعد میں اسے یاد نہیں رہتا تھا، دوسرا مسئلہ خود ترسی تھا جس کے تحت وہ اپنے تمام مصائب کا ذمہ دار دوسروں کو ٹھہراتا تھا۔ کوئی 25 سال پہلے اس نے صدر امریکا کو اپنی اضطراری کیفیت میں دھمکی آمیز خط لکھ مارا تھا۔ اس کے نتیجے میں سیکرٹ سروس والوں نے اس سے تفتیش کی، یوں اسے محکمہ صحت سے نکال دیا گیا۔

اولیور کی اس سے ملاقات دماغی امراض کے اسپتال میں ہوئی تھی، جہاں اولیور ملازم تھا۔ یوں ان کے درمیان پہلا تعلق بیمار اور خدمت گار کا تھا۔ ملٹن ابھی زیر علاج ہی تھا کہ اس کے والدین اسے قلاش چھوڑ کر چل بسے۔ اولیور اس کی ذہانت سے آگاہ تھا اس نے اسے ایک انعامی مقابلے میں حصہ لینے کیلئے اکسایا۔ دواؤں کی مدد سے اس کے نفسیاتی عارضے وقتی طور پر دب گئے تھے اور اس نے ایک معقول انعامی رقم جیت لی۔ اس کی مدد سے اس نے ویب سائٹس ڈیزائن کرنے کا کاروبار شروع کر دیا جو چل نکلا اور اس کے نتیجے میں وہ خاصا خوشحال تھا۔

وہ چلتے چلتے دریا کے کنارے اس متروک بینک یارڈ تک پہنچ گئے، وہاں بہت بڑی اور گھنی خودرو جھاڑیاں تھیں، جن کا ایک حصہ پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہاں انہوں نے کھینے والی ایک کشتی چھپا رکھی تھی، دیکھنے میں وہ کافی بوسیدہ تھی لیکن وہ اسے بڑے اعتماد سے استعمال کرتے تھے۔

انہوں نے اپنے جوتے اور موزے اتار کر اپنے اپنے بیگ میں رکھے اور کشتی کو دھکیلتے ہوئے نسبتاً گہرے پانی میں لے گئے۔ پھر وہ اس میں سوار ہو گئے۔ کشتی وہ باری باری کھیتے رہے۔ لیکن اپنے جثے کی وجہ سے روبن سے زیادہ کام لیا جاتا تھا۔

پانی پر چلنے والی ہوا ٹھنڈی تھی۔ دھند کی وجہ سے جارج ٹاؤن اور واشنگٹن کی روشنیاں ماند پڑتی محسوس ہو رہی تھیں۔ دھند ایک دھیرے دھیرے ایک کمبل کی طرح تہ بہ تہ کھل رہی تھی۔

"پولیس بوٹ اس وقت 14 ویں اسٹریٹ کے پل کے قریب ہے"۔ کیلب نے انہیں مطلع کیا۔ یہ ان کا نیا شیڈول ہے اور مال یادگار پر گشتی ہیلی کاپٹر دو گھنٹے کے وقفے سے چکر لگاتا ہے۔ آج لائبریری میں اسی سلسلے میں ای میل الرٹ آیا تھا"۔

"صبح الرٹ کا لیول بڑھا دیا گیا"۔ روبن نے کہا۔ "میرے دوست کا کہنا ہے کہ یہ سب بکواس ہے۔ صدر برینن کو دہشت گردی کے خلاف جنگ کی بنیاد پر انتخاب جیتنا ہے"۔

اولیور نے سوالیہ نظروں سے ملٹن کو دیکھا۔ "تم آج بہت چپ چپ ہو ملٹن۔ سب ٹھیک ہے نا؟"۔

ملٹن نے شرمیلے لہجے میں کہا "آج ایک لڑکی میری دوست بنی ہے"۔

"یہ تو زبردست خبر ہے"۔ اولیور نے کہا۔ "کہاں ملاقات ہوئی اس سے؟"۔

"نفسیاتی کلینک میں۔ وہ بھی مریضہ ہے"۔

ملٹن نے جواب دیا۔

"یہ اور بھی اچھا ہے"۔ کیلب نے پر از مصلحت تبصرہ کیا۔

وہ کی برج کے نیچے سے گزرے اور انہوں نے کشتی کا رخ جنوب کی طرف کر دیا۔ اولیور نے دھند کا جم غفیر بڑھنے پر سکون کی سانس لی۔ اب کنارے سے وہ کسی کو نظر نہیں آ سکتے تھے۔ سیکورٹی والوں کو خفیہ سرگرمیاں اچھی نہیں لگتیں، چاہے وہ کتنی ہی بے ضرر کیوں نہ ہوں۔

اولیور کو خشکی نظر آئی تو اس نے روبن سے کہا: "تھوڑا دائیں جانب لو روبن"۔

"آئندہ ملاقات لنکن میموریل کے سامنے رکھنا۔ یہ مشقت میرے لئے بہت زیادہ ہے"۔ ملٹن نے ہانپتے ہوئے کہا۔

کشتی جزیرے کی طرف سے اس راستے سے بڑھی جو لٹل چینل کہلاتا ہے۔ یہ ہمیشہ سنسان رہتا ہے۔

کنارے پر پہنچ کر وہ اترے اور انہوں نے کشتی کو جھاڑیوں میں چھپا دیا۔ پھر وہ مرکزی پگڈنڈی پر چلتے جنگل کی طرف بڑھے۔ وہ قطار کی صورت چل رہے تھے۔ اولیور کے قدموں میں تیزی تھی۔ آج رات وہ بہت کچھ حاصل کرنا چاہتا تھا۔

......☆......

ڈیوٹی سے جان چھوٹی تو ایلکس نے لیب بار کا رخ کیا۔ یہ بار ہمیشہ سیکرٹ سروس والوں سے بھرا رہتا تھا۔ تمام ہی ایجنسیوں کے لوگ فرصت کے اوقات میں وہاں آتے تھے۔

ایلکس نے اسے دیکھا تو بے ساختہ مسکرا دیا حالانکہ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اس کے ہونے یا نہ ہونے سے اسے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

"مارٹینی آن روک اور وہ بھی دو نہ چار، زیتون کے تین دانوں کے ساتھ"۔ وہ دوستانہ انداز میں مسکرائی۔

"بہت اچھی یادداشت ہے تمہاری"۔

"تم نے اس کے سوا کبھی کچھ اور طلب ہی نہیں کیا"۔

"اور محکمہ انصاف کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے؟"۔

ایلکس نے پوچھا۔ اس کے واقف کاروں میں کیٹ ایڈمز وہ واحد بار گرل تھی، جس کا تعلق محکمہ انصاف سے تھا۔

کیٹ نے ڈرنک اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا:

"بس گزارے لائق ہے۔ تم اپنی سروس کا حال سناؤ"۔

"تنخواہ ملتی رہتی ہے، اور میں سانس لیتا رہتا ہوں۔ اس کے سوا مجھے کچھ چاہیے ہی نہیں"۔

"آدمی کو ترقی پسند ہونا چاہئے"۔ کیٹ بولی۔

کیٹ کاؤنٹر کی صفائی میں مصروف ہو گئی۔ ایلکس چپکے چپکے اسے دیکھتا رہا، اس کا قد پانچ فٹ سات انچ تھا اور وہ کلاسیکی انداز میں خوبصورت تھی، برف کی صورت لیکن اس کی بڑی بڑی سبز آنکھوں میں دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ باطنی طور پر محبت کرنے والی پرجوش عورت ہے۔ اس نے ڈیٹا بیس سے اس کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں۔ اس کی عمر 35 سال تھی۔ لیکن وہ اپنی عمر سے پانچ سال چھوٹی لگتی تھی۔

"تم روز روز دبلے ہوتے جا رہے ہو؟"۔ کیٹ نے اسے چونکا دیا۔

"کوئی خیال رکھنے والا ہے نہیں۔ ہوٹلوں کا کھانا کھاتا ہوں اور ڈیوٹی تھکا دینے والی ہے بلکہ بے زارکن ہے اور وہ بھی دس گھنٹے کی"۔

پچھلے ایک ماہ سے وہ دونوں ایک دوسرے سے گپ شپ کر رہے تھے۔ لیکن اب ایلکس پیش قدمی کرنا چاہتا تھا۔ کیسے، یہ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ عورتوں سے دوستی کا اسے تجربہ نہیں تھا۔

اس کی نظر کیٹ کے خوبصورت ہاتھوں اور مخروطی انگلیوں پر پڑی۔ "تم نے کب سے پیانو نہیں بجایا"۔ اس نے پوچھا۔

"کیا...... کیا کہا تم نے؟"۔ کیٹ گھبرا گئی۔

"تمہاری انگلیوں کی پوریں بتا رہی ہیں کہ تم پیانو بجاتی رہی ہو"۔

"کمپیوٹر کے کی بورڈ کا خیال کیوں نہیں آیا تمہیں؟"۔ کیٹ نے اپنے ہاتھوں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کمپیوٹر سے صرف انگلیوں کے کنارے متاثر ہوتے ہیں جبکہ پیانو انگلیوں کی پوری بالائی پور پر اثر انداز ہوتا ہے"۔

ایلکس نے کہا۔

"اور صرف اتنا ہی نہیں تم ناخن بھی چباتی رہی ہو۔ تمہارے بائیں ناخن کے انگوٹھے میں ڈینٹ بھی ہے اور دائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی پر زخم کا نشان ہے، اور بائیں ہاتھ کی چھنگلی ٹیڑھی ہے، شاید بچپن میں کسی حادثے سے ٹوٹی ہوگی"۔

کیٹ نے اپنے ہاتھوں کو اور پھر اسے دیکھا۔ "تم ماہر معلوم ہوتے ہو"۔

سیکرٹ سروس کے تمام ایجنٹ ایسے ہی ہوتے ہیں، اپنی زندگی میں، میں نے 50 ریاستوں کے بلکہ غیر ممالک کے بے شمار لوگوں کے ہاتھ دیکھے ہیں"۔

"کیوں؟"۔

"کیونکہ لوگ اپنے ہاتھوں سے قتل کرتے ہیں"۔

"اوہ"۔

وہ مزید کچھ کہنے والا تھا کہ ایف بی آئی کے ایجنٹوں کا ریلا بار میں گھس آیا اور بار آوازوں سے بھر گیا۔ ایلکس اپنا جام لیکر کارنر کی ایک میز پر آبیٹھا۔ لیکن اس کی نظریں کیٹ پر جمی رہیں۔ ایف بی آئی کے لونڈے اسے جس طرح لبھانے کی کوششیں کر رہے تھے، وہ اسے بہت برا لگ رہا تھا۔

پھر اس کی توجہ دیوار پر نصب ٹی وی پر ہو گئی۔ سی این این پر کارٹر گرے کی پریس کانفرنس دوبارہ دکھائی جا رہی تھی۔

کارٹر کی شخصیت تحفظ کا احساس دلانے والی تھی، اس کا قد تو کم تھا، لیکن چوڑے کندھے بھرپور توانائی کا احساس کرتے تھے۔ جہاں دیدگی کا تاثر بھی بہت واضح تھا۔ آخر وہ چالیس برس سے اس میدان میں تھا۔ وہ بہت محتاط بھی لگتا تھا اور چوکنا بھی۔ ایسے لوگوں کو کوئی سرپرائز نہیں دے سکتا۔

جنوب مغربی ورجینیا کے علاقے میں ایک کسان کو تین لاشیں نظر آئیں، ممکنہ طور پر وہ دہشت گرد تھے۔ کارٹر گرے کہہ رہا تھا:

"ماہرین کا کہنا ہے کہ وہ لاشیں کم از کم ایک ہفتہ پرانی ہیں۔ این آئی سی کے ڈیٹا بیس نے تصدیق کی ہے کہ ان میں ایک اظہر الظواہری ہے۔ اس کے بارے میں ہماری معلومات ہیں کہ وہ گرینڈ سینٹرل کے خودکش حملے میں ملوث تھا۔ اس کے علاوہ وہ منشیات کا کاروبار بھی چلا رہا تھا۔ دوسرا شخص اس کا کارندہ عدنان الریمی ہے جب کہ تیسرے کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ایف بی آئی نے اس رنگ کے پانچ کارندوں کو گرفتار کیا ہے، جن کے پاس سے بھاری مقدار میں منشیات، ہتھیار اور کیش برآمد ہوا ہے۔ وہ بھی الظواہری کے لوگ تھے"۔

ایلکس نے سوچا کارٹر جانتا ہے کہ واشنگٹن میں ہر کامیابی بجٹ میں ڈالروں کے اضافے میں تلتی ہے۔ ایجنسیوں کو ہمیشہ ایک دوسرے کی مدد درکار رہتی ہے۔

اس واقعے کے بارے میں اب تک کوئی تفتیش یہ دلچسپ بات سامنے لاتی ہے کہ اظہر الظواہری نے خود اپنے دونوں ساتھیوں کو شوٹ کیا اور پھر خودکشی کر لی۔ ممکن ہے اس کا تعلق آگے جا کر ڈرگ اسمگلنگ سے ثابت ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ صورتحال دہشت گردوں کی برادری میں گہری تشویش بلکہ خوف و ہراس کا باعث بنے گا۔ یہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے خلاف امریکا کی کامیابی کا ثبوت ہے اور اب آپ صدر امریکا کا تبصرہ سنئے۔

یہ نئی روایت تھی۔ کارکردگی کی تفصیل کارٹر گرے سناتا تھا، اور اس کے بعد امریکا کا طلسماتی شخصیت والا مقبول صدر جیمز برینن اسی سے سیاسی فائدہ کشید کرتا تھا۔ وہ ثابت کرتا تھا کہ امریکا صرف اس کے ہی دم قدم سے محفوظ ہے۔

جیمز برینین کی بات شروع ہوئی تو ایلکس دوبارہ کیٹ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ کیٹ ایسی عورت ہے جس کے امیدواروں کا اندازہ کرنا ہی آسان نہیں اور یہ بھی طے تھا کہ ان امیدواروں سے بیشتر اس کے مقابلے میں کہیں بہتر ہوں گے اور اس کو اندازہ ہو چکا ہوگا کہ وہ اس میں دلچسپی لے رہا ہے۔ بلکہ شاید وہ خود اس کے باخبر ہونے سے بھی پہلے اس بات سے واقف ہو گئی ہوگی۔

وہ ذرا پھیل کر بیٹھ گیا، تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔ دوسرے اس سے بہتر ہوتے رہیں ان میں کوئی ایلکس فورڈ تو نہیں ہو سکتا۔ وہ کیٹ سے بات تو کرے کون جانے......!۔

وہ اٹھا اور کاؤنٹر کی طرف بڑھا، لیکن درمیان میں ٹھٹک گیا۔ ایک شخص اسی وقت بار میں داخل ہوا تھا اور کیٹ تک پہنچ گیا تھا۔ اسے دیکھ کر کیٹ جس انداز میں مسکرائی تھی اس سے ایلکس کو اندازہ ہو گیا کہ نو وارد کیٹ کے لئے کوئی عام آدمی نہیں۔

ایلکس دوبارہ اپنی میز پر آبیٹھا اور انہیں دیکھنے لگا۔ وہ دونوں کاؤنٹر کے کارنر کی طرف چلے گئے جیسے ذاتی نوعیت کی کوئی بات کرنا چاہ رہے ہوں۔

نو وارد قد میں ایلکس سے کم تھا۔ مگر وہ اس سے زیادہ خوبرو اور وجیہ تھا، عمر بھی اس کی اس سے کم تھی۔ اس کا لباس بے حد قیمتی تھا۔ یا تو وہ کوئی نامور وکیل تھا یا تو کوئی بڑا لابی اسٹ۔ ہر بار کیٹ کی ہنسی ایلکس کے دل پر زخم لگا رہی تھی۔

اس نے اپنا ڈرنک ختم کیا اور بار سے نکلنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اپنے نام کی پکار سنی۔ پلٹ کر دیکھا تو کیٹ اسے اشارے سے بلا رہی تھی۔ ایک لمحے کو وہ جھجکا مگر پھر ان کی طرف بڑھ گیا۔

"ایلکس، یہ ٹام ہیمنگ وے ہے...... اور ٹام، یہ ہے ایلکس فورڈ"۔ کیٹ نے متعارف کروایا۔

انہوں نے ہاتھ ملائے۔ ایلکس کا اپنا ہاتھ کافی سخت تھا لیکن ٹام کی گرفت ایسی تھی کہ اس کے بازو تک میں درد کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ٹام کی انگلیاں موٹی تھیں اور پوریں گویا اسٹیل کی بنی ہوئی تھیں۔ اتنے سخت ہاتھ ایلکس نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔

"سیکرٹ سروس؟"۔ ٹام نے ایلکس کے لیبل کی سرخ پن کو دیکھتے ہوئے پوچھا:

"اور تم؟"۔

"میں وہاں ہوں کہ اگر تمہیں اس کے بارے میں نشاندہی کرا دوں تو مجھے تمہیں قتل کرنا پڑے گا"۔ ٹام نے تمسخرانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

ایلکس کے لئے اپنی حقارت چھپانا مشکل ہو گیا"۔ سی آئی اے، ڈی آئی اے، این آر او اور این ایس اے، ہر جگہ میرے دوست موجود ہیں تم کہاں ہو؟"۔

"میں نشان دہی نہیں کرا سکتا ایلکس"۔

ایلکس نے کیٹ کی طرف دیکھا۔ محکمہ انصاف کا ایسے مسخرے لوگوں سے کیا واسطہ؟

"دراصل ایک معاملے میں ہم مل کر کام کر رہے ہیں"۔ ٹام نے کہا۔ "میرا مطلب ہے میری ایجنسی اور محکمہ انصاف"۔ کیٹ ہماری مشیر ہے اور میں درمیانی رابطہ ہوں۔

"ہاں کیٹ سے اچھا پارٹنر تو تمہیں نہیں مل سکتا تھا"۔ ایلکس نے جام خالی کر کے کاؤنٹر پر رکھا۔ "میں چلتا ہوں"۔

"مجھے یقین ہے کہ جلد ہی تم سے ملاقات ہوگی"۔ کیٹ نے جلدی سے کہا۔

ایلکس نے اسے جواب نہیں دیا۔ وہ ٹام کی طرف مڑا: "تمہارے لئے لوگوں سے گھلنا ملنا مناسب نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی غریب کو زیادہ سوال کرنے پر قتل کر بیٹھو! اور تمہیں بجلی کی کرسی پر بیٹھنا پڑ جائے"۔ یہ کہہ کر وہ پلٹا اور دروازے کی طرف چل دیا۔

ٹام کی آتشیں نظریں اسے اپنی پیٹھ میں چبھتی محسوس ہو رہی تھیں، اپنے عقب میں دیکھنے والی یہ نگاہ سیکرٹ سروس کے ہر ایجنٹ کے پاس ہوتی ہے۔ تصدیق کیلئے اسے پلٹ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اگر وہ پلٹ کر دیکھتا تو کیٹ کی نگاہوں میں اپنے لئے فکرمندی دیکھ کر اسے یقیناً خوشی ہوتی۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

قسط-3

علیم الحق حقی

زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

کارٹر نے اس آزاد قیدی سے انگریزی میں ایک سوال کیا، جس کا جواب اس نے عربی میں دیا اور فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔
اس بار کارٹر نے عربی میں کہا: ''مسٹر السیری، میں عربی روانی سے بول سکتا ہوں۔ بلکہ میں تم سے بہتر عربی بول سکتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم برسوں انگلینڈ میں رہے ہو، اور تمہاری انگریزی تمہاری عربی سے بہت بہتر ہے۔ اس لیے میری تجویز ہے کہ بات انگریزی میں ہو، تاکہ کسی غلط فہمی، کسی ابہام کی گنجائش نہ رہے''۔
العمیری کی مسکراہٹ معدوم ہوگئی۔ وہ اپنی کرسی پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔
''ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے لیے جاسوسی کرو۔ مشرق وسطیٰ کی کسی دہشت گرد تنظیم میں شمولیت......''۔
''یہ ناممکن ہے''۔ العمیری نے سرد لہجے میں اس کی بات کاٹ دی۔
''میری سمجھ میں تمہاری بات آ ہی نہیں رہی ہے''۔
''اس وقت دنیا میں 93 دہشت گرد تنظیمیں ہیں، جن کے بارے میں ہمیں علم ہے۔ ان میں سے بیشتر کا تعلق مشرق وسطیٰ سے ہے''۔ کارٹر نے کہا۔ ''اس بات کی تصدیق ہو چکی ہے کہ ان میں سے تین سے تمہارا تعلق ہے۔ اس کے علاوہ جب تم گرفتار کیے گئے تو تمہارے پاس سے جعلی پاسپورٹ، ولسن برج کا نقشہ اور ایسا مواد ملا، جو بم بنانے میں کام آتا ہے۔ کام تو تم پہلے سے کر رہے ہو۔ اب ہمارے لیے کام کرو۔ ورنہ صورت حال تمہارے لیے ناخوش گوار ہو جائے گی''۔
العمیری مسکراتا ہوا آگے کی طرف جھکا۔ ''برسوں پہلے اردن میں تمہاری سی آئی اے، تمہاری ملٹری اور ایف بی آئی اے...... تمہارے نام نہاد ٹائیگرز نے مجھ سے پوچھ گچھ کی تھی۔ مجھ پر برہنہ عورتیں چھوڑی گئیں، ایسی گندگی مجھ پر ڈالی گئی، جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مجھے لالچ اور ترغیب سے اور پھر توہین و تذلیل سے زیر کرنے کی کوشش کی گئی۔ مجھے دھمکایا گیا کہ جنسی زبردستی کے ذریعے مجھے ایڈز میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ لیکن میں نے پروا نہیں کی۔ محمدؐ کے سچے پیروکار تم لوگوں کی طرح موت سے نہیں ڈرتے۔ تم موت سے ڈرتے ہو۔ یہی کمزوری تمہاری مکمل تباہی کا سبب بنے گی۔ اسلام فتح یاب ہوگا۔ قرآن میں لکھا ہے کہ آخری فتح اللہ کی ہوگی''۔
''تم غلط کہہ رہے ہو۔ 114 میں سے کسی ایک سورہ میں بھی یہ نہیں لکھا اور محمد ﷺ کی تعلیمات میں بھی کہیں یہ نہیں لکھا کہ دنیا پر غلبہ حاصل کرنا ہے''۔
''تم نے حدیث پڑھی ہے؟''۔
''ہاں، اور قرآن بھی۔ مغرب کے علما نے اس کے ترجمے کا حق ادا نہیں کیا، کبھی انصاف سے کام نہیں لیا۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے''۔ کارٹر نے کہا۔ ''مگر مسٹر العمیری، تم تو جانتے ہو کہ اسلام امن کا، درگزر کا مذہب ہے۔ معاف کرنا اور محبت کرنا سکھاتا ہے۔ ہاں، جارحیت کے خلاف دفاع اسلام کی تعلیمات میں شامل ہے اور یہ معقول بات ہے۔ کچھ نام نہاد تہذیبیں صلیبی جنگوں کے زمانے سے مسلمانوں کو ان کے دین سے منحرف کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ تلوار سے بندوق تک یہ عمل جاری ہے، اور غلط ہے۔ لیکن حدیث بتاتی ہے کہ جہاد میں بھی عورتوں اور بچوں کی جاں بخشی کی جانی چاہیے''۔
''اتنے حوالے دے رہے ہو تو تم نے تاریخ بھی پڑھی ہوگی۔ تم جب بھی فتح یاب ہوئے تو شہروں کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہہ گئیں اور ہم نے جب بھی فتح پائی تو درگزر سے کام لیا اور تم اتنے معصوم بن رہے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم ظلم کے خلاف جہاد کر رہے ہیں، اپنے دفاع کی جنگ لڑ رہے ہیں''۔
''بم دھماکوں میں معصوم بچے اور عورتیں بھی ماری جاتی ہیں، یہ دہشت گردی ہے''۔ کارٹر نے کہا۔
''تم جسے دہشت گردی کہو، وہ دہشت گردی ہے، یہ تو خود اپنی جگہ دہشت گردی ہے''۔ العمیری نے نفرت سے کہا۔ ''تم جمہوریت پسند بنتے ہو۔ اقوام متحدہ میں دہشت گردی کی تعریف کیوں متعین نہیں کی گئی۔ اسرائیل فلسطینیوں پر بمباری کرتا ہے، ان کے گھروں کو ڈھاتا ہے، ان کی سرزمین پر قابض ہے، یہ دہشت گردی نہیں ہے؟ تم کیا دہشت گردی کا نام لیتے ہو۔ تم سے بڑا عالمی دہشت گرد تو دنیا میں کوئی ہے ہی نہیں۔ ہیروشیما اور ناگاساکی آج بھی تمہاری دہشت گردی کا ثبوت ہیں''۔
''وہ جنگ تھی''۔ کارٹر نے مدافعانہ انداز میں کہا۔
''نہیں، وہ ختم ہوتی ہوئی جنگ تھی، جو تم ویسے بھی جیت رہے تھے۔ تمہیں صرف ایٹم بم کی تباہ کاری دیکھنی تھی اور وہ تجربہ تم اپنے لوگوں پر نہیں کر سکتے تھے۔ تو کیا جاپانی انسان نہیں تھے۔ ان دونوں شہروں میں عورتیں اور بچے نہیں تھے۔ انصاف سے کہو، کیا وہ دہشت گردی نہیں تھی اور تمہاری سی آئی اے نے غیر ملکی سرزمین پر کتنے غیر ملکی سربراہوں کو قتل کیا، اس کا تو شمار ہی نہیں۔ پھر تم کوریا میں گھسے، ویت نام میں گھسے، فوج کشی کی......''
''وہ ہم نے جمہوریت کے فروغ کے لیے کیا۔ ہم وہاں کے عوام کو ان کے جمہوری حقوق دلانا چاہتے تھے''۔ کارٹر کا انداز اور مدافعانہ ہوگیا۔
''تم کون ہو...... دنیا کے ٹھیکے دار! دوسرے کیا چاہتے ہیں، اس کا فیصلہ ان پر چھوڑ دو۔ یہی جمہوریت ہے اور کیا ضرورت ہے کہ جس چیز کو تم اچھا سمجھو، ساری دنیا اسے اچھا سمجھے۔ اپنے نظریات اپنے پاس رکھو۔ انہیں دوسروں پر مت تھوپو۔ یہی جمہوریت ہے۔ اپنے نظریات دوسروں پر تھوپنے کے لیے فوج کشی کرو، یہ تو جمہوریت نہیں ہے۔ دراصل تم منافق ہو۔ غلط کرتے ہو اور طاقت کے زور پر اسے درست ثابت کرتے ہو، کیا یہ دہشت گردی نہیں ہے''۔ العمیری کے لہجے کا جوش بڑھتا جا رہا تھا۔ ''اور اپنی طاقت کے نشے میں بدمست تم بے وقوفی کے سب سے نچلے درجے سے بھی نیچے جا چکے ہو''۔
''وہ کیسے؟''۔ کارٹر نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔
''نائن الیون کے ذریعے یہودیوں نے تمہیں بے وقوف بنایا۔ وہ برسوں سے تمہیں استعمال کر رہے ہیں اور تم غلاموں کی طرح استعمال ہو رہے ہو۔ وہ تمہیں مسلمانوں سے لڑا رہے ہیں......''۔
''لڑائی کیسی؟ ہماری طاقت کے سامنے تمہاری حیثیت کیا ہے؟''۔
''تمہاری طاقت کچھ بھی نہیں۔ ہم اللہ کی اور اپنے ایمان کی طاقت پر یقین رکھتے ہیں۔ تم موت سے ڈرتے ہو اور ہم اللہ سے زندگی کا سودا کرتے ہیں۔ ہم زندہ رہے تو غازی، مرے تو شہید''۔
''تم شہادت کی آرزو کرتے ہو نا''۔ کارٹر نے حقارت سے کہا۔ ''لیکن تم میں ہمت نہیں۔ خودکش بمبار تو کیا، تم تو مجاہد بھی نہیں بن سکتے''۔
''خودکش حملوں کا میں مخالف ہوں اور تم نے مجھے گرفتار کیا تو میں حالت جہاد میں تھا اور موت سے میں کتنا ڈرتا ہوں، یہ تم اب آزما لو''۔ العمیری نے چیلنج کیا۔
''تمہیں مارنے کا کیا فائدہ۔ میں تو تمہاری زندگی سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں، تم میرے لیے کام کرو''۔
''جہنم میں جاؤ''۔
''آسانی سے نہیں مانو گے تو تکلیف سے مانو گے''۔ کارٹر نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ العمیری کی قید کو 48 گھنٹے ہو چکے تھے۔ ''تم بھی جانتے ہو کہ جنت تک پہنچنے کے بے شمار راستے ہیں''۔
''مگر میں کم محنت کا، شارٹ کٹ کا قائل ہوں''۔ العمیری نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''شہادت سب سے آسان ہے''۔
''تمہاری بیوی تمہارے اکلوتے بیٹے کے ساتھ انگلینڈ میں مقیم ہے''۔ کارٹر نے معنی خیز لہجے میں کہا۔
العمیری نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے''۔ آخر تم اپنی اوقات پر آ گئے نا۔ ابھی کچھ دیر پہلے عورتوں اور بچوں کی معصومیت پر بات کر رہے تھے''۔
''ارے نہیں، ایک بیٹی بھی ہے تمہاری''۔ کارٹر نے سفاکی سے کہا۔ ''بیوی اور بیٹی کی تو شاید تمہیں پروا نہیں ہوگی۔ البتہ بیٹا......''
''مجھے کسی کی پروا نہیں۔ ہم سب کا رکھوالا اللہ ہے۔ وہی سب کی پروا کرتا ہے''۔
کارٹر چند لمحے سوچتا رہا''۔ میں تمہارے بچوں کو ماروں گا نہیں۔ میرے ذہن میں اور کچھ ہے۔ بیٹا تمہارا ڈیڑھ سال کا ہے نا اور تم یہی چاہتے ہو نا کہ وہ بہت اچھا مسلمان بنے''۔
العمیری خاموشی سے کیمرے کو گھورتا رہا۔ اس نے کچھ کہا نہیں۔
''اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو میں تمہارے بیٹے کو تمہاری بیوی سے چھین کر یہاں امریکا میں کسی لاولد جوڑے کو سونپ دوں گا، جو اسے عیسائی بنا کر پالیں گے اور بیٹی بڑی ہو کر اسرائیل میں جسم فروشی کرے گی۔ فیصلہ تمہارے ہاتھ ہے''۔
العمیری اٹھ کر کیمرے کی طرف دیوانہ وار جھپٹا۔ پھر کچھ ہاتھ اسکرین پر نمودار ہوئے، جنہوں نے اسے بے بس کر کے دوبارہ کرسی پر بٹھا دیا۔ مگر وہ پاگلوں کی طرح چیخ چیخ کر عربی میں گالیاں دے رہا تھا۔ آخر اس کے منہ کو ٹیپ سے بند کر دیا گیا۔
''تمہیں 24 گھنٹے کی مہلت اور دے رہا ہوں۔ سوچ لو اور فیصلہ کر لو''۔ کارٹر نے کہا۔ پھر اس نے بٹن دبایا اور اسکرین تاریک ہوگئی۔
کارٹر کے سامنے چھ فائلیں اور تھیں۔ اس نے ان کا جائزہ لیا۔ ان میں چار کا تعلق العمیری کی طرح مشرق وسطیٰ سے تھا۔ ایک نازیوں کا حامی تھا، جس کا تعلق آرکنساس سے تھا اور چھٹا کم فونگ تھا جنوب مشرقی ایشیا کی ایک تنظیم کا رکن، جس کے ایک مسلم دہشت گرد تنظیم سے روابط تھے۔ یہ سب گرفتاریاں غیر سرکاری تھیں۔ کارٹر اور چند منتخب افراد کے سوا کسی کو ان کا علم نہیں تھا۔ سی آئی اے کی طرح این آئی سی کے بھی خفیہ پیراملٹری اسکواڈ تھے، جو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کا کام امریکا کے ممکنہ دشمنوں کا قلع قمع کرنا تھا۔
ان فائلوں میں مکمل معلومات تھیں۔ کارٹر ان تمام کو یہی آفر کرتا، لیکن ہر شخص کے مزاج کے مطابق۔ دولت کا لالچ عام طور پر زیادہ کامیاب رہتا تھا۔ لیکن کچھ لوگ ناقابل شکست بھی ہوتے تھے۔
ایک گھنٹے بعد کارٹر دفتر سے نکل آیا۔ اپنی کار کی طرف بڑھتے ہوئے وہ اس جنگ کے بارے میں سوچتا رہا، جو ہر روز لڑی جا رہی تھی۔ ایک فریق اسے اپنے تحفظ اور بقا کی جنگ قرار دیتا تھا، جب کہ دوسرے فریق کے نزدیک یہ وسائل پر قبضے کی جنگ تھی۔
اپنی گاڑی میں عقبی نشست کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پندرہ منٹ بعد گاڑی کی رفتار کم ہونے پر اس نے آنکھیں کھولیں تو گاڑی اس کے گھر کے ڈرائیوے میں داخل ہو رہی تھی۔ وہ مکان تو معمولی تھا۔ لیکن اس کے مکین کی اہمیت کی وجہ سے اسے فائیو اسٹار سیکورٹی دی جاتی تھی۔ صدر جیمز برینن کے نزدیک وہ ملک کے لیے بے حد اہم آدمی تھا۔
وہ اپنے گھر میں تنہا رہتا تھا۔ لیکن اس میں اس کا کوئی قصور تھا نہ اس کی مرضی کا دخل۔ وہ اوپر خواب گاہ کی طرف چل دیا۔ اس وقت اسے چند گھنٹوں کی نیند کی سخت ضرورت تھی۔
روز کی طرح اس روز بھی اس نے آتش دان کے مینٹل پر رکھے اس ڈبل فریم کو دیکھا جس میں دو تصویریں لگی تھیں۔ پہلی تصویر اس کی محبوب بیوی باربرا کی تھی اور دوسری اس کی اکلوتی بیٹی لیگی کی۔ مارگریٹ جسے سب لیگی کہتے تھے۔
کارٹر کو اپنی فیملی کے بارے میں ماضی کے مصدر میں بات کرنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ لیکن جو لوگ مر چکے ہوں، منوں مٹی کے نیچے دبائے جا چکے ہوں، ان کے بارے میں اور کیا کہا جا سکتا ہے۔
اس نے دونوں تصویروں کو چوما اور دوبارہ مینٹل پر رکھ دیا۔
بستر پر دراز ہونے کے بعد آدھا گھنٹہ تو وہ ڈپریشن میں رہا۔ یہ روزانہ کے مقابلے میں کچھ کم تھا۔ پھر وہ نڈھال ہو کر سو گیا۔ پانچ گھنٹے بعد اسے اٹھنا تھا اور پھر سے اس جنگ میں حصہ لینا تھا جو لگتا تھا کہ کبھی ختم نہیں ہوگی۔

☆☆☆

ایلکس فورڈ اس رات چہل قدمی کرتے ہوئے جانے پہچانے علاقے میں پہنچ گیا۔ 1600 پنسلوانیا ایونیو۔ وائٹ ہاؤس اور پارک کے درمیان اب ایلم کے درخت کھڑے تھے۔
''ہیلو ایلکس''۔ کسی نے اسے پکارا۔
''تم ڈیوٹی پر جا رہے ہو یا آف کر رہے ہو؟''۔ ایلکس نے پوچھا۔
بوبی مسکرایا۔ ''تمہیں میرے کان میں کوئی تار جاتا نظر آ رہا ہے؟ بھائی، میں اپنے بیوی اور بچوں کے پاس اپنے گھر جا رہا ہوں، جہاں میں کم ہی رہتا ہوں۔ تم سناؤ، تم یہاں کیسے؟''۔
ایلکس نے کندھے جھٹک دیے۔ ''قدموں کو عادت سی ہوگئی ہے اور بری عادتیں کہاں چھوٹتی ہیں۔ تم سناؤ، کیا تم صدارتی قافلے کا حصہ ہو؟''۔
بوبی نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''آج کل تو چندہ جمع کرنے کے سلسلے میں ہر دوسرے دن پارٹی ہوتی ہے۔ آج تو میں اس ڈیوٹی سے بچ گیا''۔
''خوش قسمت ہو''۔
''تمہیں شاید معلوم نہیں ہوگا۔ لیکن پنسلوانیا میں صدر صاحب کے آبائی شہر کا نام ان کے نام پر برینن رکھ دیا گیا ہے۔ وہ اس تقریب میں شرکت کے لیے وہاں جانے والے ہیں۔ ان کی انا کو تو بڑی تسکین ہوگی''۔ بوبی نے کہا۔ پھر ایلکس کے نزدیک ہوتے ہوئے رازدارانہ سرگوشی میں بولا: ''ویسے صدر صاحب اچھے آدمی ہیں۔ میں نے خود انہیں ووٹ دیا تھا۔ لیکن ہیں بہت تیز طرار۔ سائیڈ میں انہوں نے کچھ ایسے کام......''۔
''وہ تو سبھی کرتے ہیں''۔ ایلکس نے بے پروائی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔
آگے بڑھتے ہوئے ایلکس نے پارک کی طرف دیکھا، جہاں وائٹ ہاؤس کے سامنے احتجاج کرنے والوں کے خیمے تھے۔ وہ لوگ اسے عجیب بھی لگتے تھے اور وہ ان میں کشش بھی محسوس کرتا تھا۔ نائن الیون سے بھی پہلے ان کے خلاف کریک ڈاؤن کیا گیا تھا۔ پھر نائن الیون کے بعد وائٹ ہاؤس کے گرد و نواح کی تزئین کے نام پر ان سے چھٹکارا بھی پا لیا گیا تھا۔ لیکن امریکا میں کمزوروں کو بھی حقوق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں سے کچھ کی رسائی بنیادی انسانی حقوق کی تنظیموں تک تھی۔ وہ اس معاملے کو عدالت تک لے گئے تھے اور سپریم کورٹ نے ان کے حق میں فیصلہ دیا تھا۔ لیکن ان میں سے صرف دو ایسے تھے، جو اپنے خیموں میں واپس آئے تھے۔
وائٹ ہاؤس پر ڈیوٹی کے دوران ایلکس کو ان میں سے چند ایک کو جاننے اور سمجھنے کا موقع ملا تھا۔ ان میں سے بیش تر تو مستند پاگل تھے، جن پر سیکرٹ سروس والے کڑی نظر رکھتے تھے۔ لیکن ان میں معقول لوگ بھی تھے۔ اس وقت وہ ایسے ہی ایک شخص سے ملنے کے لیے یہاں آیا تھا۔
خیمے کے باہر سے اس نے پکارا۔ ''اولیور، تم موجود ہو۔ ایلکس فورڈ ہوں۔ یاد ہے نا؟''۔
''وہ موجود نہیں ہے''۔ ایک نسوانی آواز نے جواب دیا۔ لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔
ایلکس نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ کافی کا پیپر کپ لیے اس کی طرف آ رہی تھی۔ ''تم کیسی ہو اڈلفیا؟''۔
''اس ملک میں ڈاکٹر ہر روز بچوں کو پیدا ہونے سے روک رہے ہیں، انہیں قتل کر رہے ہیں۔ میں کیسے خوش رہ سکتی ہوں''۔
ایلکس نے سوچا، یہ عورت انسانی ہمدردی اور محبت سے مالا مال ہے۔ ایسے لوگ اب معاشرے میں رہ ہی کتنے گئے ہیں۔ ''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ یہ صورت حال بہت افسوس ناک ہے۔ اچھا، یہ بتاؤ، اولیور کہاں ہے؟''۔
''وہ یہاں نہیں ہے۔ اسے کہیں جانا تھا''۔
ایلکس اس کے اور اولیور، دونوں کے ٹھکانے سے واقف تھا۔ لیکن یہ بات ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''کہاں جانا تھا اسے؟''۔
''مجھے کیا معلوم۔ میں اس کی کچھ بھی نہیں لگتی''۔ اڈلفیا نے کہا اور اپنے خیمے کی طرف پلٹی۔
ایلکس مسکرایا۔ اس کا شروع ہی سے اندازہ تھا کہ اڈلفیا اولیور پر جان دیتی ہے۔ یہاں ڈیوٹی دینے والے ایجنٹس نے اولیور اسٹون کو ایک بے ضرر سر پھرا سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔ لیکن ایلکس نے اسے جاننے اور سمجھنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ اولیور ہوش مند، سمجھ دار اور ذہین ہے۔ معاشی اور سیاسی پیچیدگیوں کا اسے عام شہریوں سے زیادہ ادراک تھا۔ نظریہ سازش کے بارے میں جو کچھ بھی کہا اور لکھا گیا تھا وہ سب تو خاص طور سے اسے ازبر تھا اور ایک خاص بات یہ کہ وہ شطرنج کا بہت اچھا کھلاڑی تھا۔
''اولیور ملے تو اس سے کہنا کہ ایجنٹ فورڈ اس سے ملنے آیا تھا''۔ ایلکس نے جاتی ہوئی اڈلفیا کو پکارا۔ ''میرا نام تمہیں یاد رہے گا نا؟''۔
اڈلفیا نہ پلٹی اور نہ ہی اس نے کوئی جواب دیا۔ لیکن ایلکس جانتا تھا کہ وہ اسے یاد رہے گا۔ یہ بے نیازی اڈلفیا کا خاص انداز تھا۔
ایلکس اس طرف چل دیا، جہاں اس نے اپنی کار پارک کی تھی۔ لیکن راستے میں وہ رکنے پر مجبور ہوگیا۔ دور ایک کونے پر ایک سفید فام اور ایک سیاہ فام شخص ایک اے ٹی ایم پر کارروائی میں مصروف تھے۔ وہ ڈانگریاں پہنے تھے، جن کی پشت پر بڑے بڑے حروف میں ''سروس مین'' لکھا تھا۔ قریب ہی ان کی وین کھڑی تھی۔ وین کی سائیڈ پر کمپنی کا نام اور فون نمبر بھی لکھا تھا۔
ایلکس نے خود کو اندھیرے میں چھپاتے ہوئے اپنی جیب سے اپنا موبائل فون نکالا اور اس پر کمپنی کا نمبر ملایا۔ وہاں ریکارڈنگ چل رہی تھی کہ کمپنی صرف صبح نو بجے سے شام چھ بجے تک کام کرتی ہے۔
ایلکس نے اپنا بیج نکالا اور ان دونوں کی طرف بڑھ گیا۔ ''دوستو، تم اس مشین کی سروس کر رہے ہو؟''۔ اس نے انہیں اپنا بیج دکھاتے ہوئے پوچھا۔
چھوٹے قد والے نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''جی ہاں''۔
''تم لوگ یونین میں بھی ہو گے؟''۔
''تبھی تو اتنا لیٹ کام کر رہے ہیں۔ ڈبل اوور ٹائم ملے گا''۔ دوسرا بولا۔
ایلکس نے پستول نکالا اور ان پر تان لیا۔ ''اس مشین کو کھولو''۔
''سیکرٹ سروس والے اے ٹی ایم کب سے چیک کرنے لگے؟''۔ سیاہ فام نے چڑ کر کہا۔
''اگرچہ میں تمہیں جواب دہ نہیں ہوں۔ پھر بھی بتا دیتا ہوں کہ اس ادارے کو امریکی کرنسی کے تحفظ کے لیے قائم کیا گیا تھا''۔ ایلکس نے پستول کا رخ اس کی کھوپڑی کی طرف کیا۔ ''اب کھلواؤ اسے''۔
مشین کے اندر سو سے زائد کارڈ ٹھنسے تھے۔ ایلکس نے جلدی سے ان دونوں کو ہتھکڑی لگا دی۔
''ہم برسوں سے یہ دھندا کر رہے ہیں۔ تم نے ہمیں پہچانا کیسے؟''۔
''میں جانتا ہوں کہ بینک والے اے ٹی ایم سروس کو اپنا احسان سمجھتے ہیں کھاتے داروں پر''۔ ایلکس نے کہا۔ ''کوئی اے ٹی ایم خراب ہو جائے تو وہ ڈبل اوور ٹائم دے کر اس کی سروس کبھی نہیں کراتے''۔

☆☆☆

وہ چاروں تھیوڈور روز ویلٹ آئی لینڈ کے مرکزی راستے پر چل رہے تھے۔ یہ جزیرہ سابق صدر کی یادگار تھا۔ اس کا رقبہ 190 ایکڑ تھا اور وہ دریائے پوٹومک کے وسط میں واقع تھا۔
کچھ فاصلہ طے کر کے وہ سطح زمین پر پہنچے، جہاں روز ویلٹ کا مجسمہ نصب تھا۔ مجسمے کا داہنا ہاتھ یوں آسمان کی طرف اٹھا ہوا تھا، جیسے وہ حلف لے رہا ہو۔ مجسمے کے ارد گرد ایک چھوٹا سا حوض تھا، جس میں دو فوارے تھے۔
وہ سب وہاں آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے۔ اولیور اسٹون روز ویلٹ کا بہت بڑا فین تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کلب کا اجلاس یہاں منعقد کیا جاتا تھا۔ سرکاری طور پر سورج غروب ہونے کے بعد یہاں آنا منع تھا۔ چھپ کر آنے والوں کو کون روک سکتا ہے۔
''کیمل کلب کا اجلاس شروع ہوا چاہتا ہے''۔ اولیور اسٹون نے بڑی سنجیدگی سے اعلان کیا۔ ''ایجنڈے کے نہ ہونے کی وجہ سے میں یہ تجویز کروں گا کہ ہم سب گزشتہ اجلاس کے بعد سے اب تک کے اپنے مشاہدات بیان کریں گے اور پھر نئے موضوعات۔ کوئی تائید کنندہ؟''۔
''میں تائید کرتا ہوں''۔ روبن نے کہا۔
''جو اس کے حق میں ہیں، وہ ہاتھ اٹھا دیں''۔ اولیور بولا۔
سب نے ہاتھ کھڑے کر دیے۔ قرارداد منظور ہوگئی۔ اولیور نے اپنے تھیلے میں سے ایک نوٹ بک نکالی۔ روبن نے اپنی جیب سے ایک مڑا تڑا سادہ کاغذ کھینچا، جب کہ ملٹن نے اپنا لیپ ٹاپ کمپیوٹر سامنے رکھ لیا۔ پھر اس نے جیب سے جراثیم کش لوشن کی ایک شیشی نکالی اور ہتھیلی پر تھوڑا سا لوشن لے کر اپنے دونوں ہاتھوں پر ملا۔ اولیور نے اپنے نوٹس کا جائزہ لینے کے لیے چھوٹی سی پنسل ٹارچ روشن کر دی۔ روبن روشنی کے لیے اپنا لائٹر استعمال کر رہا تھا۔
''رات برینن وائٹ ہاؤس سے نکلا۔ کارٹر گرے اس کے ساتھ تھا''۔ اولیور نے آغاز کیا۔
''مجھے تو لگتا ہے کہ ان دونوں کے کولہے جڑے ہوئے ہیں''۔ روبن نے تند لہجے میں کہا۔
''جیسے ایڈگر ہوور اور کلائیڈ ٹولسن تھے''۔ کیلب نے تبصرہ کیا۔
''مجھے لینن اور ٹروٹسکی کا خیال آتا ہے''۔ روبن بولا۔
''تو تم لوگوں کے نزدیک کارٹر گرے قابل اعتماد نہیں ہے؟''۔ اولیور نے پوچھا۔
''جو شخص خود کو زار کہلوانا پسند کرے، وہ قابل اعتماد ہو ہی نہیں سکتا''۔ روبن نے کہا۔ ''اور جہاں تک جیمز برینن کا تعلق ہے تو خوش قسمتی سے اسے دہشت گردوں کا سہارا مل گیا۔ ورنہ وہ اس وقت بے روزگاروں کی قطار میں ہوتا''۔
''لگتا ہے، ہم کثرت سے اخبار پڑھنے لگے ہیں''۔ اولیور مسکرایا۔
''آج کل تو ہنسنے کو دل چاہے تو لوگ اخبار پڑھتے ہیں''۔
اولیور سنجیدہ ہوگیا۔ ''جیمز برینن پیدائشی طور پر باصلاحیت سیاست داں ہے۔ وہ بے حد ذہین بھی ہے۔ لیکن سب سے اہم اس کی وہ خداداد صلاحیت ہے، جو لوگوں کو اس پر اعتبار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ لیکن اس کے باطن میں ایک عفریت چھپا بیٹھا ہے۔ اس کا اپنا ایک ایجنڈا ہے، جس کے بارے میں عام لوگ کچھ بھی نہیں جانتے''۔
''مجھے تو لگتا ہے کہ یہ بات برینن سے زیادہ کارٹر گرے پر صادق آتی ہے''۔ روبن نے اسے بہت غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
''میں نے عالمی سازش کے سلسلے میں بعض ایسے حقائق جمع کیے ہیں، جو اب تک میڈیا پر پیش نہیں کیے گئے''۔ ملٹن نے ہیجانی لہجے میں کہا۔
روبن نے اپنے نوٹس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا: ''اور میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ اسپیکر آف دی ہاؤس نے اس ہفتے میں تین بار اپنی بیوی سے بے وفائی کی ہے''۔
''میں نے یہ بات ذاتی طور پر نوٹ کر لی''۔ کیلب نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
''میرے پاس پوری تفصیل موجود ہے''۔ روبن نے اپنے نوٹس لہرائے۔ ''جو عوامی نمائندے اپنی بیوی کے وفادار نہیں، وہ ملک اور قوم سے کیا وفا کریں گے۔ جو ذاتی زندگی میں بددیانت اور خائن ہیں، ان سے قومی معاملات میں اچھی امید رکھنا حماقت ہے''۔
ملٹن نے بے صبرے پن سے کہا۔ ''میری دھماکہ خیز معلومات میں کوئی دلچسپی ہی نہیں لے رہا ہے''۔ پھر وہ بیس منٹ تک مسلسل بولتا رہا۔ بات شمالی کوریا اور برطانیہ کے درمیان رابطوں سے شروع ہوئی اور اس نے انہیں سعودی عرب کی شاہی فیملی کے عزائم کے بارے میں بتایا، جن کا ممکنہ طور پر یورو اور ین کو گرانے سے تعلق تھا۔ ''میرے خیال میں یہ عالمی معاشی تباہی کا پیش خیمہ ہے، جو ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ آخر میں اس نے کہا۔
وہ سب خاموش بیٹھے ایک دوسرے کو گھورتے رہے۔ ملٹن کی سنگین تقاریر کا عام طور پر یہی ردعمل ہوتا تھا۔
پھر اولیور نے کیلب سے کہا: ''تمہارے محاذ سے کیا خبر ہے؟''۔
''ڈچ بائبل غائب ہونے کے نتیجے میں لائبریری میں ہلچل مچ گئی تھی''۔
کیمل کلب کے تمام اراکین کیلب کو وضاحت طلب نظروں سے گھور رہے تھے۔
''یہ بہت قدیم بائبل ہے''۔ کیلب نے وضاحت کی۔ ''اس میں ہاتھ کے بنائے ہوئے رنگین خاکے ہیں...... رومین ڈی ہوگ کے بنائے ہوئے خاکے! رومین کا شمار سترہویں صدی کے اواخر اور اٹھارہویں صدی کے اوائل کے بہترین ڈچ مصوروں میں ہوتا ہے۔ بہرحال دو دن کے بعد ڈچ بائبل مل گئی۔ وہی معاملہ تھا۔ بغل میں بچہ، شہر میں ڈھنڈورا۔ ہر چیز کو کمپیوٹر کے ذریعے تلاش کیا جائے گا تو یہی ہوگا''۔
''خدا کا شکر ہے۔ وہ نہ ملی ہوتی تو ہم بے دین رہ جاتے''۔ روبن نے جل کر کہا۔
اولیور نے مایوسی سے روبن کی طرف دیکھا۔ ''تو کسی کے پاس بھی کوئی کام کی خبر نہیں ہے''۔
''دراصل ہم سب کی سوشل لائف بہت محدود ہے''۔ روبن کے لہجے میں معذرت طلبی تھی۔
''تو کیوں نہ کسی ٹھوس چیز پر کام کریں''۔ اولیور نے کہا۔
وہ سب اسے متجسسانہ نظروں سے دیکھنے لگے۔
اولیور نے ایک گہری سانس لی۔ اسے نہیں یاد تھا کہ اس کی عمر کتنی ہے...... شاید 61 برس۔ برسوں پہلے اس نے کیمل کلب قائم کیا تھا کہ جو لوگ پاور میں ہیں، ان پر نظر رکھی جائے۔ کوئی گڑبڑ نظر آئے تو اس پر احتجاج کیا جائے، اسے عوام تک پہنچایا جائے۔ اس مقصد کے تحت خود اس نے وائٹ ہاؤس کے سامنے ڈیرہ ڈال لیا تھا۔ وہ ان چیزوں کے لیے لڑ رہا تھا، جنہیں لوگوں نے اہمیت دینا چھوڑ دیا تھا...... سچائی اور احتساب!
اب وہ سوچ رہا تھا کہ کیا یہ سب لاحاصل ہے؟
تاہم بلند آواز میں اس نے کہا: ''تم لوگوں نے کبھی غور کیا کہ اس ملک میں کیا ہو رہا ہے؟''۔
کسی نے جواب نہیں دیا۔
''ہمیں باور کرایا جا رہا ہے کہ ہم پہلے سے زیادہ محفوظ ہیں۔ لیکن محفوظ ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم آزاد بھی ہیں''۔
''کبھی کبھی تحفظ کی خاطر آزادی سے دستبردار بھی ہونا پڑتا ہے اولیور''۔ کیلب نے کہا۔ ''ذاتی طور پر مجھے یہ نظریہ پسند نہیں۔ لیکن ہمارے پاس کوئی متبادل بھی تو نہیں ہے''۔
''حالت خوف میں جینا کوئی جینا ہے''۔ اولیور نے کہا۔ ''اور بھی ان واقعات کا پیدا کردہ خوف، جنہیں بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہو۔ کارٹر گرے جیسے لوگ عوام کو خوف زدہ کرنے کے ماہر ہیں''۔
''ابتدا میں تو کارٹر نا کام ہو رہا تھا۔ مگر پھر نجانے کیسے پانسہ پلٹ گیا''۔ روبن نے کہا۔
''اس سے میری بات کی تائید ہوتی ہے''۔ اولیور نے کہا: ''کیونکہ کوئی بھی شخص نہ اتنا اچھا ہو سکتا ہے، نہ اتنا خوش نصیب''۔ وہ کہتے کہتے رکا۔ وہ بڑی احتیاط سے لفظوں کا انتخاب کر رہا تھا۔ ''میری رائے یہ ہے کہ کارٹر گرے ہمارے وطن کے لیے کسی بھی لحاظ سے اچھا نہیں ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ ہم اس پر تبادلہ خیال کریں''۔
وہ تینوں خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتے رہے۔ پھر کیلب نے کہا۔ ''بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی اولیور''۔
''کیمل کلب کو کچھ ایسا کرنا چاہیے کہ کارٹر گرے کو معزول کر دیا جائے''۔
''تمہارا مطلب ہے کہ ہم کارٹر گرے کو گرا دیں؟''۔
''ہاں''۔
''اوہو...... یہ بات ہے''۔ روبن نے تمسخرانہ لہجے میں کہا: ''میں یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ تم کوئی بہت مشکل فرمائش کرنے والے ہو''۔
''تاریخ میں ایسی ان گنت مثالیں ہیں، جہاں کمزوروں نے طاقت وروں کو زیر کیا''۔
''ہاں، لیکن آج کی دنیا کے حقائق اور ہیں۔ کمزوروں کی تو آواز بھی کسی کو سنائی نہیں دیتی''۔ روبن نے تلخ لہجے میں کہا۔
''یہ بات ہے تو پھر اس کلب کو قائم رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ہم یہاں ہفتے میں ایک بار ملتے ہیں، اپنے مشاہدات سنتے سناتے ہیں، تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ مگر کس لیے؟ کیا حاصل ہے اس کا؟''۔
''ہم نے کچھ اچھے کام بھی کیے ہیں۔ یہ الگ بات کہ ہمیں ان کا کریڈٹ نہیں ملا''۔ کیلب نے کہا: ''ہم نے پنٹاگون کے اسکینڈل کے پیچھے چھپے سچ کو بے نقاب کیا۔ ہم نے ایک غدار کو پکڑوایا''۔
''یہ سب بہت پرانی باتیں ہیں''۔ اولیور نے کہا۔ ''میں پھر دہراؤں گا۔ کیمل کلب کو قائم رکھنے کا کیا جواز ہے''۔
وہ اس پر سوچ رہے تھے کہ جنگل کی طرف سے آنے والی آواز نے ان کی توجہ کھینچ لی۔ اولیور نے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور آواز پر کان لگا دیے۔ چند لمحوں میں واضح ہوگیا کہ وہ کسی بوٹ کے انجن کی آواز ہے۔ لگتا تھا کہ بوٹ جزیرے کے کنارے پر آ پہنچی ہے۔ انہوں نے اپنے اپنے بیگ اٹھائے اور قریبی جھاڑیوں میں گھس گئے۔

☆☆☆

اولیور اسٹون نے دو شاخوں کو ہٹاتے ہوئے دیکھنے کے لیے جگہ بنائی۔ سامنے ہی روز ویلٹ کی یادگار تھی۔ اس کے ساتھی بھی اسی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کی نگاہوں میں چوکنا پن تھا۔
بجر یلے راستے پر دو آدمی آتے نظر آئے۔ وہ پلاسٹک کے ترپال پر کوئی بھاری چیز اٹھائے ہوئے تھے۔ ان میں ایک دراز قد، دبلا پتلا اور سنہرے بالوں والا تھا جب کہ دوسرا موٹا اور ٹھگنا تھا۔
انہوں نے ترپال زمین پر رکھی تو اولیور نے دیکھا کہ ترپال پر ایک آدمی تھا، جس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ دونوں افراد نے اسے ترپال سے اتارا، پھر فلیش لائٹ سے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ ان کے ہاتھوں میں فلیش لائٹ دیکھتے ہی اولیور اور اس کے دوست اس طرف دیکھنا بھول کر پوری طرح جھاڑیوں میں دبک گئے۔
گرد و پیش سے مطمئن ہو کر وہ دونوں اپنے قیدی کی طرف متوجہ ہو پائے۔ ان میں سے ایک نے قیدی کے منہ پر سے کور ہٹایا اور اپنی جیب میں رکھ لیا۔ قیدی کچھ منمنایا۔ لیکن وہ قابل فہم آوازیں نہیں تھیں۔ وہ نشے میں دھت معلوم ہوتا تھا۔
ٹھگنے آدمی نے اپنے کوٹ کی جیب سے دستانے اور ایک ریوالور نکالا، جب کہ لمبے آدمی نے قیدی کے ہاتھ پاؤں کی بندشیں کھول دیں۔ ٹھگنے آدمی نے بیگ سے ایک بوتل نکالی، جو تقریباً خالی تھی۔ اس کا کچھ محلول اس نے قیدی کے کپڑوں پر اور اس کے ارد گرد چھڑکا اور باقی اس کے منہ میں انڈیل دیا۔
روبن جھپٹ کر جھاڑی سے نکلنا چاہتا تھا، لیکن اولیور نے سختی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ دوسرا آدمی بھی مسلح ہے۔ اس کی بیلٹ کے ہولسٹر میں ریوالور صاف نظر آ رہا تھا۔ کیمل کلب کے پاس کامیاب مداخلت کا کوئی چانس نہیں تھا۔ اس وقت سامنے جانے کا صاف اور صریح مطلب ان سب کی موت تھا۔
پستول والا شخص قیدی کے پاس اکڑوں بیٹھ گیا۔ اس نے قیدی کا ہاتھ تھاما اور اس میں پستول تھما دیا۔ شاید وہ سرد دھات کے لمس کا اثر تھا کہ قیدی نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے خود پر جھکے ہوئے شخص کو دیکھا تو بے ساختہ چلایا۔ ''آئی ایم سوری۔ پلیز، ایسا نہ کرو۔ آئی ایم سوری''۔
پستہ قامت شخص نے پستول قیدی کے منہ میں اندر تک گھسا دیا۔ قیدی کو پھندا سا لگا۔ لیکن پستہ قامت شخص نے زور لگا کر پستول پر اسی کی انگلی کا دباؤ بڑھا دیا۔
فائر کی آواز سن کر کیمل کلب کے چاروں اراکین نے آنکھیں بند کر لیں۔
انہوں نے آنکھیں کھولیں تو وہ سحر زدہ سے لاش، اس کے قریب پڑی بوتل اور پستول کو دیکھتے رہے۔ لمبے آدمی نے اپنے بیگ سے پلاسٹک کا ایک پھولا ہوا چھوٹا بیگ نکالا اور اسے پستول کے پاس رکھ دیا۔ آخر میں اس نے ایک تہہ شدہ کاغذ مقتول کے کوٹ کی جیب میں رکھ دیا۔
اس طرف سے مطمئن ہو کر ان دونوں نے ایک بار پھر گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ کیمل کلب کے اراکین پھر جھاڑیوں میں دبک گئے۔ ایک منٹ بعد قاتل پلٹے اور واپس چل دیے۔
جیسے ہی وہ نظروں سے اوجھل ہوئے اور ان کے قدموں کی چاپ معدوم ہوئی، ان چاروں نے سکون کی سانس لی۔ انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے اولیور جھاڑی سے نکلا اور لاش کی طرف بڑھا۔ تینوں ساتھی بھی اس کے پیچھے تھے۔
روبن لاش کے پاس بیٹھ گیا۔ ''چلو، اس بے چارے کو زیادہ اذیت تو نہیں اٹھانا پڑی''۔ اس نے افسردگی سے کہا۔ پھر اس نے شراب کی خالی بوتل کو دیکھا اور بولا۔ ''شاید انہوں نے اسے بہت زیادہ پلا دی تھی۔ تاکہ مزاحمت نہ کر سکے''۔
''اس کے پاس شناختی کاغذات تو ہوں گے''۔ اولیور نے کہا۔
''یہ جائے واردات ہے۔ ہمیں کسی چیز کو چھونا نہیں چاہیے''۔ کیلب کی آواز لرز رہی تھی۔
''یہ ٹھیک کہہ رہا ہے''۔ روبن نے تائید کی اور ملٹن کی طرف دیکھا، جو اضطراری طور پر اپنے معمول میں گم ہو گیا تھا۔ شکر کی بات یہ تھی کہ بیٹیوں اور ڈکرانے کی آواز بہت دھیمی تھی۔
اولیور نے لاش پر جھکتے ہوئے کہا۔ ''یہ ارادی قتل تھا روبن، جسے خودکشی ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی۔ قتل کرنے والے پروفیشنل تھے۔ میں مقتول کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ آخر یہ ایسا کیا جانتا تھا کہ اسے قتل ہونا پڑا''۔ اس نے جیب سے رومال نکال کر اسے ہاتھ پر لپیٹا اور لاش کی جامہ تلاشی لینے لگا۔ بٹوے میں اس کا ڈرائیونگ لائسنس تھا۔ روبن نے اپنا لائٹر جلایا، تاکہ اس کا اندراج پڑھا جا سکے۔
''پیٹرک جانسن''۔ اولیور نے پڑھا۔ ''یہ بیتھسڈا میں رہتا تھا''۔ اس نے بٹوا دوبارہ جیب میں رکھا۔ دوسری جیب سے وہ کاغذ برآمد ہوا، جو قاتلوں نے وہاں رکھا تھا۔ اس نے پرچے کو کھولا اور بلند آواز میں پڑھا۔ ''آئی ایم سوری۔ یہ سب میرے لیے بہت زیادہ ہے۔ میں اور برداشت نہیں کر سکتا۔ میں شرمندہ ہوں۔ مجھے افسوس ہے۔ نیچے دستخط ہیں...... پیٹرک جانسن''۔
کیلب نے ہیٹ اتارا اور زیر لب مقتول کے لیے دعا کرنے لگا۔
''یہ رقعہ بہت مؤثر ہے''۔ اولیور نے کہا۔ ''پولیس یہ اندازہ قائم کرے گی کہ اس نے یہ رقعہ لکھا، پھر شراب پی کر آؤٹ ہوا اور اس کے بعد خودکشی کر لی''۔
''اس نے قتل ہونے سے پہلے بھی یہی کہا تھا، جو لکھا ہے۔ آئی ایم سوری''۔
اولیور نے نفی میں سر ہلایا۔ ''وہ شاید کسی اور بات پر کہا تھا۔ یہ رقعہ تو خودکشی کرنے والے کا محرک پیش کر رہا ہے، جو جھوٹا ہے۔ ہم یہ بات جانتے ہیں''۔
اس نے رقعہ دوبارہ مقتول کی جیب میں رکھا۔ ایسا کرتے ہوئے اس کا ہاتھ کسی سخت چیز سے ٹکرایا۔ اس نے اسے باہر نکالا۔ وہ چھوٹی سی سرخ رنگ کی کوٹ کے لیبل پر لگائی جانے والی پن تھی۔ وہ اندھیرے میں اسے غور سے دیکھتا رہا۔
''یہ کیا ہے؟''۔ روبن نے لائٹر کی روشنی اس پن کی طرف کرتے ہوئے پوچھا۔
''ارے...... وہ واپس نہ آ جائیں کہیں''۔ کیلب نے خوف زدہ سرگوشی میں کہا۔
اولیور نے پن واپس رکھی اور مقتول کے کپڑوں کو ٹٹولتے ہوئے بولا: ''اس کے کپڑے تو پانی میں شرابور ہیں''۔
روبن نے پلاسٹک کے چھوٹے بیگ کی طرف اشارہ کیا۔ ''اس کے بارے میں بھی کیا خیال ہے تمہارا؟''۔
''میرا خیال ہے، میں اس کا مقصد بھی سمجھ رہا ہوں اور بھیگے ہوئے کپڑوں کا بھی''۔ اولیور نے کہا۔ ''لیکن کیلب بھی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ہمیں یہاں سے کھسک لینا چاہیے''۔
وہ چل پڑے۔ پھر اچانک انہیں احساس ہوا کہ ملٹن ان کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ پلٹے۔ ملٹن لاش پر جھکا ہوا گنتی گن رہا تھا۔ اس کے ہاتھ لاش کو ٹٹول رہے تھے۔
''اے ملٹن، کیا کر رہے ہو۔ چلو...... نکلو یہاں سے''۔
لیکن ملٹن شاک میں تھا۔ وہ بدستور گنتی گنتا رہا۔
''خدا کے لیے ملٹن، اگر وہ واپس آ گئے تو تمہیں ہماری لاشیں شمار کرنے کا موقع بھی نہیں ملے گا''۔ روبن کی آواز کراہ سے مشابہ تھی۔
اولیور نے روبن کے کندھے کو تسلی دینے والے انداز میں تھپتھپایا، پھر وہ ملٹن کے برابر بیٹھ گیا۔ اس نے پیٹرک جانسن کے چہرے کو دیکھا۔ وہ جوان تھا، اگرچہ موت اب اس پر اثر انداز ہونے لگی تھی۔ پھر اس نے ملٹن کے کندھے کو نرمی سے چھوتے ہوئے کہا: ''اب ہم اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے ملٹن۔ اس گنتی سے بے شک تمہیں تحفظ کا احساس ہو رہا ہوگا، سکون مل رہا ہوگا۔ لیکن وہ دونوں قاتل کسی وجہ سے پلٹ آئے تو ہم سب مارے جائیں گے۔ یہ مت بھولو ملٹن کہ وہ دونوں مسلح ہیں جب کہ ہم نہتے ہیں''۔
ملٹن کی گنتی موقوف ہوگئی۔ اس کے حلق سے ایک سسکی نکلی اور وہ لرزیدہ آواز میں بولا: ''مجھے تشدد بہت ناپسند ہے اولیور''۔ اس نے اپنے بیگ کو سینے سے چپکایا اور لاش کی طرف اشارہ کیا: ''یہ مجھے بالکل اچھا نہیں لگا''۔
''میں جانتا ہوں ملٹن''۔ اولیور نے کہا۔ ''ہم سب کے یہی جذبات ہیں''۔
اولیور نے سہارا دے کر ملٹن کو اٹھایا۔ وہ اس راستے پر چل پڑے، جہاں انہوں نے اپنی کشتی چھپائی تھی۔

☆☆☆☆☆

علیم الحق حقی

قسط-4

زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کبھی اور کہیں نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
لیکن جب دیدۂ بینا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

اپنی ربر کی کشتی کی طرف بڑھتے ہوئے پیٹرز بری طرح چونکا اور رک گیا۔ ''شٹ...... بلڈی شٹ''۔ اس نے سرگوشی میں کہا۔
''کیا ہوا؟''۔ ٹائلر نے نروس انداز میں ادھر ادھر دیکھا۔ ''کیا پولیس بوٹ آگئی ہے؟''۔
''نہیں، ایک بہت بڑی غلطی ہوگئی ہم سے''۔ وارن نے کہا اور جھک کر زمین سے تھوڑی سی مٹی اور کنکر اٹھا لیے۔ ''ہم نے اسے پانی میں ڈبکیاں دیں تو اس کے جوتے دھل گئے۔ اب اگر وہ یہاں سے اپنے پیروں پر چل کر جاتا تو جوتوں پر مٹی تو لگتی نا۔ اور ہم یہی باور کرا رہے ہیں تفتیش کرنے والوں کو۔ اس کے جوتوں کے تلے صاف ستھرے ملیں گے تو ایف بی آئی والے سمجھ لیں گے کہ سب کچھ جیسا نظر آ رہا ہے، ویسا ہے نہیں''۔
وہ دونوں تیزی سے پلٹے اور لاش کی طرف واپس چل دیئے۔ وہاں پہنچ کر وارن جھکا اور اس نے لاش کے جوتوں کے تلووں پر مٹی مل دی۔
''بروقت یاد آگیا تمہیں''۔ ٹائلر نے اسے داد دی۔
''اگر یہ غلطی سرزد ہوگئی ہوتی تو بڑے بھیانک نتائج نکلتے''۔ وارن نے کہا۔ وہ اٹھنے لگا۔ اسی لمحے اس کی نگاہ ایک چیز پر پڑی۔ ''او گاڈ''۔
اس نے دانت پر دانت جماتے ہوئے کہا اور لاش کے کوٹ کی جیب کی طرف اشارہ کیا۔ اعتراف خودکشی کا رقعہ اس نے اپنے ہاتھ سے جیب کے اندر رکھا تھا۔ مگر اب اس کا ایک کنارہ جیب سے باہر جھانک رہا تھا۔
''اب کیا ہوا؟''۔ ٹائلر نے بیزاری سے پوچھا۔
''یہ رقعہ میں نے جیب کے اندر رکھا تھا تاکہ نمایاں نہ ہو۔ تو اب یہ نظر کیسے آ رہا ہے؟''۔
''ہو سکتا ہے، کوئی جانور لاش کھانے کے چکر میں آیا ہو''۔
''تو کہیں سے گوشت غائب ہونا چاہیے تھا لاش کا۔ جانور جیب ٹٹول کر کاغذ نہیں کھینچتے''۔ یہ کہتے ہوئے وارن اٹھا، اس نے جیب سے فلیش لائٹ نکالی اور اس کی روشنی میں ادھر ادھر دیکھا۔ ''اور چند منٹ ہی تو ہوئے ہیں ہمیں یہاں سے گئے ہوئے''۔
''سنو وارن، رقعہ رکھنے میں تم سے ہی چوک گئی ہوگی۔ رقعہ پوری طرح اندر نہیں جا سکا ہوگا''۔ ٹائلر نے کہا۔
لیکن وارن گرد و پیش کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اچانک اس کا جسم تن سا گیا۔
''اب کیا ہوا؟''۔ ٹائلر کی پریشانی بڑھ گئی تھی۔
''سنو...... تمہیں کوئی آواز سنائی دے رہی ہے''۔
ٹائلر نے سماعت مرکوز کی۔ اگلے ہی لمحے اس کا منہ کھل گیا۔ ''کوئی بھاگ رہا ہے...... اس طرف''۔ جس راستے سے وہ آئے تھے۔ وہ اس کی مخالف سمت میں ایک راستے کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔
ان دونوں نے اپنے ریوالور نکالے اور آواز کی سمت دوڑنے لگے۔

☆☆☆

ان چاروں نے کشتی کو پانی میں دھکیلا، پھر اس میں بیٹھ گئے۔ دھند اب دبیز ہوگئی تھی کہ سمتوں کا اندازہ کرنا آسان نہیں رہا تھا۔ وہ جزیرے سے دور لٹل چینل میں دس فٹ آگے گئے ہوں گے کہ وہ دونوں درختوں کے درمیان سے دوڑتے ہوئے باہر آئے اور انہیں دیکھا۔
''پتوار تیز چلاؤ۔ اور اپنے چہرے نیچے کی طرف رکھو''۔ اولیور خصوصیت سے روبن سے مخاطب تھا۔ جو پتوار سنبھالے ہوئے تھا۔ مگر کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ روبن نے اتنی طاقت پہلے کبھی نہیں لگائی تھی۔ کشتی یوں اچھل کر آگے بڑھی۔ جیسے اس میں اسپرنگ لگے ہوں۔
''چہرے نیچے رکھو''۔ اولیور نے پھر کہا۔ ''وہ تمہیں دیکھنے نہ پائیں۔ اور کیلب تم یہ ہیٹ اتار دو''۔
کیلب نے اپنا ہیٹ اتارا اور اپنے لرزتے ہوئے گھٹنوں کے بیچ میں دبا لیا۔ ملٹن نے تو کشتی میں بیٹھتے ہی گنتی شروع کر دی تھی۔ کنارے پر کھڑے افراد نے ان پر فائر کئے۔ لیکن دھند کی وجہ سے وہ اہداف سے بہت دور تھے۔
''تیز چلو روبن، تیز......''۔ اولیور نے روبن کو ٹہوکا دیا۔
''اور تمہارے خیال میں، میں اور کیا کر رہا ہوں''۔ روبن نے جھنجلا کر کہا۔ اس کے چہرے پر پسینہ پھوٹ نکلا تھا۔
قاتلوں نے بہت احتیاط سے نشانہ لیتے ہوئے ایک ایک فائر اور کیا۔ ایک گولی کشتی کے بالائی کنارے پر لگی۔ لکڑی کی ایک کھپچی ٹوٹ کر اڑی اور اولیور کے داہنے ہاتھ پر لگی۔ خون اس کی انگلیوں کے درمیان سے بہہ کر کشتی میں گرنے لگا۔ اس نے جیب سے رومال نکالا اور اس پر کس کر باندھا تاکہ خون کا بہاؤ کم ہو جائے۔
''اولیور''۔ ملٹن نے گھبرا کر پکارا۔
''میں ٹھیک ہوں۔ تم اپنے اپنے سر نیچے رکھو''۔
قاتلوں کو اندازہ ہوگیا کہ ان کی فائرنگ بے سود ہے۔ وہ پلٹ کر جنگل میں واپس بھاگے۔
''وہ اپنی کشتی کی طرف جا رہے ہیں''۔ اولیور نے اپنے ساتھیوں کو خبردار کیا۔
''یہ تو بڑا مسئلہ ہے''۔ روبن بڑبڑایا۔ ''ان کی کشتی تو انجن والی ہے''۔ ''اور میں اب تھک بھی گیا ہوں''۔
اولیور نے کیلب کو ہلایا۔ ''کیلب، اب ایک پتوار تم سنبھالو، دوسرا میں سنبھالتا ہوں''۔
عام حالات میں وہ ٹنل چینل سے نکل کر دریا میں شمال کی طرف جاتے تھے۔ تاکہ وہیں واپس پہنچیں جہاں وہ کشتی چھپاتے تھے۔ لیکن اس وقت تو وہ جلد از جلد خشکی پر پہنچنا چاہتے تھے۔ وہ جزیرے کے مغربی کنارے سے گزرے اور جارج ٹاؤن کی طرف چل دیئے۔
روبن بیٹھا جزیرے کی سمت دیکھ رہا تھا۔ بوٹ کے انجن کی آواز سن کر اس نے بے ساختہ ''شٹ'' کہا۔ ''پوری جان لگا دو''۔ اس نے چیخ کر اولیور سے کہا۔ ''کیونکہ یہ اب زندگی اور موت کا معاملہ ہے''۔
پھر روبن کو اندازہ ہوا کہ اولیور اور کیلب دونوں تھک چکے ہیں تو اس نے انہیں ایک طرف ہٹایا اور دونوں پتوار سنبھال لیے۔ وہ کشتی کو دیوانوں کی طرح کھے رہا تھا۔
''وہ قریب آ رہے ہیں''۔ کیلب نے انجن کی آواز سن کر کہا۔
اس وقت ایک فائر ہوا۔ گولی کشتی میں ٹکرائی تھی۔ کیلب گھبرا کر کشتی میں ملٹن کے برابر ہی لیٹ گیا، جو مسلسل گنتی گن رہا تھا۔
ایک اور فائر ہوا اور اس کے بعد روبن کی چیخ سنائی دی۔ ''کیا ہوا روبن؟''۔ اولیور نے سر گھما کر روبن کو دیکھا۔
''کچھ نہیں۔ گولی بس چھوتے ہوئے گزری ہے''۔ روبن نے کہا۔ ''میں بھول گیا تھا کہ تکلیف اس میں بھی ہوتی ہے''۔ وہ چند لمحے خاموش رہا۔ پھر افسردگی سے بولا۔ ''اولیور دوست، ہم پھنس چکے ہیں''۔
اولیور نے جارج ٹاؤن کی دھیمی، پلکیں جھپکاتی روشنیوں کو دیکھا۔ یہاں دریا کافی تنگ تھا۔ لیکن دھند کی وجہ سے کنارے پر کھڑا ہو کر کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا کہ ان پر کیا گزر رہی ہے۔
اس نے پلٹ کر تعاقب کرنے والی کشتی کو دیکھا۔ دھند میں اسے دو جھکے ہوئے ہیولے سے نظر آئے۔ پھر اسے پیٹرک جانسن کی موت یاد آئی۔ اسے ایسا لگا کہ اس کے منہ میں، حلق تک ریوالور ٹھونس دیا گیا ہے۔
اچانک موٹر بوٹ کا رخ دوسری طرف ہوگیا۔
''یہ کیا......''۔ روبن کے منہ سے نکلا۔
''میرا خیال ہے، پولیس کی گشتی بوٹ آ رہی ہے۔ اس کی وجہ سے......''۔
''پولیس بوٹ''۔ کیلب نے اولیور کی بات ٹال دی''۔ انہیں اپنی طرف متوجہ کرو جلدی سے''۔ ''نہیں۔ یہ مناسب نہیں۔ تم سب خاموش ہو جاؤ۔ اور روبن، تم پتوار چھوڑ دو''۔ اولیور نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔
کشتی میں خاموشی چھا گئی۔ روبن نے ہاتھ روک لئے تھے۔ ''یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس دھند میں وہ ہمیں روندتے ہوئے نکل جائیں''۔ وہ بولا۔
پولیس بوٹ کے بڑے انجن کی آواز بہت واضح تھی۔ تعاقب کرنے والی کشتی نے بھی شاید انجن بند کر دیا تھا۔ مخالف سمت میں تو وہ پہلے ہی مڑ گئی تھی۔
پولیس بوٹ کی سرچ لائٹ ان سے تیس فٹ دور پڑی۔ انہوں نے سکون کا سانس لیا۔ پولیس بوٹ گزر گئی تو اولیور نے کہا۔ اب جلدی سے کنارے کی طرف چلو''۔
''تم نے پولیس کو متوجہ کیوں نہیں کیا؟''۔ کیلب نے اولیور سے کہا۔ ''یہ کشتی ہماری نہیں ہے۔ اور ہماری یہاں موجودگی بھی غیر قانونی ہے۔ جزیرے پر ایک لاش موجود ہے۔ اگر ہم پولیس کو بتاتے ہیں کہ وہ قتل تھا۔ اور ہم نے اس کے عینی شاہدین تو اس کا مطلب یہ اعتراف کرنا ہے کہ ہم وہاں موجود تھے۔ ہم انہیں بتائیں کہ قاتل دو آدمی تھے، جنہوں نے ہم پر بھی فائرنگ کی۔ لیکن ہم اسے ثابت کیسے کریں گے۔ الٹا ہم ہی پھنس جائیں گے''۔ ملٹن اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ''تم اور روبن زخمی ہوئے ہو''۔ اس نے دلیل دی۔
''دونوں کو صرف خراش آئی ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم پر فائرنگ کی گئی ہے۔ قتل کا کیس ہم پر ہی بن جائے گا''۔
''تم ٹھیک کہہ رہے ہو''۔ روبن نے اس کی تائید کی۔ ''مگر میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ان منحوس قاتلوں کو وہاں ہماری موجودگی کا کیسے پتا چلا؟''۔
''آہٹیں سنی ہوں گی''۔ اولیور نے کہا۔ ''یا پھر وہ کچھ بھول گئے ہوں گے، جسے لینے کے لیے پلٹ کر آئے ہوں گے۔ اور انہیں وہیں کوئی تبدیلی نظر آئی ہوگی۔
ممکن ہے، وہ رقعہ یا سرخ پن واپس رکھنے میں مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہو''۔
''تم نے ہمیں اس پن کے بارے میں کچھ نہیں بتایا''۔ کیلب کو اچانک یاد آ گیا۔
''ایسی پنیں سیکرٹ سروس کے ایجنٹ لگاتے ہیں''۔
''تو تمہارے خیال میں وہ کوئی ایجنٹ تھا؟''۔ روبن نے پوچھا۔
''نہیں تھا تو کسی ایجنٹ سے اس کا تعلق ضرور رہا ہوگا''۔
وہ کنارے پر پہنچے، انہوں نے کشتی کو ایک پرانے گڑھے میں چھپایا۔ ''ہم کیا کریں گے؟''۔ روبن نے پوچھا۔
''نمبر ایک، یہ معلوم کریں کہ مقتول کون تھا۔ نمبر دو اسے قتل کیوں کیا گیا۔ اور نمبر تین، قاتل کون ہیں''۔
''اور میں سمجھ رہا تھا کہ تمہارا کارٹر گرے کو معزول کرنے کا آئیڈیا بہت مشکل تھا۔ اب ان تین کاموں کے مقابلے میں وہ مجھے آسان لگ رہا ہے''۔ روبن نے کہا۔ ''اے بھائی، تم جو کہہ رہے ہو، وہ سمجھ بھی رہے ہو نا؟''۔
''ہاں، بہت اچھی طرح''۔
''لیکن ہمیں یہ سب کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے''۔ کیلب نے اعتراض کیا۔
اولیور نے اسے بغور دیکھا۔ ''تم سمجھ نہیں رہے ہو۔ جن لوگوں نے اسے قتل کیا ہے، وہ اپنے پیچھے کوئی سراغ چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ اور سراغ رہ جائے تو اسے مٹاتے ضرور ہیں۔ وہ ہمیں تلاش کریں گے، اور تلاش کرلیا تو نشان غلط کی طرح مٹا دیں گے۔ پولیس کے پاس ہم جا نہیں سکتے۔ اب یہ تو کمبل والا معاملہ ہے۔ ہم کمبل کو چھوڑ دیں گے لیکن کمبل ہمیں نہیں چھوڑے گا۔ ہم اس معاملے میں ملوث ہو چکے ہیں''۔
''میں سمجھ گیا''۔ روبن نے کہا۔ ''اس سے پہلے کہ وہ ہمیں تلاش کریں، ہمیں ان کو تلاش کرنا ہوگا''۔
وہ چاروں قدم سے قدم ملا کر چل رہے تھے۔

☆☆☆

وین نے موڑ کاٹا تو سامنے بینر نظر آیا۔ برینن، پنسلوانیا میں خوش آمدید۔ صدر امریکا جیمز برینن کی جائے پیدائش۔ بینر کے نیچے صدر برینن کا چوبی پتلا تھا۔
سنجر سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے اپنے دونوں ساتھیوں کو مسکرا کر دیکھا، پھر اس نے انگلی کو ریوالور کی طرح تانتے ہوئے برینن کے پتلے کے سر کا نشانہ لیا اور پے درپے تین خیالی فائر کر دیئے۔ ''یہ ہے دنیا کا سب سے طاقت ور آدمی''۔ وہ بڑبڑایا۔
وین قصبے میں داخل ہوگئی۔ اس کی آبادی 50 ہزار تھی۔ لیکن اب وہ ایک بڑے شہر کا روپ دھار رہا تھا۔ کاروبار پھیل رہے تھے۔ باہر سے سرمایہ آ رہا تھا۔ اور یہ صدر برینن کے نام کی برکت تھی۔ اس وقت وہاں صدر کے نام سے بھرپور استفادہ کیا جا رہا تھا۔ ڈاؤن ٹاؤن کے وسط میں واقع واٹر ٹاور اس کی لپیٹ میں آگیا تھا۔ پہلے تو قصبے کے بڑوں نے اس پر جیمز برینن کی قد آدم تصویر اور صدارتی مہر کا عکس پینٹ کرانے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن دانائی نے انہیں بتایا کہ یہ بہت برا تاثر مرتب کرے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس پر امریکا کا پرچم پینٹ کرا دیا۔ وہ بھی گویا صدر سے تعلق کا اعلان تھا۔
وین میں موجود تینوں افراد کو بھی صدر برینن میں از حد دلچسپی تھی، لیکن وہ یہاں کے عام رجحان سے مختلف نوعیت کی تھی۔
وہ تینوں دراز قد تھے۔ لیکن جسے کے اعتبار سے مقامی لوگوں سے مختلف تھے۔ مقامی معیار سے انہیں دبلا کہا جا سکتا تھا۔ ان میں سے دو افغان تھے اور تیسرا ایرانی تھا۔ تاہم داڑھیاں منڈوا کر انہوں نے اپنی قومیت کے تاثر کو بہت ہلکا کر دیا تھا۔ ان کا انداز مقامی کالج کے طلبا کا سا تھا۔ وہ بیگی جینز، سویٹرز اور اسپورٹس شوز پہنے ہوئے تھے۔ ایک مقامی کالج میں وہ انجینئرنگ کے شعبے میں رجسٹرڈ تھے۔ لیکن حقیقت وہ سائنس کے بعض شعبوں میں ماہر کی حیثیت رکھتے تھے۔
ان میں سے دو افغانستان سے آئے تھے۔ ان کی عمریں 35 سے تجاوز تھیں۔ لیکن دیکھنے میں وہ کم عمر لگتے تھے۔ تیسرا ایران سے آیا تھا۔ اس کی عمر 30 سال تھی۔ وہ تھا بھی ایرانی لیکن ان کے پروفیسر اور ساتھی طلبا کے نزدیک کا تعلق انڈیا اور پاکستان سے تھا۔ انہوں نے جان لیا تھا کہ مغرب کی اصطلاح میں انڈیا اور پاکستان بھی مشرق وسطیٰ کا حصہ ہیں۔ دنیا بھر کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو مغربی دنیا اسی خطے کا باسی سمجھتی ہے۔ وہاں ان کی قومیت اور زبان کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، تاہم ایسا بھی نہیں تھا کہ برینن میں انہیں اجنبی سمجھا جاتا تھا۔ گزشتہ دس برسوں میں امریکا میں مشرق وسطیٰ کے مسلمان کثرت سے آئے، اور آباد ہوئے تھے۔ برینن کی کاروباری ترقی میں سعودیوں، ہندوستانیوں اور پاکستانیوں کا بڑا حصہ تھا۔ مرکزی اسٹریٹ سے ایک بلاک دوران کا اپارٹمنٹ تھا۔ وہ وہاں پہنچے، کوئی ان کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے ان کی طرف پلٹ کر دیکھنے کی زحمت نہیں کی، بلکہ بہ دستور کھڑکی سے باہر جھانکتا رہا۔
اس کی عمر ساٹھ کے لگ بھگ ہوگی۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ اس چھوٹے سے گروہ کا لیڈر ہے۔ تمام مسلمان بڑے احترام سے اسے کیپٹن جیک کہتے تھے۔ اس کا اصل نام کسی کو معلوم نہیں تھا۔ وہ برینن کے باہر پٹس برگ جانے والی سڑک کے کنارے پر واقع ایک کرائے کے مکان میں رہتا تھا۔ بہ ظاہر وہ یہاں ایک کاروبار شروع کرنے کے لئے آیا تھا، اور اس کے لئے مناسب لوکیشن کی تلاش میں تھا۔ اس طرح اسے قصبے کا جائزہ لینے کا جواز مل گیا تھا۔
کیپٹن جیک دوربین سے سڑک کے پار مرسی ہاسپٹل کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ ہاسپٹل جنگ عظیم دوم کے فوراً بعد تعمیر کیا گیا تھا۔ وہ سفید رنگ کی ایک عام سی عمارت تھی۔ اس علاقے میں وہ واحد ہاسپٹل تھا۔ کیپٹن جیک صرف اس وجہ سے اس میں دلچسپی لے رہا تھا۔
ہاسپٹل کے عقب میں مریضوں کو لانے کے لئے خصوصی داخلی دروازہ تھا۔ لیکن وہاں جگہ بہت تنگ تھی۔ اور کاؤنٹر تک کا کافی فاصلہ تھا۔ اس لیے ایمبولینس بھی مریضوں کو سامنے والے دروازے پر اتار رہی تھی، وہاں سے مریضوں کو وہیل چیئر پر بٹھا کر اندر لے جایا جاتا تھا۔ کیپٹن جیک کے لئے یہ بات بڑی اہم تھی۔ اتنی اہم کہ اس نے اسپتال میں آنے اور جانے والوں کی پورے چوبیس گھنٹے کی ویڈیو تیار کی تھی۔ ویسے ان کے پاس اس اسپتال کا مکمل بلیو پرنٹ بھی موجود تھا۔ اندر جانے اور باہر آنے والے ہر راستے سے بھی وہ باخبر تھے۔ ان سے بھی جو سامنے تھے، اور ان سے بھی جو خفیہ تھے۔
وہ بدستور ہاسپٹل کا جائزہ لیتا رہا۔ ایک مریض کو ایمبولینس سے اتار کر، وہیل چیئر پر بٹھا کر ہاسپٹل میں لے جایا گیا۔ وہیل چیئر کو چلانے کے لئے سیڑھیوں کے ساتھ ہی ستواں راستہ تھا۔ ہاسپٹل کا گراؤنڈ فلور بھی خاصی بلندی پر تھا۔ یہ بڑی مثبت بات تھی۔ کیپٹن جیک جس فیلڈ میں تھا، اس میں بلند مقام کی بہت اہمیت تھی۔
آنے والے تین افراد میں سے ایک نے اپنے لیپ ٹاپ کو کھول کر بیٹھ گیا تھا۔ دوسرے دو کچھ آلات میں الجھ گئے تھے۔
''کیا پوزیشن ہے؟''۔ کیپٹن جیک نے بلند آواز میں پوچھا۔
لیپ ٹاپ پر بیٹھے ایرانی نے جواب دیا۔ ''ہم ایک اور چیٹ سائٹ پر منتقل ہوگئے ہیں''۔ اس نے اسکرین پر نظر ڈالی اور بولا ''آج کا پروگرام ہے...... گون وِد دی ونڈ''۔
''یہ مجھے کچھ اتنی پسند نہیں''۔ کیپٹن نے منہ بنا کر کہا۔
''ہوا کے چلنے میں کیا خاص بات ہے؟''۔ ایک افغان نے پوچھا۔ انہوں نے ایک مووی چیٹ سائٹ کا انتخاب کیا تھا، جس پر آج تک کی پچاس عظیم ترین امریکی فلمیں لوڈ تھیں۔ اس بات کا کوئی امکان نہیں تھا کہ قانون نافذ کرنے والی ایجنسیاں فلموں سے متعلق سائٹس کی نگرانی کریں گی۔ ان کا کوڈ کا طریق کار سادہ تھا۔
''سب لوگ شیڈول کے مطابق چل رہے ہیں؟''۔ کیپٹن نے پوچھا۔ برینن میں کئی ٹیمیں آپریٹ کر رہی تھیں۔ حکام کے نزدیک تو وہ یقیناً دہشت گردی کے سیل تھے۔ لیکن کیپٹن جیک برابری کی بنیاد پر بات کرنے کا قائل تھا۔ بیرون ملک بھی تو ہزاروں امریکی ٹیمیں کام کر رہی تھیں، وہ سب بھی تو دہشت گردی کے سیل ہی تھے۔ چھوٹے یونٹ، درمیانی یونٹ اور بڑے یونٹ، کیونکہ وہ بھی تو لوگوں کو نقصان پہنچا رہے تھے۔ اس سے زیادہ یہ بات کون سمجھ سکتا تھا۔ وہ خود اس میں کئی ٹیموں کا حصہ رہا تھا۔ وہ نسلاً کاکیشین تھا۔ ایک بار حب الوطنی کے طلسم سے نکل کر اس نے یہ حقیقت جان لی تھی کہ ہر دہشت گرد دوسرے کو دہشت گرد کہتا ہے چنانچہ وہ کام قبول کرتے وقت صرف یہ دیکھتا تھا کہ معاوضہ معقول ہے یا نہیں۔ اسے اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی تھی کہ وہ کس کے لئے اور کس کے خلاف کام کر رہا ہے۔ اس کے نتیجے میں زندگی کی پے چیدگیاں ختم ہوگئی تھیں۔ ایرانی نے چیٹنگ کی سطور پڑھیں۔ کوڈ اب ایسے از بر ہو چکا تھا کہ وہ براہ راست ہی پیغام سمجھ لیتا تھا۔ اسے لکھنے اور ڈی کوڈ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ ''ہر چیز کا خیال رکھا جا رہا ہے اور سب کچھ شیڈول کے مطابق ہو رہا ہے''۔ اس نے کہا اور بہت ہی حیرت اور بے یقینی سے اضافہ کیا۔ ''حد یہ ہے کہ عورت بھی کامیابی سے آگے بڑھ رہی ہے''۔
کیپٹن جیک مسکرایا۔ ''لوگ عورتوں کو کم تر سمجھنے کی غلطی کرتے ہیں۔ جتنی جلدی تم یہ بات سمجھ لو احمد، تمہارے لئے اتنا ہی بہتر ہے''۔
''اس کے بعد تم شاید مجھے یہ بتاؤ گے کہ مرد در حقیقت صنف نازک ہیں''۔ احمد نے زہریلے لہجے میں کہا۔
''ہاں، اب تم دانائی کی طرف بڑھ رہے ہو''۔ کیپٹن جیک نے تمسخر کیا۔ پھر وہ افغانستان سے آئے ہوئے افراد کی طرف متوجہ ہوا۔ نسلاً وہ تاجک تھے۔ اس مہم کے لئے بھرتی سے پہلے وہ شمالی اتحاد میں تھے۔ کیپٹن ان سے ان کی مادری زبان یعنی دری میں بات کرتا تھا۔ ''تمہارے ملک میں شادی کے لئے لڑکی والے اب بھی لڑکی کی قیمت وصول کرتے ہیں؟''۔
''ہاں، کیوں نہیں۔ یہ تو رواج ہے ہمارا''۔ ان میں سے ایک نے کہا۔
''تمہیں احساس نہیں کہ زمانہ بدل رہا ہے۔ تم لوگ کب تک 14 ویں صدی میں جیتے رہو گے''۔
''ہمیں جدید دور کی عورت سے کوئی اختلاف نہیں۔ بس وہ مردوں کے تابع رہے''۔ دوسرے نے کہا۔
کیپٹن جیک جانتا تھا کہ اس بحث کا کچھ حاصل نہیں۔
پہلے تاجک نے کہا۔ ''اسی طرح جیسے میں اپنے باپ کا تابع ہوں۔ یہ عزت اور احترام کی بات ہے۔ یہ ہمارے قدریں ہیں''۔ کیپٹن جیک اٹھ کھڑا ہوا۔ ''ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں۔ کسی بھی دن ایڈوانس ٹیم یہاں پہنچ جائے گی''۔
''ضرورت پڑی تو ہم 24 گھنٹے بھی کام کر سکتے ہیں''۔ احمد نے کہا۔
''یاد رہے کہ تم طالب علم ہو''۔ ''بے شک لیکن جز وقتی ہوں''۔
''برینن، پنسلوانیا''۔ ایک تاجک نے حقارت سے کہا۔ ''خود پسند احمق ہی مقامات کے نام اپنے نام پر تبدیل کراتے ہیں''۔ کیپٹن جیک مسکرایا۔
''جیمز برینن نے ایسا نہیں کہا۔ لوگوں نے خود اس قصبے کا نام اس کے نام پر رکھا ہے۔ یاد رکھو، یہ ایک جمہوری ملک ہے''۔ وہ کاکیشین تھا لیکن امریکا اس کا وطن تھا۔ اس نے پوری زندگی امریکا میں گزاری تھی۔ اسے اپنے امریکی ہونے پر فخر تھا۔ ''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ بنیادی انسانی حقوق معطل کرنے والے کو بہر حال ڈکٹیٹر ہی کہا جائے گا''۔
''ٹھیک ہے۔ تم اسے جمہوری ڈکٹیٹر کہہ سکتے ہو''۔ کیپٹن جیک اب بھی مسکرا رہا تھا۔ ''بس تم یہ یاد رکھو کہ ہمیں بس ایک موقع ملے گا''۔

☆☆☆

سڑک کے پار مرسی ہاسپٹل میں ایمرجنسی روم کا ایک ڈاکٹر اسپتال کے ایک منتظم کے ساتھ لابی کی طرف جا رہا تھا۔ یہ ڈاکٹر اسپتال کے لیے ایک خوش گوار اور قابل قدر اضافہ تھا، کیونکہ وہاں اسٹاف کی کمی تھی۔
ڈاکٹر نے دوروازے پر تعینات مسلح سیکورٹی گارڈ کو نروس انداز میں دیکھا۔ ''مسلح گارڈ! اس کی کیا ضرورت ہے؟''۔ اس نے منتظم سے کہا۔
منتظم نے کندھے کو جھٹک دیئے۔ ''پچھلے چھ ماہ میں دو بار ہماری فارمیسی میں نقب زنی ہوئی ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں کچھ تو کرنا ہے''۔ ''مگر مجھے اس کے بارے میں پہلے ہی بتانا چاہیے تھا''۔ ''اب ہم ایسے معاملات کی پلبسٹی تو نہیں کر سکتے''۔ ''میں تو سمجھا تھا کہ برینن ایک پُرامن قصبہ ہے''۔ ڈاکٹر مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔ ''ہے تو۔ لیکن سوچو، ہسپتالوں میں منشیات ہی تو ہوتی ہیں نا۔ گارڈز کی موجودگی میں کوئی اس طرح کی کوشش نہیں کرے گا''۔
ڈاکٹر نے پلٹ کر گارڈ کو دیکھا، جو دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اس کا جسم تن سا گیا۔
ڈاکٹر اور منتظم آگے بڑھ گئے۔ عین اسی وقت اسپتال کے ایک اور حصے میں گارڈ کی وردی پہنے عدنان ریمی گشت پر تھا۔ ورجینیا کے مضافات میں اپنی موت کے واقعہ کے بعد اس نے اپنا حلیہ بڑی حد تک تبدیل کر لیا تھا۔ درحقیقت اسی کی طرح کے بہت سے مردہ انسان اس وقت برینن میں موجود تھے...... سانس لیتے، چلتے پھرتے مردے، جو ریکارڈ کے مطابق مر چکے تھے۔

☆☆☆

برینن، پنسلوانیا کے بیرونی علاقے میں وہ ایک چھوٹا کمرشل ایریا تھا۔ وہاں چند چھوٹی موٹی دکانیں تھیں، ایک ریسٹورنٹ تھا اور چند کرائے کے اپارٹمنٹ تھے۔ وہاں ایک آفس بھی تھا۔ اس کی کھڑکیوں کو ابھی تک ڈھانپ کر رکھا گیا تھا، کیونکہ ابھی اس کی تعمیر مکمل نہیں ہوئی تھی۔ درحقیقت اس کی تعمیر کبھی مکمل نہیں ہوئی تھی، اندر عقبی کمرے میں پلائی ووڈ کے ایک کمپارٹمنٹ میں اس وقت تین افراد موجود تھے۔ ان میں سے دو عرب تھے۔ ان میں سے ایک انجینئر تھا، جو طبی خود کار آلات کے میدان میں اسپیشلائز کر رہا تھا۔ دوسرا کیمسٹ تھا۔ تاہم ان دونوں کے پاس کچھ اضافی ہنر بھی تھے۔ تیسرا شخص ایک سابق نیشنل گارڈز مین تھا۔ وہ امریکی تھا۔ اس وقت وہ ایک کرسی پر بیٹھا نروس انداز میں ان کی طرح کے آلات کو دیکھ رہا تھا، جو دیوار کے ساتھ ایک لمبی میز پر ترتیب سے رکھے تھے۔ ان میں پانے، پاور اسکرو ڈرائیورز اور برقی تاروں کے علاوہ کچھ نازک اور حساس آلات بھی تھے۔ چمک دار دھات کا ایک خول جوڑ دیا گیا تھا۔ اس میں دھات کی انگلیاں بھی تھیں۔
''تم پرسکون ہو جاؤ''۔ کیمسٹ نے نرمی سے اس کے کندھے کو چھوا۔
انجینئر نے ایک باکس پر سے انسانی ہاتھ سے مشابہ ایک چیز اٹھائی۔ ''یہ سلیکون سے بنایا گیا ہے، ہم نے تمہارے ہاتھ کے پیٹرن کو مکمل طور پر کاپی کیا ہے، تمہاری جلد کا قدرتی رنگ، جلد پر تمہارے رؤوں کا رنگ، یہ جو دھاتی ہاتھ ہے، یہ تمہاری کلائی سے اندرونی تاروں کے ذریعے منسلک ہے۔ تمہاری پانچوں انگلیوں میں لچک بھی ہے اور تحرک کی طاقت بھی انہیں میسر ہے۔ پرانے ماڈل میں صرف انگوٹھا، بیچ کی انگلی اور اس کے برابر والی انگلی حرکت کر سکتی تھیں۔ لیکن اب یہ حقیقی ہاتھ کی طرح ہے''۔ اس نے اپنے ہاتھ اور مصنوعی ہاتھ کے برابر موازنے کی غرض سے رکھ دیا۔ ''اب تم خود دیکھ لو۔ یہ نارمل ہاتھ سے بہ مشکل ایک انچ بڑا ہے''۔
سابق گارڈ نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور مسکرایا۔ وہ واقعی بچ کا ہاتھ لگ رہا تھا۔
''تمہاری کلائی کا جوڑ مضبوط ہے اور عضلات کے سسٹم کو بھی کچھ تباہ نہیں ہوا ہے۔ اس سے ہمیں بڑی مدد ملے گی''۔ کیمسٹ نے کہا۔ ''اندرونی ہاتھ میں جو الیکٹروڈ فٹ ہیں، انہیں ان عضلات سے منسلک کر دیا جائے گا''۔ ''واقعی میں بہت خوش نصیب ہوں''۔ سابق نیشنل گارڈ کے لہجے میں ہلکی سی تلخی تھی۔
سلیکون کا ہاتھ آہنی ہاتھ پر بہت سلیقے سے چڑھا دیا گیا۔ اس کے بعد ایکسر سائز کا مرحلہ تھا۔ ''تم اپنے عضلات کو اوپر کی طرف دھکیلو تو ہاتھ کھل جائے گا''۔ انجینئر نے کہا۔ ''اور انہیں ڈھیلا چھوڑو گے تو ہاتھ بند ہو جائے گا۔ ذرا اس کی مشق کر کے دکھاؤ''۔
گارڈ نے پندرہ بیس بار ہاتھ کو حرکت دی۔ کیمسٹ اور انجینئر بہت غور سے دیکھتے رہے۔ گارڈ کا اعتماد بہ تدریج بڑھ رہا تھا۔
کیمسٹ نے سر ہلاتے ہوئے کہا: ''بہت خوب۔ مگر اس کی پریکٹس کرتے رہنا۔ کچھ دن بعد یہ خود کار عمل ہو جائے گا۔ تم سوچے بغیر اپنی ضرورت کے مطابق ہاتھ کھول سکو گے۔ اور بند کر سکو گے۔ یہ تمہیں قدرتی لگے گا''۔ سابق گارڈ نے اپنے مصنوعی ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی جگہ لگے ہوئے اسٹیل کے ہک کو سہلایا۔ ''کیا یہ اصلی لگتا ہے۔ مجھے تو پتا نہیں چلتا؟''۔
''تم سے ہاتھ ملانے والے کو تو پتا چل جائے گا کہ یہ اصلی نہیں ہے''۔ انجینئر بولا۔ ''کیونکہ جلد حرارت سے محروم ہوگی۔ لیکن اس سے ہٹ کر یہ بالکل اصلی ہاتھ لگتا ہے''۔
سابق گارڈ کو اس جواب سے مایوسی ہوئی تھی۔ اس نے مصنوعی ہاتھ سے نظر ہٹالی۔ ''تم پہلے جیسے تو کبھی نہیں ہو سکتے''۔ کیمسٹ کا انداز حقیقت پسندانہ تھا۔ ''لیکن جو تمہارے پاس تھا، یہ اس سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ اور ہم تمہیں ایسا ہی دوسرا ہاتھ بھی دے سکتے ہیں''۔
''نہیں۔ میں اسے ایسا ہی رکھنا چاہتا ہوں''۔ گارڈ نے ہک کو بلند کرتے ہوئے کہا۔ ''جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے، میں اسے بھولنا نہیں چاہتا''۔
''تمہارے پاس یونی فارم ہے؟''۔
''ہاں، ہے۔ وہ بھی ایک یادگار ہے میرے لیے''۔ سابق گارڈ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔
''تمہارا عہدہ کیا تھا؟''۔
''سارجنٹ نیشنل گارڈ''۔ گارڈ نے اپنے مصنوعی ہاتھ کو پھر حرکت دی۔ ''اور یہ معاملہ نمٹ جانے کے بعد کیا ہوگا؟''۔
''وعدے کے مطابق تمہارا خیال رکھیں گے''۔ انجینئر نے کہا۔
''مجھے اچھا لگے گا۔ کوئی تو خیال رکھنے والا بھی ہو۔ استعمال کر کے چھوڑ دینا تو بہت آسان ہے''۔ گارڈ نے تلخی سے کہا۔
''ہم پہلے ہی کی طرح رابطے میں رہیں گے''۔ انہوں نے گرم جوشی سے ہاتھ ملائے۔
''موت کے بعد کسی سے ہاتھ ملا سکا ہوں۔ مجھے بہت اچھا لگا''۔ سابق گارڈ کے لہجے میں تشکر تھا۔
اس کے جانے کے بعد دونوں افراد اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔ وہاں ایک اور باکس تھا، جس پر عربی میں کچھ لکھا تھا۔ ان میں سے ایک نے اسے کھولا۔
اندر اسٹین لیس اسٹیل کا ایک چھوٹا سا سلنڈر تھا۔ سلنڈر میں ایک بوتل تھی، جس میں کوئی محلول تھا۔ اس نے بوتل اٹھائی اور ہاتھ اونچا کر کے اس کا رخ روشنی کی طرف کیا۔ وہ جانتا تھا کہ ایف بی آئی نے جن مادوں کو دنیا کے مہلک ترین مادے قرار دیا ہے۔ پلوٹونیم، بوٹولزم ٹوکسن اور ویسن، اسی بوتل میں موجود محلول اتنا مہلک تو بہر حال نہیں تھا۔ لیکن اپنے انداز میں وہ بھی تیز اور سریع الاثر تھا۔
سابق گارڈ کے جو مصنوعی ہاتھ لگایا گیا تھا، اس میں اندر ایک چھوٹی سی تھیلی تھی۔ جلد میں ایک بہت چھوٹا سا ریلیز بٹن لگایا گیا تھا۔ کلائی کی ہڈی کو ایک خاص انداز میں خم دیا جاتا تو وہ بٹن دبتا، تھیلی کا منہ کھلتا اور اس میں موجود محلول باہر آ کر ہاتھ کے مصنوعی پوروں میں پھیل جاتا۔
کیمسٹ نے اچانک کہا۔ ''یہ گارڈ کتنا لڑاکا آدمی ہے''۔
''اس کی جگہ تم ہوتے تو تمہارا بھی یہی حال ہوتا''۔ انجینئر نے جواب دیا۔

☆☆☆

ٹام ہیمنگ وے کیپٹل ہل کے علاقے میں اپنے چھوٹے سے معمولی اپارٹمنٹ میں بیٹھا تھا۔ اس کے جسم پر اس وقت صرف ٹی شرٹ اور نیکر تھا۔ رات بہت ہو چکی تھی لیکن وہ بہر حال تھکا ہوا نہیں تھا۔ بلکہ اس وقت وہ ہیجانی کیفیت سے دو چار تھا۔ ابھی اسے اطلاع ملی تھی کہ پیٹرک جانسن مر چکا ہے۔ اسے اس کی موت پر کوئی ملال نہیں تھا۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی، لیکن دشواری یہ تھی کہ اس کے قتل کے عینی شاہد موجود تھے، اور وہ بچ بھی نکلے تھے۔ اس کے نتیجے میں سب کچھ بدل کر رہ گیا تھا۔ وہ بیڈ روم میں گیا۔ وہاں اس فرش میں موجود ایک خفیہ تجوری سے ایک فولڈر نکالا اور اسے لے کر کچن میز پر آ بیٹھا۔ اس فولڈر میں دو درجن سے زیادہ مردوں کی تصویریں تھیں۔ ان کے ساتھ ایک عورت کی تصویر بھی تھی۔ وہ سب مسلمان تھے۔ امریکی حکام کے نزدیک وہ سب امریکا کے دشمن تھے۔ ان سبھوں کو جمع کرنے میں ٹام کو پورے دو سال لگے تھے۔ وہ تمام افراد کسی نہ کسی طور پر قانون کے فراری تھے۔ ٹام نے کمال یہ دکھایا تھا کہ ان سب کو مردہ ثابت کر دیا تھا۔ ریکارڈ کے مطابق وہ مر چکے تھے، جب کہ درحقیقت وہ زندہ تھے۔ ٹام کا معزز باپ فرینکلن ہیمنگ وے ایک بڑا اسفارت کار تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے، جب سفارت کار قیام امن کے لئے کام کرتے تھے اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے۔ اسے بعض ایسے ممالک میں سفیر بنا کر بھیجا گیا، جو امریکا کے لیے بڑا چیلنج تھے۔ وہاں اس نے عالمی قیام امن کے سلسلے میں بہت نام کمایا۔ لیکن موت اسے بے وقت نصیب ہوئی۔
ٹام کے لئے اپنے باپ کی پُرتشدد موت کی حقیقت کو تسلیم کر لینا آسان نہیں تھا۔ لیکن ہر زخم کم از کم اوپر سے تو بھر ہی جاتا ہے۔ یہ تو ٹام بھی جانتا تھا کہ یہ زخم اندر سے بھرنے والا نہیں۔ اسے اپنے محترم اور معزز باپ سے عشق تھا۔ تہذیب، انسانیت، ہمدردی اس نے اسی سے سیکھی تھی۔ وہ ان سفیروں میں سے نہیں تھا جو کسی صدر کی انتخابی مہم کے دوران فنڈز فراہم کر کے اپنے لئے عہدے خریدتے ہیں۔ کہیں سفیر بن کر جائیں تو نہ وہاں کی زبان سیکھتے ہیں اور نہ ہی وہاں کے رسم و رواج سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ فرینکلن ہیمنگ وے جہاں بھی گیا، وہاں کے لوگوں کی طرح وہاں کے لوگوں میں گھل مل کر رہا۔ ایشیائی اقوام اور خاص طور پر اسلامی ممالک سے اسے بہت محبت تھی۔ ٹام کے لئے اس کا باپ اس کا آئیڈیل تھا۔ لیکن پیشہ اختیار کرنے میں اس نے اس کی پیروی نہیں کی۔ اس کے خیال میں وہ ڈپلومیٹک فیلڈ کی اہلیت نہیں رکھتا تھا، چنانچہ وہ جاسوسی کے میدان میں انٹرنیشنل سیکورٹی ایجنسی سے اس نے اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔ وہاں سے اس کا تبادلہ سی آئی اے میں ہوا۔ وہ ترقی کے زینے پر چڑھتا گیا۔ اس کے لئے وہ بھی ایک بہت اہم اور عزت والا کیریئر تھا۔ اس نے کام کے اخلاقی ضابطے وہی اختیار کئے، جو اپنے باپ سے سیکھے تھے۔
وہ بہت اچھا فیلڈ ایجنٹ تھا۔ اسے دنیا کے حساس ترین علاقوں میں جان لیوا مہمات پر بھیجا گیا۔ کتنی ہی بار وہ محض لمحوں کے فرق سے مرتے مرتے بچا، اور اپنے ملک کی خاطر کتنے ہی لوگوں کو اس نے قتل کیا۔ اس نے کئی مقبول اور منتخب حکومتوں کو گرانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ تیسری دنیا کمزور ممالک کو مزید کمزور کرنے والی بے شمار مہمات کا وہ گواہ تھا۔ یہ تمام کام امریکی مفاد کے نام پر، اسے محفوظ تر ملک بنانے کے لئے کئے جاتے تھے۔
اس سے جو کچھ کہا گیا، اس نے کیا، اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر کیا۔
لیکن آخر میں پتا چلا کہ وہ سب بے سود تھا۔ قومی مفاد کے نام پر افراد کے کاروباری مفاد کے لئے بہت کچھ کیا جاتا تھا۔ درحقیقت دوسرے ممالک کو بد سے بدتر کی صورت حال میں دھکیلا جاتا تھا۔ اس کے نتیجے میں دنیا تباہی کے بہت قریب پہنچ گئی تھی۔ ہیمنگ وے نے درحقیقت بہت کچھ دیکھا تھا، جو عام لوگ نہیں دیکھ سکتے۔
امیر ممالک قدرتی وسائل پر قابض تھے۔ وہ حیلے بہانے سے دوسروں کے وسائل ہڑپ کرتے تھے۔ اس کے نتیجے میں محرومی کا احساس سر اٹھاتا تھا، اور محروم لوگ تشدد پر مائل ہوتے تھے۔ درگزر کی خو ختم ہوتی جا رہی تھی۔
چالیس سال کی عمر میں اس کے باپ نے ان ممالک میں امن قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا، جنہوں نے جنگ کے سوا کچھ نہیں دیکھا تھا۔ اور اس عمر میں خود اس نے امن کی دھجیاں بکھیر دی تھیں۔ یہ احساس جب اسے ہوا تو وہ ہل کر رہ گیا۔ پھر وہ تنہائی میں بیٹھا خود سے بحثیں کیں، تمام امکانات کا جائزہ لیا اور بالآخر دھیرے دھیرے ایک منصوبے کے خدوخال ابھرنے لگے۔ اس منصوبے کو بیشتر لوگ احمقانہ قرار دیتے، دلیل دیتے کہ کاروبارِ دنیا اس انداز میں نہیں چلتا ہے۔ وہ اس سے کہتے کہ تم بری طرح ناکام ہو گے۔ لیکن اس نے کسی کو بتایا ہی نہیں۔ کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا کے کتنے ہی ممالک میں مدد کے نام پر ظلم کے پہاڑ توڑے تھے، زیادتیاں کی تھیں، یہ تمام جرائم انہوں نے وسائل، دولت اور طاقت کے حصول کے لئے کئے تھے۔ خود غرض بھی تھے اور ظالم بھی۔ حق کی آواز انہیں گراں گزرتی تھی، اپنے لیے چیلنج محسوس ہوتی تھی۔ اسے دبانے کے لئے خود کو درندوں کی سطح تک گرا لیتے تھے۔ گزشتہ کئی برسوں میں اپنے سرکاری کاموں کے سلسلے میں وہ بارہا مشرق وسطیٰ گیا تھا۔ اس دوران اس نے ان لوگوں سے رابطے کئے تھے، جو اسے مدد فراہم کر سکتے تھے۔ ان میں سے بیشتر نے اسے مایوس کیا تھا۔ کیونکہ وہ خود مایوس تھے۔ اپنے اور اپنی قوم کے مستقبل سے مایوس، لیکن ایک شخص ایسا تھا، جو اس کے باپ کا پرانا دوست تھا، جو دل کی گہرائیوں سے اس کی عزت کرتا تھا۔ وہ اس کی مدد پر آمادہ ہوگیا۔ اس نے نہ صرف اسے کام کے لوگوں سے ملوایا، بلکہ اس کے منصوبے کے لئے فنڈز کا بندوبست بھی کیا۔ ٹام جانتا تھا کہ اس میں اس شخص کا اپنا بھی مفاد ہے۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہاں کی زبان اور رسم و رواج سے واقفیت کے باوجود اپنے امریکی ہونے کی وجہ سے اس کے لئے ان تمام وسائل کا بندوبست کر کے یک جا کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ اب دنیا میں کوئی کسی امریکی پر اعتبار نہیں کرتا۔
ویسے بھی اسے بس اپنے منصوبے کی کامیابی سے غرض تھی۔
کبھی کبھی وہ سوچتا کہ کاش ڈیڈی زندہ ہوتے اور وہ ان سے مشورہ لے پاتا، ویسے وہ جانتا تھا کہ ڈیڈی کیا کہتے...... ''یوں نہ کرو بیٹے۔ یہ غلط ہے''۔ لیکن بیٹا عمل پیرا ہو چکا تھا۔
اس نے کئی بار خود سے پوچھا تھا در حقیقت کیا چاہتا ہے۔ ہر بار اسے مختلف جواب ملا تھا۔ بہر حال یہ طے تھا کہ نہ وہ یہ کام امریکا کی خاطر کر رہا تھا اور نہ ہی مڈل ایسٹ کی خاطر۔ یہ سب پوری دنیا کی بقا کے لئے کر رہا تھا، جو تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے۔ اور شاید یہ اپنے باپ کے لئے اس کا عملی خراج تحسین تھا، جس نے ہمیشہ قیام کے لئے کام کیا تھا، اور اس کی وجہ سے اسے قتل کر دیا گیا تھا۔ یہی ایک سادہ سا جواب تھا اس کے پاس، مگر اس میں پے چیدگیاں بھی تھیں۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

علیم الحق حقی

قسط-5

زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔

دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔

لیکن جب دیدۂ بینا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

اگلی صبح میری لینڈ اسکول کے پانچویں گریڈ کے بچوں اور ان کے ٹیچر نے پیٹرک جانسن کی لاش دریافت کی۔ وہ جزیرے پر ٹیڈی روز ویلٹ کے بارے میں اپنی معلومات میں اضافہ کرنے آئے تھے۔ بدقسمتی سے ان کی اور طرح کی معلومات میں اضافہ ہو گیا۔

اس صبح ایلکس فورڈ نے اپنی کار پارک کی اور واشنگٹن فیلڈ آفس کی عمارت میں داخل ہوا۔ اس نے لفٹ کے سلاٹ میں اپنا شناختی کارڈ داخل کیا، لفٹ کا دروازہ کھلا اور وہ لفٹ کے ذریعے چوتھی منزل پر پہنچا۔ وہاں میٹرو ایریا ٹاسک فورس کا دفتر واقع تھا۔ یہ ٹاسک فورس ورجینیا اور میری لینڈ کی اسٹیٹ پولیس کے ساتھ مل کر کام کرتی تھی۔ اس کے علاوہ کچھ وفاقی ایجنسیوں سے بھی ان کا تعاون کا تعلق تھا۔ مالی بدعنوانیوں کے کیس خاص طور پر ان کے حصے میں آتے تھے۔ یہ تو تھی اچھی خبر، بری خبر یہ تھی کہ مجرم اس درجہ فعال اور متحرک تھے کہ ٹاسک فورس کا کام اس کی بساط سے بڑھ کر ثابت ہوتا تھا۔

وہ اپنی میز پر پہنچا۔ وہاں اسپیشل انچارج کے اسسٹنٹ میری سائکس کی ای میل اس کی منتظر تھی۔ اس سے کہا گیا تھا کہ وہ آتے ہی چھٹی منزل پر اس سے ملاقات کرے۔ وہ دعوت خلاف معمول تھی۔ کچھ عجب نہیں کہ رات کو اے ٹی ایم لوٹنے والے دولفنگوں کو گرفتار کرنے کے دوران اس سے بنیادی انسانی حقوق کی کوئی سنگین خلاف ورزی سرزد ہوئی ہو، اور اس ملاقات کا مقصد پر اسے ڈانٹ پلانا مقصود ہو۔

اس بار وہ لفٹ میں بیٹھ کر چھٹی منزل پر گیا۔ راستے میں وہ جاننے والوں سے ہیلو ہائی کرتا رہا۔ سامنے وہ دیوار تھی، جس پر الیکٹرونک ڈیوٹی بورڈ تھا۔ اس پر جہاں جس ایجنٹ کا اسائنمنٹ تحریر تھا، وہاں اس کی مقناطیسی تصویر بھی موجود تھی۔ یہ بہت اچھا طریقہ تھا۔ اس میں فوری طور پر پتا چل جاتا تھا کہ کون کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ بورڈ پر چند ایجنٹوں کی الٹی تصویریں بھی لگی تھیں، یعنی سر نیچے اور ٹانگیں اوپر۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایجنٹ کسی اسائنمنٹ کے سلسلے میں ڈبلیو ایف او سے باہر جا رہے ہیں۔ بہت سی تصویروں پر سرخ اور نیلے نقطے بھی تھے۔ اس سے پتا چلتا تھا کہ کس ایجنٹ کا تعلق ورجینیا سے ہے اور کس کا میری لینڈ سے۔

وہ جیری سائکس کے کمرے میں داخل ہوا۔ ’’آؤ ایلکس، بیٹھو‘‘۔ جیری نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ایلکس بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی جیکٹ کے بٹن کھول لئے تھے۔ ’’اب بتاؤ، مجھ سے کوئی باز پرس کرنی ہے تمہیں یا یہ دوستانہ ملاقات ہے‘‘۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جواب میں جیری مسکرایا، جو بے حد خوش آئند بات تھی۔ ’’تمہارے رات کے کارنامے کے بارے میں جان کر خوشی ہوئی۔ ہمیں وہ ایجنٹ اچھے لگتے ہیں، جو بغیر اوور ٹائم کے اضافی خدمات انجام دیں۔ تم ایسا کرتے رہا کرو‘‘۔

’’جواب میں شکریے کے طور پر میری تنخواہ میں اضافے کا وعدہ کرو‘‘۔

’’یہ تو بس خواب میں ممکن ہے۔ ارے ہاں، تمہارے لئے ایک زبردست کام ہے‘‘۔ جیری نے سامنے رکھی ہوئی ایک فائل کو تھپ تھپایا۔ ’’یہ ہیڈ کوارٹرز کے توسط سے مجھ تک پہنچی ہے‘‘۔

’’جیری، مجھ پر پہلے ہی کام کا بہت بوجھ ہے۔ جب تک لوگوں کے پاس دولت رہے گی، میری مصروفیت کم نہیں ہوگی۔ کیونکہ کچھ لوگ انہیں لوٹنے کی، ان کے ساتھ جعل سازی کی کوشش کرتے رہیں گے‘‘۔

’’وہ سب بھول جاؤ۔ یہ قتل کی واردات ہے..... گرما گرم‘‘۔

’’ایسی وارداتیں ہمارے دائرے کار میں کہاں آتی ہیں‘‘۔

’’اپنا پیکیج اور اپنی تنخواہ کا چیک غور سے دیکھو۔ اس پر اب ٹریژری نہیں، ہوم لینڈ سیکورٹی لکھا ہے۔ ہمارا دائرہ کار بڑھ رہا ہے.....‘‘۔ جیری نے خوش دلی سے کہا اور فائل کھول کر باآواز بلند پڑھنے لگا۔ ’’آج روز ویلٹ آئی لینڈ میں پیٹرک جانسن نامی ایک شخص کی لاش پائی گئی۔ اس کے حلق میں گولی کا زخم تھا۔ ایک ریوالور اور اسکاچ کی بوتل لاش کے پاس پڑی تھی، اور جیب میں رقعہ تھا، جس میں لکھا تھا کہ وہ خودکشی کر رہا ہے‘‘۔

’’وہ کون تھا؟‘‘۔

’’این ٹی سی اے کا ملازم، یعنی وہ ہم ہی میں سے تھا۔ اس لئے یہ ہمارا کیس ہے‘‘۔

’’لیکن این ٹی سی اے اب سیکرٹ سروس کا حصہ نہیں ہے۔ وہ اب این آئی سی سے منسلک ہے‘‘۔

’’این آئی سی تو اب سب کچھ ہڑپ کر چکی ہے۔ یوں سمجھو کہ جانسن ہمارا اور این آئی سی کا مشترکہ ملازم ہے‘‘۔

’’چلو یہی سہی۔ حلق میں گولی کا زخم، اعترافی رقعہ، آلۂ خودکشی، شراب کی بوتل، اس میں پیچیدہ کیا ہے، سیدھا سا خودکشی کا کیس ہے‘‘۔

’’ظاہر تو یہی لگتا ہے، اور شاید یہی ثابت بھی ہوگا۔ لیکن موت وفاقی مقام پر واقع ہوئی، وہ خود بھی وفاقی ملازم تھا۔ ایف بی آئی اور پارک پولیس تفتیش کر رہی ہے۔ لیکن وہاں ہمارے کسی آدمی کی موجودگی بھی ضروری ہے۔ خودکشی ہوئی تو ٹھیک ہے۔ لیکن اگر وہ قتل ہے تو ہمارا اس سے تعلق ہے‘‘۔

’’جزیرے پر ہی خودکشی کیوں؟‘‘۔ ایلکس نے سوال اٹھایا۔ ’’کیا وہ روز ویلٹ کا کوئی عاشق تھا۔ یا اس کا مخالف؟‘‘۔

’’یہ تو تمہیں معلوم کرنا ہے۔ اور ہاں، یہ نہ ہو کہ ایف بی آئی والے تمہیں دوڑا دیں‘‘۔

’’ایک بات بتاؤ جیری، مجھ پر ہی یہ عنایت کیوں؟ یہ تو انسپکشن ڈویژن کا کام ہے‘‘۔

’’بات یہ ہے کہ میں تمہیں حد سے زیادہ پسند کرتا ہوں‘‘۔ جیری نے جل کر کہا۔ ’’دوسرے تم لوگوں کو تحفظ فراہم کرتے کرتے بے زار ہو چکے ہو گے۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے کہ کوئی دلچسپ کام مل رہا ہے‘‘۔

’’پروٹیکشن ڈیوٹی پر بھیجتے ہوئے بھی تم نے یہی کہا تھا مجھ سے‘‘۔ ایلکس نے کہا۔

جیری ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ ’’یہاں جولڑ کے کام کرتے ہیں، انہیں دیکھا ہے تم نے۔ بہت اچھے، بہت اسمارٹ اور محنتی ہیں۔ لیکن تجربے سے محروم ہیں۔ کسی کا تجربہ چھ سال سے زیادہ نہیں۔ تم بہت تجربہ کار ہو۔ اور ہاں، ایک بے بی ایجنٹ بھی ہونا چاہئے تمہارے ساتھ۔ ایسا کرو سمپسن کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ تجربہ ایسے ہی تو آتا ہے‘‘۔

’’ایک بات بتاؤ۔ یہ سمپسن کی پہنچ کیا اوپر تک ہے؟‘‘۔ ایلکس نے پوچھا۔

’’یہ خیال کیوں آیا تمہیں‘‘۔ جیری گڑبڑا گیا۔

’’اس کے تجربے کی سب کو فکر رہتی ہے‘‘۔

’’میں بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اوپر، بہت اوپر کوئی ہے، جو اس پر مہربان ہے۔ لیکن وہ خدا بہرحال نہیں ہے۔ اچھا، اب تم یہ فائل اٹھاؤ، اور چلتے پھرتے نظر آؤ‘‘۔

ایلکس اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے فائل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

’’تمہیں ہر روز تفصیلی رپورٹ ای میل کرنی ہوگی، جو ہیڈ کوارٹر بھیجی جائے گی‘‘۔ جیری نے کہا۔

’’اوکے‘‘۔

’’اور ایلکس، میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ معاملہ گرما گرم ہے۔ یہ بات یاد رکھنا اور اسے غیر اہم ہرگز نہ سمجھنا‘‘۔

’’میں سمجھ رہا ہوں جیری‘‘۔

ایلکس واپس آ کر اپنی میز پر بیٹھا۔ جیکٹ اتار کر اس نے کرسی کی پشت پر لٹکائی اور کرسی پر بیٹھ کر فائل کھولی۔ سب سے پہلے تو اسے پیٹرک جانسن کی تصویر نظر آئی۔ ہاتھ سے لکھی ہوئی تفصیل بتاتی تھی کہ وہ غیر شادی شدہ تھا، تاہم اس کی منگنی ہو چکی تھی۔ نیچے اس کی منگیتر اور اس کا فون نمبر بھی موجود تھا۔ ایلکس نے سوچا، اس لڑکی کو یقیناً اس واقعہ کے بارے میں بتا دیا گیا ہوگا۔

ایلکس فائل کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی جزئیات کو ذہن نشین کرتا رہا۔ پھر وہ اٹھا، اس نے جیکٹ پہنی اور باہر آ گیا۔ اب اسے جیکی سمپسن کو ساتھ لینا تھا۔

جیکی سمپسن کافی خوب صورت تھی۔ سیکرٹ سروس میں تو وہ نئی تھی۔ لیکن تفتیش کے میدان میں اناڑی بہرحال نہیں تھی۔ یہاں آنے سے پہلے اس نے آٹھ سال پولیس کے محکمے میں کام کیا تھا۔ اس کے لہجے سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جنوب کی رہنے والی ہے۔ درحقیقت اس کا تعلق الاباما سے تھا۔

وہ تین انچ اونچی ایڑی کے جوتے پہنے ہوئے تھی۔ اس کے باوجود ایلکس سے کم از کم چھ انچ چھوٹی تھی۔

نو بھرتی شدہ ایجنٹوں کی طرح وہ بھی کام کے معاملے میں نہایت پر جوش تھی۔ ایلکس نے اسے کام کے بارے میں بتایا تو اس نے بے حد خوش ہو کر کہا: ’’سوسویٹ‘‘۔

’’بے چارے جانسن کے لئے اتنا سویٹ نہیں تھا‘‘۔

’’میرا یہ مطلب نہیں تھا‘‘۔ وہ مدافعانہ لہجے میں بولی۔

’’اچھا، اب چل دیں‘‘۔

☆☆☆

جمیلہ نے سب سے چھوٹے بچے کا ڈائپر چینج کیا، وہ ہاتھ دھو کر آئی تو دونوں بڑے بچوں کو کھلانے میں مصروف ہو گئی۔ تینوں بچوں کی عمر بالترتیب ایک، دو اور تین سال تھی۔ اس کام سے نمٹنے کے بعد وہ ان کے ساتھ کھیلتی رہی یہاں تک کہ وہ تھک کر سو گئے۔

اب اس کے لئے فرصت تھی، وہ وضو کر کے آئی، اپنے بیگ سے اس نے جاء نماز نکال کر قبلہ رخ بچھائی اور نماز کے لئے کھڑی ہو گئی۔ وہ پنج وقت نمازی تھی۔

وہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر بیٹھی ہی تھی کہ بچوں کی ماں لوری فرنکلن آ گئی، اس نے بچوں کو دیکھا، جو سکون سے سو رہے تھے، ان کے پلے روم میں کوئی ابتری، کوئی بے ترتیبی نہیں تھی۔ گھر کی صفائی ستھرائی بھی دل خوش کن تھی۔

لوری کی عمر تیس کے لگ بھگ تھی۔ وہ بہت حسین اور پرکشش تھی۔ تین بچوں کی ماں تو وہ کہیں سے لگتی ہی نہیں تھی۔ اس وقت اس نے ہلکا سا میک اپ کیا ہوا تھا۔ ہاتھ میں چھوٹا سا بیگ تھا۔

’’آپ کلب جا رہی ہیں مس؟‘‘۔ جمیلہ نے اس سے پوچھا۔

’’ہاں جمیلہ، کچھ دیر ٹینس کھیلوں گی۔ اور پھر کون جانے.....‘‘۔ لوری جملہ ادھورا چھوڑ کر ہنس دی۔ پھر اس نے بچوں کی طرف دیکھتے ہوئے خوش دلی سے کہا: ’’میری فوج کو تم نے پچھاڑ ہی دیا ہے‘‘۔

’’بہت پیارے بچے ہیں‘‘۔ جمیلہ نے کہا۔ ’’اور بچے جب کھیل کر تھک جائیں تو بے سدھ ہو کر سوتے ہیں‘‘۔

’’یہ تمہارے لئے ہیں، میرے لئے نہیں۔ اور تم سے پہلے جو تین آیائیں کام چھوڑ کر بھاگی ہیں، یہ ان کے لئے بھی اچھے نہیں تھے۔ بہرحال میرے لئے آسانی ہو گئی ہے۔ اب میرا شوہر 24 گھنٹے مصروف رہے، تب بھی میں اپنی زندگی گزار سکتی ہوں۔ یہ مرد بھی عجیب ہوتے ہیں جمیلہ۔ ان کے بغیر بھی جینا مشکل اور ان کے ساتھ بھی جینا دشوار‘‘۔

’’میرے ملک میں تو مرد گھر کے مالک ہوتے ہیں‘‘۔ جمیلہ نے کھلونوں کے چند ڈبے ترتیب سے رکھتے ہوئے کہا۔ ’’عورت کا کام گھر کو اچھا رکھنا، اپنے مرد کی ہر طرح سے مدد کرنا، اسے خوش رکھنا اور بچوں کی پرورش اور تربیت کرنا ہے۔ ہاں، یہ ہے کہ شادی ہم اس مرد سے کرتے ہیں، جو ہمارے لئے محترم ہو، جس کا ہر حکم خدا کے قوانین کے مطابق ہو، تاکہ بے فکری سے اس کی تعمیل کی جا سکے، کیوں کہ ہمارا آقا شوہر نہیں ہوتا، صرف ہمارا اللہ ہے‘‘۔

لوری نے بڑی ادا سے آنکھیں مٹکائیں۔ ’’مرد یہاں بھی بادشاہ ہیں..... لیکن صرف اپنے تئیں‘‘۔ یہ کہہ کر وہ ہنسی۔ ’’جارج کو بچے چاہئے تھے۔ وہ میں نے دے دیئے۔ سودا مہنگا نہیں‘‘۔

’’تو آپ شام تک واپس نہیں آئیں گی؟‘‘۔ جمیلہ نے جلدی سے موضوع بدلا۔ لوری بہت بے باک عورت تھی۔ ابھی موقع ملتا تو وہ کھلی بیہودہ گفتگو شروع کر دیتی۔ وہ اسے اس کا موقع ہی نہیں دینا چاہتی تھی۔

’’میں آؤں گی اور کھانا تیار کروں گی۔ جارج آج پھر شہر سے باہر گیا ہوا ہے۔ دوپہر کا کھانا موجود ہے۔ تم کھاؤ گی نا۔ اب روزے تو ختم ہو گئے نا؟‘‘۔

’’جی ہاں، رمضان گزر گیا‘‘۔

’’مجھے تاریخیں یاد نہیں رہتیں‘‘۔

’’وجہ یہ ہے کہ وہ بدلتی رہتی ہیں‘‘۔ جمیلہ نے اسے سمجھایا۔ ’’اس لئے ہر سال شمسی کیلنڈر کے حساب سے رمضان کچھ پیچھے چلا جاتا ہے۔ مقررہ تاریخیں ہوں تو یاد رہے۔ میرے والدین نے سردیوں کے روزے بھی دیکھے ہیں اور گرمیوں کے بھی‘‘۔

’’بھئی، میں تو جولائی میں کرسمس ہرگز نہیں منانا چاہوں گی‘‘۔ لوری نے مضحکہ اڑایا۔ ’’اور نہ میں تمہاری طرح روزے رکھ سکتی ہوں۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ اس سے تمہاری صحت پر برا اثر پڑتا ہوگا‘‘۔

’’معاملہ اس کے برعکس ہے۔ روزے آدمی کی صحت کے معاملات کو درست کر دیتے ہیں۔ لیکن جو عورت بچے کو دودھ پلانے والی ہو، اسے روزوں سے رخصت دی گئی ہے‘‘۔

مجھے تو تمہارے روزوں میں کوئی افادیت نظر نہیں آتی‘‘۔

’’گیارہ مہینے جو ہم بے اعتدالیاں کرتے ہیں، رمضان کا مہینہ ان سب کا ازالہ کر دیتا ہے۔ انسان کے معدے کی اصلاح ہوتی ہے، روحانی اصلاح اس کے علاوہ ہے، روزہ نفس کشی ہے۔ برے خیالات، بری بات سے لڑنا اور ان سے پیچھا چھڑانا ہے۔ مجھے تو رمضان بہت اچھا لگتا ہے۔ روزے کے دوران مجھے بھوک لگتی ہے، کھانا بھی موجود ہوتا ہے، مگر میں اللہ کو خوش کرنے کے لئے اس سے استفادہ نہیں کرتی۔ پھر مجھے بھوک ستاتی ہے تو میں ان لوگوں کی بھوک کو سمجھتی ہوں، جنہیں کھانا میسر نہیں، رمضان مجھے بہت کچھ سکھاتا ہے۔ اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانا سب سے بڑی کامیابی ہے، اور رمضان اس کی تربیت دیتا ہے‘‘۔ جمیلہ نے یہ نہیں کہا کہ جتنا وہ تین وقت میں کھاتی ہے، اس سے زیادہ لوری ایک وقت میں کھاتی ہے۔ اس نے اسے یہ بھی نہیں بتایا کہ اسلام کے مطابق بسیار خوری جانوروں کا وصف ہے، جبکہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔

’’بھئی مجھے تو یہ مضر صحت لگتا ہے‘‘۔ لوری نے بے زاری سے کہا۔ پھر کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے بولی: ’’کیسا خوبصورت دن ہے۔ ایسا کرو کہ تم آج بچوں کو پارک لے جاؤ، کچھ توانائی تو وہاں خرچ کریں گے وہ، ایسے میں جب میں گھر واپس آؤں گی تو گھر میں سکون اور امن ہوگا‘‘۔

’’ٹھیک ہے مس، میں انہیں لے جاؤں گی۔ مجھے ڈرائیونگ ویسے بھی اچھی لگتی ہے‘‘۔

’’تمہارے ملک میں عورتوں کو ڈرائیونگ کی اجازت نہیں ہے نا؟‘‘۔

جمیلہ ایک لمحے کو ہچکچائی۔ پھر اس نے کہا۔ ’’جی ہاں۔ ریاض میں عورتوں کو ڈرائیو کرنے کی اجازت نہیں۔ لیکن یہ محض مقامی قانون ہے، اسلام نے ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی ہے‘‘۔

لوری نے اسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھا۔ ’’کس کس چیز کا عذر پیش کرو گی وہاں تو نا جانے کیسی کیسی پابندیاں ہوں گی۔ مجھے معلوم ہے شادی زبردستی کر دی جاتی ہے۔ مردوں کی کئی کئی بیویاں ہوتی ہیں۔ اس پر پردے کا رواج، عورتوں کی تعلیم سے محرومی، تم لوگوں کے تو کچھ حقوق ہی نہیں ہیں‘‘۔ جمیلہ نے اپنے غصے کو چھپانے کے لئے نظریں جھکا لیں۔ پھر اس نے سر اٹھایا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ ’’یہ جو کچھ آپ کہہ رہی ہیں، یہ اسلام کے بارے میں نہیں ہے، ہمارے ہاں عورتوں کی جبری شادیاں نہیں ہوتیں۔ اور جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے تو جس وقت یورپ میں عورت علم کی روشنی سے محروم تھی، اس وقت ہمارے ہاں کی عورتیں علم میں اس حد تک کمال حاصل کرتی تھیں کہ وہ مردوں کو پڑھاتی تھیں، بلکہ انہیں اسناد بھی دیتی تھیں۔ اسلام سے پہلے یہ حق عورتوں کو کسی نے دیا ہی نہیں تھا۔ اور مرد ایک سے زیادہ شادی صرف اس صورت میں کر سکتا ہے کہ وہ اپنی تمام بیویوں کے تمام حقوق پورے کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اور لباس کے معاملے میں بھی قرآن یہ حکم نہیں لگاتا کہ یہ پہنو اور یہ نہ پہنو۔ وہ تو مردوں اور عورتوں کو یکساں طور پر راست بازی اور خوف خدا کی تلقین کرتا ہے۔ فحاشی اور بے حیائی سے منع کرتا ہے کہ یہ شیطانی کام ہیں۔ اللہ تو اپنے بندوں سے بہت محبت کرتا ہے، انہیں آسانیاں عطا فرماتا ہے‘‘۔

’’بہرحال ہمارا معاشرہ مختلف ہے‘‘۔ لوری نے کہا۔ ’’یہاں مکمل آزادی ہے جس کا جو جی چاہے، وہ کر سکتا ہے۔ یہی امریکہ کی عظمت ہے‘‘۔

’’جی ہاں۔ میں نے سنا ہے۔ لیکن آدمی کا جی تو بری باتوں کا بھی چاہتا ہے‘‘۔

’’تو اور کیا‘‘۔ لوری مسکرائی۔ ’’آدمی کا جو جی چاہے کرے، بس پکڑا نہ جائے‘‘۔

’’اسی لئے یہاں جرائم زیادہ ہوتے ہیں، اپنی ہر خواہش پوری کرنے والے دوسروں کے حقوق اور اپنے فرائض کا خیال نہیں رکھتے، جس کا جی چاہا، اس نے کسی عورت کو بے حرمت کر دیا۔ جس کا جی چاہا اس نے کسی سے کچھ چھین لیا، جس کا جی چاہا، اس نے کسی کی جان لے لی۔ یہ تو جانوروں والی آزادی ہے، انسان کی عظمت تو خود کو پابند کرنے میں ہے۔ سب سے بہادر وہ ہے۔ جو اپنے غصے پر قابو رکھے‘‘۔

’’یہ سب پرانی باتیں ہیں جمیلہ۔ امریکہ عورتوں کے دم سے چل رہا ہے۔ ہاں، ہم نے مردوں کو اس گمان میں رکھا ہے کہ حکمران وہ ہیں‘‘۔

’’لیکن بیسویں صدی سے پہلے یہاں عورتوں کو ووٹ دینے کا حق بھی نہیں تھا‘‘۔

’’میں نے کہا نا، یہ سب پرانی باتیں ہیں۔ میں تو کہتی ہوں، اب مسلمان عورتوں کو بھی ہماری تقلید کرنی چاہئے‘‘۔

جمیلہ کے پاس دلائل کی کمی نہیں تھی۔ لیکن وہ خاموش ہو گئی۔ شاید وہ پہلے ہی ضرورت سے زیادہ بول چکی تھی۔ اسے تو ہدایت دی گئی تھی کہ اپنی مالکن سے بالکل بحث نہ کرے۔ لیکن کبھی کبھی اس کی برداشت جواب دے جاتی تھی۔

’’میں تو کہتی ہوں، تم ہمارے ساتھ ہی رہو‘‘۔ لوری نے کہا۔ ’’یہ مکان بہت بڑا ہے‘‘۔

’’شکریہ لیکن میں آزاد ہی رہنا چاہتی ہوں‘‘۔ جمیلہ نے کہا۔

لوری نے اپنے سوتے ہوئے بچوں کی طرف بوسے اچھالے، اور رخصت ہو گئی۔

اپنے ڈرائیو ویر سے گاڑی نکالتے ہوئے لوری نے وہاں کھڑی سفید وین کو دیکھا۔ اسے یہ خیال کبھی نہیں آیا تھا کہ ایک ایسی لڑکی کے لئے، جس نے اپنے وطن میں کبھی ڈرائیونگ نہیں کی، پردیس میں کام کی تلاش میں نکلی تو اس سفید وین میں۔ اور یہی نہیں، اس کے پاس ڈرائیونگ لائسنس بھی تھا۔ اس وقت بھی اس نے اس بات پر غور نہیں کیا۔ کیوں کہ اس کے دماغ پر نئے بوائے فرینڈ کا بھوت سوار تھا۔

جمیلہ کھڑکی سے اس کی مرسڈیز اسپورٹس کار کو جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔

ہفتے میں ایک دن جارج فرنکلن اپنے بچوں کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی ایک موقع پر جمیلہ نے لوری کا تعاقب کیا تھا۔ لوری کنٹری کلب گئی۔ وہاں اس نے اپنی کار پارک کی، اور ایک اور شخص کی کار میں موٹیل تک گئی۔

اب اس وقت بھی جمیلہ کو یقین تھا کہ لوری اپنے اسی بوائے فرینڈ سے ملنے جا رہی ہے۔ کیوں کہ ریکٹ کے بغیر ٹینس کا کھیلنا ممکن نہیں، اور لوری نے جاتے وقت ریکٹ نہیں لیا تھا۔

یہ سچ تھا کہ امریکہ پر مردوں کی حکومت نہیں ہے۔ یہ بات جمیلہ نے امریکہ میں صرف چند ہفتے گزار کر ہی سمجھ لی تھی۔ امریکہ میں مرد بے وقوف تھے اور عورتیں عیاش اور بے وفا۔ یہ آزاد معاشرہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

بچے سو کر اٹھے تو وہ انہیں پارک لے گئی۔ جہاں وہ کھیل کھیل کر نڈھال ہو گئے۔ سب سے بڑا بچہ بھاگنے کا شوقین تھا۔ وہ اپنے دونوں بھائیوں کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ جمیلہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرائی۔ بچے اسے بہت اچھے لگتے تھے۔ اسے بڑی آرزو تھی کہ اس کے کئی بیٹے ہوں۔ یہ سوچتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہوا ہو گئی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی زندگی اتنی نہیں ہے کہ وہ ماں بن سکے۔ اس کی زندگی تو بس چند روزہ ہے۔ وہ پکنک باسکٹ ساتھ لائی تھی۔ اس نے بچوں کو بٹھا کر بڑی محبت سے کھلایا پلایا۔ پھر بڑا لڑکا ٹامی اس کا سیل فون اور گاڑی کی چابیاں لے بھاگا، اور وہ اس کے پیچھے دوڑنے لگی۔ یہ حرکت وہ کرتا رہتا تھا۔ اس کے پرس کے بارے میں بچے متجسس رہتے تھے۔ اسے یہ بات بری بھی نہیں لگتی تھی۔ بچے تو سارے ہی متجسس ہوتے ہیں۔

بچے وین میں بیٹھتے ہی سو گئے۔ جمیلہ نے نماز پڑھی۔ پھر سوتے ہوئے بچوں کو ساتھ لے کر وہ وین میں نکلی اور اس نے برمنگھن کا ایک چکر لگایا۔ یہ قصبہ صرف اس لئے وجود میں آیا تھا کہ ریلوے والوں نے یہاں اسٹیشن بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ مگر اب تو یہ ایک چھوٹے سے خوش حال شہر میں تبدیل ہو رہا تھا۔ جمیلہ کے پاس ایک چھوٹا سا ڈیجیٹل کیمرا تھا..... اس کی انگشت شہادت کے برابر۔ وہ جگہ جگہ ٹرک کراس کی مدد سے تصویریں لیتی رہی۔ ساتھ ہی وہ ایک چھوٹے سے ریکارڈر میں مقامات کی زبانی تفصیل بھی ریکارڈ کر رہی تھی۔ اس کی خاص دل چسپی سڑکوں میں تھی کہ کون سا راستہ کہاں جاتا ہے اور کس راستے سے ملتا ہے۔ یہ کام اہم بھی تھا اور اس کے لئے دل چسپ بھی۔

پھر وہ ایک بہت بڑے مکان کے سامنے رکی۔ وہ بہت خوبصورت، بہت بڑا تھا۔ امریکا میں ہر چیز بڑی تھی، کھانوں سے لے کر مکانوں تک اور کاروں سے لے کر انسانوں تک بس چھوٹی وہاں ایک ہی چیز تھی، لباس۔ گزشتہ چند ماہ میں جمیلہ نے جتنی برہنگی دیکھی تھی اس کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اس آزادی کو دیکھ کر اس کا جی متلا تا تھا۔

اسے اپنے آجروں کو دیکھ کر بھی متلی ہوتی تھی۔ بے اندازہ دولت اور محبت سے یکسر محروم زندگی۔ وہ بچوں سے محبت کرتی تھی۔ لیکن ابھی اسے یہ خیال آتا کہ یہ بچے اس احساس کے ساتھ بڑے ہوں گے کہ وہ پوری دنیا کے حاکم ہیں، صرف اس لئے کہ وہ امریکی ہیں۔ تو اسے وہ بچے بھی برے لگنے لگتے۔ اس نے وین آگے بڑھا دی۔

رات کو اسے اپنے کمپیوٹر پر مووی سائٹ پر رپورٹ دینی تھی۔ شیڈول اسے زبانی یاد تھا۔ چیٹ روم میں آج رات کی فلم کا نام تھا ’’فرام ہیئر ٹو ایٹرنٹی‘‘۔

☆☆☆

اولیور اسٹون اپنے کاٹیج واپس پہنچا اور سونے کی کوشش کی، لیکن رات کے غیر معمولی واقعات نے سونے نہیں دیا۔ فضا میں خنکی تھی۔ چنانچہ اس نے آتش دان دہکایا اور صبح تک بیٹھ کر مطالعہ کرتا رہا۔ یہ الگ بات تھی کہ مطالعے کے دوران بھی بار بار اسے پیٹرک جانسن کی موت کا خیال آنے لگتا تھا۔ نہیں، موت نہیں وہ قتل تھا۔

بہرحال صبح اس نے اپنے لئے ناشتا تیار کیا اور کافی بنائی۔ اس کے بعد کئی گھنٹے وہ اپنی قبرستان کی ذمہ داریوں میں الجھا رہا۔ گھاس کی کٹائی، جھاڑیوں کی چھٹائی اور پرانے کتبوں کی صفائی۔ اس دوران وہ سوچتا رہا کہ رات وہ اور اس کے دوست موت کے کتنے قریب پہنچ گئے تھے۔

بال بال بچنا اس کو کہتے ہیں۔ اس کیلئے بہرحال یہ نیا تجربہ نہیں تھا۔ ابتدائی زندگی میں بارہا ایسی صورت حال سے اس کا واسطہ پڑا تھا، اور اس نے اس سے سمجھوتا کرنا سیکھ لیا تھا۔ وہ بھولی بسری چیز اب اس کے کام آ رہی تھی۔

کام سے نمٹ کر وہ کاٹیج میں گیا اور شاور لیا۔ آئینے میں اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے اس نے ایک فیصلہ کیا۔ لیکن اس پر اپنے طور پر عمل کرنا اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔ جن چیزوں کی اسے ضرورت پڑتی وہ اس کے پاس نہیں تھیں، کیلب اور روبن اس وقت کام پر جا چکے ہوں گے۔ اور وہ اس کام کے لئے ملٹن پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔

اب اس کے پاس ایک ہی راستہ تھا۔ وہ چائنا ٹاؤن کی طرف چل دیا۔

45 منٹ بعد وہ اس کے اپارٹمنٹ کے سامنے کھڑا تھا۔ نیچے ڈرائی کلینرز کی دکان تھی۔ اڈلفیا اس نے پکارا۔ چند لمحوں کے بعد اس نے دوبارہ آواز لگائی۔ اڈلفیا۔ اس نے سوچا ممکن ہے وہ کہیں گئی ہوئی ہو۔ مگر پھر اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ دروازہ کھلا اور اڈلفیا کا چہرہ نظر آیا۔ وہ ایک لمبا سوئیٹر اور پینٹ پہنے ہوئے تھی۔

’’تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں یہاں رہتی ہوں؟‘‘۔ اڈلفیا نے پوچھا۔ وہ اسے معاندانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

’’تم نے ہی تو بتایا تھا مجھے‘‘۔

’’اوہ اچھا‘‘۔ اڈلفیا نے کہا۔ پھر چڑچڑے پن سے بولی۔ ’’تمہاری میٹنگ کیسی رہی؟‘‘۔

’’ایک کے بعد ایک حیرت سے واسطہ پڑا‘‘۔

’’مجھ سے کیا چاہتے ہو؟‘‘۔

اولیور نے کھنکار کر گلا صاف کیا۔ وہ اس کی جھوٹ بولنے کی تیاری کا حصہ تھا۔ تم نے کئی بار میرے حلیے کے بارے میں مجھے مشورہ دیا۔

’’آج میں نے اس پر غور کیا تو بات دل کو لگی۔ یہ بتاؤ تم میرے بال کاٹ سکتی ہو؟ کاٹ تو میں خود بھی لیتا۔ لیکن ڈرتا ہوں کہ کہیں خود کو اور زیادہ بدصورت نہ بنا لوں‘‘۔

مکھن نے فوری طور پر اثر دکھایا۔ اڈلفیا نے نرم لہجے میں کہا۔ بدصورت تو تم کہیں سے بھی نہیں ہو‘‘۔ اتنا کہہ کر اس نے کچھ حیرانی سے اولیور کو دیکھا۔

’’تو تم نے میرے مشورے پر غور کیا؟‘‘۔ اس کے لہجے میں بھی حیرت تھی۔

’’میں نے سوچا ہے کہ کپڑے بھی خریدوں گا۔ نئے تو نہیں البتہ میرے لئے تو سیکنڈ ہینڈ کپڑے بھی نئے ہی ہوں گے نا‘‘۔

وہ اسے شک آمیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اور یہ بال؟ اس میں تم ریچھ لگتے ہو‘‘۔

’’یہ بھی صاف ہوں گے۔ لیکن یہ تو میں خود بھی کر لوں گا‘‘۔

’’کوئی ضرورت نہیں‘‘۔ اڈلفیا نے بڑے تپاک سے کہا۔ ’’یہ بھی میں ہی کروں گی۔ یہ تو میرا خواب ہے۔ سچ مچ میں نے کئی بار خواب میں تمہیں داڑھی کے بغیر دیکھا ہے۔ آؤ..... اندر آ جاؤ۔ اس سے پہلے کہ تمہارا ارادہ بدلے، میں یہ نیک کام کر ہی دوں‘‘۔

اولیور اندر چلا گیا۔ اس نے اپارٹمنٹ کا جائزہ لیا۔ وہ بہت صاف ستھرا اور مرتب تھا۔ اولیور کو اس پر حیرت ہوئی۔ کیونکہ اڈلفیا ہمیشہ اسے بے حد متلون مزاج لگی تھی۔ اس سے اسے ایسی تنظیم و ترتیب کی امید نہیں تھی۔

وہ اسے باتھ روم میں لے گئی۔ ’’بیٹھ جاؤ‘‘۔ اس نے ٹوائلٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اولیور بیٹھ گیا۔ سامنے ہال وے میں اسے شیلف نظر آ رہا تھا۔ وہاں متنوع موضوعات پر کتابیں تھیں، کچھ ایسی زبانوں میں تھیں، جن سے وہ واقف نہیں تھا۔ حالانکہ اس نے غیر ممالک کے کئی سفر کئے تھے۔

’’تم یہ تمام زبانیں جانتی ہو اڈلفیا؟‘‘۔ اس نے پوچھا۔

’’اگر نہ جانتی ہوتی تو ان کتابوں کو رکھتی کیوں؟‘‘۔ اب وہ پھر اسے شک آمیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ’’اتنا چھوٹا سا تو میرا اپارٹمنٹ ہے۔ میں یہاں وہ چیزیں کیوں رکھوں گی جو میرے کام کی نہیں ہیں‘‘۔

’’ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں سمجھ گیا‘‘۔

اڈلفیا نے اس کے جسم پر چادر لپیٹی اور گردن سے کچھ نیچے کر کے گرہ لگا دی۔ تم کتنی کٹنگ چاہتے ہو؟‘‘۔

’’بس عام مردوں کے سے بال ہوں نہ کانوں پر ہوں اور نہ گردن پر‘‘۔

’’پکی بات؟‘‘۔ اڈلفیا کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

’’بالکل‘‘۔

اڈلفیا بے حد ماہرانہ انداز میں اس کے بال تراشنے لگی۔ بال کاٹ کر اس نے انہیں کنگھے سے سیٹ کیا۔ کہیں بڑے نظر آئے تو انہیں برابر کر دیا۔ اس کے بعد قینچی لے کر اس کی داڑھی پر حملہ آور ہو گئی۔ جس حد تک قینچی سے کاٹے جا سکتے تھے، اس نے کاٹ دیئے اپنی دانست میں اس نے ہوشیاری کی تھی۔ اب وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا۔ اب تو داڑھی صاف ہونی ہی تھی۔ یہ اسے معلوم نہیں تھا کہ اولیور کا پیچھے ہٹنے کا کوئی ارادہ ہی نہیں ہے۔

اب اس نے استرا سنبھال لیا۔ وہ چھوٹا سا لیڈیز ریزر تھا۔

تھوڑی دیر بعد اڈلفیا نے اس کو ایک آئینہ تھمایا۔ اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا تو وہ خود کو پہچان ہی نہیں سکا۔ برسوں سے اس نے اپنا یہ چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ تبدیلی کا وہ احساس بہت خوش گوار تھا۔

’’تمہارا چہرہ بہت پیارا ہے‘‘۔ اڈلفیا نے بے حد خلوص سے کہا۔ تمہاری گردن کی جلد بچوں کی سی ہے۔ میری گردن ایسی نہیں ہے۔ یہ بوڑھی عورت کی گردن ہے‘‘۔

’’غلط کہہ رہی ہو تم۔ بہت خوب صورت نقوش ہیں تمہارے‘‘۔

اولیور اب بھی آئینے میں خود کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اڈلفیا کے چہرے کی تمتماہٹ نہیں دیکھ سکا جسے چھپانے کے لئے اڈلفیا نے سر جھکا لیا تھا۔

’’کل رات کوئی تم سے ملنے آیا تھا؟‘‘۔ چند لمحے بعد اڈلفیا نے کہا۔

اولیور نے چونک کر سر اٹھایا۔ ’’کون تھا وہ؟‘‘۔

’’سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ شاید کچھ فورٹ نام تھا اس کا۔ مجھے ٹھیک سے یاد نہیں اس نے کہا تھا کہ میں تمہیں بتا دوں‘‘۔

’’فورڈ؟‘‘۔

’’میں نے اسے سڑک پار والوں سے بات کرتے دیکھا تھا تم اسے جانتے ہو اولیور وہ مائٹ ہاؤس میں ڈیوٹی دے چکا ہے‘‘۔

اولیور نے سکون کی سانس لی۔ وہ تم ایلکس فورڈ کی بات کر رہی ہو۔ ایجنٹ ایلکس فورڈ؟‘‘۔

’’ہاں یہی نام تھا اس کا۔ وہ تم سے بھی لمبا ہے‘‘۔

’’اس نے یہ نہیں بتایا کہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتا تھا‘‘۔

’’یونہی ہیلو ہائی کیلئے‘‘۔

’’کس وقت آیا تھا وہ؟‘‘۔

’’میں کوئی ٹائم کیپر ہوں۔ بس میں نے اس کا پیغام تم تک پہنچا دیا‘‘۔ اڈلفیا نے عادتاً چڑ کر کہا۔ مگر پھر ذہن پر زور دینے لگی۔ ’’رات کے ساڑھے گیارہ بجے ہوں گے۔ ممکن ہے بارہ بجے ہوں‘‘۔

اولیور اب اس تازہ ترین اطلاع پر غور کر رہا تھا۔ اس نے جلدی سے چادر کھولی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ’’میں تمہیں اس کام کا.....‘‘۔

اڈلفیا نے اس کی بات کاٹ دی۔ ’’اس کے بدلے مجھے جو خوشی ملی ہے۔ وہ بہت ہے میرے لئے‘‘۔

’’میں تمہارے لئے کچھ کر سکوں تو بتاؤ‘‘۔

اڈلفیا نے تیز نظروں سے اسے دیکھا۔ ’’ہاں ایک کام کر سکتے ہو‘‘۔ وہ کہتے کہتے رک گئی جیسے جھجک رہی ہو۔

اولیور اسے متجسس نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

’’کسی دن میرے ساتھ کھیلنے چلو‘‘۔ بالآخر اڈلفیا نے کہا۔ پھر تیز لہجے میں بولی۔ بشرطیکہ اپنی ان فضول میٹنگز سے کبھی فرصت نکال سکو‘‘۔

اولیور کچھ گڑبڑا گیا۔ پھر اس نے سوچا، کافی پینے اور باتیں کرنے میں میرا کیا بگڑے گا۔ ’’ٹھیک ہے اڈلفیا‘‘۔ اس نے کہا۔

’’مجھے بہت اچھا لگے گا‘‘۔ اڈلفیا نے جلدی سے اس سے ہاتھ ملایا۔

اس کی انگلیوں کی مضبوط گرفت نے اولیور کو حیران کر دیا۔

وہ باہر نکلا تو ایجنٹ فورڈ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سیکرٹ سروس کا وہی ایک ایجنٹ تو تھا، جو اس سے خاصا قریب رہا تھا۔ اس لحاظ سے اس کی آمد اتفاقیہ بھی ہو سکتی ہے۔ کیا ضروری ہے کہ رات کے واقعہ سے اس کا تعلق ہو‘‘۔

وہ ایک قریبی گڈول اسٹور پر گیا۔ روبن کی دی ہوئی رقم سے اس نے کچھ پرانے کپڑے، سوئیٹر، جوتے اور موزے خریدے۔ سیلز مین اسے جانتا تھا۔ اس نے دو بالکل نئے انڈرویئر اسے مفت پیش کر دیئے۔ ’’تم تو بالکل جوان لگ رہے ہو اولیور‘‘۔ اس نے کہا۔

’’مجھے خود بھی ایسا ہی لگ رہا ہے‘‘۔ اولیور نے کہا۔

وہ کپڑے لے کر پارک پہنچا۔ خیمے میں اس نے اپنے نئے کپڑے پہنے۔ اسی لمحے باہر سے کسی نے پکارا۔ تم یہاں کہاں گھس گئے ہو دوست؟‘‘۔

اس نے باہر جھانکا۔ سیکرٹ سروس کا ایجنٹ اسے گھور رہا تھا۔ ’’کیا بات ہے؟‘‘۔ اس نے اس سے پوچھا۔

’’یہ خیمہ کس کی ملکیت ہے‘‘۔ ایجنٹ نے سرد لہجے میں کہا۔

’’اتفاق سے وہ میں ہی ہوں، جس کی یہ خیمہ ملکیت ہے‘‘۔

گارڈ نے اسے حیرت اور بے یقینی سے دیکھا۔ ’’کیا واقعی یہ تم ہی ہو اسٹون؟‘‘۔

’’میں ہی ہوں داڑھی کے بغیر اور چھوٹے بالوں کے ساتھ‘‘۔

’’کہاں سے ہو کر آ رہے ہو؟ الزبتھ آرڈن سے؟‘‘۔ ایجنٹ کی حیرت کسی طرح کم ہی نہیں ہو رہی تھی۔

اس وقت عقب سے ایک نسوانی آواز نے تیز لہجے میں کہا۔ ’’یہ الزبتھ کون ہے، اور کہاں ہے آ نٹی؟‘‘۔

ان دونوں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ اڈلفیا تھی اور اولیور کو الزام دینے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔

’’تمہیں تو ہر چیز میں سازش نظر آتی ہے اڈلفیا‘‘۔ ایجنٹ نے ہنستے ہوئے کہا۔ ’’یہ لوگوں کو خوب صورت اور پھر سے جوان بنانے والے ایک آشرم کا نام ہے الزبتھ آرڈن۔ میں نے اپنی بیوی کو ایک بار وہاں بھیجا تھا۔ بے شک وہ وہاں سے خوب صورت اور جوان ہو کر تو آ گئی لیکن معاشی طور پر ایک سال تک نہیں سنبھل سکا کہ اسے دوسری نظر دیکھ پاتا۔ اور اس عرصے میں وہ دوبارہ بوڑھی اور بدصورت ہو گئی۔ اتنا مہنگا ہے یہ الزبتھ آرڈن‘‘۔

ایجنٹ کے جانے کے بعد اڈلفیا اولیور کی طرف بڑھی۔ ’’تو اب کیفے چلیں؟‘‘۔

’’میں بڑی خوشی سے چلتا۔ لیکن فی الحال مجھے کسی کا انتظار ہے‘‘۔ اولیور نے کہا..... ’’ضرور چلیں گے‘‘۔

’’دیکھیں گے۔ میں ہر وقت خالی تو نہیں بیٹھی رہتی۔ میری جاب بھی ہے۔ میں تمہارا اتنا انتظار نہیں کر سکتی‘‘۔ اڈلفیا کے لہجے میں مایوسی تھی۔

’’تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن.....‘‘۔

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اڈلفیا پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

اولیور نے باقی کپڑے سمیٹ کر اپنے بیگ میں رکھے اور باہر نکل آیا۔ وہ پارک میں اِدھر اُدھر دیکھتا پھرا۔ بالآخر ایک کوڑے دان سے اسے وہ چیز مل گئی جس کی اسے تلاش تھی۔ ٹرائٹر اخبار، مورننگ نیوز لیکن وہ صبح کا ایڈیشن تھا۔ ظاہر ہے کہ اس میں روز ویلٹ آئی لینڈ کے واقعہ کے بارے میں کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

اس نے ایک پبلک فون بوتھ سے کیلب کو لائبریری میں فون کیا۔ ’’اخبار میں تو ابھی کچھ نہیں آیا ہے کیلب تمہارے پاس کوئی خبر ہے؟‘‘۔

’’اتنا پتا چلا ہے کہ روز ویلٹ آئی لینڈ کو عام لوگوں کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہاں خفیہ نوعیت کی کوئی تفتیش ہو رہی ہے‘‘۔

’’تم ایک بجے یہاں آؤ پھر بات کریں گے‘‘۔ کیلب نے کہا۔

’’ٹھیک ہے یہ بتاؤ تم نے احتیاطی تدابیر اختیار کیں؟‘‘۔

’’ہاں میں نے بھی اور دوسروں نے بھی۔ روبن کام پر ہے۔ اس نے فون کیا تھا وہاں سے ملٹن سے بھی میں نے بات کی ہے۔ وہ اپنے گھر سے نہیں نکلا ہے۔ درحقیقت وہ بہت زیادہ خوف زدہ ہے‘‘۔

’’جو کچھ ہم نے دیکھا اور بھگتا، یہ اس کا فطری ردعمل ہے‘‘۔ اولیور نے کہا۔ پھر اچانک اسے کچھ یاد آیا: ’’ہاں کیلب ممکن ہے کہ تم دیکھو تو مجھے پہچان نہ سکو۔ میں نے حلیہ تبدیل کر لیا ہے۔ کیونکہ قاتلوں نے مجھے سب سے زیادہ تفصیل سے دیکھا تھا‘‘۔

’’میں سمجھ رہا ہوں اولیور‘‘۔

’’تو اب میں خاصا معقول آدمی لگ رہا ہوں۔ اسی لئے عمارت کے باہر ملنے کے بجائے ہم ریڈنگ روم میں بھی مل سکتے ہیں۔ میرا ہمیشہ جی چاہتا تھا لیکن تمہاری شرمندگی کے خیال سے اندر نہیں آتا تھا‘‘۔

’’ٹھیک ہے اولیور آ جاؤ‘‘۔

اولیور کانگریس لائبریری کی طرف چل دیا۔ اس چہل قدمی کے دوران وہ پیٹرک جانسن کے قاتلوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جلد ہی انہیں معلوم ہو جائے گا کہ قتل کے عینی شاہدین نے پولیس سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ تو اب وہ خاموشی سے ان کی..... کیمل کلب کی صفائی کا ارادہ بھی کر سکتے ہیں‘‘۔

وہ سوچتا رہا اور نئے نئے امکانات سامنے آتے رہے۔

☆☆☆

ایلکس فورڈ نے اپنی گاڑی ویلٹ آئی لینڈ کے پارکنگ لاٹ میں روک دی۔ یہاں سے آئی لینڈ تک پہنچنے کا ذریعہ ایک طویل پل تھا جسے پیدل عبور کرنا تھا۔

پارکنگ لاٹ میں گاڑیاں ہی گاڑیاں تھیں۔ بہت سی پولیس کی تھیں اور کچھ وفاقی ایجنسیوں کی تھیں۔ جو تفتیش میں حصہ لے رہی تھیں۔ ڈی سی میڈیکل ایگزامنر کی ٹیم وہاں موجود تھی۔ اس کے علاوہ ایف بی آئی کے اسکواڈ والے بھی تھے۔

’’بہت معروف مقام ہے یہ‘‘ جیکی نے تبصرہ کیا‘‘۔

’’ہاں اور اس کیس کے لئے مقامی پولیس اور ایف بی آئی میں جو کھینچا تانی ہوگی وہ بھی بڑی پر لطف ہوگی۔ تیسرا دعویٰ ڈی سی پولیس کا ہوگا۔

انہوں نے پل پر کھڑے ایجنٹ کو اپنے بیج دکھائے ’’سیکریٹ سروس؟‘‘۔ ایجنٹ کے لہجے میں الجھن تھی۔

’’ہاں ہمیں صدر صاحب نے بھیجا ہے۔ مشن ٹاپ سیکرٹ‘‘۔ ایلکس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

وہ جائے وقوعہ پر پہنچے جہاں راستوں پر جابجا نشانات لگا دیئے گئے تھے۔

اِدھر اُدھر مختلف لوگ موبائل فون پر باتیں کر رہے تھے۔ کال آنے پر مختلف ٹیونز سنائی دیتی تھیں۔ ایلکس کو اس پر فخر تھا۔ اس نے موبائل پر کوئی ٹیون ڈاؤن لوڈ نہیں کی ہے۔ اس پر گھنٹی بجتی ہے۔ وہ عام لوگوں کی بھیڑ میں شامل نہیں تھا۔

وہ دونوں روز ویلٹ کے مجسمے کے قریب پہنچے۔ ایلکس نے وہاں کام کرنے والے لوگوں کا جائزہ لیا۔

ڈی سی پولیس اور پارک پولیس والے تو اپنی وردیوں کی وجہ سے نمایاں تھے۔ ایف بی آئی کے تفتیشی اسکواڈ والے اپنے مخصوص سوٹ کی وجہ سے پہچانے جا رہے تھے۔ لیکن وہاں کچھ ایسے سوٹ بھی تھے، جنہیں ایلکس نہیں پہچان پا رہا تھا۔

وہ ایک بڑے رینک کے پارک پولیس مین کی طرف بڑھا۔ باوردی لوگوں کو حلیف بنانا ہمیشہ سے بہت کامیاب حکمت عملی رہی تھی۔ اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا: ’’ایلکس فورڈ سیکرٹ سروس‘‘۔ پھر اس نے جیکی کی طرف اشارہ کیا۔ ’’اور یہ ایجنٹ سمپسن‘‘۔

پولیس مین نے تپاک سے ان سے ہاتھ ملائے۔

ایلکس نے سر سے لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا: ’’اب تک کا اندازہ کیا ہے تمہارا؟‘‘۔

’’ممکنہ طور پر خودکشی کا کیس معلوم ہوتا ہے‘‘۔ پولیس مین نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا: ’’لگتا ہے کہ اس نے منہ میں ریوالور رکھ کر خود کو شوٹ کیا، لیکن حتمی رپورٹ آنے تک یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ لاش بری طرح اکڑی ہوئی تھی۔ منہ بھی بڑی مشکل سے کھلوایا گیا‘‘۔

’’یہ ایف بی آئی والے بھی یہاں موجود ہیں؟‘‘۔ ایلکس نے قریب کھڑے دو سوٹ والوں کی طرف اشارہ کیا۔

’’تم نے کیسے پہچانا انہیں؟‘‘۔ پولیس والے نے حیرت سے پوچھا۔

’’سپر مین والے اسٹائل سے‘‘۔

پولیس والا اس تبصرے سے بہت محظوظ ہوا۔

’’اور یہ کون ہیں؟‘‘۔ ایلکس نے دوسری طرف اشارہ کیا۔

’’کارٹر گرے کے لونڈے، فرام این آئی سی‘‘۔ پولیس والے نے کہا اور یہ شاید اس زاویے سے صورتحال کا تجزیہ کر رہے ہیں کہ القاعدہ والوں کو اچانک ٹیڈی روز ویلٹ سے کیا دشمنی ہو گئی‘‘۔

ایلکس نے دانت نکال دیئے۔ پھر بولا۔ ’’جو کچھ تمہارے پاس ہے، اس کی نقل مجھے مل سکتی ہے؟‘‘۔

’’کیوں نہیں۔ ویسے ابھی تک تو ہمیں اس کیس میں کوئی دل چسپی نہیں ہوئی ہے۔ اس کے بٹوے میں رقعہ تھا جس میں خودکشی کے بارے میں لکھا تھا، ریوالور اس کے پاس پڑا تھا۔ اور اس سے صرف ایک فائر کیا گیا ہے۔ اور لگتا ہے کہ مرنے سے پہلے اس نے اسکاچ کی تقریباً پوری بوتل چڑھائی تھی۔ بوتل اور ریوالور پر اس کی انگلیوں کے نشان موجود ہیں۔ ریوالور اس کا اپنا ہے‘‘۔

’’ہاتھ پر بارود کے ذرے؟‘‘۔ (جاری ہے) ☆

’’رکھی‘‘ آپ کو کھانا کھلاتی تو بعد میں کچھ دیر آپ کی زیارت میں محو رہا کرتی تھی، لیکن آپ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے بلکہ اپنی ذات میں محو مرشد کی بتائی گئی راہ سلوک کی منازل طے کرتے رہتے اور ’’ہیر‘‘ لکھتے رہے۔

قاضی شہر نے آپ کی بے پناہ مقبولیت اور روز افزوں عقیدت کی حسد میں جل کر چند لوگوں کو پیسے دے کر خریدا اور اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ وارث شاہ کو قتل کر دیں۔ ایک رات اس نے ان لوگوں کو بھیجا کہ رات کے اندھیرے میں اپنا مذموم ارادہ مکمل کر لیں، لیکن مشیت ایزدی کچھ اور تھی۔ جب آپ آرام فرما رہے تھے تو آپ کو یوں لگا جیسے آپ کے مرشد آپ سے ملنے آئے ہیں اور دروازے پر کھڑے ہیں۔ آپ نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو یوں لگا جیسے وہ گاؤں سے باہر کھڑے ہیں۔ آپ اسی خیال میں کہ میرا مرشد ملنے کے لئے آیا ہے اور گاؤں کے باہر کھڑا ہے، استقبال کے لئے چل پڑے۔ اس دوران قاضی کا بیٹا آیا اور آپ کے بستر پر چادر تان کر سو گیا۔ قاضی کے بھیجے ہوئے کرائے کے قاتلوں نے آپ کے بستر میں محو خواب شخص پر خنجروں سے حملہ کر دیا اور متعدد وار کر کے یہ یقین کر کے چلے گئے کہ اب تو وارث شاہ کا کام تمام ہو چکا ہوگا۔

جب قاضی کا بیٹا پوری رات اپنے گھر نہیں آیا تو اسے پریشانی لاحق ہوئی۔ وہ بیٹے کو ڈھونڈنے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ اس دوران میں ’’رکھی‘‘ صبح کا ناشتہ لے کر آپ کے حجرے میں پہنچی اور خون آلود بستر دیکھ کر چیختی ہوئی حجرے سے باہر نکل گئی اور شور مچا کر گاؤں کے لوگوں کو جمع کر لیا کہ وارث شاہ کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ لوگ اندر گئے، چہرے سے چادر اٹھائی تو سامنے قاضی کے بیٹے کی لاش پڑی تھی اور پیر وارث شاہ وہاں موجود نہیں تھے۔ گاؤں میں شور سن کر وارث شاہ واپس پلٹے تو دیکھا لوگوں کا بہت بڑا ہجوم مسجد کے باہر جمع ہے۔ معلوم ہوا قاضی کے بیٹے کو قتل کر دیا گیا ہے اور قاضی اس کی لاش پر نوحہ کناں ہے۔ آپ نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور قاضی کو تسلیاں دینے لگے۔ گاؤں کے باشندے ’’جیسی کرنی ویسی بھرنی‘‘ کی انتہائی عبرتناک مثال دیکھ کر توبہ توبہ کر رہے تھے۔

وارث شاہ کے کلام سے متاثر ہو کر لاتعداد مرد و زن وارث شاہ پر فریفتہ تھے۔ بہت سے غیر مسلم لوگوں نے آپ سے اور آپ کے کلام سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ ملکہ ہانس کی ایک لڑکی بھاگ بھری بھی آپ کے کلام سے بے حد متاثر تھی جو رفتہ رفتہ آپ سے محبت کرنے لگی۔ (بعض روایات میں بھاگ بھری ہی کو ’’رکھی‘‘ بھی کہا گیا ہے اور بعض کے نزدیک یہ دوسری لڑکی تھی۔ واللہ اعلم) جو دل و جان سے آپ پر فدا ہو گئی جب کہ اس کی پہلے ہی منگنی ہو چکی تھی اور اس کے سسرال والے اس کی شادی کے لئے اصرار بھی کرنے لگے تھے۔ بھاگ بھری وارث شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے دل کی کیفیت بیان کر دی۔

آپ نے کہا:

’’ہم درویشوں کا اس دنیا سے دل لگانا حرام ہے۔ جہاں تمہارے والدین چاہتے ہیں، وہیں ان کی مرضی کے مطابق شادی کر لو‘‘۔

بھاگ بھری نے روتے ہوئے آپ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور آپ کی بات مان لی۔ جیسے ہی بھاگ بھری پیا دیس سدھاری آپ کا کلام ہیر وارث شاہ مکمل ہو چکا تھا۔ آپ نے اپنے مرشد کے فرمان کے مطابق گاؤں کے لوگوں سے آہوں اور سسکیوں میں اظہار جذبات کرتے ہوئے ان سے رخصت لی اور مرشد کی بارگاہ میں لوٹ آئے اور باقی ماندہ زندگی ان کے آستانے کی نگہداشت میں گزار دی۔

ایک روایت کے مطابق وارث شاہ نے اپنے گاؤں میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لئے قصور کا رخ کیا اور مخدوم غلام مرتضیٰ قصوری کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ ’’شاگرد مخدوم قصور دا اے‘‘ سے مراد آپ کے استاد مخدوم صاحب ہی ہیں۔ قصور سے وابستگی آخری عمر تک رہی کیونکہ مختلف جنگوں میں جب قصور کو نقصان پہنچا تو انہوں نے ’’ہیر‘‘ میں اس پر دکھ کا اظہار کیا۔ علوم ظاہری حاصل کرنے کے بعد پاک پتن شریف میں حضرت بابا فرید گنج شکر کے مزار پر پہنچے اور یہاں سے باطنی فیض حاصل کیا۔ قصور سے واپسی پر ملکہ ہانس قیام کیا اور ہیر کی تصنیف مکمل کی، جہاں سے جنڈیالہ شیر خاں واپس آ گئے اور وفات تک وہیں رہے۔ وہ جنڈیالہ ہی میں دفن ہیں۔ ان کے مقبرے کی چوکھنڈی میں تین قبریں ہیں۔ درمیان میں سید وارث شاہ اور دائیں بائیں ان کے بھائیوں سید قاسم شاہ اور سید بہار شاہ کی آخری آرام گاہیں ہیں۔ ہر سال ساون کے پُر ابر مہینے میں ان کا عرس ہوتا ہے۔

چوہدری افضل حق لکھتے ہیں کہ حضرت وارث شاہ کی ایک بیٹی بھی تھی جب کہ محقق شریف کنجاہی کے نزدیک ان کی واحد اولاد ان کا بیٹا تھا جو انہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ ایک امکان یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ ماں نے ہی بیٹے کو خاوند پر ترجیح دی ہو۔ شجرے کے مطابق شاہ صاحب لاولد نظر آتے ہیں۔ اس امر کا کوئی مصدقہ ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے شادی کی بھی تھی یا نہیں!

☆☆☆☆☆

علیم الحق حقی

قسط-6

''بہ ظاہر تو نہیں ہے۔ ریوالور میں ایسا کم ہی ہوتا ہے۔ پھر ریوالور زیادہ پرانا بھی نہیں تھا''۔

''جسمانی جدوجہد کی علامت کیسی نظر آئی؟''۔

''ایک اہم بات''۔ جیکی نے پہلی بار مداخلت کی۔ ''یہاں خودکشی کرنے کے لئے وہ ڈرائیو کر کے آیا تھا؟''۔

''پارکنگ لاٹ میں کوئی کار نہیں ملی''۔

''تو ممکن ہے وہ کسی کے ساتھ آیا ہو۔ پھر کسی بات پر اس کے ساتھی نے اسے شوٹ کیا اور کار لے کر واپس چلا گیا''۔ جیکی نے گویا کیس تیار کر لیا۔

''لیکن اگر یہ خودکشی ہے تو پھر یہ سوال اہم ہے کہ وہ یہاں پہنچا کیسے؟''۔

پولیس والا ایک لمحے کو ہچکچایا۔ پھر بولا: ''اس سلسلے میں ایک تھیوری ہے ہمارے پاس۔ دراصل اس کے کپڑے بری طرح بھیگے ہوئے ہیں۔ شبنم کی وجہ سے اس حد تک کپڑے نہیں بھیگ سکتے''۔

ایلکس کو اس کی بات سمجھنے میں چند لمحے لگے۔ ''تمہارا مطلب ہے کہ وہ تیر کر یہاں تک آیا تھا؟''۔

''ایسا ہی لگتا ہے''۔

''لیکن کیوں؟ اسے خودکشی ہی کرنی تھی تو تیر کر آنے کی کیا ضرورت تھی۔ ڈوب کر مر جاتا''۔

''ٹسل چینل سے یہاں تک زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔

لیکن اس سمت میں پل بھی موجود ہے۔ تیرنے کی کیا ضرورت تھی''۔ ایلکس نے اعتراف کیا۔ ''پھر وہ ایسا ہی نشے میں دھت تھا تو ویسے ہی تیرنا ناممکن تھا۔ ڈوب جانا یقینی تھا''۔

''یہ بھی تو ممکن ہے کہ شراب اس نے یہاں پہنچ کر چڑھائی ہو''۔ پولیس والے نے دلیل دی۔ ''اور پھر ایک چیز اور ہے''۔ اس نے اپنے ایک ماتحت سے کچھ کہا۔ ماتحت نے اسے کوئی چیز لا کر دی۔ پولیس مین نے پلاسٹک کی وہ تھیلی ایلکس کو دکھائی۔ ''تلاش کے بعد ہمیں یہ ہی ملی ہے''۔ ایلکس اور جیکی نے اس کا جائزہ لیا۔ پھر بات ایلکس کی سمجھ میں آئی۔ ''اوہ..... تو وہ اس میں اپنا ریوالور رکھ کر لایا تا کہ تیرنے کے دوران وہ بھیگ کر ناکارہ نہ ہو جائے''۔

''بالکل۔ اور وہ 22 کا ریوالور تھا''۔

پولیس والے نے اپنی نوٹ بک نکالی۔ ''میں نے اسے لفظ بہ لفظ نوٹ کر لیا ہے''۔ یہ کہہ کر اس نے عبارت پڑھ کر سنائی۔

''تمہارے پاس اصل نوٹ موجود ہے؟''۔ ایلکس نے پوچھا۔

''تم کون ہو بھئی؟''۔ عقب سے کسی نے اسے چونکا دیا۔

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ چھوٹے سے قد اور گٹھے ہوئے جسم کا جوان آدمی تھی۔ اس نے بیج دکھایا اور جیکی کا اس سے تعارف کرایا۔

اُس شخص نے بیج بے توجہی سے دیکھا اور بولا: ''میں ایف بی آئی کا اسپیشل ایجنٹ لائیڈ ہوں۔ سیکرٹ سروس کی نمائندگی کے لیے یہاں این آئی سی والے پہلے ہی موجود ہیں''۔

''ہم تو محض احکامات کی تعمیل کر رہے ہیں ایجنٹ لائیڈ''۔ ایلکس نے بے پروائی سے کہا۔ ''اور ایف بی آئی کو سمجھ لینا چاہیے کہ ہم اب محض ٹریژری سے تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ ہمارا تعلق ہوم لینڈ سیکورٹی سے ہے''۔

لائیڈ کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ کوئی سخت بات کہنے والا ہے۔ لیکن پھر اس نے بہت تیزی سے خود پر قابو پا لیا۔ ''تو ٹھیک ہے، بنتے رہو شرلاک ہومز۔ اس نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا''۔ ''وہ سامنے لاش موجود ہے۔ بس کسی چیز کو چھیڑنا مت''۔

''بہت شکریہ ایجنٹ لائیڈ، اور ہاں میں خودکشی کے نوٹ کے بارے میں پوچھ رہا تھا''۔

لائیڈ نے ایف بی آئی کے ایک اور ایجنٹ کو اشارہ کیا۔ وہ مطلوبہ نوٹ ان کی طرف لے آیا۔ ''یہاں کپڑوں اور دیگر چیزوں پر انگلیوں کے نشانات تلاش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مگر میرے خیال میں کچھ ملے گا نہیں۔ یہ صاف طور پر خودکشی کا کیس ہے''۔ ایجنٹ لائیڈ نے کہا۔

''کپڑوں پر سے نشان اٹھانا آسان نہیں ہوتا''۔ جیکی سمپسن نے کہا۔ ''البتہ اس کی جیکٹ پر ضرور نشانات مل سکتے ہیں، خاص طور پر اس صورت میں کہ وہ بھیگی ہوئی بھی ہے۔ رات کا موسم بھی نشانات کے اعتبار سے سازگار تھا''۔

''جو کچھ ہوگا، سامنے آ جائے گا''۔ ایجنٹ لائیڈ کے لہجے میں بے زاری تھی۔

''میرے خیال میں کپڑوں کو لیب میں لے جا کر میلا فیوم ان پر آزمانی چاہئے۔ مجھے معلوم ہے کہ ایف بی آئی لیب میں اس کا اہتمام ہے۔ جیکی نے کہا۔ پھر خودکشی کے نوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ''اور اسے ننہائیڈرویا ڈی ایف او اسپرے کے استعمال کے بعد ہیب چیمبرڈ کیا جائے تو جو کچھ بھی اس پر ہے سامنے آ جائے گا''۔

''مشورے کا شکریہ''۔ لائیڈ نے خشک لہجے میں کہا۔ لیکن یہ واضح تھا کہ وہ جیکی کی معلومات سے متاثر ہوا ہے۔

ایلکس بھی اب جیکی کو نظرِ احترام سے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ دوبارہ لائیڈ کی طرف متوجہ ہوا، جو جیکی کو گھور رہا تھا۔ ''پہلے تو اس بات کی تصدیق ضروری ہے کہ یہ تحریر مرنے والے ہی کی ہے؟''۔ وہ بولا۔

''یہ بات میں سمجھ سکتا ہوں''۔ لائیڈ نے چڑ کر کہا۔

''میں اس سلسلے میں سیکرٹ سروس کی لیب کی خدمات پیش کرتا ہوں''۔

''ایف بی آئی کی اپنی لیب کسی سے کم نہیں''۔

''لیکن ہمارے پاس نشانات ملانے کے لیے مکمل ریکارڈ بھی موجود ہے اور ایجنٹ لائیڈ، ہم ایک دوسرے کے حریف نہیں، حلیف ہیں''۔ یہ آخری بات ایجنٹ لائیڈ پر کسی قدر اثر انداز ہوئی۔ بلکہ چند لمحوں میں اس کا انداز بالکل ہی بدل گیا۔ ''میں تمہارے تعاون کے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں ایجنٹ فورڈ''۔

''تم مجھے ایلکس کہہ سکتے ہو، اور یہ جیکی ہے''۔

''شکریہ، میں ڈون ہوں۔ یہ تمہاری پیشکش قبول کرتے ہیں ایلکس۔ ایف بی آئی اس وقت دہشت گردی کے معاملات میں بری طرح گھری ہوئی ہے، تمہیں اس کی رسید البتہ ہمیں دینی ہوگی''۔ لائیڈ نے کہا۔

ایلکس نے رسید پر دستخط کر دیئے، پھر اسی نے پلاسٹک کو نڈ نوٹ کو غور سے دیکھا۔ چند لمحے بعد انہوں نے نوٹ جیکی کو تھما دیا۔

لائیڈ چلا گیا تھا۔ ایلکس دوبارہ پولیس والے کی طرف متوجہ ہوا۔ ''خودکشی کا محرک بھی سامنے آیا؟ ویسے سنا ہے کہ اس کی شادی ہونے والی تھی''۔ اس نے پولیس والے سے پوچھا۔

''میرے خیال میں تو شادی کرنا خود ہی خودکشی کی طرف بڑھنے کے مترادف ہے۔ یہ ایک محرک کم تو نہیں ہے''۔

اس جواب پر جیکی کے سوا تمام لوگ ہنس دیئے۔ جیکی کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ وہاں موجود کچھ لوگوں کو خودکشی کے امکان تک پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دے گی۔

لائیڈ پھر آ گیا تھا۔ ''تفتیش مکمل ہونے سے پہلے حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ لیکن قرائن سے یہ خودکشی کا کیس لگتا تھا''۔

''ایسے شواہد تو نہیں ملے، جو یہاں اور لوگوں کی موجودگی کی طرف اشارہ کرتے ہوں''۔ جیکی نے پوچھا۔

''ممکن ہے، رہے ہوں''۔ پولیس مین نے کہا۔ ''لیکن صبح لاش ملنے سے پہلے اسکول کے پچاس بچوں کی جزیرے پر یلغار کے نتیجے میں کچھ بھی نہیں بچا ہوگا۔ ویسے بھی آج صبح دھند بہت زیادہ تھی، بچے لاش سے ٹکراتے ٹکراتے بچے تھے۔ پھر وہ بری طرح ڈر کر اِدھر اُدھر بھاگے۔

''ایسے میں قدموں کے نشانات رہے بھی ہوں گے تو اس افراتفری میں مٹ گئے ہوں گے''۔

''یہ پیٹرک جانسن یہاں کس راستے سے پہنچا تھا؟''۔ ایلکس نے دریافت کیا۔

پولیس مین نے دائیں جانب اشارہ کیا۔ ''اگر وہ ٹسل چینل سے تیر کر آیا تھا تو وہ اسی راستے سے یہاں پہنچا ہوگا''۔

''ہم ساحل کے آس پاس اُس کی کار تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں''۔ لائیڈ نے کہا۔ ''وہ بیتھسڈا، میری لینڈ میں رہتا تھا۔ تو وہ کار میں ہی آیا ہو گا، اور تیرنے سے پہلے اس نے کار کہیں کھڑی کی ہوگی۔ کار مل جائے تو یہ سمجھ میں آ جائے گا کہ وہ کس مقام پر پانی میں اترا تھا''۔

ایلکس نے ورجینیا کی سمت دیکھا۔ ''اگر وہ ٹسل چینل سے تیر کر آیا تھا تو پارکنگ لاٹ وہ واحد مقام ہے، جہاں اس کی کار موجود ہونی چاہئے''۔

''لیکن کار وہاں نہیں ملی''۔ پولیس مین نے کہا۔ ''اب یہ تو ممکن نہیں کہ کوئی خود آ کر اسے یہاں چھوڑ گیا ہو''۔

''یہاں پولیس کی بوٹ بھی تو گشت کرتی ہے''۔ جیکی سمپسن نے کہا۔

''ہاں۔ رات وہ اس طرف ہی آئے تھے، لیکن دھند بہت گہری تھی۔ وہ کچھ دیکھ نہیں سکے''۔ لائیڈ نے بتایا۔ ''پانی میں کسی تیرنے والے کو دیکھنا تو عام حالات میں بھی آسان نہیں ہوتا''۔

''میڈیکل ایگزامنر کا کہنا ہے کہ لگ بھگ بارہ گھنٹے ہو چکے ہیں''۔

''اس نے روزویلٹ آئی لینڈ کا ہی انتخاب کیوں کیا؟''۔

''ممکن ہے، وہ روزویلٹ کے پرستاروں میں سے ہو۔ ویسے یہ جگہ سنسان ہی ہے، اور پُرسکون بھی، مداخلت سے محفوظ''۔ لائیڈ نے این آئی سی کے ایجنٹوں کو بدمزگی سے دیکھا، پھر دوبارہ ایلکس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ''ہمیں این آئی سی والوں سے سوال کرنے ہوں گے..... خاص طور پر یہ سوال کہ پیٹرک جانسن کی خودکشی کا کیا سبب ہو سکتا ہے۔ اگر ہمیں اس سوال کا جواب مل جائے تو شاید.....''۔

''تمہارا مطلب ہے کہ پیٹرک این آئی سی میں رہتے ہوئے کوئی ایسا کام کر رہا تھا، جو اسے نہیں کرنا چاہیے تھا''۔

''یہ میں کیسے کہہ سکتا ہوں، جب کہ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ این آئی سی والے کرتے کیا ہیں۔ لائیڈ نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

''آؤ، ہم بھی چلیں''۔ ایلکس نے جیکی کو ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ لاش کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اچانک اسے خیال آیا تو اس نے جیکی سے کہا۔ ''یہ منظر دیکھ کر تمہاری طبیعت بگڑے گی تو نہیں؟''۔

''میں الاباما میں ہومی سائیڈ ڈیپارٹمنٹ میں تھی''۔ جیکی نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔ ''میں نے گن شاٹس کے زخم بھی بہت دیکھے ہیں اور لاشیں بھی''۔

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ الاباما میں اتنے قتل ہوتے ہیں''۔

لاش کے پاس پہنچ کر وہ رک گئے۔ ایلکس نے جھک کر پیٹرک کا ہاتھ اٹھایا۔ اس میں اکڑن بے حد واضح تھی، اور آستین بری طرح گیلی ہو رہی تھی۔ لاش کے کانوں، ناک اور دہانے کے پاس سوکھے ہوئے خون کی پپڑیاں تھیں۔

''سر کے نچلے حصے کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔ جیکی نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔ ''گولی سر کے عقب میں بالائی حصے کے قریب موجود ملے گی کیونکہ 22 استعمال کیا گیا ہے تو یہ یقینی ہے کہ اس نے ریوالور اپنے حلق میں بہت دور تک ٹھونسا ہوگا''۔

''آستین پر کچھ خون ہے۔ لیکن سیدھے ہاتھ پر خون کا محض ایک قطرہ گرا ہے''۔ ایلکس نے تبصرہ کیا۔ ''یہ بات حیران کن ہے''۔

''بے شک۔ لیکن گولی اندر ہی رہ جائے تو بعض اوقات جریان خون بہت کم ہوتا ہے''۔

''ٹھیک کہہ رہی ہو تم''۔ ایلکس نے کہا۔ پھر پولیس مین سے پوچھا۔ ''ریوالور اور خودکشی کا نوٹ کہاں پایا گیا''۔

''ریوالور لاش کے دائیں جانب پڑا تھا جب کہ نوٹ جیکٹ کی داہنی جیب میں تھا''۔

ایلکس اندر جا رہا تھا کہ گردن میں درد کے ایک شدید جھٹکے نے اسے ہلا ڈالا۔ جیکی نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''خیریت؟''۔

''یہ درد ایک پرانے زخم کی یادگار ہے''۔ ایلکس نے کہا۔ ''اچھا، یہ بتاؤ، تمہارا الاباما کا تجربہ کیا کہتا ہے''۔

جیکی نے کندھے جھٹک دیئے۔ ''عموماً موت کے اسباب کے بارے میں پہلا تجزیہ ہی درست ثابت ہوتا ہے''۔

''میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ یہ بتاؤ، تمہاری چھٹی حس کیا کہتی ہے''۔

''میرے خیال میں کوئی حتمی نتیجہ اخذ کرنے سے پہلے مکمل تفتیش بہت ضروری ہے اس معاملے میں۔ کیونکہ کبھی کبھی ابتدائی تجزیے گمراہ کن بھی ثابت ہوتے رہے ہیں''۔ اس نے سر سے این آئی سی والوں کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ لوگ تعاون کرنے والے نہیں لگتے''۔

ایلکس نے غور سے ان لوگوں کو دیکھا۔ این آئی سی وہ محکمہ تھا، جو سی آئی اے اور این ایس اے سے بڑھ کر سرّیت کے ان جانے پردوں میں نہاں تھا اور اس محکمے کے اختیارات کی کوئی حد نہیں تھی۔ وہ اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ کسی ایک ادارے کے پاس بھی اختیارات کا ارتکاز اچھے نتائج نہیں لاتا۔ آمریت صرف افراد کی نہیں ہوتی، اداروں کی بھی ہوتی ہے''۔

''تمہارا کیا خیال ہے؟''۔ جیکی نے اس سے پوچھا۔

ایلکس چند لمحے زمین کو دیکھتا رہا، پھر اس نے سر اٹھایا۔ ''میرے خیال میں یہ آسانی سے جان چھوڑنے والا کیس نہیں ہے۔ اور اپنے کیریئر کے اس آخری حصے میں ایسا کیس مجھے اچھا نہیں لگ رہا ہے''۔

وہ دونوں جزیرے سے رخصت ہو رہے تھے کہ این آئی سی کے دو ایجنٹ ان کی طرف بڑھے۔ ان میں ایک دراز قامت اور سنہرے بالوں والا تھا۔

اس نے کہا۔ ''تم دونوں کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے نا؟''۔

''ہاں، میں ایجنٹ فورڈ ہوں اور یہ میری ساتھی سمپسن، فرام ڈبلیو ایف او''۔

''میں ٹائیلر رنگے ہوں اور یہ وارن پیٹرز ہے۔ ہمارا تعلق این آئی سی سے ہے۔ پیٹرک جانسن کیونکہ ہم سے بھی تعلق رکھتا تھا اور تم سے بھی، اس سے لیے بہتر ہوگا کہ ہم مل کر کام کریں''۔

''ابھی تو کوئی کام ہوا ہی نہیں ہے''۔ ایلکس نے کہا۔ بہرحال جوابی تعاون کا امکان ہو تو میں تعاون سے پیچھے نہیں ہٹتا''۔

ٹائیلر مسکرایا۔ ''یہی تو اصول ہے اس کھیل کا''۔

''پیٹرک جانسن جن لوگوں کے ساتھ کام کرتا تھا، میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں، تم اس سلسلے میں میری مدد کر سکتے ہو؟''۔

''بالکل کر سکتے ہیں''۔ وارن بولا ''یہ بتاؤ تم این آئی سی میں کسی کو جانتے ہو؟''۔

''تم پہلے دو افراد ہو، جنہوں نے این آئی سی سے تعلق کا اعتراف کیا ہے''۔

اس تبصرے پر ان دونوں کے انداز سے ناگواری جھلکنے لگی۔

''یہ میرا کارڈ رکھو''۔ ایلکس نے ان کی طرف کارڈ بڑھایا۔ ''کوئی سیٹنگ بن جائے تو مجھے بتا دینا''۔ پھر اس نے جیکی کے ہاتھ میں دبے نوٹ کی طرف اشارہ کیا۔ ''ہم فی الحال پہلے یہ تصدیق کریں گے کہ یہ نوٹ پیٹرک جانسن ہی کا لکھا ہوا ہے''۔

''دراصل میں اس نوٹ کے ہی سلسلے میں تم سے بات کرنا چاہتا تھا''۔ وارن نے کہا۔ ''ہمارے ہاں ہینڈ رائٹنگ ایکسپرٹ بہت ہیں۔ وہ منٹوں میں اس کا پتہ چلا لیں گے''۔

''یہ کام ہمارے ہاں بھی منٹوں ہی کا ہے''۔

''لیکن ہمارے پاس پیٹرک کی تحریر کے سیکڑوں نمونے ہیں۔ میں تو صرف کام کی رفتار بڑھانے کی خاطر یہ پیش کش کر رہا ہوں''۔

''یہ نوٹ ہومی سائیڈ میں شامل تفتیش ہے''۔ جیکی نے مداخلت کی۔ ''اس پر میڈیکل ایگزامنر اعتراض بھی کر سکتا ہے۔ یہ نوٹ ایف بی آئی کے سیکرٹ سروس کو دینا اور بات ہے۔ ہم لوگ تو حلف یافتہ اراکین ہیں''۔

''درحقیقت ہم بھی حلف یافتہ ہی ہیں''۔ ٹائلر نے جلدی سے کہا۔ ''بلکہ میں تو اس سلسلے میں میڈیکل ایگزامنر سے بات بھی کر چکا ہوں کہ یہ معاملہ نیشنل سیکورٹی کا بھی ہو سکتا ہے۔ اسے کوئی اعتراض نہیں ہے، بشرطیکہ یہ محفوظ رہے، ضائع نہ ہو''۔

''مجھے یقین ہے کہ تمہاری بات سن کر وہ دہل گیا ہوگا''۔ ایلکس نے کہا، پھر چند لمحے کے غور و فکر کے بعد اس نے کندھے جھٹک دیئے۔ ''ٹھیک ہے۔ نتائج سے ہمیں آگاہ کرنا اور ہاں، اس پر انگلیوں کے نشانات بھی ضرور تلاش کرنا''۔

کاغذی کارروائی کی تکمیل کے بعد نوٹ ان دونوں کو دے دیا گیا اور وہ چلے گئے۔

''کیا خیال ہے تمہارا؟''۔ جیکی نے ایلکس سے پوچھا۔

''میرا خیال ہے کہ اپنے آفس پہنچتے ہی وہ میرے کارڈ کو ڈسٹ بن میں پھینک کر ہمیشہ کے لیے بھول جائیں گے''۔

''تو پھر تم نے انہیں نوٹ کیوں دیا؟''۔

''اب ہومی سائیڈ کی ایک اہم شہادت ان کی تحویل میں ہے۔ اس بہانے ہم خود این آئی سی کے دفتر جا کر صورتِ حال کا جائزہ لے سکتے ہیں''۔

☆☆☆

کارٹر گرے صبح ساڑھے چھ بجے اٹھا۔ 45 منٹ بعد وہ این آئی سی کی بلڈنگ میں تھا۔ این آئی سی کی لابی میں بلیک اینڈ وائٹ فوٹوز کی ایک سیریز تھی، جو وہاں کام کرنے والے ہر روز دیکھتے تھے۔ ان میں سے ایک تصویر میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے دہکتے ہوئے ٹاورز تھے۔ اس کے برابر میں اس خالی جگہ پر ملبے کے ڈھیر کی تصویر تھی، جہاں کبھی ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی عمارت ہوا کرتی تھی۔ تیسرے فوٹو میں پنٹاگون کا منظر تھا، جس سے 11 ستمبر 2001ء کو جہاز ٹکرایا تھا۔ چوتھی تصویر میں پنسلوانیا کا وہ مقام تھا، جہاں یونائیٹڈ ائیر لائنز کا جہاز تباہ ہوا تھا۔ اس کے بعد وائٹ ہاؤس کی تصویر تھی، جسے آر پی جی سے نشانہ بنایا گیا تھا۔ جہاں دو بم گرائے گئے تھے اور وائٹ ہاؤس کا ایسٹ روم بال بال بچا تھا۔ تصویر میں زخمی اور سیاہ دیوار نمایاں تھی۔ اس کے برابر میں اوکلاہاما سٹی کے دھماکے کا منظر تھا۔

وہ متحرک تصویریں تھیں، خوفناک تصویریں، جو سیریز مکمل کرنے کے بعد لابی کی ایک دیوار سے دوسری دیوار پر منتقل ہو جاتی تھیں۔ بیشتر لوگوں کے نزدیک آخری تصویر سب سے زیادہ بھیانک تھی۔ کیونکہ اس واقعہ میں مرنے والے تمام لوگ سولہ سال سے کم عمر تھے۔ وہاں خودکش بمباروں نے امریکا کے سب سے اچھے اسکول میں ہونے والی تقسیم اسناد کی تقریب کے دوران خود کو اڑا دیا تھا۔

''انہیں کبھی نہ بھولنا''۔ کارٹر اپنے ایجنٹوں کو لیکچر دیتے ہوئے ہمیشہ کہا کرتا تھا۔ ''اور یہ بھی یاد رکھنا کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ آئندہ کبھی اس طرح کے واقعات رونما نہ ہوں''۔

این آئی سی میں غیر سرکاری طور پر اس بات کا حساب رکھا جاتا تھا کہ انہوں نے امریکا میں اور امریکا سے باہر دہشت گردی کے کتنے حملے ناکام بنا کر کتنی جانوں اور کتنی املاک کو بچایا ہے۔ انسانی جانوں کے معاملے میں اب تک یہ تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ دن میں 93 ہزار امریکی اور 31 ہزار غیر ملکی تھے اور جو املاک بچائی گئی تھیں، ان کی مالیت کا تخمینہ سو بلین ڈالر سے متجاوز تھا۔ انٹیلی جنس کے اعلیٰ ترین حلقوں کے علاوہ کسی کو ان اعداد و شمار کا علم نہیں تھا۔ امریکی عوام کو خاص طور پر اس سے بے خبر رکھا گیا تھا۔ انہیں اگر پتہ چل جاتا کہ تقریباً کامیاب دہشت گردی کی کارروائیوں کی کیا تعداد ہے تو شاید وہ اپنے گھروں سے نکلنا ہی چھوڑ دیتے''۔

کارٹر لفٹ کے ذریعے اسی منزل پر پہنچا، جہاں وہ رات گیا تھا، لیکن اس بار کمرا مختلف تھا۔ اسی کمرے میں ایک بڑی میز کے گرد پانچ مرد اور دو عورتیں بیٹھی تھیں۔

کارٹر نے بیٹھتے ہی سامنے رکھے لیپ ٹاپ کو کھول۔ ''رات کے نتائج کیا ہیں؟''۔ ''العمیری نے تعاون سے انکار کر دیا ہے''۔ اس کے ایک معاون نے بتایا۔

''مجھے یہ سن کر حیرت نہیں ہوئی''۔ کارٹر نے کہا۔

''اس کے بچے کے بارے میں کیا حکم ہے جناب؟''۔

''کچھ نہیں، بچے کو اس کی ماں کے پاس رہنے دو۔ ماں باپ، دونوں سے محروم ہونا بڑی بدنصیبی ہوتی ہے''۔

''میں سمجھ گیا سر، معاون نے کہا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ جملہ درحقیقت العمیری کے لیے سزائے موت کا اعلان ہے''۔

''تمہارے پاس ایک ہفتے کی مہلت ہے۔ اس عرصے میں العمیری سے جو معلومات اگلوا سکتے ہو، اگلوا لو''۔ کارٹر نے کہا۔

''جی بہتر''۔ عورتوں میں سے ایک بولی۔

''اور وہ نازی، رونالڈ ٹائرس؟''۔ کارٹر نے پوچھا۔

''ہم نے اس کی ڈی بریفنگ شروع کر دی ہے''۔

''اور دیگر افراد؟''۔

''کنگ لوک نے ہمیں ایک نئے آتش گیر مادے کے بارے میں مصدقہ اطلاع فراہم کی ہے۔ ائیر پورٹ پر موجود ایکس رے مشینیں بھی اس مارٹ کی نشان دہی نہیں کر سکتیں۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ مادہ آئندہ ہفتے لاس اینجلز میں پہنچایا جائے گا''۔

''اس کی موجد اس کے خریدار اور مالی امداد فراہم کرنے والوں کے بارے میں مکمل معلومات مہیا کرو''۔

''اوکے سر''۔

''اور لوگوں کی کیا خبر ہے''۔

''ان میں سے کوئی تعاون پر آمادہ نہیں ہے''۔ معاون نے کہا، پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ ''ان کے لیے وہی معمول کی حکمت عملی؟''۔

اس کمرے میں موجود تمام افراد کبھی نہ کبھی، کسی نہ کسی حیثیت میں کارٹر گرے کے ساتھ کام کر چکے تھے۔ وہ سبھی اس سے مرعوب تھے۔ انہوں نے باہم اجتماعی طور پر ایسے فیصلے کیے تھے اور ان پر عمل درآمد بھی کیا تھا، جو غیر قانونی تھے، بلکہ بعض اوقات تو وہ اخلاقی اعتبار سے بھی سخت قابلِ مذمت تھے۔

ان اعلیٰ تعلیم و تربیت یافتہ لوگوں نے پچھلے چند برسوں میں ایسے بے شمار لوگوں کو ڈھونڈ کر قتل کیا تھا، جنہیں امریکا کا دشمن سمجھا جاتا تھا۔ کارٹر گرے کے حکم کی تعمیل ان کا فرض تھا۔

''نہیں، انہیں چھوڑ دو۔ لیکن ان پر نظر رکھو۔ اور بڑی راز داری کے ساتھ یہ خبر پھیلا دو کہ انہوں نے سب کچھ اگل دیا ہے''۔

''لیکن اس کے نتیجے میں وہ اپنے ہی ساتھیوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے''۔ دوسری عورت بولی۔

''اور جب وہ قتل کیے جائیں تو اس کی فلم بنا لو۔ اس کے زور پر ہم ان قاتلوں کو اپنے ساتھ تعاون پر مجبور کریں گے''۔ کارٹر گرے نے کہا۔

''اور دہشت گردوں کے ہاتھوں مارے جائیں تو یہ خبر نہیں کہلاتی۔ سب سے بڑی بات یہ کہ خون خرابا ہمارے سر نہیں ہوگا۔ سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی''۔

''ٹھیک ہے سر''۔

یہ بات کارٹر گرے نے جس سے کہی تھی، وہ اس گروپ کا سب سے کم عمر رکن تھا۔ لیکن کئی اعتبار سے فیلڈ ورک میں اس کا تجربہ اپنے سینئرز سے زیادہ تھا، وہ ٹام ہیملنگ وے تھا۔ این آئی سی میں تیزی سے ابھرتا ہوا ایک اسٹار، مشرقِ وسطیٰ کے معاملات میں ادارے کا ماہر ترین فرد۔ اس کا کافی اثر و رسوخ تھا۔ کیونکہ اپنی زندگی کے ابتدائی بیس برس اس نے اپنے باپ کے ساتھ وہاں گزارے تھے۔ اس کا باپ چین اور اردن میں امریکا کا سفیر رہا تھا۔ کچھ عرصہ وہ سعودی عرب میں بھی رہا تھا۔ مگر پھر دوبارہ اسے چین بھیج دیا گیا۔

باس کے ساتھ سفر کرنے کی وجہ سے وہ امریکی انٹیلی جنس میں واحد آدمی تھا، جو چینی، عربی، فارسی اور عبرانی زبانیں روانی سے بولتا تھا۔ قرآن اس نے عربی میں پڑھا تھا، مسلمانوں کو اس سے بڑھ کر کوئی امریکی نہیں جانتا تھا۔ جسمانی اور ذہنی صلاحیتیں اور اہلیتیں اس پر مستزاد تھیں۔ جاسوسی کی اس میں خداداد صلاحیت تھی۔ ایسے میں یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی کہ بہت تیزی سے ترقی کر کے وہ کارٹر گرے کے قریبی ساتھیوں میں آ پہنچا تھا۔

ٹام نے اپنے کمپیوٹر پر ایک بٹن دبایا۔ سامنے والی دیوار پر موجود اسکرین روشن ہو گئی۔ پھر اسکرین پر مشرقِ وسطیٰ کا تفصیلی نقشہ ابھر آیا۔

''اس نقشے میں روشن دار نقطے ان مقامات کی نشان دہی کر رہے ہیں، جہاں سی آئی اے اور این آئی سی نے دہشت گرد تنظیموں میں اپنے جاسوس داخل کر دیئے ہیں۔ اب ہمیں ان سے بہتر نتائج کی امید رکھنی چاہیے''۔

''مقامی لوگوں کے بغیر بات نہیں بن سکتی۔ امریکی تو یورپی لوگوں پر اعتبار نہیں کر سکتے، وہاں تو عربی بولنے والوں کی ضرورت ہے''۔ میٹنگ میں موجود ایک شخص نے اعتراف کیا۔

''بلکہ وہ ہمارے ایجنٹوں کو ہمارے خلاف استعمال کر سکتے ہیں''۔ دوسرا بولا۔

''ہمیں غلط معلومات فراہم کرے''۔ عورتوں میں سے ایک نے وضاحت کی۔

''مجبوری ہے۔ ہمارے ایجنٹوں کی عربی سیکھنے کی رفتار بہت سست ہے''۔ کارٹر نے کہا۔ ''اور ان کی تیاری کے انتظار میں ہم ہاتھ پر ہاتھ دھر کے نہیں بیٹھ سکتے۔ ''پھر وہ ٹام کی طرف مڑا۔ ''اس وقت ہمارے جانی نقصان کی کیا پوزیشن ہے؟''۔

''اوسطاً ماہانہ دو ایجنٹ مارے جا رہے ہیں''۔ ٹام نے کہا۔ ''لیکن بغیر خطرہ مول لیے کچھ حاصل بھی نہیں ہوتا''۔

یہ بات کارٹر گرے بھی جانتا تھا۔ لیکن دہشت گرد جاسوسوں کا نہ صرف سر قلم کرتے تھے، بلکہ ان کی فلم بنا کر میڈیا پر چلواتے بھی تھے۔ ان کی یہ حکمتِ عملی بہت کامیاب تھی۔ اس سے ایجنٹوں کے حوصلے پست ہوتے تھے۔

''لیکن آپ حقیقی محاذ کا جائزہ لیں تو اوسطاً بیس افراد روز مارے جاتے ہیں۔ ٹام نے کہا۔ ''ہم دو افراد ماہانہ کی قربانی دے کر جنگ کو مختصر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ بہت سستا سودا ہے۔ اسلحے کے زور پر کھلی جنگ تو ہم جیت ہی نہیں سکتے۔ ہماری کامیابی کا انحصار ہماری انٹیلی جنس کی کامیابی پر ہی ہے''۔

''ایسا تو نہیں۔ اب دیکھ لیں کہ عراق میں جمہوری حکومت قائم ہو گئی ہے۔ ایک رکن نے کہا۔ ''خودکش بمباروں اور بم دھماکوں کے باوجود لوگوں نے گھر سے نکل کر ووٹ ڈالے۔ پھر لبنان، کویت، افغانستان اور مراکش میں بھی ہمیں کامیابی ہوئی ہے۔ درحقیقت مسلم ممالک میں جمہوریت کا فروغ ہو رہا ہے۔ تو ایک طرح کا معجزہ ہے، جس پر ہم اور مسلمان بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں''۔

ٹام نے کارٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''صرف عراق میں الیکشن کے انعقاد پر نصف ٹریلین ڈالر خرچ ہوئے۔ اگر یونہی ہم جمہوریت پھیلاتے رہے تو پانچ سال کے اندر دیوالیہ ہو جائیں گے۔ پھر دوسرے زاویے سے دیکھیں۔ کردوں نے آزادی کا اعلان کیا تو وہ عراق کے لیے تکلیف دہ تھا۔ اور عراق میں شیعہ سنی مسئلہ الگ ہے۔ بعث پارٹی کے جلاوطن لیڈر بھی کارگزاریوں میں مصروف ہیں۔ عراق اور افغانستان میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ جمہوریت امن کی ضمانت نہیں اور سنا ہے کہ عراقی حکومت کا بعث پارٹی سے معاہدہ ہونے والا ہے۔ عراقی حکومت امریکی فوج کے انخلا کا مطالبہ کرے گی، تا کہ اسی کے بعد بعث پارٹی کے تعاون سے طالبان اسٹائل کے بنیاد پرستوں کو شکست دے سکیں۔ یوں دیکھیں تو عراق پہلے سے بھی زیادہ خطرناک ہو جائے گا۔ یہ خطہ مزید دہشت گرد فراہم کرے گا، جو بالآخر ہم پر بھی حملہ کریں گے۔ تو اتنی دولت خرچ کر کے اور اتنی جانی قربانیاں دے کر ہم نے حاصل کیا کیا؟ تو سوچیے''۔

''اب تو میں بھی سمجھتا ہوں، اور یہ ہوگا بھی''۔ کارٹر گرے نے کہا۔ ''لیکن ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں؟''۔

''جمہوریت ہمارے مسائل کا حل نہیں، ٹام نے کندھے جھٹکے۔ ''مغربی جمہوریت میں ریاست اور مذہب جدا جدا ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو یہ نظریہ قبول نہیں ہو سکتا''۔

''دیکھو ٹام، اس ملک کی خارجہ پالیسی ہم نہیں بناتے''۔

''مگر نشان دہی تو کرنی چاہیے ہمیں۔ دہشت گردی کے علاوہ ایٹمی جنگ کا ہوا بھی ہمارے سر پر کھڑا ہے۔ شمالی کوریا کا معاملہ کوئی مذاق نہیں ہے''۔

''میں جانتا ہوں، دنیا کی تیسری بڑی فوج کی کمان ایک پاگل کے ہاتھ میں ہے۔ ہم بھی ان کے نشانے پر ہیں۔ اور جس رفتار سے وہ جعلی ڈالر دنیا میں پھیلا رہے ہیں، وہ بھی کم تباہ کن نہیں۔ اس سلسلے میں تفصیلی رپورٹ اور تجاویز 24 گھنٹے میں پیش کی جائیں۔ اب مجھے نارکوٹکس کے بارے میں بتاؤ''۔

ٹام نے اپنے کمپیوٹر پر ایک اور بٹن دبایا۔ اسکرین پر منظر تبدیل ہو گیا۔ ''مڈل ایسٹ کے دہشت گرد اور مشرقِ بعید کے ڈرگ ڈیلرز مل کر کام کر رہے ہیں۔ اب روس کے تسلط سے آزاد ہوئی ریاستیں بھی ان کے ساتھ شامل ہو رہی ہیں۔ یہ خدشہ ہے کہ اب امریکا میں اسمگل ہونیوالی ہیروئن ریڈیو ایکٹیو بھی ہو سکتی ہے''۔

''کسی عجیب بات ہے کہ مسلمان شراب کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور منشیات کی تجارت کرتے ہیں''۔ شرکا میں سے ایک نے تبصرہ کیا۔

مزید دو گھنٹے تک مقامی دہشت گردوں کے بارے میں بریفنگ جاری رہی۔ اس دوران ایک عورت اٹھ کر باہر گئی تھی۔ وہ ایک فائل لے کر واپس آئی اور وہ فائل اس نے کارٹر کے سامنے رکھ دی۔

کارٹر نے فائل کے چار صفحات کو دو منٹ تک بڑی توجہ سے پڑھا۔ پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بہت ناخوش نظر آ رہا تھا۔ ''یہ واقعہ گزشتہ رات کا ہے، صبح پونے نو بجے سے پولیس اور ایف بی آئی اس پر کام کر رہی ہیں، اور مجھے اس کی اطلاع اب ملی ہے''۔

''اس کا مطلب ہے کہ اسے اتنی اہمیت نہیں دی گئی ہوگی''۔

''یہ پیٹرک جانسن کون تھا؟''۔ کارٹر نے پوچھا

''ایک تجزیہ نگار......''۔

''یہ تو مجھے بھی معلوم ہے''۔ کارٹر نے جھنجلا کر کہا: ''یہ سب اس رپورٹ میں لکھا ہے، جو مجھے ابھی پیش کی گئی ہے۔ اس سے قطع نظر اس کی موت کی حقیقی نوعیت کیا ہے، یہ پتا چلنا چاہیے کہ کیا اس کا تعلق کسی طور پر بھی اس کے کام سے ہے''۔

''ایف بی آئی چھان بین کر رہی ہے جناب''۔

''اس سے مجھے سکون حاصل نہیں ہوگا۔ ہمارے آدمی بھی وہاں موجود ہیں یا نہیں۔ یہ رپورٹ اس بارے میں کچھ نہیں بتاتی''۔

''جی ہاں سر۔ ہمارے آدمی بھی صورتِ حال پر نظر رکھے ہوئے ہیں''۔

''مجھے ایک گھنٹے کے اندر اس پیٹرک جانسن کی لائف ہسٹری درکار ہے''۔

فائل لانے والی عورت لپک کر کمرے سے نکلی۔ اس کے جانے کے بعد کارٹر گرے بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ ایک اور کانفرنس روم کی طرف جا رہا تھا۔ جہاں سی آئی اے، این ایس اے اور ہوم لینڈ سیکورٹی والے اس کے منتظر تھے۔

ایک گھنٹے بعد وہ اپنے کمرے داخل ہوا۔

اس کے کمپیوٹر سے آواز آئی تو اس نے ایک بٹن دبایا۔ مانیٹر اسکرین پر پیٹرک جانسن کی لائف ہسٹری نمودار ہوئی۔ وہ پڑھنے لگا۔

اس کے انداز میں دلچسپی تھی، جو بڑھتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

لائبریری آف کانگریس کے نایاب کتابوں کے سیکشن میں آٹھ لاکھ سے زائد قیمتی کتب موجود ہیں۔ ان میں بڑی تعداد میں قلمی نسخے بھی ہیں۔ ان کتابوں کو باہر لے جانے کی اجازت نہیں۔ صرف وہیں بیٹھ کر انہیں پڑھا جا سکتا ہے۔

ریڈنگ روم میں عام لوگ بھی آ سکتے ہیں۔ لیکن سیکورٹی کے انتظامات بہت سخت ہیں۔ کلوز سرکٹ کیمروں کی مدد سے چوبیس گھنٹے، بلاتوقف اس کی نگرانی کی جاتی ہے، اور وہ بھی ٹائم کے ساتھ۔ کلرک پڑھی جانے والی کتابوں پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ بہت خاص کتابیں آہنی کمرے میں رکھی جاتی ہیں اور انہیں عام لوگوں کے لیے نکالا بھی نہیں جاتا اور کسی خاص الخاص آدمی کے لیے کوئی کتاب نکالی بھی جائے تو وہ صرف منتخب صفحہ چھوئے بغیر پڑھتا ہے، اور اس دوران کلرک اس کے سر پر سوار رہتا ہے۔

اس کمرے میں کوئی بیگ، کوئی نوٹ بک حتیٰ کہ قلم اور کاغذ لانے کی بھی اجازت نہیں۔ پڑھنے والا یاد رکھ سکے تو رکھ لے، لیکن اسے ایک لفظ نقل کرنے کی بھی اجازت نہیں۔

وہ لائبریری کا سب سے خوب صورت اور پُرسکون کمرا تھا۔ اولیور اسٹون کو وہاں گھستے ہی سکون کا احساس ہوا۔

کیلب شاہ اپنی ڈیسک پر مصروف تھا۔ وہ بہت سے ادوار پر ایکسپرٹ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کا عہدہ ریفرنس ایکسپرٹ کا تھا۔

اور وہ اسکالرز کو ضروری مدد اور تعاون پیش کرتا تھا، جو کسی موضوع پر ریسرچ کر رہے ہوتے تھے۔

کیلب نے اولیور کو دیکھا تو کام چھوڑ کر اٹھا اور اس کی طرف بڑھا۔ ''تم نے ٹھیک کہا تھا اولیور''۔ اس نے پرجوش لہجے میں کہا۔ ''اگر تم نے مجھے بتا نہ دیا ہوتا تو میں تمہیں کبھی پہچان نہ پاتا''۔

''مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے''۔ اولیور نے ایک سیکورٹی کیمرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''لگتا ہے، یہاں سیکورٹی بہت سخت ہے''۔

''وہ تو ہونی ہی ہے۔ یہاں جو کتابیں ہیں، ان کی مالیت کا تو اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا ہے۔ حفاظتی انتظامات بھی ایسے ہیں کہ سنو تو یقین نہ آئے''۔

''کوئی کتاب اِدھر اُدھر ہو جائے تو جب تک مل نہیں جاتی، کوئی اس کمرے سے نکل نہیں سکتا۔ کتابیں خریدنے والے افراد کی ڈیٹا بیس تک رسائی ممکن نہیں۔ اور جن کی ڈیٹا بیس تک رسائی ہے، انہیں کتابیں خریدنے کا اختیار نہیں''۔

''تو ایسے میں کوئی کتاب غائب کیسے ہو سکتی ہے؟''۔

وہ دونوں کیفے ٹیریا میں پہنچے۔ وہاں انہوں نے اپنے لیے لنچ خریدا اور باہر ایک پکنک ٹیبل پر آ بیٹھے۔

اولیور نے اپنا سینڈوچ ختم کیا اور کیلب کی طرف جھکا۔ ''پیٹرک جانسن کے بارے میں کچھ معلوم کیا تم نے؟''۔

''سرکاری ڈیٹا بیس چیک کیا تھا۔ اس میں تو کچھ نہیں ملا۔ اور گہری پڑتال کے لیے سیکورٹی کلیئرنس درکار ہوتی ہے۔ اس پن کی وجہ سے تمہارا خیال تھا کہ اس کا تعلق سیکرٹ سروس سے رہا ہوگا۔ اگر یہ درست ہے تو یہ میری رسائی سے دور ہے۔ ایسے معاملات ایک لائبریرین کی رینج میں نہیں آتے''۔

''ایک اور بات۔ سیکرٹ سروس کا ایک ایجنٹ میرا واقف کار ہے۔ ایلکس فورڈ نام ہے اس کا۔ وہ رات مجھے ڈھونڈتا ہوا میرے خیمے تک آیا تھا''۔

''کل رات؟ تمہارے خیال میں اس بات کا رات والے معاملے سے کوئی تعلق ہے؟''۔ کیلب نے پوچھا۔

''لگتا تو نہیں۔ کیونکہ وہ قتل کی واردات سے پہلے آیا تھا۔ اس کے باوجود مجھے تشویش ہے''۔

کیلب کے موبائل فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے جیب سے سیٹ نکال کر کال ریسیو کی۔ وہ بہت توجہ سے سن رہا تھا۔ کال ختم ہوئی تو اس نے کہا۔

''ملٹنٹ کا فون تھا۔ وہ سیکرٹ سروٹ کے ڈیٹا بیس میں گھس گیا ہے''۔

اولیور کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ''کمال ہے۔ اتنی جلدی!''۔

''کمپیوٹر کے میدان میں ملٹن کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اگر وہ انٹرنیٹ پر غیر قانونی کام کرنے لگے تو چند روز میں لکھ پتی بن جائے۔ تین سال پہلے اس نے پنٹاگون کو ہیک کر لیا تھا''۔

''کیوں؟''۔

''اسے شبہ تھا کہ وہ ہمارے چند شہروں پر ایٹمی حملہ کر کے اسے دہشت گردوں کے کھاتے میں ڈالنے کا ارادہ رکھتے ہیں، تا کہ مسلمانوں کے خلاف بھرپور جنگ شروع کر سکیں''۔

''بات تو دل کو لگتی ہے''۔ اولیور نے کہا۔ ''خیر یہ بتاؤ، پیٹرک جانسن کے بارے میں اسے کچھ معلوم بھی ہوا؟''۔

''وہ این آئی سی میں ڈیٹا مینجمنٹ سپروائزر کی حیثیت سے کام کرتا تھا''۔

''این آئی سی کا مطلب ہے کارٹر گرے''۔

''ظاہر ہے''۔

اولیور اٹھ کھڑا ہوا۔ ''تم روبن اور ملٹن کو فون کر کے آج رات کے لیے تیار رہو۔ اور وہاں، تمہاری کار کی ضرورت پڑے گی ہمیں۔ تم مجھے پرانی جگہ سے پک کر لینا۔ روبن سے کہنا کہ وہ ملٹن کے گھر پہنچ جائے۔ جہاں ہم جا رہے ہیں، وہ جگہ ملٹن کے گھر سے قریب ہی ہے''۔

''اور ہم جا کہاں رہے ہیں؟''۔ کیلب نے پوچھا۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆

علیم الحق حقی

قسط-7

زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

''بیتھسڈا...... آں جہانی پیٹرک جانسن کے گھر''۔
''لیکن اولیور، وہاں تو پولیس ہوگی۔ قتل کی تفتیش کا معاملہ ہے یہ''۔
''نہیں۔ یہ تو یقینی طور پر صرف قاتلوں کو معلوم ہے یا ہمیں کہ پیٹرک جانسن کو قتل کیا گیا۔ پولیس تو اسے خودکشی سمجھ رہی ہوگی۔ لیکن پولیس موجود ہوئی بھی تو کوئی حرج نہیں۔ ممکن ہے، ہمیں کچھ معلومات ہی حاصل ہو جائیں۔ اور ہاں، گوف کو اپنے ساتھ لانا کیلب''۔
کیلب اپنے دوست کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اُس کی نگاہوں میں الجھن تھی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اولیور نے گوف کو لانے کی فرمائش کیوں کی۔ گوف اس کے کتے کا نام تھا!

☆☆☆

روز ویلٹ آئی لینڈ سے نکلتے ہی ٹائلر رینکے اور وارن پیٹرز نے این آئی سی کا رخ کیا۔ وہاں انہوں نے خودکشی کے نوٹ کو ہینڈ رائٹنگ میچ کے اور ممکنہ فنگر پرنٹس اٹھانے کے لیے لیب میں دیا۔ انہوں نے لیب والوں سے کہا کہ اگر نوٹ پر فنگر پرنٹس ملے تو کیس کی نوعیت تبدیل ہو جائے گی۔ اس صورت میں ممکن ہے، یہ خودکشی کا کیس نہ رہے۔ لیکن ان کی نیت کچھ اور تھی۔ اس نوٹ پر اگر کسی کے فنگر پرنٹ ملتے تو وہ ان میں سے کسی کے ہوتے جو رات جزیرے پر موجود تھے، اور ان کے جرم کے عینی شاہد تھے۔ اگر فنگر پرنٹس ملتے اور ڈیٹا بیس سے ان کا سراغ بھی مل جاتا تو ان دونوں کو خطرناک عینی شاہدین سے چھٹکارا پانے کا موقع مل جاتا۔
این آئی سی سے نکل کر وہ جارج ٹاؤن گئے۔ وہاں اپنی کار پارک کر کے وہ دریا کی طرف چل دیے۔
''وہ لوگ سامنے نہیں آئے''۔ وارن نے کہا۔ ''آتے تو ہمیں پتا چل جاتا''۔
''میرے لیے تو یہ بات باعث سکون ہے''۔ ٹائلر بولا۔
''تمہارے خیال میں انہوں نے کتنا کچھ دیکھا ہوگا؟''۔
''ہمیں اپنی بہتری کی خاطر بدترین امید رکھنی چاہیے۔ یہی سمجھ کر انہوں نے ہمیں بہت اچھی طرح دیکھا ہے، اور ہمیں بہ آسانی شناخت کر سکتے ہیں''۔
وارن چند لمحے غور کرتا رہا۔ ''اگر انہوں نے سب کچھ دیکھا اور پھر بھی پولیس میں رپورٹ نہیں کی تو اس کا مطلب ہے کہ وہ خود بھی جزیرے پر کسی غیر قانونی سرگرمی میں مصروف تھے۔ یا پھر کسی اور وجہ سے وہ ڈر گئے ہوں گے''۔
''ربڑ کی کشتی میں تم آگے بیٹھے تھے۔ تم بتاؤ، تم نے انہیں دیکھا؟''۔
''دھند بہت زیادہ تھی۔ اگر میں نے انہیں دیکھ لیا ہوتا تو پھر مسئلہ ہی کیا تھا''۔
''اور وہ ان کی کشتی؟''۔
''پرانی کشتی تھی لکڑی کی۔ کم از کم چار افراد کی گنجائش تھی اُس میں''۔
''تو وہ چار تھے''۔
''دو کو تو میں نے دیکھا تھا۔ ممکن ہے، تین ہوں۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ شاید میرے فائر سے کوئی زخمی ہوا تھا۔ کیونکہ میں نے چیخ سنی تھی۔ ان میں ایک بوڑھا آدمی تھا۔ سفید داڑھی کی جھلک میں نے دیکھی تھی۔ لباس بہت بوسیدہ تھا اس کا''۔
''کوئی بے گھر؟''۔
''ممکن ہے۔ ہاں...... یہ عین ممکن ہے''۔
''ہمیں پولیس، ایف بی آئی اور سیکرٹ سروس کی بھی فکر کرنی ہے''۔
''یہ تو ہم پہلے ہی سے جانتے تھے''۔ وارن نے بے پروائی سے کہا۔ ''غیر قدرتی موت ہوگی تو تفتیش بھی ہوگی''۔
''لیکن ہمارے بنیادی منصوبے میں عینی گواہ شامل نہیں تھے۔ اچھا، یہ بتاؤ، اس ایلکس فورڈ کے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا؟''۔
''وہ بہت تیز ہے اور تجربہ کار بھی۔ خیر، اس کے اور جیکی سمپسن کے بارے میں ہم ریکارڈ چیک کر لیں گے۔ میں ایف بی آئی کی طرف سے فکر مند ہوں''۔
وہ دریا کے کنارے پہنچ گئے تھے۔ ''ہم نے انہیں اس طرف آتے دیکھا تھا''۔ ٹائلر نے کہا۔ ''صبح میں نے چیک کیا تھا، لیکن مجھے کشتی دکھائی نہیں دی۔ بہر حال وہ ہوگی یہیں کہیں۔ تم جنوب کی طرف جاؤ، میں شمال کا رخ کرتا ہوں۔ کچھ نظر آئے تو کال کرنا''۔
وہ دونوں ایک دوسرے کی مخالف سمت میں بڑھنے لگے۔

☆☆☆

ایلکس اور جیکی پیٹرک جانسن کی منگیتر کے اپارٹمنٹ میں اس کے روبرو بیٹھے تھے۔ انہوں نے عام سے دو سوالات کیے تھے کہ وہ رونے لگی۔ وہ اس کی سسکیاں تھمنے کا انتظار کرتے رہے۔ لڑکی ان سے پہلے ایف بی آئی والوں کو بھگت کر بیٹھی تھی۔ ایلکس کو یقین تھا کہ ایجنٹ لائیڈ نے سخت انداز میں تفتیش کی ہوگی۔ اس لیے وہ بہت زیادہ نرمی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔
این جیفریز اسپرنگ فیلڈ، ورجینیا کے علاقے میں ایک بیڈروم کے اپارٹمنٹ میں رہتی تھی۔ وہ متوسط قد کی مٹاپے کی طرف مائل لڑکی تھی۔ اُس کے بال سیاہ اور لمبے تھے اور دانت غیر معمولی طور پر چمکدار۔
''ہماری شادی آئندہ سال یکم مئی کو ہونا تھی''۔ این نے کہا۔
''پیٹرک کی کوئی پریشانی، کوئی مسئلہ جو تمہارے علم میں ہو؟''۔ ایلکس نے پوچھا۔
''نہیں۔ ایسا کچھ نہیں تھا۔ ہم دونوں بہت خوش تھے۔ میری جاب بھی ٹھیک جا رہی تھی''۔
''تم کیا کرتی ہو؟''۔ جیکی نے پوچھا۔
''میں الیگزنڈریا میں صحت کے ایک فلاحی ادارے میں ڈائریکٹر آف ڈیولپمنٹ ہوں۔ دو سال ہو گئے میری جاب کو۔ یہ بہت اچھی پوزیشن ہے۔ اُدھر پیٹرک بھی اپنی جاب سے بہت خوش تھا''۔
''وہ تم سے اس کے بارے میں بات کرتا تھا؟''۔ ایلکس نے دریافت کیا۔
''نہیں۔ مجھے بس اتنا معلوم تھا کہ اس کی جاب سرکاری ہے، اور راز داری کی متقاضی ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم دونوں کی طرح وہ ایجنٹ نہیں تھا۔ لیکن بہر حال وہ اپنے کام کے بارے میں مجھ سے بات کبھی نہیں کرتا تھا۔ وہ مذاق میں کہتا تھا...... اگر میں تمہیں بتا دوں کہ میں کہاں کام کرتا ہوں تو پھر مجھے تم کو قتل کرنا پڑے گا۔ او گاڈ، کیسا احمقانہ مذاق تھا یہ''۔ این کی آنکھوں میں پھر آنسو بھر آئے۔
''واقعی، احمقانہ مذاق تھا''۔ ایلکس نے کہا۔ پھر بولا۔ ''تمہیں یہ تو معلوم ہوگا کہ پیٹرک کی لاش روز ویلٹ آئی لینڈ میں پائی گئی ہے''۔
این جیفریز نے گہری سانس لی۔ ''اپنی پہلی ڈیٹ پر ہم وہیں گئے تھے۔ مجھے اب بھی یاد ہے۔ کیا کھایا تھا، کیا پیا تھا...... اس دن کی ایک ایک بات یاد ہے مجھے''۔
''اور اس نے خودکشی کے لیے اسی مقام کا انتخاب کیا۔ یہ تو علامتی بات لگتی ہے''۔ جیکی نے ایلکس کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا۔
این نے اس کے انداز میں موجود شک کو سمجھ لیا۔ ''لیکن ہمارے درمیان سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا۔ کوئی مسئلہ نہیں تھا ہمارے درمیان''۔ اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔
''ہو سکتا ہے، یہ تمہارا نکتہ نظر ہو''۔ جیکی نے بے رحمانہ لہجے میں کہا۔ ''بعض اوقات ہم سمجھتے ہیں کہ ہم صورت حال کو پوری طرح سمجھ رہے ہیں، جب کہ ہم بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔ دیکھو نا، اس کی لاش کے پاس شراب کی بوتل اور ریوالور ملا، اور دونوں پر اس کی انگلیوں کے نشانات ہیں۔ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ کوئی پرابلم تو تھی''۔
این اٹھی اور مضطربانہ انداز میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگی۔ پھر وہ رکی۔ ''دیکھو، اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ پیٹ کسی طرح کی دہری زندگی گزار رہا ہو، اس کے ساتھ کوئی راز ہو''۔
''کوئی ایسا شخص نہیں، جس کے پاس راز نہ ہوں''۔ جیکی اپنی جگہ ڈٹی ہوئی تھی۔ ''لیکن جہاں وہ تمہیں پہلی بار لے کر گیا تھا، اسی مقام پر خودکشی کرنا کوئی اتفاق نہیں لگتا''۔
''لیکن پیٹ کی زندگی میں ایسا کوئی راز نہیں تھا، جس کی وجہ سے وہ خودکشی پر مجبور ہو جاتا''۔ اس نے جیکی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں یقین اور اعتماد تھا۔
''کسی کو معلوم ہو جائے تو راز، راز ہی کیوں کہلائیں''۔ جیکی نے دلیل دی۔
''اپنے نوٹ میں اس نے لکھا تھا...... آئی ایم سوری''۔ ایلکس نے جیکی کو برہمی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ کس سلسلے میں کیا ہوگا اس نے؟''۔
این کرسی پر بیٹھ گئی۔ ''ایف بی آئی والوں نے یہ بات مجھے نہیں بتائی تھی''۔
''یہ ان پر لازم نہیں تھا۔ لیکن میرے خیال میں یہ جاننے کا حق ہے تمہیں۔ اس جملے کا پس منظر سمجھ سکتی ہو تم؟''۔
''نہیں''۔
''وہ کسی طرح کے ڈپریشن میں تھا؟ اس کے رویے میں کوئی تبدیلی محسوس کی تم نے؟''۔
''نہیں، بالکل نہیں''۔
''اس نے 22 کا ریوالور استعمال کیا۔ وہ اس کا اپنا ریوالور تھا۔ تم نے کبھی اس کے پاس وہ ریوالور دیکھا تھا؟''۔
''نہیں۔ لیکن یہ مجھے معلوم تھا کہ اس نے گن خریدی ہے۔ وہ اس کے تحفظ کے لیے تھی۔ میں ذاتی طور پر گنوں کو ناپسند کرتی ہوں۔ شادی کے بعد میں اس سے اصرار کرتی کہ وہ اس سے پیچھا چھڑا لے''۔
''آخری بار تمہاری اس سے بات کب ہوئی تھی؟''۔ ایلکس نے پوچھا۔
''کل شام۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ موقع ملا تو رات کو مجھے فون کرے گا۔ لیکن اس نے فون کیا نہیں''۔
لگتا تھا کہ اب وہ پھر روئے گی۔ چنانچہ ایلکس نے جلدی سے کہا۔ ''کچھ پتا ہے تمہیں کہ ان دنوں وہ کس نوعیت کا کام کر رہا تھا؟ کوئی ایسی بات، جو اس نے سرسری طور پر ہی کہی ہو؟''۔
''میں نے کہا نا کہ وہ اپنے کام کے بارے میں بالکل بات نہیں کرتا تھا''۔
''کوئی مالی پریشانی؟ کسی پرانی گرل فرینڈ کا کوئی چکر؟''۔
این جیفریز نے نفی میں سر ہلایا۔
''رات گیارہ سے دو بجے کے دوران تم کہاں تھیں؟''۔ جیکی نے پوچھا۔
''این نے سخت نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ''اس سوال کا کوئی خاص مقصد بھی ہوگا؟''۔
''میرے خیال میں تو یہ سیدھا سا سوال ہے''۔
''تم کہتی ہو کہ پیٹرک نے خودکشی کی ہے۔ تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اس کی موت کے وقت میں کہاں تھی اور کیا کر رہی تھی''۔
ایلکس نے تیزی سے مداخلت کی۔ اپنی پارٹنر کا اندازِ تفتیش اب اس کے لیے ناقابل برداشت ہوا جا رہا تھا۔ ''تکنیکی اعتبار سے یہ غیر فطری موت کا کیس ہے، جو قتل کی طرف بھی جا سکتا ہے''۔ اس نے وضاحت کی۔ ''اس لیے یہ سوال ہم ہر متعلقہ فرد سے کر رہے ہیں۔ اس کا مقصد کسی کی اہانت یا دل آزاری ہرگز نہیں ہے''۔
این جیفریز کے چہرے سے سختی کا تاثر بہ تدریج دور ہونے لگا۔ ''ساڑھے چھ بجے میں دفتر سے نکلی۔ حسب معمول ٹریفک کا راش بہت زیادہ تھا۔ گھر پہنچنے میں مجھے 70 منٹ لگے۔ میں نے چند فون کیے۔ کافی اور سینڈوچ کھانے کے بعد میں نکلی اور اس خاتون کے پاس گئی، جو میرا شادی کا لباس تیار کر رہی ہے''۔ وہ رکی، تاکہ سسکیوں کے سلسلے کو بروقت روک سکے۔
ایلکس نے پہلے ٹشو پیپر اور پھر پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔
پانی کے دو گھونٹ حلق سے اتارنے کے بعد این نے سلسلہ کلام جوڑا۔ ''ساڑھے نو بجے میں وہاں سے نکلی، اس وقت اولڈ ٹاؤن میں رہنے والی میری ایک دوست کا فون آیا۔ میں اس سے ملنے گئی۔ ہم کوئی ایک گھنٹے کے لگ بھگ ایک بار میں بیٹھے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ پھر میں گھر واپس آئی اور بارہ بجے کے قریب سونے کے لیے لیٹ گئی۔
''اپنی دوست کا نام بتاؤ''۔ جیکی نے کہا۔ پھر جو کچھ این نے بتایا، اسے اپنی نوٹ بک میں لکھ لیا۔
جیکی اور ایلکس اٹھنے لگے۔ اسی وقت این نے کہا۔ ''اس کی...... اُس کی لاش کہاں ہے۔ انہوں نے مجھے کچھ بھی نہیں بتایا''۔
''میرا خیال ہے، اس وقت وہ ڈی سی کے مردہ خانے میں ہوگی''۔ ایلکس نے نرم لہجے میں کہا۔
''میں...... میرا...... مطلب ہے، میں اسے دیکھ سکتی ہوں؟''۔
''اس کی ضرورت نہیں۔ اس کی حتمی شناخت ہو چکی ہے''۔ جیکی نے کہا۔
''میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں...... بس اسے دیکھنا چاہتی ہوں''۔ این کہتے کہتے رکی۔ ''کیا لاش کی حالت بہت خراب ہے؟''۔
''نہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہیں اجازت مل جائے۔ اس کے لواحقین کے بارے میں کچھ معلوم ہے تمہیں؟''۔ ایلکس نے پوچھا۔
''اس کی فیملی کیلی فورنیا میں ہے۔ میں نے انہیں فون کیا تھا۔ اس کے والدین پیٹ کے بھائی کے ساتھ یہاں آ رہے ہیں''۔ این نے کہا۔ پھر چند لمحے جھجکتی رہی۔ بالآخر ایلکس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''ہم ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش تھے''۔
''میں یہ بات سمجھ سکتا ہوں''۔ ایلکس نے جیکی کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
باہر نکل کر ایلکس نے تلخ لہجے میں جیکی سے کہا۔ ''تو یہ ہے تمہارا بے حد مؤثر طریقہ تفتیش؟''۔
جیکی نے کندھے جھٹک دیے۔ ''ایک آدمی کے انداز میں ہمدردی ہو اور دوسرے کے انداز میں سفاکی۔ یہ طریقہ بہترین نتائج لاتا ہے۔ ویسے وہ سچ بول رہی تھی۔ اسے درحقیقت کچھ معلوم نہیں''۔
ایلکس کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس کے موبائل فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے فون ریسیو کیا۔ کال ختم ہوتے ہی وہ تیز قدموں سے چلنے لگا۔ ''چلو...... جلدی کرو''۔
''اب کہاں؟''۔
''ایف بی آئی کے ایجنٹ لائیڈ کا فون تھا۔ وہ کہتا ہے کہ پیٹرک کی خودکشی کی وجہ سامنے آ گئی ہے''۔

☆☆☆

ایلکس اور جیکی بیتھسڈا میں پیٹرک جانسن کے گھر پہنچ کر حیران ہوئے۔ حیرانی کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو یہ کہ پولیس وہاں سرے سے موجود ہی نہیں تھی۔ ڈرائیو وے میں بس دو تین گاڑیاں تھیں۔
اور دوسری وجہ پیٹرک جانسن کا گھر تھا!
''یہ تو خلاف توقع ہے''۔ ایلکس بڑبڑایا۔ ''اس تنخواہ میں وہ ایک بیڈروم کے اپارٹمنٹ کا متحمل ہو سکتا تھا...... اپنی منگیتر کی طرح، لیکن یہ تو خوب صورت بنگلا ہے، اور وہ بھی پوش علاقے میں''۔
''ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہ ملین ڈالر سے اوپر کا ہے''۔ جیکی نے اس کی تائید کی۔
اندر ایجنٹ لائیڈ اس کا منتظر تھا۔ ایلکس نے اسے دیکھتے ہی کہا: ''یہ مکان خریدنے کے لیے اس کے پاس دولت کہاں سے آئی؟''۔
''صرف مکان ہی نہیں۔ گیراج میں برانڈ نیو اسپورٹس کار بھی ہے۔ اور اُس کی دوسری کار بھی ہمیں مل گئی ہے۔ وہ اُس نے دریا کی ورجینیا والی سائیڈ میں پارک کی تھی۔ وہ لیکسس سیڈان ہے، کم از کم 40 ہزار ڈالر کی''۔
''تو کیا وہ اہم سرکاری راز بیچ رہا تھا؟''۔ جیکی نے پوچھا۔
''نہیں۔ وہ اس سے بھی بڑے دھندے میں تھا''۔ لائیڈ نے کہا۔
''منشیات؟''۔
''آؤ، خود ہی دیکھ لو''۔
وہ انہیں اوپری منزل پر لے گیا۔
''آج کل ایف بی آئی بہت محتاط انداز میں تفتیش کر رہی ہے''۔ ایلکس نے کہا۔
لائیڈ اس کی بات سمجھ گیا۔ ''یہ بات نہیں۔ اس کیس کے لیے بطور خاص راز داری کا حکم آیا ہے...... بہت اوپر سے''۔
''کیونکہ اس کا تعلق این آئی سی سے ہے''۔
لائیڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس مسکرا کر رہ گیا۔
ماسٹر بیڈروم کے ملحق اسٹور روم میں نیچے کی طرف جاتی ہوئی سیڑھی تھی۔ وہاں نچلی اور اوپری منزل کے درمیان ایک چھوٹا سا خفیہ کمرا تھا۔ وہاں فرش پر پلاسٹک کی تھیلیوں کے ڈھیر تھے، جن میں سفید سفوف بھرا تھا۔
''کوکین ہے؟''۔ جیکی نے پوچھا۔
''نہیں، یہ اس سے دس گنا مہنگی چیز ہے...... ہیروئن''۔ لائیڈ نے بتایا۔
''اور اس کی منگیتر کہتی ہے کہ اسے کچھ معلوم نہیں''۔ جیکی غرائی۔ ''اس نے یہ نہیں سوچا کہ یہ مکان، مہنگی گاڑیاں کہاں سے آئیں اُس کے پاس''۔
''میں نے اس سے پوچھا نہیں۔ کیونکہ اس وقت تک یہ سب کچھ دریافت نہیں ہوا تھا۔ البتہ اب پوچھوں گا''۔
''لیکن اتنی تیزی سے تمہیں یہ سب معلوم کیسے ہوا؟''۔ ایلکس نے پوچھا۔
''ہم نے یہ مکان دیکھا تو اس کی خرید کا ریکارڈ چیک کیا۔ پچھلے سال اس نے یہ 14 لاکھ ڈالر میں خریدا تھا۔ پانچ لاکھ ڈالر اس نے جس ذریعے سے ادا کیے، اس کا ہم سراغ نہیں لگا سکے۔ پھر اس نے کار خریدی۔ اس کی ادائیگی جس اکاؤنٹ سے کی، اسے بھی ہم ٹریس نہیں کر سکے۔ پھر اس نے مکان کی مکمل ادائیگی بھی کر دی۔ میں نے غور کیا تو یہ نتیجہ نکالا کہ تین امکانات ہیں۔ ایک تو یہ کہ اسے ترکہ ملا ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ سرکاری راز بیچنے میں ملوث ہو۔ اور تیسرا اینگل ڈرگز کا تھا۔ سو میں نے ڈی ای اے سے ایک کتا مستعار لیا اور اسے یہاں لے آیا۔ یہاں آتے ہی کتا تو پاگل ہو گیا۔ اسے کھلا چھوڑا تو وہ ہمیں سیدھا اس خفیہ کمرے میں لے آیا''۔
''ویسے یہ بہتر ہے''۔ جیکی نے خشک لہجے میں کہا۔ ''سرکاری راز بیچنا تو غداری ہے''۔
''میرا خیال ہے، مہنگے سرکاری رازوں تک تو اس کی رسائی ہی نہیں تھی''۔ لائیڈ نے کہا۔ ''بہر حال اس گندگی کو سمیٹنا بھی آسان نہیں ہے۔ پریس کو اس کی بھنک مل جائے تو قیامت آ جائے۔ میں تصور میں اخباروں کی سرخیاں دیکھ سکتا ہوں...... کارٹر گرے، انٹیلی جنس زار یا ڈرگ زار؟''۔
ایلکس سمجھ سکتا تھا۔ یہ رقابت بول رہی تھی۔ بجٹ کے اعتبار سے، اور اہمیت کے اعتبار سے صرف این آئی سی ہی ایف بی آئی سے آگے تھا۔ لائیڈ کا بس چلتا تو خود ہی اخبار والوں کو یہ خبر فراہم کر دیتا...... سرخی سمیت!
''سوال یہ ہے کہ اس نے خودکشی کیوں کی؟''۔ ایلکس نے کہا: ''اس لیے کہ وہ ایک شریف اور معصوم عورت سے شادی کر رہا تھا، جبکہ وہ خود منشیات فروش تھا۔ اور بالآخر ضمیر نے اسے مجبور کر دیا۔ یا پھر حقیقت یہ ہے کہ اس کے کالے دھندے کے شرکا نے اسے قتل کر دیا اور اسے خودکشی کا روپ دینے کی کوشش کی''۔
''میرے خیال میں تو اس نے خودکشی ہی کی ہے''۔ لائیڈ نے کہا۔ ''وہ وہاں مرنے کے لیے پہنچا جہاں پہلی بار اپنی منگیتر کو تفریح کرانے کے لیے لے کر گیا تھا۔ ڈرگ سپلائرز اتنی زحمت کیوں کرتے۔ وہ تو کہیں بھی اس کی کھوپڑی میں سوراخ کر سکتے تھے۔ یہ منشیات فروش صاف کام کرتے ہیں۔ صورت حال کو اس طرح کیموفلاج نہیں کرتے''۔
ایلکس نے چند لمحے اس کی بات پر غور کیا، پھر بولا: ''منشیات سے متعلق کوئی اور چیز بھی ملی؟ کوئی رجسٹر، جس میں وصولی کا، آگے سپلائی کا اندراج ہو یا کوئی کمپیوٹر فائل؟''۔
''ہم تلاش تو کر رہے ہیں۔ لیکن میں اسے ایسا بے پروا نہیں سمجھتا۔ بہر حال کچھ ملا تو ہم تمہیں بتائیں گے تاکہ تم بھی اپنی فائل بند کر سکو''۔
ایلکس اور جیکی باہر نکلے۔ ''چلو، تمہاری جان چھوٹی اس کیس سے۔ مبارک ہو''۔
''شکریہ''۔ ایلکس نے ترش لہجے میں کہا۔
''لیکن این آئی سی میں کسی منشیات فروش کی موجودگی دردِ سر بنی رہے گی''۔
''ہوتا ہے...... ایسا بھی ہوتا ہے''۔ ایلکس نے کندھے جھٹک دیے۔
''تو اب ہم ڈبلیو ایف او چلیں گے؟''۔
ایلکس نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ ''میں اپنی رپورٹ ای میل کروں گا۔ لائیڈ سے مزید معلومات حاصل ہونے پر تفصیلی رپورٹ، اور اس کے بعد وہی پرانے معمولات، وہی جعلی کرنسی کے، فراڈ کے کیس، وہی نیم اہم لوگوں کی حفاظتی ڈیوٹی اور یہ انتظار کہ اس کے حصے کی گولی ہماری طرف کب آئے گی''۔
''تمہارے انداز سے تو لگتا ہے کہ تمہیں اس کیس سے جان چھوٹنے پر افسوس ہو رہا ہے''۔
''میں تو ریٹائر ہو جاؤں گا۔ تمہیں یہ سب کچھ برسوں بھگتنا ہے''۔
''مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں اپنی خوشی سے یہاں آئی ہوں''۔ جیکی نے کہا۔
''مسز جیکی، میں عام طور پر اپنے کام سے کام رکھتا ہوں۔ لیکن سیکرٹ سروس میں تمہاری بہتری کے لیے ایک مشورہ پیش کر رہا ہوں۔ چاہو تو اسے ایک جہاں دیدہ ساتھی کی نصیحت سمجھ لو''۔
''میں ہمہ تن سماعت ہوں''۔
''بالائی زمینوں پر کتنے ہی بڑے لوگ تمہارے مفادات کی فکر کر رہے ہوں، تم اپنے حصے کا کام سچائی اور ایمانداری سے کرتی رہو۔ اس کے دو فائدے ہوں گے۔ ایک یہ کہ تم بہتر ایجنٹ بن سکو گی۔ دوسرے تمہیں سروس میں کم از کم ایک دوست مل جائے گا''۔
''بہت خوب۔ اور وہ دوست کون ہوگا؟''۔ جیکی نے جل کر پوچھا۔
''میں''۔ ایلکس نے سادگی سے کہا۔

☆☆☆

کارٹر گرے این آئی سی سے ہیلی پیڈ پر موجود ہیلی کاپٹر میں سوار ہوا۔ وہ اسی ماڈل کا ہیلی کاپٹر تھا، جو امریکی صدر کے استعمال میں تھا، جسے میرین ون کہا جاتا تھا۔
کارٹر صدر کو بریفنگ دینے کے لیے اس ہیلی کاپٹر میں جاتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ حاسدین نے ازراہِ تمسخر اس کے ہیلی کاپٹر کا نام میرین ڈیڑھ رکھ دیا ہے۔ لیکن اسے اس کی پروا نہیں تھی۔
مگر ایک فرق بہر حال تھا۔ صدر کا ہیلی کاپٹر جب صدر کو لے کر پرواز کرتا تھا تو اس کی حفاظت کے لیے تین میزائل بردار جنگی ہیلی کاپٹر اسے گھیرے میں لیے ہوتے تھے، جب کہ کارٹر اس اعزاز سے محروم تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بہر حال کیبنٹ سیکریٹری تو کئی ہوتے ہیں، جب کہ صدر صرف ایک ہوتا ہے۔
روایت کے مطابق وائٹ ہاؤس میں اترنے کی اجازت صرف میرین ون کو تھی۔ لیکن برینن نے خود بطور خاص کارٹر کے ہیلی کاپٹر کو یہ خصوصی اجازت عطا کی تھی۔ اس پر سیکرٹ سروس والوں نے شدید احتجاج اور اعتراض کیا تھا۔ لیکن صدر کا کہنا تھا کہ اس طرح کارٹر گرے کا کچھ قیمتی وقت بچ جائے گا۔
کارٹر کا ہر روز وائٹ ہاؤس آنا طے شدہ تھا۔ جیفر برینن ہمیشہ اسے اوول آفس میں شرف ملاقات بخشتا تھا، جہاں بغیر اجازت خاتون اوّل بھی داخل نہیں ہو سکتی تھی۔
کارٹر جانتا تھا کہ اس دن کا ایجنڈا بہت خطرناک ہے۔ پیٹرک جانسن کی موت ہی کم نہیں تھی کہ اس کے گھر سے منشیات کا برآمد ہونا۔
اسے یہ بھی معلوم تھا کہ سیکرٹ سروس کے دو ایجنٹ فورڈ اور سمپسن بھی اس کیس کی تفتیش میں شامل ہیں۔ البتہ سمپسن کا نام سن کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی تھی۔
سپر اسپائی ہونے کی حیثیت سے وائٹ ہاؤس میں کارٹر کے لیے آنکھیں بھی موجود تھیں اور کان بھی۔ اسے بتا دیا گیا تھا کہ صدر صاحب کے لیے پیٹرک جانسن کا کیس ناخوشگوار ہے، جو ان کے خیال میں ان کے ری الیکشن کی مہم پر منفی اثرات چھوڑ سکتا ہے۔ لہٰذا ان کا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔
چنانچہ کارٹر نے بہتر یہی سمجھا کہ صدر کو اس پر بات کرنے کا موقع دینے کے بجائے خود ہی اس موضوع کو چھیڑ دے۔ ''جناب صدر، معمول کی بریفنگ سے پہلے میں پیٹرک جانسن کی موت کے ضرر رساں واقعہ پر بات کرنا چاہوں گا''۔
''مجھے تو اس پر حیرت ہے کارٹر کہ تم نے اس سلسلے میں مجھے فون نہیں کیا''۔ صدر نے جارحانہ لہجے میں کہا۔
''میں پہلے مکمل حقائق جاننا چاہتا تھا جناب صدر۔ کیونکہ میں آپ کا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا''۔
''میرا وقت ضائع کرنے والے تم آج پہلے آدمی نہیں ہو''۔ صدر کا لہجہ تلخ تھا۔
کارٹر نے خود کو یاد دلایا کہ بے شک وہ انٹیلی جنس زار ہے، لیکن اس وقت وہ صدر امریکا کے روبرو ہے۔ اس نے صدر کو پیٹرک جانسن کی موت کے بارے میں بنیادی معلومات پیش کیں، جن کے بارے میں اسے یقین تھا کہ صدر پہلے ہی ان سے واقف ہے۔
وہ منشیات برآمد ہونے کے مرحلے پر پہنچا تو صدر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔ ''یہ بتاؤ، اس میں اور لوگ بھی ملوث ہیں؟''۔ اس نے تیز لہجے میں پوچھا۔
''یہ بہت اچھا سوال ہے جناب صدر، اور جو جواب مجھے ملا ہے، میں اس سے مطمئن نہیں ہوں۔ میں اس معاملے کی تفصیلی چھان بین کراؤں گا۔ بلکہ میں اس سلسلے میں ایف بی آئی سے تعاون کی درخواست بھی کر رہا ہوں''۔ کارٹر نے کہا۔ ایف بی آئی کو ملوث کرنا وہ زہریلا گھونٹ تھا، جو اسے مجبوراً پینا پڑ رہا تھا۔ لیکن وہ سمجھتا تھا کہ جو کام بعد میں صدر کے حکم پر لازماً کرنا پڑے، بہتر ہے کہ اسے خود ہی تجویز کر دیا جائے۔
''کارٹر، اس صورت میں تمہیں ایف بی آئی کو فری ہینڈ دینا پڑے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ کوڑا سمیٹ کر قالین کے نیچے چھپا دیا جائے''۔
''میں خود بھی یہ نہیں چاہوں گا جناب۔ لیکن بہ ظاہر یہ انفرادی معاملہ لگتا ہے۔ اس منشیات فروشی کا پیٹرک جانسن کے این آئی سی کے کام سے کوئی تعلق نہیں ہے''۔
صدر نے نفی میں سر ہلایا۔ ''اتنی جلدی میں مفروضے قائم نہ کرو۔ یہ پیٹرک جانسن این آئی سی میں کرتا کیا تھا؟''۔
''ہماری الیکٹرونک انٹیلی جنس فائلز کو اپ ڈیٹ کرنا اس کا کام تھا۔ ممکنہ دہشت گردوں کے بارے میں معلومات، اور پھر ان میں سے جو دہشت گرد پکڑے گئے یا مارے گئے، ان کا ریکارڈ مرتب کرنا۔ درحقیقت اس نے یہ پورا سسٹم ڈیزائن کیا تھا''۔
''وہ یہ معلومات بھی تو فروخت کر سکتا تھا''۔
''وہ بنیادی نوعیت کی معلومات تھیں، جن کا بیشتر حصہ ہماری پبلک ویب سائٹس پر بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ خفیہ معلومات میں فنگر پرنٹس اور ڈی این اے کا ریکارڈ ہے۔ لیکن جانسن کے پاس کوئی بہت خفیہ معلومات نہیں ہوتی تھیں۔ اگر ایسا ہوتا تو دولت کے حصول کے لیے اسے منشیات فروشی کی ضرورت نہ پڑتی''۔ کارٹر نے دلیل دی۔
صدر نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ ''بہر حال کارٹر، میں بہت ناخوش ہوں۔ اس موقع پر کوئی اسکینڈل میری انتخابی مہم کو تباہ کر سکتا ہے''۔
''میں کسی قیمت پر بھی ایسا نہیں ہونے دوں گا جناب''۔
''میرا خیال ہے، تمہیں اپنے اسٹاف کی تنخواہوں میں اضافہ کرنا چاہیے''۔
میں اس سے اتفاق کرتا ہوں جناب''۔ کارٹر نے کہا۔ پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد بولا: ''لیکن ہم اس بات کے متحمل نہیں ہو سکتے کہ اس واقعہ کے نتیجے میں ہمارے اصل کام میں مداخلت ہو''۔
''میں سمجھا نہیں''۔ صدر کے لہجے میں الجھن تھی۔
''آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میڈیا رائی کا پہاڑ بنا دیتا ہے۔ یوں اخبار تو خوب بکتے ہیں۔ لیکن نیشنل سیکورٹی کے لیے یہ اچھا نہیں''۔
صدر نے کندھے جھٹک دیے۔ ''یہ پہلی ترمیم کا دائرہ کار ہے کارٹر۔ اور میں اسے مقدس سمجھتا ہوں''۔
کارٹر نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ ''میں اس سے انحراف چاہتا بھی نہیں۔ لیکن اہم سرکاری راز عام لوگوں کے لیے نہیں ہوتے۔ پھر ٹائمنگ کی بھی اپنی اہمیت ہے۔ اس وقت جو کچھ ہم جانتے ہیں، وہ میڈیا بھی جانتا ہے۔ اور وہ چھاپ رہا ہے۔ این آئی سی کی طرف سے اس سلسلے میں سرکاری بیان بھی جاری کیا جائے گا۔ یہاں تک تو ٹھیک ہے۔ لیکن این آئی سی کے مشن کا اس مرحلے پر رک جانا قومی نقصان ہوگا''۔ یہ وہ جملے تھے، جو وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر رٹتا رہا تھا۔ ''ہماری کچھ سیاسی کمزوریاں بھی ہیں جناب۔ آپ کے مخالفین کو ذرا سا موقع بھی ملا تو وہ ان سے فائدہ ضرور اٹھائیں گے۔ کیونکہ آپ کی عوامی مقبولیت سے وہ مایوس اور خوفزدہ ہیں۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ ایسی باتوں کے منفی نتائج ضرور نکلتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ اس طرح کے کسی معاملے کو اچھال کر نومبر میں آپ کو شکست سے دوچار کر دیں۔ سچائی چاہے کیسی ہی ہو، میں نہیں چاہوں گا کہ وہ آپ کے دوبارہ منتخب ہونے کی راہ میں رکاوٹ بنے''۔
جیمز برینن چند لمحے اس کی بات پر غور کرتا رہا، پھر بولا: ''ٹھیک ہے۔ یہ قومی سلامتی کا معاملہ ہے۔ اس لیے میڈیا کو اس سے دور رکھنا ہوگا۔ اگر ایف بی آئی یا کوئی اور اس سلسلے میں رکاوٹ بنے تو تم مجھے بتانا۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ اگر ایک فرد اپنے طور پر منشیات فروشی کرتا ہے تو اس کی وجہ سے قومی سلامتی کو داؤ پر نہیں لگایا جا سکتا''۔
''یقیناً جناب''۔ کارٹر مسکرایا۔ دل میں اس نے سوچا، شکر ہے کہ یہ الیکشن کا سال ہے۔ ورنہ صدر کو قائل نہیں کیا جا سکتا تھا۔
جیمز برینن نے ایک بٹن دبایا اور کہا۔ ''سیکریٹری ڈیکر کو اندر بھیج دو''۔
کارٹر نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''ڈیکر؟''۔
صدر برینن نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا: ''ہاں، ہمیں عراق کے بارے میں بات کرنی ہے''۔
ایک منٹ بعد ڈیکر کمرے میں آیا۔ کارٹر گرے اسے سخت ناپسند کرتا تھا۔ اس وقت ڈیکر سیکریٹری برائے دفاع تھا، اور اس حیثیت میں وہ پینٹا گون کا سربراہ تھا۔ انٹیلی جنس بجٹ کا بڑا حصہ پینٹا گون پر خرچ ہوتا تھا۔ اور انٹیلی جنس بجٹ پر پورا اختیار کارٹر گرے کا تھا۔ اس مجبوری کے تحت ڈیکر پبلک میں ہمیشہ کارٹر کے حق میں بات کرتا تھا۔ لیکن کارٹر جانتا تھا کہ در پردہ وہ اس کی ٹانگ کھینچنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ صدر کے کانوں میں اس کے خلاف ہمیشہ محتاط انداز میں منتر پھونکتا رہتا تھا۔
ڈیکر نے ہمیشہ کی طرح تیزی سے بات شروع کی: ''عراقی قیادت نے واضح کر دیا ہے جناب صدر کہ وہ جلد از جلد عراق سے امریکی فوج کا انخلا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ اتنا آسان بھی نہیں۔ عراق کی فوج اور سیکورٹی فورسز ابھی انتظام سنبھالنے کی اہل نہیں ہو سکی ہیں۔ بلکہ شاید وہ کبھی بھی اس قابل نہ ہو سکیں۔ لیکن وہاں ہماری موجودگی کے خلاف عوامی ردعمل بڑھ رہا ہے۔ عراق کے شام سے اتحاد کے بعد عراق اسرائیل کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے حق میں بیان دے رہا ہے۔ ہم اسے رد نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ منتخب عوامی حکومت کا اعلان ہے''۔
''یہ سب تو ہم جانتے ہیں ڈیکر''۔ کارٹر نے بڑے تحمل سے پوری بات سننے کے بعد کہا: ''بعث پارٹی کی جلاوطن قیادت سے عراقی حکومت کے مذاکرات بھی ہمارے علم میں ہیں''۔ یہ کہہ کر اس نے تائید طلب نظروں سے صدر کو دیکھا۔
صدر نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس صورت حال میں ہم عراق سے کیسے نکل سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ عراق اور شام کا گٹھ جوڑ ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ شریعت گروپ اور حزب اللہ شام میں پہلے ہی طاقتور ہیں۔ ذرا سا موقع ملا تو وہ عراق میں، بلکہ اور آگے تک قدم جمائیں گے۔ ایسے میں اسرائیل کے خلاف جنگ بھی خارج از امکان نہیں رہے گی۔ پورا خطہ عدم استحکام سے دوچار ہو جائے گا''۔
''بات صرف بعث پارٹی کی نہیں ہے''۔ ڈیکر نے کہا: ''عراق کی پارلیمنٹ میں کئی طرح کے بنیاد پرست بھی منتخب ہوئے ہیں۔ انہوں نے طاقت حاصل کر لی تو وہ ہمارے لیے صدام حسین سے زیادہ خطرناک ثابت ہوں گے۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ ہمارا عراقی عوام سے وعدہ تھا کہ جیسے ہی ان کا ملک معاشی اور فوجی استحکام حاصل کرے گا، ہم وہاں سے رخصت ہو جائیں گے۔ اور اب وہ ہمیں وہ وعدہ یاد دلا رہے ہیں''۔
''تم کہنا کیا چاہتے ہو ڈیکر؟''۔ کارٹر نے خشک لہجے میں کہا۔
ڈیکر نے صدر کی طرف دیکھا: ''میں جناب صدر سے پوری طرح بات نہیں کر سکا ہوں۔ میری تجویز ہے کہ پارلیمنٹ میں موجود بنیاد پرستوں سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے۔ ان کی جگہ عراقی حکومت کے حامی لے لیں۔ یوں ہم بعث پارٹی کو اقتدار میں آنے سے روک سکتے ہیں۔ پھر تیل کا مسئلہ بھی ہے۔ گیسولین کی قیمت تین ڈالر فی گیلن پر پہنچ رہی ہے۔ ہمیں عراق سے تیل بھی تو درکار ہوگا''۔
''چھٹکارے کا مطلب ہے سیاسی قتل، جو ہم اب نہیں کرواتے''۔ صدر برینن نے کہا۔ ''یہ غیر قانونی ہے''۔
''کسی ریاست کے سربراہ کو قتل کرانا غیر قانونی ہے جناب صدر''۔ کارٹر نے تصحیح کی۔
''جی ہاں جناب صدر۔ عام لوگ اس کیٹگری میں نہیں آتے''۔ ڈیکر نے کہا۔ ''میرے نزدیک تو یہ اسامہ بن لادن کے سر کی قیمت مقرر کرنے کے مترادف ہے''۔
''لیکن بہر حال وہ عراقی پارلیمنٹ کے اراکین ہیں، جنہیں عوام نے منتخب کیا ہے''۔
''اور وہ جو اعتدال پسند اراکین پارلیمنٹ کو قتل کر رہے ہیں، اسے آپ کیا کہیں گے؟''۔ ڈیکر نے کہا: ''اگر جلد ہی ہم نے کوئی قدم نہ اٹھایا تو اعتدال پسندوں کا وجود ہی نہیں رہے گا''۔
''لیکن ڈیکر، تمہاری تجویز پر عمل درآمد کے نتیجے میں وہاں خانہ جنگی بھی تو ہو سکتی ہے؟''۔ کارٹر نے کہا۔
''ہم یہ تاثر دیں گے کہ وہ عراقی اعتدال پسندوں کی کارروائی ہے۔ اس طرح ہم پر کوئی الزام بھی نہیں آئے گا۔ اعتدال پسندوں نے مجھے مکمل تعاون کی یقین دہانی کرائی ہے''۔
''لیکن اگر خانہ جنگی ہوئی تو......؟''۔ صدر برینن اب بھی ہچکچا رہا تھا۔
''اس صورت میں تو ہمیں اپنی فوجوں کو مزید وہاں رکھنے کا جواز مل جائے گا''۔ ڈیکر کو ایک اور دلیل سوجھ گئی۔ ''لیکن اگر بعث پارٹی والے پہنچ گئے تو وہ اپوزیشن کو ختم کر دیں گے اور عراق میں پھر صدام حسین اسٹائل کی ڈکٹیٹر شپ قائم ہو جائے گی۔ ہم نے اتنا جانی و مالی نقصان اس لیے تو برداشت نہیں کیا تھا۔ اور جناب صدر، یہ ہو گیا تو پھر لوگ سمجھیں گے کہ افغانستان میں بھی طالبان دوبارہ برسر اقتدار آ سکتے ہیں''۔
جیمز برینن نے سوالیہ نظروں سے کارٹر کو دیکھا: ''تمہاری کیا رائے ہے؟''۔
پہلے تو کارٹر نے یہ تاثر دیا کہ اس نے اس پر غور ہی نہیں کیا ہے۔ کیونکہ ڈیکر نے مضبوط دلائل دے کر اس کے لیے کوئی راستہ نہیں چھوڑا تھا۔ ''آپ اس طرح کے احکامات کی منظوری دینے والے پہلے امریکی صدر نہیں ہوں گے جناب''۔ اس نے مجبوراً تائید کی۔
لگتا تھا کہ جیمز برینن قائل ہو گیا ہے۔ ''میں اس پر سوچوں گا''۔ اس نے کہا۔
''ضرور جناب صدر۔ لیکن ہمارے پاس وقت کم ہے''۔ ڈیکر نے کہا: ''اگر افغانستان اور عراق میں امریکا مخالف حکومتیں قائم ہو گئیں تو امریکی عوام اسے آپ کی ناکامی سمجھیں گے''۔
یہ تابوت میں آخری کیل ہے۔ کارٹر نے جل کر سوچا۔ ابھی کچھ دیر پہلے خود اس نے الیکشن کارڈ بڑی کامیابی سے استعمال کیا تھا۔ لیکن وہ یہ اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا کہ ڈیکر کی کامیابی زیادہ بڑی ہے۔ اس کی ذہانت میں کوئی شک نہیں تھا۔
ڈیکر کے جانے کے بعد صدر نے قریب کی نظر کا چشمہ اتارا۔ ''اس سے پہلے کہ تم بریفنگ شروع کرو، میں تمہیں بتا دوں کہ 11 ستمبر کو میں نائن الیون میموریل جاؤں گا۔ میں چاہوں گا کہ تم میرے ساتھ چلو۔ کیونکہ تمہی نے اس جیسے مزید واقعات سے اس ملک کو محفوظ رکھنے کے لیے سب سے زیادہ کام کیا ہے''۔
کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ امریکی صدر کسی کو اپنے ساتھ سفر کی دعوت دے تو وہ انکار بھی کر سکتا ہے۔ لیکن کارٹر گرے کو اس معاملے میں ادب آداب یا روایات کا کوئی لحاظ نہیں تھا۔ ''آپ کی پیشکش میرے لیے اعزاز ہے۔ لیکن میں ذاتی طور پر یہاں سوگ منانے کو ترجیح دوں گا''۔
''میں تمہارا دکھ سمجھتا ہوں کارٹر۔ لیکن میں نے سوچا کہ شاید...... خیر، یہ تمہارا حتمی فیصلہ ہے نا؟''۔
''جی ہاں جناب صدر۔ آپ کا شکریہ''۔
صدر برینن مسکرایا: ''شاید تمہیں علم ہوگا کہ میرے آبائی شہر کے لوگوں نے شہر کا نام تبدیل کر کے اسے مجھ سے موسوم کر دیا ہے''۔
''جی جناب۔ آپ کو مبارک ہو''۔
''یہ ایسا معاملہ ہے، جس پر ایک طرف میں فخر کرتا ہوں تو دوسری طرف مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔ بہر حال یہ ان کی محبت کہ انہوں نے مجھے عزت دی۔ شکر گزاری کے اظہار کے لیے میں وہاں ایک تقریب میں شرکت کروں گا، ایک تقریر کروں گا، لوگوں سے ہاتھ ملاؤں گا۔ تم چلو گے میرے ساتھ؟''۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

علیم الحق حقی

قسط-8

عکس در عکس

زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

ایک دن میں امریکی صدر کی دو پیش کشیں ٹھکرانے کا حوصلہ کارٹر میں بھی نہیں تھا۔ ''جی سر، ضرور چلوں گا''۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

''امکان تو یہی ہے کہ وائٹ ہاؤس میں مزید چار سال قیام کروں گا''۔

''میرے خیال میں تو یہ یقینی ہے جناب''۔

''کارٹر، میری اس بات کا بے لاگ جواب دینا، یہ بس تمہارے اور میرے درمیان ہے''۔ صدر نے کہا۔ تم نے اس ملک کے تحفظ کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ تمہارے خیال میں میرے صدر بننے کے بعد کیا دنیا واقعی پہلے کے مقابلے میں زیادہ محفوظ ہوگئی ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟''۔

کارٹر چند لمحے خاموش رہا۔ وہ یہ تاثر دے رہا تھا کہ وہ اس بات پر بہت سنجیدگی سے غور کر رہا ہے۔ جیمز برینن اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ بالآخر کارٹر نے سچا جواب دینے کا فیصلہ کیا۔ ''نہیں ہے، دنیا پہلے سے زیادہ غیر محفوظ اور خطرناک ہوگئی ہے''۔

''لوگ بتاتے ہیں کہ جس رفتار سے ہم توانائی خرچ کر رہے ہیں، پچاس سال کے اندر ہم اس سے محروم ہو چکے ہوں گے، نہ جہاز اڑیں گے، نہ کاریں چلیں گی، دنیا میں اندھیرا ہوگا، رابطے ختم ہو جائیں گے اور ہم اپنے ایٹمی ہتھیاروں تک سے استفادہ نہیں کر پائیں گے''۔

''یہ سو فیصد ممکن ہے جناب''۔

''لیکن کارٹر، اپنی ملٹری کے بغیر، اپنے ہتھیاروں کے بغیر ہم کیسے محفوظ رہ سکیں گے؟''۔

کارٹر ایک لمحے کو ہچکچایا، پھر بولا: ''میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے جناب''۔

''میرے خیال میں ایک اوسط درجے کے صدر اور ایک عظیم صدر کے درمیان فرق صرف اس بات کا ہوتا ہے کہ کس کو کتنے موقع ملے''۔

''آپ نے بہت بڑے کام کیے ہیں جناب صدر آپ کو ان پر فخر ہونا چاہیے''۔ کارٹر نے دروغ گوئی سے کام لیا۔ درحقیقت اس کے خیال میں جیمز برینن نے کوئی غیر معمولی کارنامہ انجام نہیں دیا تھا۔ لیکن اسے یہ بتانا مناسب نہیں تھا۔

ایک گھنٹے بعد وائٹ ہاؤس سے رخصت ہوتے ہوئے کارٹر گرے نہ تو امریکہ کے دشمنوں کے بارے میں سوچ رہا تھا، نہ ہی صدر امریکا کو خوش کرنے کے بارے میں۔ وہ اس وقت اپنی بیٹی کو یاد کر رہا تھا۔

☆☆☆

بالآخر وارن پیٹرز کو وہ کشتی مل گئی، جو گزشتہ رات کیمل کلب کے اراکین نے روز ویلٹ آئی لینڈ سے واپس آکر چھپائی تھی۔ اس نے فوراً ہی ٹائلر کو فون کیا۔ پانچ منٹ بعد ٹائلر اس کے پاس پہنچ گیا۔

''تمہیں یقین ہے کہ یہ وہی کشتی ہے؟''۔ ٹائلر نے پوچھا۔

''بالکل''۔ وارن نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''باڑھ پر خون بھی لگا ہے۔ میں نے کہا تھا نا کہ میں نے ان میں سے کسی ایک کو ہٹ کیا تھا''۔

''لیکن انہیں یہاں سے کشتی لے جاتے اور واپس لاکر چھوڑتے کسی نے تو دیکھا ہوگا''۔

وارن نے پھر سر ہلایا، وہ پانی کو گھور رہا تھا۔ ''ایک اس سے بھی آسان اور سیدھا طریقہ ہے انہیں پکڑنے کا''۔

اس نے پُرخیال لہجے میں کہا۔ ٹائلر اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

''پیٹرک جانسن کی جیب میں اس کا شناختی کارڈ بھی تھا''۔

''مطلب؟''۔

''جب انہوں نے خودکشی کا نوٹ نکال کر پڑھا تو وہ کارڈ بھی دیکھا ہوگا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اس سے واقف ہوں گے کہ وہ کہاں رہتا تھا''۔

''تو پھر؟''۔

''وہ تجسس سے مجبور ہو کر وہاں ضرور آئیں گے''۔ وارن نے کہا۔

''بات دل کو لگتی ہے''۔ ٹائلر بولا: ''اور یوں ہم بھاگ دوڑ سے بھی بچ سکیں گے''۔

''بس تو آج رات ہم وہاں جائیں گے''۔

☆☆☆

بڑی احتیاط سے الفاظ منتخب کرتے ہوئے ایلکس نے مبہم سی رپورٹ تیار کی اور جیری سائیکس کو ای میل کردی۔ پھر اس نے جلدی جلدی کچھ اور کاغذی کام نمٹائے۔ اس سے پہلے کہ اس پر کوئی حفاظتی ڈیوٹی تھوپ دی جائے، وہ وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔

وہ ایک ایجنٹ کے پاس سے گزرا، جو کسی مشتبہ ملزم سے تفتیش کرنے جا رہا تھا۔ ''ہے ایلکس، اے ٹی ایم کے اور چور بھی پکڑے تم نے؟''۔ اس نے چھیڑنے والے انداز میں اسے پکارا۔

ایلکس کو حیرت ہوئی۔ اے ٹی ایم والی کہانی اتنی تیزی سے پھیلی تھی، جیسے کوئی بین الاقوامی خبر ہو۔ ''کوئی اور ملا ہی نہیں''۔ اس نے جواب دیا۔

''سنا ہے، تمہاری اور جیکی سمپسن کی جوڑی زبردست جا رہی ہے''۔

''بس گزارہ ہو رہا ہے''۔

''وہ بڑی پاورفل ہے۔ اس کے ساتھ فائدے میں رہو گے''۔

''کیا مطلب؟''۔

''تمہیں نہیں معلوم یا بن رہے ہو۔ ارے بھائی، اسی کے چہرے کے گرد نور کا ہالہ نظر نہیں آیا تمہیں۔ کہتے ہیں، اسے دیکھو تو آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ میں تو حیران ہوں کہ تمہاری بینائی ابھی تک محفوظ ہے''۔ یہ کہہ کر ایجنٹ ہنستا ہوا تفتیشی کمرے کی طرف چلا گیا۔

اتفاق سے باہر نکلتے ہوئے اسے جیکی مل گئی۔ ''گھر جا رہی ہو؟''۔

''نہیں، سوچ رہی تھی، کوئی دوست مل جائے۔ لیکن یہاں تو کوئی امکان نظر نہیں آتا''۔ جیکی نے جواب دیا۔

وہ آگے بڑھ رہی تھی کہ ایلکس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''جو کچھ میں نے کہا تھا، وہ بربنائے خلوص تھا۔ جب میں یہاں تمہاری طرح نیا تھا تو کسی نے مجھے ایسا مشورہ نہیں دیا۔ مجھے اس کا افسوس ہے''۔

جیکی کا انداز ایسا تھا، جیسے اس پر ہاتھ چھوڑ بیٹھے گی۔ لیکن کوشش کرکے اس نے خود پر قابو رکھا۔ ''تمہارے خلوص کا شکریہ۔ لیکن سیکرٹ سروس مردوں کا محکمہ ہے۔ یہاں عورتوں کو سراہا نہیں جاتا''۔ وہ بولی۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو جیکی۔ لیکن تمہیں دوسروں کے مقابلے میں ترجیحی سلوک ملے گا تو درحقیقت تمہیں اس کا فائدہ نہیں ہوگا''۔

جیکی کا چہرہ تمتما اٹھا۔ ''میں نے کبھی کسی سے ترجیحی سلوک کی فرمائش نہیں کی''۔

''یہ غلط جواب ہے۔ تمہیں اس سلسلے کو روک دینا چاہیے۔ ویسے تمہارا سرپرست اور مربی ہے کون''؟

جیکی نے جواب نہیں دیا۔

''خود ہی بتا دو۔ ورنہ میں معلوم تو کر ہی لوں گا''

''تو سن لو۔ میں سینیٹر راجہ سمپسن کی بیٹی ہوں''۔

''انٹیلی جینس کمیٹی کا چیئرمین۔ وہ تو بہت بڑے آدمی ہیں''

''غور سے سن لو۔ میں جو کچھ ہوں، اس میں میرے باپ کی مدد کا کوئی دخل نہیں۔ بلکہ ان کی اکلوتی بیٹی ہونے کی حیثیت سے بڑی دشواریوں کا سامنا ہی کرنا پڑا ہے۔ مجھے تو ہر چیز کیلئے جنگ کرنی پڑی ہے۔ میری کھال موٹی ہے۔ اس لیے میرے زخم کسی کو نظر نہیں آتے''۔

''اس شہر واشنگٹن کی تعمیر حقائق پر نہیں، رجحان پر ہوئی ہے۔ ایلکس نے ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔'' اور تمہارے بارے میں لوگوں کا گمان ہے کہ تمہیں بور کاموں میں نہیں الجھایا جاتا۔ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم خود کو دوسرے ایجنٹوں سے مختلف اور برتر سمجھنا چھوڑ دو''

یہ کہہ کر وہ اسے خدا حافظ کہے بغیر آگے بڑھ گیا۔

لیپ بار اسے بلا رہا تھا!

☆☆☆

کیٹ ایڈمز محکمہ انصاف میں اپنی ڈیوٹی کرکے بار پہنچی ہی تھی کہ ایلکس آگیا۔ وہ وقت ایسا تھا کہ بار میں رش نہیں تھا۔ ایلکس سیدھا کاؤنٹر کی طرف آیا۔ انداز ایسا تھا، جیسے کوئی فیصلہ کرکے آیا ہو۔

کیٹ نے اسے دیکھتے ہی اس کا مخصوص جام تیار کرلیا تھا۔ ادھر وہ بیٹھا، ادھر اس نے جام اس کے سامنے رکھ دیا۔

''اگر یہ میرا وہم نہیں ہے تو تم کچھ اپ سیٹ لگ رہے ہو''

''کام کی وجہ سے ہے۔ ٹھیک ہو جاؤں گا''۔ ایلکس نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ کیٹ نے بے حد مسحور کن خوشبو لگائی ہوئی تھی۔ ''تم اپنی سناؤ۔ وہ تمہارا سپر اسپائی دوست ٹامی نظر نہیں آرہا ہے''۔

''ٹام ہیمنگ وے''۔ کیٹ نے نظریں اٹھا کر اسے بہت غور سے دیکھا۔ ''میں اسے دوست تو نہیں کہہ سکتی''

ایلکس اسے دیکھتا رہا۔ کچھ بولا نہیں۔

''اب کچھ بولو بھی''

''مجھے اس سے کیا فرق پڑتا ہے''۔

کیٹ نے بے حد اچانک وہ حرکت کی، جس کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے اس کی ٹائی تھام کر اسے اپنی طرف کھینچا۔ ''اب تم نہیں کہو گے، تو مجھے ہی کہنا پڑے گا۔ تمہیں فرق پڑنا چاہئے۔ یہ بتاؤ، میرے ساتھ کہیں چلنا چاہتے ہو......ڈنر''؟

ایلکس کا جام چھلک گیا۔ حیرت سے اس کا منہ کھل گیا۔ ''تم......تم مجھ سے کہہ رہی ہو''؟

''اور یہاں کوئی نظر آرہا ہے تمہیں''؟

ایلکس نے سچ مچ ادھر اُدھر دیکھا۔ کہیں کوئی نہیں تھا۔ ''تم سنجیدہ ہو''

''میری بات دھیان سے سنو، میں بار بار نہیں دہراؤں گی۔ میں فلرٹ کرنے والی لڑکیوں میں سے نہیں ہوں''

''یہ......یہ تو میرے لیے اعزاز ہوگا''

''دیکھ لو، کتنا آسان ہے یہ کہنا۔ اور تم مرد ہو کر نہیں کہہ پائے۔ اب مجھ سے کچھ سیکھ ہی لو''۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ ''اچھا، اب وقت اور تاریخ طے کرلی جائے۔ میں بہت جلد باز اور بے صبری ہوں۔ کل شام ساڑھے چھ بجے، کہو تو میں ٹیبل ریزرو کرالوں''۔

''ضرور''۔

تم مجھے ریسٹورنٹ میں ملو گے یا مجھے میرے گھر سے پک کرو گے؟''

''میں تمہارے گھر آؤں گا......تمہیں لینے''

''واہ......تم تو ہر بات مان لیتے ہو ایجنٹ فورڈ۔ دن بھر وکیلوں کے ساتھ سر پھوڑنے کے بعد تمہاری قربت بہت اچھی لگ رہی ہے۔ وکیل تو ہر بات میں بحث کرتے ہیں''

''میں سمجھ سکتا ہوں''

''تو تم چھ بجے آجاؤ''۔ کیٹ نے اپنا فون نمبر اور گھر کا پتا ایک کاغذ پر لکھ کر اس کی طرف بڑھایا۔ ایلکس نے اپنا کارڈ اسے دیا، جس پر اس نے پینسل سے گھر کا پتا اور فون نمبر لکھ دیا تھا۔

ایلکس نے اس کے پتے کو پڑھا۔ ''آر اسٹریٹ، جارج ٹاؤن! بہت خوب''

''کسی خوش فہمی میں نہ رہنا۔ میں امیر و کبیر والدین کی بیٹی ہرگز نہیں ہوں۔ یہ ایک محل نما مکان کے عقبی حصے میں چھوٹا سا پورشن ہے۔ جو ایک بیوہ کی ملکیت ہے۔ وہ مجھ پر بہت مہربان ہیں''

''اتنی وضاحت کی کیا ضرورت تھی''

''ضرورت تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ تم دولت مند سمجھ کر مجھے چھوڑ جاؤ گے''۔ کیٹ نے اس کیلئے ایک اور جام بنایا۔ ''یہ میری طرف سے ہے۔ کیونکہ تمہارا پہلا جام میں نے ضائع کرادیا تھا''

''اب جب تم تعاون کے موڈ میں ہو تو مجھے اپنے اور ٹام ہیمنگ وے کے تعلق کے بارے میں بھی بتا ہی دو''۔

کیٹ نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔ یہ سرکاری معاملہ ہے۔ بہرحال اتنا میں تمہیں بتا سکتی ہوں کہ اس کی ایجنسی ایک پرانی عمارت کو دوبارہ استعمال کرنا چاہتی ہے۔ اس اجازت کے سلسلے میں میں اپنے محکمے کی طرف سے ان کی مدد کر رہی ہوں۔ اور تم سناؤ، آج کل کیا ہو رہا ہے''

''میں تو زیادہ کچھ بتا نہیں سکتا''۔

''دیکھو، ہم ڈیٹ پر جا رہے ہیں۔ تمہیں اس کا خیال تو رکھنا ہوگا''

ایلکس مسکرایا۔ ''اوکے۔ آج کل ایک کیس کی تفتیش میں ایک نوآموز ایجنٹ میری معاونت کر رہی ہے۔ وہ بڑے باپ کی بیٹی ہے، جو اس کیلئے اوپر بیٹھا ڈوریاں ہلاتا رہتا ہے۔ آج میں اسے سمجھا رہا تھا کہ یوں وہ سیکرٹ سروس میں ناپسندیدہ شخصیت بن جائے گی''

''یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی ہوگی''

''نہیں سمجھے گی تو کسی دن میں اس کا دماغ درست کردوں گا''

''اور وہ کیس، جس پر تم کام کر رہے ہو''؟

''اب یہ سرکاری راز ہے۔ میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔ ایلکس نے سر گھمایا اور ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھا۔ ٹی وی پر روز ویلٹ آئی لینڈ کا منظر تھا۔ اور نیوز ریڈر پراسرار خودکشی کی تفصیلات اپنے نمائندے سے فون پر لے رہی تھی۔ وہ غور سے سنتا رہا۔ سیکرٹ سروس کے ایجنٹ کی منشیات فروشی کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا تھا۔ البتہ اس کے گھر سے برآمد ہونے والی ہیروئن کا تذکرہ ہو رہا تھا۔

''یہ ہے تمہارا کیس''؟ کیٹ نے پوچھا۔

''یہ کیوں کہا تم نے''؟ ایلکس نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''میں نے سوچا، شاید اس کی وجہ سے تم مجھے نظرانداز کر رہے ہو''

''ہاں، یہی ہے۔ لیکن مجھ سے تفصیل نہ پوچھنا''

وہ دونوں ٹی وی کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اسی لمحے ایک جانی پہچانی آواز نے انہیں چونکا دیا۔

عام طور پر کارٹر گرے فرد بریفنگ دیتا تھا۔ لیکن شاید وہ اس معاملے کو غیر ضروری اہمیت دینے سے گریز کر رہا تھا کہ یہ کہیں قومی سلامتی کا مسئلہ نہ بن جائے۔ اس لئے بریفنگ کا کام ٹام ہیمنگ وے کو سونپ دیا گیا تھا۔

کیٹ اسے ٹی وی پر دیکھ کر بھونچکی رہ گئی۔ ایلکس نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔ ''لو......بھید کھل گیا نا۔ بڑی رازداری دکھا رہا تھا''

☆☆☆

کیلب نے اولیور اسٹون کو وائٹ ہاؤس کے پاس سے پک کیا۔ اس کے پاس ایک پرانی شیور لیٹ تھی۔ اب وہ ڈی سی اور میری لینڈ کے قریب واقع ملٹن کے گھر کی طرف جا رہے تھے، روبن اب تک وہاں پہنچ چکا ہوگا۔

اولیور فرنٹ سیٹ پر تھا اور کیلب کا کتا اس کے پاس تھا۔ اس کا نام گوف تھا۔ اور وہ چھوٹی نسل کا مونگرل تھا۔

کیلب نے گاڑی ملٹن کے چھوٹے سے مکان کے سامنے روکی۔ روبن لپکتا ہوا آیا اور پچھلا دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ وہ معمول کے مطابق جینز پہنے تھا۔ ساتھ میں سرخ رنگ کی چارخانے والی شرٹ تھی۔ جینز کی پچھلی جیب سے دستانے جھانک رہے تھے۔ سیفٹی ہیلمٹ اس کے ہاتھ میں تھا۔

''میں سیدھا کام سے آرہا ہوں۔ آج اوور ٹائم کرنا پڑا۔ گھر جانے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اس نے وضاحت کی۔ پھر اس نے حیرت سے اولیور کو دیکھا'' ارے واہ تم تو بالکل نئے نئے لگ رہے ہو''

''بس زندہ رہنے کی کوشش کر رہا ہوں''۔ اولیور نے جواب دیا۔ پھر پوچھا۔ ''ملٹن کہاں ہے''؟

''اسے آنے میں ذرا دیر لگے گی۔ روبن نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

''کیوں بھئی''؟

''اس نے تمہیں اپنی گرل فرینڈ کے بارے میں بتایا تو تھا۔ وہ اس کے ساتھ ہے''۔

''تم اس سے ملے''؟ کیلب نے سنسنی آمیز لہجے میں پوچھا''۔ کون جانے، وہ اپنی کسی سہیلی سے میری دوستی کرادے''۔

''میں نے بس ایک جھلک دیکھی ہے اس کی۔ وہ عمر میں ملٹن سے کافی چھوٹی، اور بہت خوبصورت ہے''۔ روبن نے کہا۔ ''میری دعا ہے کہ وہ بے چارہ اس کے جال میں نہ پھنس جائے۔ یہ عورتیں بڑی چالاک ہوتی ہیں۔ خدا محفوظ رکھے''۔

''تمہاری تیسری بیوی تو بہت اچھی عورت تھی''۔ اولیور نے اسے یاد دلایا۔

''میں عورتوں کے خلاف نہیں ہوں۔ بس ان سے طویل المیعاد تعلق میں کوئی بھلائی نہیں۔ تم خود دیکھو، جتنی شادیاں ہوتی ہیں۔ اتنی ہی طلاقیں بھی ہوتی ہیں اور طلاق بہت بڑی برائی ہے''۔

''اور تمہاری منطق یہ ہے کہ طلاق کی شرح کم کرنے کی صورت یہ ہے کہ لوگ شادی کرنا چھوڑ دیں''؟

''ہاں۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں''

اس لمحے ملٹن کے گھر کا دروازہ کھلا۔ ''واقعی......خوبصورت ہے''۔ کیلب نے اولیور کی اوٹ سے ملٹن کی گرل فرینڈ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ملٹن نے لڑکی کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ لڑکی الوداعی کلمات ادا کرنے کے بعد اپنی زرد رنگ کی پورشے کی طرف چلی گئی، جو ملٹن کی مالیبو کے سامنے پارک کی گئی تھی۔

وہ تینوں لڑکی کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ اس کی حرکتیں دیکھ کر ان کو ملٹن کے معمولات یاد آگئے۔ لڑکی نے اپنی گاڑی کے پاس رک کر پہلے تو اپنی اونچی ایڑی کے سینڈلوں سے ٹھک ٹھک کیا۔ پھر کار کے دروازے کو تھپتھپایا اور اس دوران وہ زیر لب کچھ بڑبڑاتی رہی۔

''یہ کیا کہہ رہی ہے''؟ کیلب نے ملٹن سے پوچھا۔

''دس تک گنتی دہرا رہی ہے''۔ ملٹن نے جواب دیا۔

''اوہ......تو یہ بھی تمہارے ہی قبیل کی ہے''۔ روبن نے تیز لہجے میں کہا۔

لڑکی نے کار کا دروازہ کھولنے کے بعد پھر وہ سب کچھ دہرایا اور اس بار ڈرائیونگ سیٹ کو تھپتھپایا۔ پھر گاڑی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرکے اتنی تیز رفتاری سے اٹھایا کہ وہ سب دہل گئے۔

''یہ تمہیں کہاں مل گئی میرے بھائی''؟ کیلب نے ملٹن سے پوچھا۔

''بتایا تو تھا۔ نفسیاتی کلینک میں ملاقات ہوئی تھی اس سے''۔ ملٹن نے جواب دیا۔ پھر وہ گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے اپنے معمولات پر عمل کرنے لگا۔

''خدا کی قسم، خدا نے تم دونوں کو ایک دوسرے کیلئے ہی بنایا ہے''۔ روبن نے بے حد خلوص سے کہا۔

ملٹن نے اپنے بیگ کو گھر میں رکھا اور روبن کے برابر ہی بیٹھ گیا۔

''بہت ہی خوب صورت ہے''۔ روبن نے کہا۔ ''نام کیا ہے اس کا''؟

''چیسٹیٹی''۔

''خدا کی پناہ......عفت مآب!''۔ روبن کراہا۔ ''تمہاری بہتری کی خاطر میں دعا کرتا ہوں یہ اسم بامسمیٰ ثابت نہ ہو''

ملٹن نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں۔

سڑکوں پر ٹریفک اتنا زیادہ تھا کہ اس علاقے تک پہنچتے پہنچتے اندھیرا ہوگیا، جہاں پیٹرک جانسن رہتا تھا۔ اولیور کے خیال میں یہ ان کے نکتہ نظر سے زیادہ بہتر تھا۔

گاڑی کی رفتار کم تھی، اور اولیور مکان نمبر دیکھ رہا تھا۔ ''کیلب، اگلے بلاک میں بائیں ہاتھ پر وہ مکان ہوگا۔ تم گاڑی یہیں پارک کردو''

کیلب نے گاڑی سائیڈ میں لگادی اور اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ''اب کیا کرنا ہے''؟ وہ نروس ہو رہا تھا۔

''یہیں رک کر جائزہ لیں گے''۔ اولیور نے کہا۔ ''کچھ علاقہ بھی سمجھ میں آئے اور آنے جانے والوں کو بھی دیکھیں''۔ پھر اس نے دوربین نکال کر آنکھوں سے لگائی اور سڑک کا جائزہ لینے لگا۔ ''وہ گاڑیاں کھڑی نظر آرہی ہیں، میرے اندازے کے مطابق وہ ایف بی آئی کی ہیں۔ اگر میرا اندازہ درست ہے تو بائیں جانب تیسرا مکان پیٹرک جانسن کا ہے''

اس دوران ملٹن اپنی گود میں رکھے لیپ ٹاپ پر کوئی کارروائی کر رہا تھا۔ ''خبروں سے پتہ چلا ہے کہ اس کے مکان سے ہیروئن برآمد ہوئی ہے۔ اور روز ویلٹ آئی لینڈ پر جہاں اس کی لاش پائی گئی ہے، وہ پہلی بار اپنی منگیتر کو ڈیٹ پر وہاں لے کر گیا تھا۔ اس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ وہ اپنی بے خبر منگیتر سے شرمندہ تھا اور اب دہری زندگی گزارنا اس کیلئے عذاب بن گیا تھا''۔ اس نے کہا۔

''تب تو معاملہ صاف ہے''۔ کیلب نے کہا۔ ''وہ منشیات کا کاروبار کر رہا تھا۔ اپنے کاروباری ساتھیوں سے اس کی کوئی ان بن ہوئی ہوگی۔ تو انہوں نے اسے قتل کردیا''

''وہ دو شریف آدمی تمہیں منشیات کے اسمگلر لگے تھے''؟ اولیور نے پوچھا۔

''دراصل میں نے تو منشیات کے کسی اسمگلر کو کبھی دیکھا ہی نہیں۔ اس لیے میں سوال کا جواب نہیں دے سکتا''

''میں نے دیکھے ہیں۔ ان کے سر پر سینگ بہرحال نہیں ہوتے۔ وہ بھی انسان ہی ہوتے ہیں''۔ روبن نے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ لیکن حقائق پر بھی سوچو تو۔ وہ دونوں اسے اس جگہ لائے۔ جس کی اس کی زندگی میں جذباتی اہمیت ہے۔ اب سوچو، کوئی اپنی نجی زندگی کے جذباتی پہلوؤں کی تشہیر نہیں کرتا۔ یہ پہلو انٹیلی جینس کی نشان دہی کرتا ہے۔ پھر وہ اسے ایک پاور بوٹ میں جزیرے پر لائے، جو ایسی بے آواز تھی کہ ہمیں کسی آمد کا پتہ بھی نہیں چلا۔ یہ وہ ٹیکنالوجی ہے، جو منشیات کے اسمگلر کم از کم امریکا میں تو استعمال نہیں کرتے''۔

''ٹیکنالوجی تو اب بڑی عام چیز ہے''۔ روبن نے بے پرائی سے کہا۔

''اور سنو۔ انہوں نے جس طرح گرد و پیش کا جائزہ لیا، وہ فوجیوں کا سا انداز تھا۔ قتل کرنے کیلئے انہوں نے جو تکنیک استعمال کی، وہ عام مجرموں کے اسٹائل سے ہٹ کر تھی، انہوں نے ہر اہم بات کا خیال رکھا، پلاسٹک کی تھیلی وہ صرف یہ تاثر دینے کیلئے ساتھ لائے کہ وہ اس میں ریوالور لپیٹ کر لایا ہوگا، تاکہ وہ بھیگ کر ناکارہ نہ ہو۔ انہون نے ہر کام سوچ سمجھ منصوبے کے تحت کیا''۔

''یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن منشیات فروش بھی عقل سے محروم نہیں ہوتے''۔ کیلب نے کہا۔ اور جیل جانا تو کوئی قبول نہیں کر سکتا''

اولیور نے اس تبصرے کو بھی نظرانداز کردیا۔ ''اور جب انہیں احساس ہوا کہ انہیں قتل کرتے دیکھ لیا گیا ہے تو انہوں نے بلا جھجک ہمیں بھی ختم کرنے کی کوشش کی۔ وہ ماہر پیشہ ور قاتل تھے۔ منشیات فروش پیشہ ور قاتل بہرحال نہیں ہوتے''

وہ تینوں اولیور کے دلائل پر غور کر رہے تھے، اور اولیور نے دوربین دوبارہ آنکھوں سے لگالی تھی۔

چند منٹ بعد کیلب نے خاموشی توڑی۔ ''یہ چیسٹیٹی کرتی کیا ہے''؟ اس نے ملٹن سے پوچھا۔

''اکاؤنٹنٹ ہے۔ کسی بڑی فرم میں کام کرتی تھی۔ انہوں نے نفسیاتی عارضے کی وجہ سے اسے نکال دیا۔ اب اس کی اپنی کمپنی ہے۔ میرے کاروباری معاملات میں وہ میری مدد کرتی ہے۔ بہت شاندار لڑکی ہے وہ''

''شاندار تو وہ یقیناً ہے۔ لیکن تم ذرا اس سے محتاط رہنا'' روبن نے کہا۔ ''یہ پروفیشنل قسم کی لڑکیاں بہت تیز ہوتی ہیں......''

''وہ سب اپنی جگہ۔ لیکن چیسٹیٹی کو اس طرح ملازمت سے نکالنا قانوناً غلط تھا''۔ اولیور نے کہا۔

''ہاں تو چیسٹیٹی نے فرم پر کیس بھی تو کردیا تھا۔ ہرجانے کے طور پر اس نے ان سے بھاری رقم وصول کی''

''ملٹن، میری بات غور سے سنو'' روبن نے پھر ٹانگ اڑائی۔ ''لڑکی خوب صورت بھی ہو اور دولت مند بھی۔ اسے کبھی ہاتھ سے نکلنے نہ دو۔ خدا تم پر رحم فرمائے۔ میں تم سے یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ اس سے شادی کرلو۔ مگر بھائی، ایک زمانے میں مرد عورتوں کو پالا کرتے تھے۔ تو اب اس جدید دور میں کوئی عورت کسی مرد کو کیوں نہیں پال سکتی''

''وہ میرے تحفے خریدتی رہتی ہے''۔ ملٹن نے کہا۔

''واقعی''۔ روبن کی دل چسپی اور بڑھ گئی۔ ''کس قسم کے تحفے''؟

''میرے کمپیوٹر کیلئے سوفٹ ویر، میرے لئے کپڑے اور مشروبات''

''کس طرح کے کپڑے''؟

ملٹن کا چہرہ تمتما اٹھا اس نے جلدی سے اپنے کمپیوٹر کو دیکھا اور کئی بٹن بہ یک وقت دبادیے۔ روبن کہنے ہی والا تھا۔ مگر اولیور کی کھا جانے والی نظروں سے ڈر گیا۔

چند لمحے بعد اولیور نے کہا۔ ''اب میں بتاتا ہوں کہ ہم میں سے کس کو کیا کرنا ہے''

اپنے منصوبے کو بیان کرنے کے بعد اس نے اپنے بیگ میں سے ایک پرانا سا ہیٹ نکال کر سر پر رکھا اور گوف کی زنجیر تھام کر کار سے اتر گیا۔ ملٹن کا دوسرا اسیل فون اس کی جیب میں تھا۔ روبن اور کیلب کو کار میں بیٹھ کر ہر چیز پر نظر رکھنی تھی۔ جبکہ ملٹن پیٹرک جانسن کے گھر کی طرف چل دیا تھا۔ اسے اس بات پر نظر رکھنی تھی کہ اولیور پر کون ضرورت سے زیادہ توجہ دے رہا ہے۔ اسے اس کام کیلئے یوں منتخب کیا گیا تھا کہ کشتی میں وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ وہ واحد آدمی تھا، قاتل جس کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھ سکے ہوں گے۔ یہ طے پایا تھا کہ اگر ملٹن نے کسی مشتبہ آدمی کو دیکھا تو وہ اولیور کو فون کردے گا۔

اولیور چہل قدمی کے انداز میں بڑھا۔ گوف کی زنجیر اس کے ہاتھ میں تھی۔ ایک درخت کو دیکھتے ہی گوف نے اس کو نوازنے کا فیصلہ کیا، اور درخت کے پاس پہنچ کر ایک ٹانگ اٹھا کر اپنی حاجت رفع کی۔ ''بہت بے ساختہ اداکاری کر رہے ہو۔ کسی کو ہم پر شبہ بھی نہیں ہوگا۔ ہر شخص یہی سمجھے گا کہ ہم چہل قدمی کیلئے نکلے ہیں۔

وہ پیٹرک کے گھر کے قریب پہنچے تو انہوں نے اندر سے ایک شخص کو آتے دیکھا، جو ایف بی آئی کی مخصوص جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک باکس تھا، جس پر اہم شہادت، کا ٹیپ لپٹا ہوا تھا۔

''کوئی حادثہ ہوگیا ہے آفیسر''؟ اولیور نے دھیمی آواز میں اس سے پوچھا۔

ایف بی آئی والے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ قریب کھڑی گاڑی کی طرف بڑھا اور اس نے باکس گاڑی میں بیٹھی ہوئی ایک عورت کو دے دیا۔

گوف نے اس بار پیٹرک جانسن کے گھر کے عین سامنے ایک درخت کو اعزاز عطا کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کی کارروائی کے دوران اولیور کو گرد و پیش کا جائزہ لینے کا موقع مل گیا۔

وہ آگے بڑھے تو انہیں فٹ پاتھ کے ساتھ کھڑی ایک سیڈان نظر آئی۔ اولیور کیلئے وہ آزمائش کا لمحہ تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھ کر کوئی ردعمل ظاہر نہ کرنا کوئی آسان مرحلہ نہیں تھا۔

ٹائلر نے ایک لمحے کو گزرتے ہوئے اولیور اسٹون کو غور سے دیکھا، پھر وہ دوبارہ پیٹرک کے مکان کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ لمبے بالوں اور داڑھی کے بغیر اس شخص کو کیسے پہچان سکتا تھا۔ جس پر رات اس نے گولی چلائی تھی۔

اولیور دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہا تھا۔ اگر اسے فوری طور پر اپنا حلیہ بدلنے کا خیال نہ آیا ہوتا تو اس وقت اس کا کھیل ختم ہو جاتا اب اسے اس بات کی فکر تھی کہ قاتل کا ساتھی اس وقت کہاں ہے۔

بہرحال وہ آگے بڑھتا رہا اور کارنر پر بائیں جانب مڑ گیا۔ وہاں سے اس نے کیلب کو فون کرکے اسے صورت حال کے بارے میں بتایا۔ پھر اس نے ملٹن کو فون کیا، جو فوراً ہی اس کے پاس چلا آیا۔

''تمہیں پورا یقین ہے یہ وہی ہے''؟ ملٹن نے اس کی بات سننے کے بعد پوچھا۔

''سو فی صدر۔ اور اب میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس کا ساتھی کہاں ہے'' اسی وقت اولیور کا فون جیب میں تھرتھرانے لگا، کیونکہ اسے وائبریٹ پر سیٹ کیا گیا تھا۔ اس نے فون ریسیو کیا۔

''روبن نے دوسرے آدمی کو دیکھ لیا ہے'' کیلب کی آواز میں تناؤ تھا۔

''کہاں ہے وہ''؟

پیٹرک کے گھر کے باہر ایف بی آئی کے ایجنٹ سے بات کر رہا ہے۔''

''اب تم آؤ، اور ہمیں پک کرلو''۔ اولیور نے کہا۔ ''اور ہاں، مکان کے سامنے سے گزرنے کی ضرورت نہیں۔ تم جہاں ہو، وہاں سے بائیں جانب چلو۔ اور پہلے موڑ پر سیدھے ہاتھ کو لے لو۔ ہم تمہیں اگلے بلاک میں ملیں گے''

وہ مقررہ مقام پر پہنچ کر گاڑی کا انتظار ہے تھے کہ ملٹن نے سڑک پر پڑے اخبار کا ایک صفحہ اٹھایا۔ اس نے بڑی احتیاط کے ساتھ اسے تہ کرکے قریبی مکان کی دیوار کے ساتھ ڈال دیا۔

''ملٹن۔ تم نے پیٹرک کے خودکشی والے رقعہ کو چھوا تھا''۔ اولیور نے اچانک اس سے پوچھا۔

ملٹن نے فوری طور پر جواب نہیں دیا۔ لیکن چہرے کی کھسیاہٹ میں بھی واضح جواب تھا۔ ''تمہیں کیسے پتا چلا اولیور''۔ بالآخر اس نے کہا۔

''ان لوگوں کو پتا تھا کہ ہم وہیں کہیں موجود ہیں، اس لیے نہیں کہ انہوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ کسی بھی وجہ سے وہ دوبارہ لاش کے پاس آئے ہوں گے اور وہ نوٹ شاید انہیں کسی مختلف جگہ ملا ہوگا۔ وہ سمجھ گئے ہوں گے کہ وہاں کوئی موجود ہے، جس نے نوٹ کو چھیڑا ہے۔

''میں......میں......''

''میں سمجھ سکتا ہوں، تم نے اسے چیک کرنا چاہا ہوگا۔ اولیور نے اسے دلاسہ دیا۔ لیکن اب وہ بہت فکر مند دکھائی دے رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ نم کاغذ انگلیوں کے نشانات کو بہتر طور پر محفوظ رکھتا ہے۔ اب سوال یہ تھا کہ کیا کسی ڈیٹا بیس پر ملٹن کی انگلیوں کے نشانات بھی موجود ہوں گے۔ یہ بات وہ ملٹن سے نہیں پوچھ سکتا تھا۔ وہ تو پہلے ہی ڈرا ہوا تھا، اور متوحش ہو جاتا۔

گاڑی آئی اور ملٹن اور اولیور اس میں بیٹھ گئے۔ کیلب کو کچھ آگے جاکر پارکنگ کیلئے جگہ مل گئی۔ اس نے گاڑی روک دی۔

''کیا ہم ان کے تعاقب کا خطرہ مول لیں گے''؟ روبن نے پوچھا۔

''بدقسمتی سے کیلب کی کار ایسی ہے کہ اسے کوئی ایک بار دیکھ لے تو زندگی بھر نہیں بھول سکتا''۔ اولیور نے کہا، ''اگر ہم اس میں ان کا پیچھا کریں اور وہ نمبر پلیٹ دیکھ لیں تو وہ خود کیلب کے گھر پہنچنے سے پہلے اس کے گھر پہنچ جائیں گے''

''اوگاڈ''۔ کیلب نے دونوں ہاتھوں سے اسٹیئرنگ کو جکڑ لیا۔ اس کے پسینے چھوٹنے لگے تھے۔

''تو اب کیا کیا جائے''؟ روبن نے اولیور سے پوچھا۔

''تم نے کہا کہ ان میں سے ایک ایف بی آئی والے سے بات کر رہا تھا۔ اس کا مطلب ہے، وہ کوئی عام آدمی تو نہیں۔ میں نے ایف بی آئی والے سے بات کی کوشش کی تھی۔ لیکن اس نے مجھے منہ نہیں لگایا۔ میرا خیال ہے، وہ ایجنسی سے تعلق رکھتے ہیں''۔

''یعنی این آئی سی''۔ ملٹن نے جلدی سے کہا۔ ''کیونکہ پیٹرک جانسن بھی این آئی سی میں کام کرتا تھا''

''مجھے ایک خیال آیا ہے۔ اولیور نے کہا، کارٹر گرے......''

''اوہٹ''۔ اس وقت کیلب غرایا۔ وہ عقب نما میں دیکھ رہا تھا۔ ''یہ تو شاید انہی کی کار ہے، جو اس طرف آرہی ہے''

''اس طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں'' اولیور نے تیز لہجے میں کہا۔ کیلب نے گہری سانس لی اور نظر ہٹالی۔ ''اور روبن تم تھوڑا جھک کر پھیل کر بیٹھ جاؤ''۔

یہ کہہ کر اولیور نے اپنے سر سے ہیٹ اتار دیا۔ پھر وہ آگے کی طرف جھک گیا۔ ''کیلب، وہ تمہاری نمبر پلیٹ دیکھ سکتے ہیں''؟

''نہیں، ہمارے آگے پیچھے اتنی گاڑیاں ہیں کہ وہ نہیں دیکھ سکتے''۔ کیلب نے جواب دیا۔

''گڈ۔ ان کے گزرنے کے دس سیکنڈ بعد تم گاڑی نکالو اور ان کی مخالف سمت میں چل دو۔ ملٹن، تم یہ دیکھنا کہ انہوں نے ہمیں دیکھا ہے یا نہیں کیلب نے پھر گہری سانس لی۔ قاتلوں کی گاڑی ان کے سامنے تھی۔

''اس طرف مت دیکھو کیلب''۔ اولیور نے سرگوشی میں کہا۔

قاتلوں کی کار آگے جاکر بائیں جانب مڑ گئی۔

اولیور نے سوالیہ نظروں سے ملٹن کو دیکھا۔ ملٹن نے کہا۔ ''نہیں، انہوں نے پلٹ کر ہماری طرف نہیں دیکھا''

''کیلب، اب تم چل دو''

کیلب نے گاڑی آگے بڑھائی، انٹرسیکشن پر پہنچ کر اس نے گاڑی دائیں جانب موڑ لی۔ اولیور اور ملٹن، دونوں سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔ ''ہم سب کو چوکنا رہنا ہوگا۔ ممکن ہے وہ پلٹ کر آئیں، اولیور نے سب کو خبردار کیا۔ ''ملٹن، اب تم بتاؤ کہ تم نے کیا دیکھا''

ملٹن نے ان دونوں کا تفصیلی حلیہ بیان کردیا۔ اس نے بتایا کہ گاڑی پر نمبر پلیٹ ورجینیا کی تھی۔ رجسٹریشن نمبر بھی اسے یاد تھا۔ روبن نے اولیور سے کہا۔ ''اب ہمیں پولیس میں رپورٹ کرنی چاہیے۔ ہم ایک دوسرے کے بیان کی تائید کریں گے۔ وہ ہمیں جھوٹا نہیں سمجھیں گے''

''نہیں۔ یہ معاملہ اور طرح کا ہے۔ یہ پکڑا پکڑی کا کھیل ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ ہمیں پکڑیں، ہمیں ان کو پکڑنا ہوگا''۔ اولیور نے کہا۔

''لیکن کیسے؟ جبکہ ان قاتلوں کی سرکاری حیثیت بھی ہے''

کیمل کلب کا نعرہ کیا ہے......حق کی تلاش! بس ہمیں اس پر عمل کرنا ہے''

''ہم ان کی نمبر پلیٹ سے آغاز کرتے ہیں''۔ ملٹن نے کہا۔ ''گاڑی سرکاری نہیں تھی۔ وہ ذاتی کار تھی''

''تو تم کیا کرلو گے شرلاک ہومز'' روبن نے حقارت سے کہا۔

''ارے......میں پینٹا گون کے ڈیٹا بیس کو ہیک کر سکتا ہوں۔ ٹریفک ڈیپارٹمنٹ تو کوئی چیز ہی نہیں ہے''۔ ملٹن نے برا مانتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

این آئی سی کے ہیڈ کوارٹر میں زبردست جمنازیم تھا۔ لیکن وہ خالی پڑا رہتا تھا۔ کس کے پاس اتنی فرصت تھی کہ تن سازی پر دھیان دے۔ بہرحال جمنازیم کے ایک افتادہ تر چھوٹے کمرے میں ایک شخص اس وقت موجود تھا۔

ٹام ہیمنگ وے اسپورٹس شرٹ اور نیکر میں تھا۔ پیروں میں جوتے ہی نہیں تھے۔ وہ فرش پر دونوں ٹانگوں کو مخالف سمتوں میں موڑے ہوئے ایک خاص انداز میں بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔

ذرا دیر بعد وہ اٹھا اور اس نے مارشل آرٹس کا ایک انداز اختیار کیا۔ اس وقت اسے کوئی دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ وہ کنگ فو یا......کی کوئی مشق شروع کرنے والا ہے۔ لیکن انہیں یہ جان کر حیرت ہوئی کہ کنگ فو کا لفظی مفہوم سخت محنت کے ذریعے اپنے کسی ہنر...... پر پہنچانا ہے۔ لہٰذا بیس بال کے کسی محنتی کھلاڑی کے لئے بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ اچھا کنگ فو ہے۔

مارشل آرٹس کے چار سو سے زیادہ آسن ایسے تھے، جو چین سے باہر ترتیب دیے گئے تھے۔ جبکہ مقامی طریقے صرف تین تھے۔ چوآن، پاکوا چانگ اور تائی چی چوان، ان چار سو اور ان تین طریقوں میں فرق صرف طاقت کا تھا۔ بنیادی نظریہ یہ تھا کہ جب حرکی توانائی کا رخ اپنے ہدف پر مرکوز کرنے کے وسیلے کے طور پر استعمال کرنا ہے۔ یعنی ایک تھپڑ کی رفتار، کسی تیز رفتار کار سے ٹکر شاک کے کم و بیش برابر ہو سکتی ہے۔ ان تینوں میں سے کسی بھی آرٹ کے ماہر کا ہر وار مہلک ہوتا ہے۔

اپنے چین میں قیام کے دوران ٹام نے ان تینوں فنون میں کمال حاصل کیا تھا۔ لیکن سنگ آئی چوان اسے زیادہ پسند تھا۔

مشن کے آغاز سے پہلے اس نے ایک گھنٹے تک کامل ارتکاز کی مشق کی تھی۔ یہ مشق وجدان کی نشوونما کرتی تھی۔ اس سے گرد و پیش کا وجدانی ادراک حاصل ہوتا تھا۔ وہ چیزوں کو دیکھنے سے پہلے ان کی موجودگی سے آگاہ ہو جاتا تھا۔ اس صلاحیت نے کئی بار اس کو موت سے بچایا تھا۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

علیم الحق حقی

قسط-9

زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

برسوں کی طویل ریاضت نے ٹام کے جسم، اس کے جوڑ بند، اس کی ہڈیوں، ریشوں اور تمام عضلات کو غیر معمولی لچک اور مضبوطی عطا کی تھی۔ اس کے جسم میں توازن کا غیر معمولی نظام قائم تھا۔ ایک بار ایک عمارت کی اکیسویں منزل کے محض ایک انچ چوڑے چھجے پر تیز ہوا اور بارش کے دوران وہ چھ گھنٹے تک کھڑا رہا تھا۔ جب کہ نیچے کولمبیا کا ڈیتھ اسکواڈ اسے ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ اس کی انگلیوں کی سختی اور مضبوطی کا یہ عالم تھا کہ کسی سے ہاتھ ملاتے وقت اسے شعوری طور پر انہیں ڈھیلا چھوڑنا پڑتا تھا۔ اس کے باوجود اکثر لوگ ہاتھ دُکھنے پر شکایت کرتے تھے۔

اب اس نے خاص پوزیشن اختیار کر لی تھی۔ اس فن میں اس کی بنیادی اہمیت ہے۔ ٹام نے اس میں مہارت حاصل کی تھی۔ اسی کی مدد سے اس نے کئی ماہرین فن کو صرف ایک وار میں ختم کر دیا تھا۔

مشق سے فارغ ہو کر وہ نہایا، کپڑے بدلے اور اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ وہاں وہ کچن میں گیا اور اس نے کالی چائے بنائی، جو اسے بہت مرغوب تھی۔ چائے کا پاٹ اور دو پیالیاں ٹرے پر رکھ کر وہ نشست گاہ میں چلا آیا۔ پیالیوں میں چائے انڈیلتے ہوئے اس نے پکارا: ''یہ چائے ٹھنڈی ہو جائے تو اس میں مزہ نہیں رہتا''۔

برابر والے کمرے سے بغیر کسی چاپ کے ایک شخص نشست گاہ میں چلا آیا۔ تمہیں کیسے پتہ چلا؟، میں نے کوئی خوشبو بھی نہیں لگائی ہوئی ہے۔ جوتے بھی میں نے اُتار دیئے تھے۔ تیس منٹ تک میں سانس روکے رہا ہوں، پھر تمہیں کیسے پتا چل گیا؟۔

''ہر آدمی کے جسم کی ایک مخصوص بو ہوتی ہے۔ اسے تم کسی طرح بھی نہیں چھپا سکتے''۔ ٹام نے مسکراتے ہوئے کہا: ''اور ہاں، اس بو سے آدمی کے عزائم کا پتہ بھی چلتا ہے۔ اگر تمہارا انداز معاندانہ ہوتا تو میں تمہاری تواضع اور طرح سے کرتا''۔

''کبھی کبھی مجھے تم سے ڈر لگنے لگتا ہے ٹام''۔ کیپٹن جیک نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔

چند منٹ وہ آمنے سامنے بیٹھے چائے کی چسکیاں لیتے رہے، پھر کیپٹن جیک نے کہا: ''جو شاعری تم نے مجھے پڑھنے کو کہا تھا، میں نے اسے پڑھنے کی کوشش کی''۔

ٹام نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ''لال مرچ والا مجموعہ! کیسا لگا تمہیں؟''۔

''یہ سمجھ میں آیا کہ ابھی تک میں چینی زبان سے پوری طرح واقف نہیں ہوں''۔

ٹام مسکرایا۔ ''وہ رابطے کا بہترین ذریعہ ہے۔ بس ایک بار آپ اس کے عادی ہو جائیں''۔

کیپٹن جیک نے پیالی خالی کر کے میز پر رکھ دی۔ ''ایسی کون سی اہم بات ہے کہ ہمیں ملنے کی ضرورت پڑ گئی؟'' ۔اس نے پوچھا۔

''کارٹر گرے بھی برینن جا رہا ہے...... صدر کے ساتھ''۔

''یہ تو واقعی اہم بات ہے۔ ہمارا ملنا ضروری تھا۔ اب بتاؤ، تم اس کھیل کو کس انداز میں کھیلنا چاہتے ہو؟''۔

''باہر نکلنے کا مرحلہ ہمیشہ دشوار ہوتا ہے، چاہے ہم اسے کتنا ہی آسان کر لیں۔ اس معاملے میں ہم بے یقینی میں مبتلا تھے۔ لیکن کارٹر گرے کے وہاں آنے سے ہمیں یقین دہانی مل گئی ہے''۔

''ذرا تفصیل سے بتاؤ''۔

ٹام نے اپنے منصوبے کی تفصیل بتائی۔ کیپٹن جیک بے حد متاثر نظر آ رہا تھا۔

''میرے خیال میں تمہارا منصوبہ پُر از ذہانت اور زبردست ہے''۔

''اس کا انحصار اسی پر ہے کہ وہ کامیاب ہوتا ہے یا نہیں''۔ ٹام نے کہا۔

''اتنے انکسار سے کام نہ لو ٹام۔ قابل تعریف کام کی تعریف بہر حال کرنی چاہئے۔ یہ منصوبہ دنیا کو ہلا کر رکھ دے گا''۔ کیپٹن جیک نے چند لمحے توقف کیا، پھر بولا: ''لیکن بڑے میاں کو کم نہ سمجھو۔ اسپائی فیلڈ کے بارے میں کارٹر گرے جو کچھ سمجھ کر بھول چکا ہے وہاں تک میں اور تم ابھی پہنچے بھی نہیں ہیں''۔

ٹام نے اپنا بریف کیس کھولا اور اس میں سے ڈی وی ڈی نکالی اور کیپٹن جیک کی طرف بڑھائی۔ ''اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جس سے تمہیں مدد مل سکتی ہے''۔

کیپٹن جیک نے ڈی وی ڈی کو انگلی کی نوک پر رکھتے ہوئے ٹام ہیمنگ وے کو بہ غور دیکھا۔ ''میں نے سی آئی اے میں بیس برس گزارے، ان میں سے کچھ کارٹر گرے کی ماتحتی میں۔ اور تم نے؟''۔

''کل بارہ برس، سب کے سب فیلڈ میں۔ اس سے پہلے دو سال میں این ایس اے میں رہا تھا۔ کارٹر کے سکریٹری بننے کے ایک سال بعد میں نے این آئی سی جوائن کیا''۔

''میں نے سنا ہے کہ تمہیں سربراہی کے لئے تیار کیا جا رہا ہے؟''۔

''نہیں۔ مجھے یہاں مستقبل نظر نہیں آتا''۔ ٹام نے کہا۔

''تو پھر دوبارہ سی آئی اے؟ سی آئی اے تھی اور سی آئی اے رہے گی۔ عراق میں سی آئی اے کی رپورٹ کے مطابق تباہ کن ہتھیار برآمد نہ ہونے کے باوجود، اتحادی سربراہوں کی عالمی شرمندگی کے باوجود سی آئی اے ختم نہیں ہوئی۔ تو سی آئی اے کبھی ختم نہیں ہوگی''۔

''تم واقعی یہ سمجھتے ہو؟''۔ ٹام کے لہجے میں تجسس تھا۔

''دیکھو، جب میں کمیونزم کے مقابلے میں قابل قبول متبادل فراہم کرنے کے نام پر بدترین ڈکٹیٹر شپ کے فروغ کے لئے کام کر رہا تھا، یا جب میں غیر ملکی مہمات کے لئے فنڈ ز فراہم کر رہا تھا، یا جب میں جمہوری حکومتوں کے تختے صرف اس لئے الٹ رہا تھا کہ وہ امریکی فسادات کے خلاف کام کر رہی تھیں، تو میں سوچتا تھا کہ یہ کوئی اچھے طریقے نہیں ہیں۔ یہ تو بہت بڑی خود غرضی ہے۔ کبھی تو مجھے وہ عالمی دہشت گردی لگتی تھی، جو صرف اور صرف امریکا کرتا تھا۔ مگر پھر میں نے سوچنا ہی چھوڑ دیا''۔

''میں نہیں سمجھتا کہ یہ جنگ فوجوں یا جاسوسوں کی مدد سے جیتی جا سکتی ہے۔ یہ اتنا آسان نہیں ہے''۔ ٹام نے کہا۔

''تو پھر یہ جنگ جیتی ہی نہیں جا سکتی''۔ کیپٹن جیک کے لہجے میں قطعیت تھی۔ کیونکہ اب ممالک کے درمیان اپنے اختلافات دور کرنے کا کوئی اور طریقہ مروج ہی نہیں رہا ہے''۔

''دوستوفسکی نے لکھا تھا...... غلط کاروں کی مذمت کرنا بہت آسان ہے، لیکن انہیں سمجھنا مشکل ہے''۔

''ہم دونوں نے فیلڈ میں بہت وقت گزارا ہے۔ ذرا مجھے بتاؤ کہ مشرق وسطیٰ کے غلط کاروں کی ذہنیت تم کبھی سمجھ سکے؟''۔ کیپٹن جیک نے کہا۔

''سب سے پہلے تو غلط کاری کی تعریف طے کرو''۔ ٹام نے تیز لہجے میں کہا۔ ''باہر جو کچھ ہو رہا ہے، اس میں ہمارے ہی ہاتھ صاف کب ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ کے بیشتر مسائل ہم نے ہی تخلیق کیے ہیں۔ تو اب بھگتیں گے بھی ہم ہی''۔

''درست۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ ایسے میں عقل مندی صرف دولت کمانے میں ہے۔ مجھے اور کسی چیز کی پروا نہیں رہی۔ میں تو اپنے چھوٹے سے خوب صورت جزیرے پر جا کر عیش کرنا چاہتا ہوں''۔

''لیکن یہ دیانت کے خلاف ہے''۔

''یہ بتاؤ، تم یہ سب کیوں کر رہے ہو؟''۔ کیپٹن جیک نے کہا۔ ''دیانت دار تو اب امریکی صدر بھی نہیں ہے، عالمی قیادت بھی نہیں ہے''۔

''میں اس دنیا کی بہتری کے لئے کام کر رہا ہوں۔ یہ انسانیت کا قرض ہے مجھ پر''۔

''پھر وہی آئیڈیل ازم، تم پچھتاؤ گے ٹام...... بلکہ شاید زندہ بھی نہ رہ سکو''۔

''یہ آئیڈیل ازم نہیں۔ ایک خیال ہے، جسے میں عملی جامہ پہنا رہا ہوں''۔

''کیپٹن جیک نے نفی میں سر ہلایا''۔ میں تقریباً ہر کاز کے لئے اور ہر کاز کے خلاف جنگ کر چکا ہوں۔ دنیا میں کسی نہ کسی طرح جنگ ہمیشہ جاری رہے گی۔ پہلے یہ میٹھے پانی اور زرخیز زمینوں کے لئے لڑی جاتی تھی۔ پھر انسان نظریات کے نام پر لڑنے لگا۔ لیکن دراصل تھا وہ بھی فسادات کا کھیل۔ اب جنگ یہ ہے کہ میرا خدا تمہارے خدا سے بہتر ہے۔ تم کچھ کہو گے تو دوسرا اسے غلط قرار دے گا اور اس بات پر تم سے لڑے گا۔ انسان ہیں ہی بہت بُرے۔ میں نے یہ بات سمجھ لی ہے، میں لڑوں گا تو صرف اپنے مفاد کے لئے۔ دنیا جائے جہنم میں''۔

''دنیا میں بڑے لوگ گزرے ہیں۔ گوتم بدھ نے امن و آشتی کا درس دیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے دشمنوں کو بھی گلے سے لگایا۔ حضرت محمد ﷺ نے حالت جنگ میں بھی انسان نوازی کی تبلیغ کی......''

''وہ سب گزر گئے ٹام، یہ دیکھو کہ اب دنیا کہاں کھڑی ہے۔ کیا ہو رہا ہے دنیا میں''۔

''ٹام اٹھا اور مضطربانہ انداز میں کمرے میں ٹہلنے لگا''۔ مجھے یاد ہے، میرے باپ نے مجھے بتایا تھا کہ جب بھارت آزاد ہوا اور انگریزوں نے دو قومی نظریے کو تسلیم کیا تو تقسیم ہند کے معاملے میں بد دیانتی کی۔ مسلمانوں کے اکثریتی علاقے ہندستان میں شامل کر دیئے۔ اس کے نتیجے میں تقریباً ڈیڑھ کروڑ انسانوں کو ہجرت کرنی پڑی۔ مذہبی فسادات کے نتیجے میں پانچ لاکھ سے زیادہ انسان مارے گئے۔ اس سے پہلے عراق میں یہ کھیل کھیلا گیا اور پیوند کاری کے ذریعے اسے بڑا بنایا گیا۔ آج وہاں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اس کا نتیجہ ہے۔ ایسی درجنوں مثالیں موجود ہیں۔ طاقت ور ممالک کمزور ممالک میں اپنی پسند کے کھیل کھیلتے ہیں اور اس کے نتیجے میں جو مسائل پیدا ہوتے ہیں، ان کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے''۔

''تم تو میری بات کی تائید کر رہے ہو ٹام۔ میں نے کہا نا کہ ہم انسان ہیں ہی بہت بُرے''۔ کیپٹن جیک نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

''اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم انسانوں کی فلاح کا خیال ہی چھوڑ بیٹھیں۔ برائی کو کثرت کی وجہ سے قبول کر لینے میں بھلائی کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔

''تم سمجھتے ہو کہ دنیا کو تبدیل کیا جا سکتا ہے، بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ یہ تمہارا وہم ہے''۔

ٹام ہیمنگ وے یوں بیٹھا تھا، جیسے اب اس موضوع پر بات نہ کرنا چاہتا ہو۔

''کیپٹن جیک اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ درمیان میں اس نے پلٹ کر ٹام کو دیکھا۔ ''میں نہیں سمجھتا کہ اب ہم کبھی ملیں گے۔ یہ الگ بات کہ اس مہم کے اختتام پر تم بھی ایک چھوٹے سے خوب صورت جزیرے کا رخ کرو۔ اگر ایسا ہوا تو میں وہاں تمہیں خوش آمدید کہوں گا۔ لیکن اگر تمہاری حیثیت ایک فراری کی ہوئی تو پھر تم پوری دنیا میں اکیلے ہو گے۔ کوئی تمہارے ساتھ نہیں ہوگا، میں بھی نہیں''۔

☆☆☆

ایلکس نے بار سے نکلنے کے بعد ایک ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا۔ پھر وہ ڈبلیو ایف او واپس آ گیا اور اپنی ای میل چیک کی۔ سائیکس کی طرف سے اس کی رپورٹ کی رسید تو موجود تھی، لیکن اس پر کوئی تبصرہ نہیں تھا۔

اس نے کچھ وقت اپنی ڈیسک پر گزارا، پھر اس نے سوچا، ضرورت پڑنے پر سائیکس اس سے رابطہ کر سکتا ہے۔

نکلتے ہوئے اس نے اسائن منٹ بورڈ پر نظر ڈالی۔ اس کی اور جیکی کی تصویروں کے نیچے اسپیشل اسائن منٹ لکھا تھا۔

باہر نکل کر اس نے گہری سانس لے کر تازہ ہوا پھیپھڑوں میں اتاری۔ اسے کیٹ ایڈمز کا خیال آ گیا۔ وہ اس کی زندگی کے صحرا میں تازہ ہوا کے جھونکے کی حیثیت رکھتی تھی۔

اب تک اس نے عجیب بے ترتیب زندگی گزاری تھی۔ کام...... کام اور صرف کام...... ایک شہر سے دوسرے شہر، ایک ملک سے دوسرے ملک وہ اتنا مصروف رہا تھا کہ اپنے بارے میں سوچنے تک کا وقت نہیں ملتا تھا۔ اب اپنے ساتھیوں میں وہی ایک کنوارا بچا تھا۔ وہ سب اب فرصت کے نایاب لمحے اپنے گھر میں، بیوی کے درمیان گزار رہے تھے۔ اور وہ تنہا تھا۔ جوان ایجنٹوں سے اس کی ذہنی ہم آہنگی نہیں تھی، اور پرانے دوست اپنے اپنے گھر کے ہو گئے تھے۔ تو اسے فرصت ہی بری لگتی تھی۔

لیکن اب لگتا ہے کہ زندگی کو ایک محور، ایک مقصد ملنے والا ہے۔ اگر بات بن گئی تو وہ کیٹ کے ساتھ زندگی شروع کر سکے گا۔ وہ کھڑا سوچ رہا تھا کہ سیل فون کی گھنٹی بجی۔ کالر آئی ڈی اسکرین پر نمبر اور نام دیکھنے کے باوجود پہلے تو اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ مگر پھر ذہن میں روشنی کا جھماکا سا ہوا۔ وہ این جیفریز تھی...... آں جہانی پیٹرک جانسن کی منگیتر!۔

''جی مس جیفریز''۔ اس نے کال ریسیو کرتے ہوئے کہا۔

''آپ کا خیال ہے کہ جس شخص سے میں شادی کرنے والی تھی، جس کے ساتھ میں زندگی بھر کا تعلق جوڑ رہی تھی، مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا...... اتنی بڑی بات بھی معلوم نہیں تھی کہ وہ منشیات فروش ہے......''۔ وہ بری طرح چیخ رہی تھی۔

''مس جیفریز......'' اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

''میں کیس کروں گی...... ایف بی آئی پر بھی اور سیکرٹ سروس پر بھی۔ تم پر بھی اور تمہاری اس سنگ دل ساتھی پر بھی......''۔

''بات سنیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ آپ کیوں اتنی اپ سیٹ ہیں......''۔

''اپ سیٹ؟ میری کیفیت کے لئے یہ بہت چھوٹا لفظ ہے۔ کیا یہ کوئی معمولی بات ہے کہ میرے پیٹرک کو قتل کیا گیا، اور اب اس کی موت کے بعد اس کی پیشانی پر داغ لگایا جا رہا ہے، جب کہ وہ اپنی صفائی بھی پیش نہیں کر سکتا''۔

''مس جیفریز، میں تو بس اپنا کام کرنے کی کوشش......''

''یہ سب کچھ تم میرے وکیل کو بتانا''۔ این نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

ایلکس نے فون بند کیا اور ایک گہری سانس لی۔ وہ سوچ رہا تھا...... اب یہ عورت کسے فون کرے گی؟ واشنگٹن پوسٹ کو؟ پروگرام ساٹھ منٹ کے اینکر مین کو؟ یا اس کے باس کو؟

اس نے جیری سائیکس کا موبائل نمبر ملایا۔ بات تو نہیں ہو سکی، لیکن اس نے اپنا تفصیلی میسج ریکارڈ کرا دیا۔ اس نے مختصراً یہ بھی بتا دیا کہ این جیفریز اس وقت اس آتش فشاں کی طرح ہے، جو پھٹنے کو تیار ہو۔

وہ جو کچھ کر سکتا تھا، اس نے کر لیا تھا۔ اب دھما کا ہوگا تو گندگی تو اچھلے گی۔ اس کے بس میں کچھ بھی نہیں تھا۔

گھر جانے کو دل نہیں چاہا، وہ پیدل چلنا، اور چلتے ہوئے سوچنا چاہتا تھا۔

عجیب بات تھی، وہ جب بھی چہل قدمی کرتا تھا تو بالآخر وائٹ ہاؤس ہی جا پہنچتا تھا۔ اس نے ایک گارڈ سے ہیلو ہائی کیا، ایک شناسا سا ایجنٹ سے اِدھر اُدھر کی بات کی اور پھر پارک میں چلا گیا۔

اولیور راسٹون کے خیمے میں روشنی دیکھ کر اسے حیرت ہوئی۔ لیکن اچھا بھی لگا۔ کوئی تو ہے، جس سے وہ اس وقت بات کر سکتا ہے۔

''اولیور؟''۔ اس نے پکارا۔

خیمے کا پردہ ہٹا اور اندر سے ایک اجنبی شخص نے جھانکا۔

''سوری...... مجھے اولیور سے ملنا......''

''ایجنٹ فورڈ''۔ اولیور نے کہا اور باہر آ گیا،

''ارے...... یہ تم ہو اولیور''۔ ایلکس نے حیرت سے کہا۔

اولیور نے مسکراتے ہوئے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ ''کبھی تبدیلی کو بھی جی چاہتا ہے''۔

''میں تو کل رات بھی آیا تھا یہاں''۔

''مجھے اڈلفیا نے بتایا تھا۔ شطرنج یاد آ رہی ہوگی؟''۔

''تم سے میرا کیا مقابلہ۔ تم تو بور ہو جاتے ہو گے؟''۔

''ایسی بات نہیں۔ اب تم بہت بہتر کھیلنے لگے ہو''۔ اولیور نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔

جس عرصے میں ایلکس وائٹ ہاؤس میں ڈیوٹی دے رہا تھا، تو جب بھی فرصت ملتی، وہ اس طرف آ جاتا۔ ابتدا میں تو وہ اولیور کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے کے لئے آتا تھا۔ وائٹ ہاؤس کے اردگرد کسی بھی نوعیت کے خطرے کو سمجھنا اس کی ذمہ داری تھی۔ لیکن پھر وہ اولیور میں کشش محسوس کرنے لگا۔ اولیور راسٹون ایک ایسا شخص تھا، بہ ظاہر جس کا کوئی ماضی نہیں تھا۔ افواہ تھی کہ اولیور کبھی سرکاری ملازمت میں تھا۔ ایلکس نے ہر طرح کا ڈیٹا بیس چھان مارا، لیکن اولیور کا کہیں کوئی ریکارڈ نہیں تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ اولیور راسٹون تو فرضی نام تھا، اور ایلکس اس کے اصل نام سے بے خبر تھا۔ اس نے بڑی احتیاط اور رازداری سے اولیور کے فنگر پرنٹس اٹھائے اور انہیں ایف بی آئی کے فنگر پرنٹس کے خزانے سے چیک کیا۔ لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ پھر اس نے ملٹری کے ڈیٹا بیس سے چیک کیا، خود سیکرٹ سروس کی کمپیوٹر فائلوں سے دیکھا۔ لیکن کہیں اس کی انگلیوں کے نشانات موجود نہیں تھے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکا کے ریکارڈ کے مطابق وہ شخص ناموجود تھا...... بلکہ یوں کہیں کہ وجود ہی نہیں رکھتا تھا۔

ایک بار اس نے اولیور کا پیچھا قبرستان تک کیا تھا۔ پھر اس نے چرچ سے رجوع کیا، جہاں سے اولیور کو تنخواہ ملتی تھی۔ وہ بھی اولیور راسٹون کے نام سے آگے کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ کئی بار اس نے اولیور کو قبرستان میں کام کرتے جھاڑیاں چھانٹتے، قبروں کی صفائی کرتے بھی دیکھا۔ وہ قبرستان کا بڑی ذمہ داری سے خیال رکھتا تھا۔ اس نے سوچا کہ اولیور کی غیر موجودگی میں اس کے کاٹیج کی تلاشی لے۔ لیکن اول تو اس کا کوئی اخلاقی جواز تھا، نہ قانون۔ دوسرے اولیور کے انداز میں عجیب سا وقار اور دبدبہ، اور ایسا خلوص اور سچائی تھی کہ اس نے اپنی اس سوچ کو خود ہی مسترد کر دیا۔

''تم مجھ سے ملنے آئے تھے۔ خیریت؟''۔ اولیور نے پوچھا۔

''یونہی گزر رہا تھا، سوچا تم سے مل لوں۔ اڈلفیا نے بتایا کہ تم کسی میٹنگ میں گئے ہو''۔

''وہ بڑھا چڑھا کر بات کرنے کی عادی ہے۔ ہم چند دوست راتوں کو مال پر چہل قدمی کرتے ہیں۔ اچھا لگتا ہے''۔ اولیور نے کہا۔ پھر چند لمحے توقف کے بعد بولا۔ ''تم سناؤ، ڈبلیو ایف او کیسا چل رہا ہے؟''۔

''کسی کیس پر کام کرنا وائٹ ہاؤس کی ڈیوٹی سے بہت بہتر ہے''۔

''میں نے سنا ہے کہ کل تمہارا کوئی ساتھی مارا گیا''۔

ایلکس نے سر کو اثباتی جنبش دی''۔ وہ این ٹی اے سی میں کام کرتا تھا، جو این آئی سی کا ماتحت ادارہ ہے۔ لیکن اس کا تعلق ہم سے بھی تھا، اس لئے میں اس کی تفتیش کرنے والی ٹیم میں شامل ہوں''۔

''تم شامل ہو؟ مطلب تم اس کیس پر کام کر رہے ہو؟''۔

ایلکس ہچکچایا۔ لیکن بہر حال وہ خفیہ تو نہیں تھا''۔ کر رہا تھا ہی سمجھو۔ کیونکہ کیس حل ہو گیا ہے''۔

''اچھا! یہ تو میں نے نہیں سنا کسی سے''۔

''پیٹرک جانسن کے گھر سے ہیروئن برآمد ہوئی ہے۔ تفتیش کاروں کا خیال ہے کہ اس کے ساتھی منشیات فروشوں نے اسے قتل کیا ہے''۔

''تمہارا اپنا کیا خیال ہے؟''۔ اولیور نے پوچھا۔

ایلکس نے کندھے جھٹک دیئے۔ ''کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ویسے ہم تو ایف بی آئی پر انحصار کر رہے ہیں۔ اصل تفتیش کرنے والے تو وہی ہیں''۔

''اس کے باوجود کہ ایک انسان قتل کر دیا گیا''۔ اولیور نے کہا۔ ''ایجنٹ فورڈ میں طویل عرصے سے تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارا مشاہدہ زبردست ہے، تم فرض شناس، محنتی اور مستعد ہو۔ تمہاری چھٹی حس بہت توانا ہے۔ میرے خیال میں تمہیں اس کیس میں اپنی تمام خداداد صلاحیتوں کو استعمال کرنا چاہیے۔ اہم معاملات میں دو اضافی نگراں آنکھیں ضروری ہوتی ہیں''۔

''میں نے کیس کو ہر پہلو سے دیکھا ہے۔ اگر معاملہ منشیات کا نہ ہوتا تو؟''۔

''اس سوال کا جواب ہی تو ضروری ہے۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کس نوعیت کا کام کرتا تھا۔ اور یہ بھی تو ممکن ہے کہ اصل بات سے توجہ ہٹانے کے لئے اس کے گھر میں منشیات رکھ دی گئی ہو۔ یہ کون سی بڑی بات ہے''۔

''ایلکس سوچ میں پڑ گیا۔ ''نہیں، اس کا ایسا کچھ امکان نہیں''۔ اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''اور مجھے تو تین سال بعد ریٹائر ہو جانا ہے این آئی سی تو پنڈورا کا صندوق ہے۔ میں اسے کھول کر کیوں پھنسوں''۔

''جو برس تم نے اپنے ملک کی خدمت میں صرف کیے ہیں ایجنٹ فورڈ، وہ تین برسوں سے بہت بھاری ہیں۔ اور میری بات یاد رکھنا، کسی بھی کیریئر میں آخر کے کارناموں ہی کی وجہ سے آدمی کو یاد رکھا جاتا ہے۔ ورنہ تو یہاں کتنے ہی آئے اور کتنے ہی گئے''۔

''ایک غلط قدم اٹھ گیا تو کیریئر ہی نہیں رہے گا''۔

''لیکن آخر میں کوئی اہم بات ادھوری رہ جائے تو طویل برسوں کا پچھتاوا رہ جاتا ہے، جو مرتے دم تک پیچھا نہیں چھوڑتا''۔

ایلکس تھکے تھکے قدموں سے اپنی کار کی طرف چل دیا۔ اولیور کی بات میں وزن تھا۔ پیٹرک جانسن کی موت کے بارے میں اس کے ذہن میں واضح شکوک تھے۔ منشیات کا اتنی آسانی سے مل جانا خود صورت حال کو مشتبہ بنا رہا تھا۔ دیگر تفصیلات بھی باہم جڑ نہیں پا رہی تھیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ نیم دلی سے اس کیس کی تفتیش کر رہا تھا۔

اولیور نے دوسری بات بھی ٹھیک کہی تھی۔ وہ سروس سے عزت کے ساتھ، ضمیری سربلند کے ساتھ رخصت ہونا چاہتا تھا۔ اس کیس کا انداز تفتیش اس کے شایان شان نہیں تھا۔

☆☆☆

ایلکس نظروں سے اوجھل ہوا تو اولیور تیز قدموں سے قبرستان کی طرف چل دیا۔ اپنے کاٹیج پہنچ کر اس نے ملٹن کے دیئے ہوئے سیل فون کے ذریعے کیلب سے رابطہ کیا اور اسے اس تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کیا۔

''تم نے اسے یہ تو نہیں بتا دیا کہ ہم نے پیٹرک کو قتل ہوتے دیکھا ہے؟''۔ کیلب نے گھبرا کر پوچھا:

''تم مجھے بیوقوف سمجھتے ہو۔ اگر میں اسے یہ بتا دیتا تو اس کے پاس کرنے کو کچھ بھی نہ رہتا۔ اب مجھے امید ہے کہ وہ این آئی سی میں چھان بین کرے گا''۔ اور کوئی ایسی بات ڈھونڈ نکالے گا، جس تک ہماری رسائی ناممکن ہے''۔

''یوں تو وہ بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔ میں نے سنا ہے کہ این آئی سی والے اپنے آدمی کو بھی ضرورت پڑنے پر مروا دیتے ہیں۔ ایلکس بے چارہ تو سیکرٹ سروس کا آدمی ہے''۔

''وہ کوئی بے صلاحیت آدمی تو نہیں۔ لیکن تمہاری بات نے مجھے سمجھایا ہے کہ اب ہمیں اس کی حفاظت کی فکر کرنی ہوگی۔ ہے نا؟''۔

فون پر بات کرنے کے بعد اولیور کو یاد آیا کہ اس نے شام سے اب تک کچھ بھی نہیں کھایا۔ اس نے کچن میں جا کر کھانا بنایا اور آتش دان کے سامنے بیٹھ کر کھانے میں مصروف ہو گیا۔

کھانے کے بعد وہ آرام کرسی پر نیم دراز ہو کر ایک کتاب کا مطالعہ کرنے لگا۔ اس کے پاس اور بچا ہی کیا تھا۔ تین دوست، یہ کتابیں، کچھ نظریات اور کچھ یادیں۔ یہی اس کی متاع حیات تھی۔

اس کی نظر اس باکس پر پڑی، جس میں فوٹو البم رکھے تھے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کا اچھا نتیجہ نہیں نکلے گا، اس نے کتاب رکھی اور باکس سے تصویریں نکال لیں۔ اگلے ایک گھنٹے کے دوران وہ ماضی کی یادوں سے کھیلتا رہا۔ وہ اپنی بیٹی کی تصویریں دیکھ رہا تھا۔ ایک تصویر میں وہ ڈیزی کے پھول تھامے ہوئے تھی، جو اسے بہت پسند تھے۔ اسے یاد آیا کہ وہ کیسے ڈے ززززی کہتی تھی، تو اس کے ہونٹوں بے ساختہ مسکراہٹ، ایک اور تصویر میں وہ کیک پر لگی موم بتیاں بجھا رہی تھی۔ وہ اس کا برتھ ڈے نہیں تھا، وہ ٹوٹے ہوئے کانچ پر گری تھی، اور اس کے ہاتھ میں ٹانکے آئے تھے اور وہ روئی نہیں تھی۔ وہ کیک اس بہادری کا انعام تھا۔ اس حادثے نے اس کی داہنی ہتھیلی پر زخم کا ہلالی نشان چھوڑا تھا جب بھی وہ اسے گود میں لیتا، اس کی ہتھیلی پر موجود اس ہلالی کو ضرور چومتا۔

یہ وہ یادیں تھیں، جن سے وہ چمٹ کر رہتا تھا۔ وہ انہیں کبھی بھولنا نہیں چاہتا تھا۔

پھر اسے وہ آخری رات یاد آ گئی۔ اس کا گھر غیر آباد علاقے میں تھا، یہ اس کے آجر کی حکم نما فرمائش تھی۔ اس کی وجہ اس کو سمجھ میں اس رات آئی، جب اس کے مکان پر حملہ ہوا۔

اسے یاد تھا کہ دروازہ کیسی چرچراہٹ کی آواز کے ساتھ کھلا تھا۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ بڑی مشکل سے کھڑکی کے راستے باہر نکلا تھا۔ اس کی بیٹی دوسرے کمرے میں تھی۔ ان کے پاس اس تک پہنچنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔

فائروں کی آوازیں گھٹی گھٹی تھیں۔ شعلے بجلی کی سی رفتار سے اس پر لپک رہے تھے۔ پھر اس کی بیوی ایک بار چیخی...... اور ختم۔ وہ فوراً ہی مر گئی تھی۔ اولیور نے اسی رات ان قاتلوں میں سے دو کو ان کے اپنے ہتھیاروں سے ختم کیا تھا، جنہیں اس کو قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اور پھر وہ جیسے تیسے بالآخر ایک محفوظ مقام پر پہنچ گیا تھا۔

اس رات اولیور راسٹون نے اپنی بیوی اور بیٹی کو آخری بار دیکھا تھا۔ اگلے دن تو ایسا لگتا تھا، جیسے ان کا کبھی وجود ہی نہیں رہا تھا۔ مکان خالی تھا۔ رات کی کارروائی کا ہر نشان مٹا دیا گیا تھا۔ اگلے برسوں میں اس نے اپنی بیٹی بیتھ کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن وہ کامیاب نہیں ہوا۔ بیتھ...... اس کا نام ایلزبتھ تھا۔ لیکن وہ پیار سے اسے بیتھ کہتے تھے۔ وہ بہت خوب صورت بچی تھی...... اپنے باپ کی جان، اس کا فخر! اور برسوں...... برسوں پہلے اس منحوس رات میں اس نے اپنے اس انمول خزانے کو کھو دیا تھا۔

جب اسے حقیقت کا علم ہوا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا، تو وہ انتقام کی دھن میں لگ گیا۔ لیکن پھر کچھ ایسا ہوا کہ اس کے دل سے وہ خیال مٹ گیا۔ اس نے اخبار میں ایک شخص کی موت کی خبر پڑی۔ وہ ایک اہم آدمی تھا...... ملک سے باہر اس کی موت کا معما کبھی حل نہیں ہوا۔ اس کے لواحقین میں اس کی بیوی اور بچے تھے۔ اولیور کو اس واقعہ کے پیچھے اپنے آجر کا ہاتھ نظر آ رہا تھا۔ وہ وہی اسٹائل تھا، وہی منظر تھا، جو بھگت چکا تھا۔

اس وقت اولیور کو احساس ہوا کہ اسے انتقام لینے کا کوئی حق نہیں۔ اس کے باوجود کہ اس کی بیوی کو قتل کر دیا گیا، اور اس کی محبوب بیٹی کو اس سے چھین لیا گیا۔ اسے کسی سے انتقام لینے کا کوئی حق نہیں۔ ماضی میں اس حب الوطنی کے نام پر کتنے ظلم، کتنے گناہ کیے تھے۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا، وہ تو اس کے ان گناہوں کا کفارہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تو اس سے بہت زیادہ کا مستحق تھا۔

وہ دنیا میں مختلف ناموں کے ساتھ گھومتا پھرا۔ یہ اس کے لئے مشکل نہیں تھا، اس کے لئے تو اس کی حکومت نے اسے اعلا ترین تربیت دی تھی۔ برسوں کی جہاں گردی کے بعد اس کے سامنے ایک ہی راستہ رہ گیا تھا۔ وہ اولیور راسٹون بن گیا...... خاموش احتجاج کرنے والا جو خاموشی سے اہم معاملات پر نظر رکھتا اور انہیں سمجھنے کی کوشش کرتا۔ وہ معاملات جنہیں عام لوگ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ اس سے اس کی اذیت میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی، جو اپنی دنیا میں سب سے محبوب دو افراد سے محرومی کا شاخسانہ تھی۔ وہ اذیت تو آخری سانس تک اس کے ساتھ رہے گی۔ وہ آرام کرسی پر ہی سو گیا۔ اس کے آنسوؤں کی نمی البم کی تصویروں پر اب بھی چمک رہی تھی۔

وہ جس کی آدھی سے زیادہ عمر عیش و آرام میں گزری تھی، اب قبرستان کے رکھوالے کی حیثیت سے قبرستان کے سرد کاٹیج میں سختی کی زندگی گزار رہا تھا، جسے پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا تھا، جو پھٹے پرانے کپڑوں میں اسی طرح گھومتا تھا کہ دیکھنے والے اسے لفنگا سمجھتے تھے، تو اس لئے کہ شاید اسی طرح وہ اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر سکے گا۔ بیوی اور بیٹی کو کھونا تو محض بہانہ تھا!

☆☆☆

برینن کے مضافات میں واقع اپنے چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں جمیلہ پانچ بجے بیدار ہوئی۔ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اس نے کلمۂ شہادت کی ایک تسبیح پڑھی۔ پھر وہ قرآن کی تلاوت میں مصروف ہو گئی۔ ایک پارہ پڑھنے کے بعد اس نے اپنے لئے ناشتا بنایا۔ ناشتا کرنے کے بعد وہ کپڑے بدل کر کام پر جانے کے لئے تیار ہو گئی۔

ناشتے کے دوران اسے اپنی آجر لوری ڈینکلن سے گزشتہ روز کی گفتگو یاد آئی۔ لوری اس کا جھوٹ کبھی نہیں پکڑ سکتی تھی۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ جھوٹ کو بہت بڑا گناہ سمجھتی تھی۔ لیکن مجبور تھی۔ اپنے کاغذات کے مطابق وہ سعودی عرب کی تھی، اس لئے نائن الیون کے باوجود امریکا آنے میں اسے کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔ درحقیقت وہ سنی عقیدے کی عراقی عورت تھی۔

وہ صدام حسین کے سیکولر عراق میں پلی بڑھی تھی، جہاں عورتوں کی ڈرائیونگ پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ جب کہ سعودی عرب میں عورتوں کے لئے یہ ناقابل تصور تھا، کیونکہ وہاں شریعت نافذ تھی۔ وہاں عورتوں کے لئے پردہ لازم تھا۔ وہ ووٹ کے حق سے بھی محروم تھیں، شوہروں کی اجازت کے بغیر وہ گھر سے نہیں نکل سکتی تھیں۔

شاہ ابن سعود نے پانی کی تلاش کے لئے ماہرین ارضیات کی خدمات حاصل کی تھیں۔ لیکن وہاں پانی سے بہت زیادہ قیمتی چیز...... یعنی تیل نکل آیا۔ تیل کی دریافت نے عرب کی قسمت ہی بدل دی۔ دنیا بھر میں جتنا تیل تھا، اس کا چوتھائی صرف سعودی عرب میں تھا۔ صنعتی ترقی کرنے والے ممالک کے لئے اس کی اہمیت تھی۔ اس لئے سعودی عرب کے معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کرتا تھا۔

صدام حسین کے عراق میں جمیلہ نے اچھی تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ اپنی مرضی کا لباس پہنتی تھی۔ اسے ہر طرح کی آزادی حاصل تھی۔ اس کے باوجود وہ اس آمر سے نفرت کرتی تھی۔ صدام کے خلاف بولنے والے اس کے کئی رشتے دار اور دوست اچانک غائب ہو گئے تھے، ایسے کہ ان کا آج تک سراغ نہیں ملا تھا۔ امریکیوں کی عراق پر چڑھائی کے دوران وہ دعا کرتی رہی تھی کہ صدام حسین سے نجات مل جائے۔ اس کی دعا قبول ہوئی لیکن اس کا نتیجہ بہت برا نکلا۔

صدام حسین آمر تھا۔ قومی دولت کو اپنی خواہشات کے لئے پانی کی طرح بہاتا تھا۔ وہ اپنے محافظوں کو جینے کا حق بھی نہیں دیتا تھا۔ لیکن قومی دولت میں وہ عوام کو شریک کرتا تھا۔ وہاں تعلیم اور خوراک حکومت کے ذمے تھی۔ عراق کے لوگوں نے بدحالی کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ خوش حال تھے۔ لیکن امریکا نے اقتصادی پابندیاں لگا کر عوام کو بڑی اذیتیں دی تھیں۔ ہزاروں بچے دوائیں نہ ملنے کی وجہ سے مر گئے تھے، اور انسانی حقوق کے علم برداروں کو پروا بھی نہیں ہوئی تھی۔ یہ احساس بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ صدام حسین کو نہیں، معصوم لوگوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ یہ احساس تو جمیلہ جیسے لوگوں کو بعد میں ہوا کہ وہ سفاک درندے صدام حسین سے کہیں زیادہ بدتر تھے۔

ایک دن جمیلہ بازار سے واپس آئی تو اسے اپنے گھر کی جگہ ملبے کا ڈھیر نظر آیا۔ وہ امریکیوں کی بمباری کا نتیجہ تھا۔ اس کے ماں، باپ اور دونوں چھوٹے بھائی مر چکے تھے۔ وہ اپنے رشتے داروں کے گھر جا چکی گئی، جو موصل میں رہتے تھے۔

صدام حسین کا دور ختم ہو گیا۔ امریکی عراق پر قابض ہو گئے۔ جب فاقوں کی نوبت آئی تو عراقی قوم نے سمجھ لیا کہ صدام حسین کا آمریت کا دور اس سے بہت بہتر تھا۔ اب ان کا قومی دولت میں کوئی حصہ نہیں تھا۔ ان کی دولت ملک سے باہر جا رہی تھی اور امن و امان کی صورت حال نہایت ابتر تھی۔ صدام حسین کے دور میں صرف اس کے خلاف بولتے غیر محفوظ تھے۔ لیکن اب تو کوئی بھی، کہیں بھی محفوظ نہیں تھا۔ امریکیوں نے ایک خوش حال ملک کو جہنم میں تبدیل کر دیا تھا۔

اسی صورت حال میں عراق میں امریکی فوجوں کی موجودگی کے خلاف تحریکیں سر اٹھانے لگیں۔ ایسی ہی ایک تحریک میں جمیلہ کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی، جو برملا کہتا تھا کہ امریکا طاقت کے زور پر پوری دنیا کو زیر کرنا چاہتا ہے۔ امریکی اپنی قوم کے سوا ہر ملک اور ہر قوم کے لئے فاشسٹ ہیں۔ وہ دنیا کے وسائل پر قابض ہونے کے لئے دنیا بھر میں سازشوں کا جال پھیلا رہے ہیں۔ عراق ان کا پہلا نشانہ ہے، اور وہ اس کی تیل کی دولت پر قابض ہو گئے ہیں۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں، کیونکہ صرف مسلمان ہی جذبہ جہاد کے زور پر ان کی راہ میں حائل ہو سکتے ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ مسلمانوں کو اس دشمن کے خلاف یک سُو ہو کر پوری قوت سے جنگ کرنی چاہیے۔

بات سچی تھی۔ جمیلہ پاکستان، اور وہاں سے افغانستان گئی، جہاں اسے تربیت دی گئی۔ اس کے بعد اس کے لئے جعلی کاغذات تیار کیے گئے اور وہ امریکا آ گئی۔ وہ دشمن پر وار کرنے کے لئے تیار تھی۔

امریکا آتے ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ امریکیوں کا طرز زندگی مسلمانوں سے بالکل الٹ ہے۔ یہی نہیں، وہ اپنی تہذیب مسلمانوں پر تھوپ بھی رہے ہیں۔ وہ اسلامی قدروں کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔

امریکا میں پہلے تو وہ پیغام رسانی کا کام کرتی رہی۔ اس طرح اسے امریکا میں گھومنے اور مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔

امریکا میں ہر چیز بڑی تھی۔ لوگوں کے قد، ان کے جثے، ان کی خوراک، وہ بہت کھاتے تھے، اور بار بار کھاتے تھے۔ ان کی کاریں بھی بہت بڑی تھیں۔ وہاں ایسے سپر اسٹور تھے کہ ان میں بڑی مارکیٹ بھی سما جائے۔ وہاں عریانیت بھی بہت تھی۔ مرد اور عورت بغیر کسی رشتے کے سرعام رکیک حرکتیں کرتے تھے۔ وہاں جرائم بھی بہت ہوتے تھے۔ لوٹ مار کے دوران قتل، ڈکیتی، چوریاں، نقب زنی اور زنا بالجبر وہاں عام تھے۔ وہ طاقت وروں کا معاشرہ تھا، جہاں کمزور محفوظ نہیں تھے۔

جس گروپ کے ساتھ وہ آئی تھی، اسے ان کے ساتھ ایک اور شہر بھیج دیا گیا، وہاں اس کو مزید تربیت دی گئی۔ اسے ایک نئی شناخت اور پہچان کے نئے حوالے دیئے گئے۔ وہ خاص وین بھی اسے دی گئی، جو وہ ڈرائیو کرتی تھی۔ پھر اسے برینن بھیجا گیا، جہاں مسٹر فرینکلن نے اسے اپنے بچوں کی خبر گیری اور نگہداشت کے لئے رکھ لیا۔ یہ کام اسے اچھا لگا، تینوں بچوں سے وہ بہت محبت کرتی تھی۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، اسے وطن یاد آنے لگا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ امریکا کسی کے لئے نہیں ہے۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

علیم الحق حقی

زیرِ نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔ دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔ لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

جمیلہ کو حج کی آرزو تھی۔ مکہ معظمہ، وہ معزز شہر جہاں اللہ کے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ولادت ہوئی تھی۔ وہ مسجد الحرام میں نماز ادا کرنا چاہتی تھی۔ حضور ﷺ کے روضے پر جا کر دعا کرنا اس کا خواب تھا۔ لیکن اس کا وطن جنگ کی لپیٹ میں آ گیا، اور اسے موقع نہیں ملا۔ وہ جانتی تھی کہ اب اس کی آرزو کبھی پوری نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ تو وطن بھی صرف ایک صورت میں واپس جا سکتی تھی...... کفن میں لپٹ کر، تابوت میں لیٹ کر۔

تیار ہو کر وہ اپنی وین کی طرف گئی۔ اس نے سامان لے جانے والے عقبی حصے کو غور سے دیکھا۔ وہاں ایک ایسا اضافہ کیا گیا تھا، جو کار بنانے والے کے ذہن میں بھی نہیں آیا ہوگا۔

☆☆☆

برینٹن میں کیپٹن جیک نے اپنی نئی پراپرٹی کا قبضہ لے لیا۔ وہ آٹو میکینک شاپ تھی۔ اس نے چابی لے کر اسٹیٹ ڈیلر کا شکریہ ادا کیا اور اپنی کنورٹیبل میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔

چند منٹ بعد اس نے گاڑی ایک جگہ روکی، اپنا لیپ ٹاپ کھولا اور چیٹ سائٹ کھولی۔ اس روز کی فلم کا نام تھا ''دی وزرڈ آف اوز''۔ اس نے بچپن میں یہ فلم دیکھی تھی، اس نے پیغام بھیجا کہ پارک میں وہ ملنا چاہتا ہے۔

آٹو میکینک شاپ اس آپریشن کا ایک بہت اہم عنصر تھا۔ یہ وہ جگہ تھی، جہاں اس عورت کا کردار اہم ہو جاتا تھا۔ اگر وہ متوقع کارکردگی نہ دکھا سکی تو اس کے سارے کیے دھرے پر پانی پھر جائے گا۔ اور اس کے بارے میں وہ یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ای میل سے کسی کی شخصیت کو کبھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ پتا نہیں، اس عورت کے پاس آہنی ارادہ ہے بھی یا نہیں، جس کی اس آپریشن میں شدید ضرورت ہے، بغیر ملے کوئی کسی کو کیسے سمجھ سکتا ہے!۔

☆☆☆

آسمان پر گھٹا تھی، اور وہ خاصا سرد دن تھا۔ پارک تقریباً خالی تھا۔ کیپٹن جیک ایک بینچ پر بیٹھ کر اخبار پڑھتے ہوئے کافی کے گھونٹ لیتا رہا۔ وہاں وہ آدھے گھنٹے سے بیٹھا تھا۔ اس نے پارک کا بہت اچھی طرح جائزہ لیا تھا۔ وہ مطمئن تھا کہ اس کی نگرانی نہیں کی جا رہی ہے۔ اس کا کوئی جواز بھی نہیں تھا۔ لیکن وہ حد درجہ احتیاط کا عادی تھا۔ وہ جس فیلڈ میں تھا، اس میں پہلی ہی کوتاہی آخری بھی ثابت ہو سکتی تھی۔

پہلے صفحے پر بڑی اہم خبریں تھیں۔ اسٹاک مارکیٹ برسوں مندی ہونے کے بعد گزشتہ روز اچانک ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ایک فلم اسٹار اپنی فلم اسٹار بیوی کو چھوڑ کر ایک اور فلم اسٹار سے شادی کرنے والا تھا۔ ایک کار بم دھماکے میں تین اسرائیلی مارے گئے تھے۔ اسرائیلیوں نے بدلہ لینے کا عہد کیا تھا۔ کیپٹن جیک ایک بہادر اور خطرات سے کھیلنے والا آدمی تھا۔ لیکن وہ اسرائیلیوں کو خطرناک ترین قرار دیتا تھا۔ ان سے الجھنے کا وہ کبھی قائل نہیں رہا تھا۔

عقبی صفحے پر ایڈز کی ہولناکی کا تذکرہ تھا۔ افریقہ میں لاکھوں افراد ایڈز کا شکار ہو گئے تھے۔ ایشیا کے کئی ممالک میں خانہ جنگی بھی لاکھوں افراد کو لقمہ بنا چکی تھی۔ ایک اور خبر کے مطابق دنیا کی نصف سے زیادہ آبادی غربت کی لکیر سے نیچے پہنچی ہوئی تھی۔ ہر روز ہزاروں بچے بھوک کی وجہ سے مر رہے تھے۔

کیپٹن جیک نے اخبار تہہ کر کے رکھ دیا۔ وہ اخلاقیات پسند ہرگز نہیں تھا۔ اپنے وقت میں اس نے اتنے لوگوں کو ہلاک کیا تھا کہ ان کی تعداد بھی اسے یاد نہیں تھی۔ لیکن اسے یہ دیکھ کر دکھ ہوا کہ اخبار نے اسٹاک مارکیٹ اور فلم اسٹار کو صفحۂ اول پر جگہ دی تھی، جب کہ انسانی دکھوں کو صفحۂ آخر پر غیر نمایاں جگہ دی گئی تھی۔

پہلے اسے بچوں کی آوازیں سنائی دیں۔ لیکن اس نے اس طرف نہیں دیکھا۔ وہ ان کی مسرت بھری چہکاریں سنتا رہا، وہ جھولوں کی طرف جا رہے تھے، وہ مسکرا دیا۔

چند منٹ گزرے تھے کہ اسے قریب آتے قدموں کی آہٹیں سنائی دیں۔ وہ نپے تلے قدم تھے۔ پھر برابر والی بینچ کی چرچراہٹ سنائی دی۔ وہ برابر والی بینچ پر بیٹھ گئی تھی۔

کیپٹن جیک نے اپنا اخبار اٹھا لیا۔ ''اس بار اسٹیلرز کی کامیابی یقینی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟''۔ اس نے بات شروع کی۔

''میں تو پیٹریاٹ کے حق میں داؤ لگاؤں گی''۔

''تمہیں پورا یقین ہے؟''۔

''میں وہی کہتی ہوں، جس پر مجھے کامل یقین ہوتا ہے۔ اگر مجھے کسی قسم کا شک ہوتا تو میں خاموش رہتی''۔

یہ گفتگو ان کی شناخت کا حصہ تھی۔ اب جب کہ یہ مرحلہ گزر چکا تھا تو کیپٹن جیک کام کی بات شروع کر سکتا تھا۔ ''فرینکلن کے ہاں معاملات ٹھیک چل رہے ہیں؟''۔ اس نے پوچھا۔

''ہاں، بہت اچھے''۔ جمیلہ نے جواب دیا۔

''تم پر انہیں کسی قسم کا شک تو نہیں ہے''۔

''وہاں اتنی فرصت ہی کسے ہے۔ ان کی زندگی تو بے حد سادہ ہے۔ شوہر دولت کمانے میں دن رات مصروف رہتا ہے اور بیوی اپنی عیاشی اور تفریحات میں''۔

کیپٹن جیک کو اس کے لہجے میں کاٹ محسوس ہوئی۔ ''اوہ...... تو یہ سوچتی ہو تم؟''۔

سوچتی نہیں، یقینی طور پر جانتی ہوں۔ امریکیوں کی زندگی دیکھ کر میرا جی متلاتا ہے''۔

''واقعی؟''۔

''امریکی سب کے سب شیطان کے چیلے ہیں۔ میں نے دیکھ لیا''۔

''میری بات دھیان سے سنو۔ کیپٹن جیک نے سخت لہجے میں کہا: ''برے بھلے ہر جگہ ہوتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر لوگ امن، سکون اور خوشی کے ساتھ جینا چاہتے ہیں۔ ایک گھر بنانا، بچوں کو اچھی طرح پالنا، خدا کی عبادت کرنا اور عزت کی موت مرنا سبھی کا خواب ہے''۔

''مگر انہوں نے زبردستی میرے ملک کا تعلق القاعدہ اور طالبان سے جوڑا ہے اور وہ میرے ملک کی دولت لوٹ رہے ہیں اور اسے تباہ کر رہے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ صدام اور اسامہ بن لادن ایک دوسرے کے سخت مخالف تھے اور میں بتاؤں، صدام حسین کے دور میں، تیس برس میں، عقوبت خانوں میں جتنے لوگ مرے، اس سے سیکڑوں گنا امریکیوں کے تین سالہ دور میں سڑکوں پر مارے جا چکے ہیں اور سنو، امریکیوں کی اپنی تفتیش کے مطابق نائن الیون کے انیس میں سے پندرہ ہائی جیکرز کا تعلق سعودی عرب سے تھا۔ لیکن امریکی ٹینک ریاض میں کبھی نہیں دندنائے۔ ہاں ان کا ہدف بغداد ہے۔ میں نے امریکیوں سے زیادہ جھوٹی، منافق اور اصولوں سے محروم قوم کوئی اور نہیں دیکھی۔ سب سے بڑی بات یہ کہ صدام......''۔

''ہاں، میں جانتا ہوں''۔ کیپٹن جیک نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''صدام کو اقتدار میں لانے والے امریکی ہی تھے۔ لیکن یہ تو عالمی سیاست ہے۔ مفادات کی راہ میں آنے والا بہترین دوست بدترین دشمن کہلاتا ہے''۔

''تو سیاست انسانیت سے بلند ہوئی نا۔ امریکیوں نے انسانوں کی مہذب دنیا کو جنگل بنا کر رکھ دیا ہے۔ جہاں صرف طاقت کا قانون چلتا ہے۔ لیکن وہ یہ بھول گئے کہ جانور اور انسان میں بہت فرق ہے۔ انسان کو طاقت سے مطیع نہیں بنایا جا سکتا''۔

''مسلمان مسلمانوں کے ساتھ کیا کر رہے ہیں، یہ بھی سوچا کبھی۔ کردوں کے بارے میں غور کرو''۔

''تم اس وقت مجھ سے یہ گفتگو کیوں کر رہے ہو؟''۔

''اس لیے کہ یہ ضروری ہے''۔ کیپٹن جیک نے پُرسکون لہجے میں کہا: ''تمہارے اندر غصہ بھرا ہے۔ جسے تم جوش سمجھ بیٹھی ہو۔ غصے اور نفرت سے کام خراب ہو جاتے ہیں۔ تمہاری توجہ نفرت پر نہیں، کام پر مرکوز ہونی چاہیے۔ غصے اور نفرت میں آدمی بے معنی کام بھی کر بیٹھتا ہے اور بے معنی کام میرے لیے ناقابل برداشت ہیں۔ تم سمجھ رہی ہو نا؟''۔

جمیلہ خاموش رہی۔

''تم میری بات سمجھیں یا نہیں؟ جواب دو''۔

''اب سنو۔ منصوبہ تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اب معاملہ پہلے سے زیادہ صاف ہے۔ میری بات دھیان سے سنو۔ تمہیں اس کے مطابق نیا معمول بنانا ہوگا۔ اتنی مشق کرنا کہ اس کی عادی ہو جاؤ۔ ایسی عادی کہ سوتے میں بھی اس پر پوری طرح عمل کر سکو''۔

وہ اسے نئی تفصیلات سے آگاہ کرنے لگا۔

''یہ تو واقعی آسان ہے''۔ جمیلہ نے کہا: ''یعنی میں اس کے بعد بھی فرینکلن ہاؤس واپس جا سکوں گی''۔

''بالکل۔ لیکن ہمیں ہر بات کا خیال رکھنا ہوگا۔ اگر اس روز فرینکلن کے ہاں معمولات میں کوئی تبدیلی ہو، یا کسی وجہ سے صدر کے دورے کے پروگرام میں تبدیلی ہو تو تمہیں معلوم ہے کہ تمہیں کیا پیغام دینا ہوگا''۔

''ہاں، یہ کہ طوفان آ رہا ہے''۔ جمیلہ نے جواب دیا۔ ''لیکن میں نہیں سمجھتی کہ اس کی ضرورت پڑے گی''۔

''مستقبل کا حال کوئی نہیں جانتا''۔ کیپٹن جیک نے سرد لہجے میں کہا۔

''اور اگر طوفان آ گیا تو؟''۔

''تب تمہیں وہی کرنا ہوگا، جس کے لیے تم یہاں لائی گئی ہو''۔ کیپٹن جیک نے اس بار عربی میں کہا۔ ''اور اگر وہ تم تک پہنچ گئے تو...... تو تمہیں وہ انعام مل جائے گا، جس کی تمہیں آرزو ہے...... فدایہ اور شہادت''۔

جمیلہ مسکرائی۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا، جہاں سورج بادلوں کو ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کسی نے اسے فدایہ کہا تھا۔ اسے پتا بھی نہ چلا کہ کیپٹن جیک جا چکا ہے۔

☆☆☆

وہ آفس کی عمارت سے نکلے اور گاڑی میں بیٹھے۔ ایلکس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور آگے بڑھا دی۔

''میں تو سمجھی تھی کہ یہ کیس کلوز ہو گیا ہے؟''۔ جیکی نے کہا۔

''یہ میں نے کبھی نے کہا تھا''۔

''بیورو کو اس کے گھر منشیات مل گئیں۔ تم نے رپورٹ فائل کر دی اور تم نے کہا، اب تم پھر جعلی کرنسی کے کیسوں پر کام کرو گے اور تم نے مجھے ایک شاندار نصیحت بھی کی تھی۔ مجھے سب یاد ہے''۔

''رات این جیفریز نے مجھے فون کیا تھا۔ اس نے کیس کرنے کی دھمکی بھی دی۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ سازش ہے۔ پیٹرک کا منشیات سے کوئی تعلق نہیں تھا''۔ ایلکس نے اسے بتایا۔

''اس کے کہنے سے کچھ فرق پڑتا ہے، نہ کیس کرنے سے۔ دیکھو نا، وہاں منشیات ہم نے تو نہیں پہنچائیں''۔

ایلکس نے اسے کن انکھیوں سے دیکھا۔ ''ہو سکتا ہے، یہ کام کسی اور نے کیا ہو''۔

جیکی جواباً اسے گھورنے لگی۔ ''کوئی ایسا کیوں کرے گا؟''۔

''یہی تو ہمیں معلوم کرنا ہے۔ مجھے ابتدا ہی سے یہ کوئی سادہ کیس نہیں لگا''۔

''مجھے تو سیدھی سی بات لگتی ہے۔ پیٹرک نشوں کے حساب سے ناجائز دولت کما رہا تھا۔ اب اس کی شادی ہونے والی تھی۔ اس کے سامنے کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا''۔

''اگر ایسا ہے تو میرا سوال یہ ہے کہ اسے منگنی کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اسے تو یہ سب پہلے سے معلوم تھا''۔

''ممکن ہے، وہ این پر بری طرح فریفتہ ہو گیا ہو اور این ایسی لڑکی ہے کہ شادی کے بغیر قربت پر آمادہ نہ ہو۔ مجبوراً اس نے منگنی کر لی ہو۔ بعد میں اس نے سوچا ہو کہ یہ وہ کس مصیبت میں پھنس گیا۔ پھر اس نے سوچا ہو کہ اب تو خودکشی کے سوا کوئی چارہ نہیں''۔

''تم یقیناً مذاق کر رہی ہو...... اور وہ بھی کمزور اور بھونڈا مذاق''۔

''تم محبت کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ کچھ بھی نہیں! ہے نا؟''۔ جیکی نے کہا۔ ''اور عورتوں کے بارے میں تو تم کچھ جانتے ہی نہیں''۔

''ذرا اس کا مطلب سمجھا دو''۔

''مرد ہوس کے پجاری ہوتے ہیں اور ہوس زیادہ دیر چلتی نہیں۔ عورتیں مستقل اور دیرپا تعلق چاہتی ہیں، جب کہ مردوں کی خواہش بس مطلوبہ عورت کو تسخیر کرنے کی ہوتی ہے''۔

''پوری نسل انسانی کو سمجھنے کے لیے یہ آسان فارمولا بہت زبردست ہے۔ میری معلومات میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں''۔

''ایک اور تھیوری بھی ہے میرے پاس۔ جانسن منشیات کا کاروبار کر رہا تھا۔ لیکن اب شادی کی وجہ سے وہ یہ دھندا چھوڑ دینا چاہتا تھا، جب کہ اس دھندے میں یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ سو اس کے ساتھیوں نے اسے ٹھکانے لگا دیا''۔

''اس جزیرے پر جہاں وہ اپنی محبوبہ کو پہلی بار تفریح کے لیے لایا تھا۔ انہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟''۔

''ممکن ہے، این جیفریز سے، جو اب معصوم بن کر کہہ رہی ہے کہ اس کا منگیتر اتنا گھٹیا کام کر ہی نہیں سکتا''۔

''تم یہ کہہ رہی ہو کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے''۔

'اگر اسے اپنے منگیتر کے دھندے کے بارے میں واقعی معلوم نہیں تھا تو پھر وہ پرلے درجے کی احمق ہے''۔

''اور اگر وہ اس سے واقف تھی تو پھر پیٹرک جانسن کو خودکشی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟''۔

''میں نے کہا نا کہ اس کے دھندے کے ساتھیوں نے اسے قتل کیا ہوگا''۔

''اور قتل کی اس سازش میں این جیفریز بھی شریک ہے!''۔

''کیوں نہیں''۔

''میں دعوے سے کہتا ہوں کہ این جیفریز کو ہیروئن کی پہچان بھی نہیں ہوگی''۔

''خیر چھوڑو۔ یہ بتاؤ، ہم کہاں جا رہے ہیں؟''۔

''وہ جی این آئی سی کے دو کارندے جزیرے پر ملے تھے نا، میں نے انہیں فون کیا تھا۔ وہ رائٹنگ کا تجزیہ کرا چکے ہیں۔ میں نے سوچا، کیوں نہ ہم وہاں جا کر معلومات حاصل کریں اور خودکشی کا وہ نوٹ بھی واپس لے کر آئیں۔ اس طرح این آئی سی کو بھی ٹٹول سکیں گے''۔

''این آئی سی کو؟''۔ جیکی حیرت سے کہا۔ ''تمہیں پتا ہے کہ جب امریکی صدر وہاں جاتا ہے تو کئی مقامات ایسے ہیں جہاں سیکورٹی سروس والوں کو گھسنے بھی نہیں دیا جاتا''۔

''مجھے معلوم ہے۔ مگر میں رکنے والا نہیں''۔

''اور تمہارے خیال میں وہاں سے تمہیں کیا معلوم ہو سکے گا''۔

''میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ پیٹرک جانسن وہاں کیا کرتا تھا''۔

''تم تو اپنی سروس کے آخری تین سال عزت سے گزارنا چاہتے تھے۔ سر جھکا کر...... پھر اب کیا ہو گا؟''۔

ایلکس نے سگنل پر کار روکی اور اس کی طرف دیکھا۔ ''اگر میں اپنے فرائض کی انجام دہی سے خوف زدہ ہوں تو پھر مجھے قبل از وقت ریٹائر ہو جانا چاہیے۔ لیکن میں اس کے لیے تیار نہیں ہوں''۔

''اور یہ تبدیلی تم پر آج اچانک خدا کی طرف سے نازل ہو گئی''۔

''نہیں۔ کل رات ایک پرانے دوست نے مجھے اس کا احساس دلایا تھا''۔

سگنل کی روشنی سبز ہوئی۔ ایلکس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد جیکی نے کہا: ''رات میں نے ڈیڈی کے ساتھ ڈنر کیا تھا''۔

''اوہ...... کیا حال ہے معزز سینیٹر کا؟''۔

''ان کی معلومات میں کل کچھ اضافہ ہوا ہے''۔ جیکی نے سخت لہجے میں کہا۔

ایلکس نے سمجھ لیا کہ اب چپ رہنے ہی میں عافیت ہے۔

☆☆☆

این آئی سی میں سیکورٹی کے مرحلے سے گزرنے میں ایک گھنٹہ لگا اور اس کے بعد بھی ان کے احتجاج کے باوجود ان کے ہتھیار رکھوا لیے گئے۔ وہاں ہال میں داخل ہوئے۔ تب بھی دو مسلح گارڈ اور ایک ڈوبرمین کتا ان کے ساتھ تھا۔ کتا بار بار ایلکس کی پینٹ کے پائینچے سونگھ رہا تھا۔ ''یہ نہ بھولو دوست کہ ہم اور تم ایک ہی قبیل کے ہیں''۔ ایلکس نے کتے سے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

دونوں گارڈ اس کی بات پر مسکرائے تک نہیں۔

ایلکس اور جیکی کو ایک چھوٹے کمرے میں لے جا کر انتظار کرنے کی ہدایت دی گئی۔ اب وہ انتظار تھا کہ ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔

''مجھے تو لگتا ہے، ہم سرحد پار کر کے کسی دشمن ملک میں گھس آئے ہیں''۔ ایلکس بڑبڑایا۔

''تمہیں ہی شوق ہو رہا تھا یہاں آنے کا''۔ جیکی نے چڑ کر کہا۔

بالآخر دروازہ کھلا اور ٹائلر اور وارن کمرے میں آئے۔ ''مجھے خوشی ہے کہ تم دونوں کو بالآخر ہم سے ملنے کی فرصت مل گئی''۔ ایلکس نے ان سے کہا۔

''سوری...... تم لوگوں کو انتظار کرنا پڑا''۔ ٹائلر نے میز کے دوسری طرف بیٹھتے ہوئے کہا۔

''نوٹ پر تحریر سو فیصد پیٹرک جانسن کی ہی ہے''۔ وارن نے کہا۔

''اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں''۔ ایلکس بولا: ''اور وہ نوٹ کہاں ہے؟''۔

''وہ مجھے واپس دے دو''۔

''ٹھیک ہے''۔ وارن نے کہا۔ ''لیکن اس میں کچھ وقت لگے گا''۔

''کوئی بات نہیں۔ مجھے بھی یہی امید تھی۔ ہم اس دوران پیٹرک کے دفتر کا جائزہ لے لیں گے اور اس کے ساتھ کام کرنے والوں سے مل لیں گے۔ ہم سمجھنا چاہتے ہیں کہ وہ کس نوعیت کا کام کر رہا تھا''۔

''یہ تو ممکن نہیں ہے''۔ ٹائلر نے بے رُخی سے کہا:

''دیکھو، یہ ایک غیر فطری موت کا کیس ہے۔ تمہیں ہم سے تعاون کرنا چاہیے''۔

''رائٹنگ کا تجزیہ تعاون ہی تو تھا۔ پھر یہ بات واضح ہے کہ اس نے خودکشی کی تھی۔ ایف بی آئی بھی اس نتیجے پر پہنچی ہے''۔

''لیکن میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہ تفتیش کے اصولوں کے عین مطابق ہے۔ ظاہری صورت حال کبھی کبھی غلط بھی ثابت ہوتی ہے''۔

''پیٹرک جانسن جو کام کر رہا تھا، وہ نہایت حساس نوعیت کا تھا۔ اس کو جاننے کے لیے جو سیکورٹی کلیئرنس درکار ہے، تم اس سے محروم ہو''۔ ٹائلر نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

ایلکس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''میں پانچ سال تک صدر امریکا کے محافظ دستے میں رہا ہوں۔ جس وقت تم کالج میں پڑھ رہے تھے، میں اینٹی ٹیررسٹ ٹاسک فورس میں کام کر رہا تھا۔ جوائنٹ چیفس جب اس ملک کی سیکورٹی کے لیے حکمت عملی پر غور کر رہے تھے، میں ان کے کانفرنس روم میں ڈیوٹی دے رہا تھا۔ سمجھے؟''۔

''اس کے باوجود تمہاری سیکورٹی کلیئرنس اس لیول کی نہیں ہے''۔ ٹائلر نے بے نیازی سے کہا۔

''پھر تو یہ بڑا مسئلہ ہے۔ کیوں کہ مجھے اس کیس کی تفتیش پر مامور کیا گیا ہے۔ کام آسانی سے ہو یا مشکل سے، اسے بہرحال ہونا ہے''۔

''اس بات کا مطلب؟''۔ وارن نے پوچھا۔

''میں پیٹرک جانسن کے دفتر کا سرچ وارنٹ بھی لا سکتا ہوں اور اس کے ساتھ کام کرنے والوں سے پوچھ گچھ کا اجازت نامہ بھی۔ بہتر ہے کہ تم مجھے خود اس کی اجازت دے دو''۔

ٹائلر مسکرایا۔ ''اس ملک میں کوئی ایسی عدالت موجود نہیں، جو اس بلڈنگ کے لیے سرچ وارنٹ جاری کر سکے''۔

''کیا؟ تم اس معاملے میں نیشنل سیکورٹی کا کارڈ استعمال کرو گے''۔ ایلکس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

''کیوں نہیں۔ تمہاری سیکرٹ سروس تو کثرت سے ترپ کا یہ پتا کھیلتی ہے''۔

''ایسی کسی معمولی سی بات کے لیے کبھی نہیں کھیلتی اور میں تمہیں یاد دلا دوں کہ اب ہمارا تعلق ہوم لینڈ سیکورٹی سے ہے۔ ٹریژری سے نہیں''۔

''اور ہوم لینڈ سیکورٹی کا سربراہ کارٹر گرے کو بریفنگ دیتا ہے''۔

''بکواس۔ وہ دونوں ہی کیبنٹ سیکریٹری ہیں''۔ ''بس کرو۔ تم لوگوں نے تو اسے انا کی جنگ بنا دیا ہے''۔ جیکی نے تیز لہجے میں مداخلت کی۔

اس وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور ٹائلر اور وارن یوں اچھل کر اٹھے جیسے ان میں اچانک اسپرنگ فٹ ہو گئے ہوں۔

دروازے میں کارٹر گرے کھڑا انہیں گھور رہا تھا۔ ایلکس سناٹے میں تھا۔ پھر کارٹر نے آگے بڑھ کر جیکی کو گلے لگایا اور اس کے رخسار پر شفقت سے بوسہ دیا۔ ''تم ہمیشہ کی طرح خوب صورت لگ رہی ہو جیکی اور سناؤ، سب ٹھیک ہے نا؟''۔

''بس آج کا دن خراب ہے''۔ جیکی نے منہ بنا کر ایلکس کو دیکھا، پھر کارٹر سے اس کا تعارف کرایا۔

''تم سے مل کر خوشی ہوئی ایلکس''۔ کارٹر نے بے تکلفی سے کہا۔

''شکریہ جناب''۔ ایلکس نے بہ مشکل جواب دیا۔

''رات میں نے ڈیڈی کے ساتھ ڈنر کیا تھا''۔ جیکی نے کارٹر کو بتایا۔

''عرصے سے ملاقات نہیں ہوئی ہے ہماری''۔ کارٹر بولا۔ ''خیر...... یہ بتاؤ، ہم تمہاری کیا خدمت کر سکتے ہیں؟''۔

جیکی نے اسے پیٹرک جانسن کے دفتر کے جائزے کے سلسلے میں بتایا۔

''میں نے انہیں بتایا سر کہ ان کی سیکورٹی کلیئرنس اس لیول کی نہیں ہے''۔ ٹائلر نے جلدی سے کہا:

''یہ تو میں سمجھ سکتا ہوں''۔ کارٹر نے بے پروائی سے کہا۔ پھر وہ جیکی کی طرف مڑا۔ ''آؤ جیکی، میں خود تمہیں وہاں لے چلتا ہوں''۔ اس نے پلٹ کر ٹائلر اور وارن کو دیکھا۔ ''تم اپنا کام سنبھالو''۔

وہ دونوں یوں رخصت ہوئے جیسے ریوالور سے نکلی ہوئی گولیاں۔

کارٹر انہیں لے کر ہال میں آ گیا۔ اس کے پیچھے چلتے ہوئے ایلکس نے جیکی سے سرگوشی میں کہا: ''خدا کی پناہ۔ تم نے مجھے بتایا بھی نہیں کہ تم کارٹر گرے کو جانتی ہو''۔

''تم نے پوچھا ہی نہیں تھا''۔ جیکی نے معصومیت سے کہا۔ اور اپنی معلومات درست کر لو۔ میں انہیں اتنا نہیں جانتی، جتنا یہ مجھے جانتے ہیں۔ یہ میرے گاڈ فادر ہیں''۔

☆☆☆

جس وقت ایلکس جیکی کے ساتھ این آئی سی میں کڑیاں ملانے کی کوشش کر رہا تھا، عین اس وقت اولیور اسٹون وائٹ ہاؤس کے سامنے والے پارک میں تھامس جیفرسن کے ساتھ شطرنج کھیل رہا تھا۔ تھامس کو اس کے دوست ٹی جے کہہ کر بلاتے تھے۔ ٹی جے تقریباً 40 سال سے وائٹ ہاؤس کے کچن میں کام کر رہا تھا۔ اولیور کو قبرستان کی ملازمت اسی نے دلائی تھی۔

ان کی دوستی شطرنج کے حوالے سے ہوئی تھی۔ ٹی جے کی جب بھی چھٹی ہوتی، وہ شطرنج کھیلنے اولیور کے پاس آ جاتا۔

اولیور کی توجہ اس وقت شطرنج پر نہیں تھی۔ ایک غلط چال کے نتیجے میں اس کا وزیر زد پر آ گیا۔

''تم ٹھیک تو ہو اولیور؟ تم سے ایسی غلطی کی امید نہیں رکھتا''۔ ٹی جے نے کہا۔

''ہاں۔ میرے ذہن پر کچھ بوجھ ہے''۔ اولیور نے کہا۔ پھر بولا: ''لگتا ہے، تمہارا اب اس مزید چار سال وائٹ ہاؤس میں گزارے گا''۔

''کچن سے دیکھا جائے تو چاہے ری پبلکن ہو یا ڈیموکریٹ، تمام صدور ایک سے لگتے ہیں۔ سبھی کھاتے ہیں۔ لیکن سچی بات کہوں، یہ صدر بہت اچھا ہے۔ وہ ہمیں، سیکرٹ سروس والوں کو، تمام ملازمین کو عزت دیتا ہے''۔

''سیکرٹ سروس پر یاد آیا، کل رات ایجنٹ فورڈ سے ملاقات ہوئی تھی''۔

''وہ بہت اچھا آدمی ہے''۔ ٹی جے نے خوش ہو کر کہا۔ ''تمہیں پتا ہے، جب میری بیوی کا انتقال ہوا اور اس کے فوراً بعد مجھے نمونیا ہوا تو وہ ہر روز دیکھ بھال کیلئے میرے گھر آتا تھا''۔

''مجھے یاد ہے''۔ اولیور نے اپنا فیل آگے بڑھایا۔ ''کل میں نے کارٹر گرے کے ہیلی کاپٹر کو وائٹ ہاؤس میں لینڈ کرتے دیکھا''۔

''سیکرٹ سروس والوں کو یہ بات بالکل پسند نہیں''۔

''لیکن کارٹر گرے تو اپنے قانون خود بناتا ہے۔ اور خود ہی نافذ کرتا ہے''۔

''ایک مزے کی بات بتاؤں''۔ ٹی جے نے آگے جھکتے ہوئے رازداری سے کہا۔ ''صدر صاحب نائن الیون کی برسی کے لیے نیویارک جائیں گے۔ انہوں نے کارٹر سے ساتھ چلنے کو کہا اور پتا ہے اس نے انکار کر دیا''۔

اس خیمے کا یہ ایک بڑا فائدہ تھا۔ اندر کے ملازمین افواہیں سناتے رہتے تھے۔ ان میں کبھی بہت کام کی کوئی اطلاع بھی مل جاتی تھی۔ اولیور نے سر ہلاتے ہوئے کہا: ''یہ تو کارٹر گرے کے قد سے بہت بڑی بات ہے''۔

''تمہیں پتا ہے نا کہ اس کی بیوی اور بیٹی کے ساتھ کیا ہوا تھا''۔

''ہاں''۔ اولیور نے کہا۔ اسے یاد تھا۔ برسوں پہلے وہ بار بار گرے سے ملا بھی تھا۔ وہ بہت مہذب اور شاندار عورت تھی...... ہمدرد اور دردمند جب کہ اس کا شوہر ان اوصاف سے مبرا تھا۔ اولیور اس کا بہت احترام کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ سوچتا کہ شوہر کے معاملے میں وہ بہت بدنصیب ہے۔

''پھر صدر صاحب اسے پنسلوانیا چلنے کی دعوت دی۔ وہاں صدر کے آبائی شہر کا نام برینٹن رکھنے کی تقریب ہو رہی ہے نا''۔

''تو پھر؟''۔

''پھر کیا۔ صدر کے سامنے دوبارہ انکار کرنے کی جرأت تو کارٹر بھی نہیں کر سکتا''۔

کچھ دیر خاموش رہی۔ ٹی جے نے سوچ بچار کے بعد اپنا رُخ آگے بڑھایا۔ اولیور لمبے چال سوچتا رہا۔ پھر بولا: ''کارٹر کو کچھ مسئلے درپیش ہیں۔ وہ پیٹرک جانسن، جس کی لاش روزویلٹ آئی لینڈ میں ملی، این آئی میں کام کرتا تھا''۔

''ہاں۔ وائٹ ہاؤس میں اس کا بڑا چرچا ہے۔ صدر صاحب فکرمند ہیں۔ وہ اور کارٹر بہت قریب ہیں۔ اگر کارٹر پر گندگی اچھالی جائے گی تو چھینٹیں صدر صاحب پر بھی آئیں گی۔ اس لیے میڈیا پر معاملے کو زیادہ اچھالنے نہیں دیا گیا۔ اس وقت صدر کو الیکشن کی فکر ہے اور ایک لاش...... صرف ایک لاش ان کی پوری انتخابی مہم کا ناس مار سکتی ہے''۔

بازی ختم ہوئی اور ٹی جے رخصت ہو گیا۔ اولیور بیٹھا سوچتا رہا۔ تو کارٹر برینٹن جا رہا ہے...... پنسلوانیا! بہت دل چسپ۔ ویسے صدر کے آبائی شہر والوں کو بھی خوب سوجھی۔

وہ اٹھنے ہی والا تھا کہ اڈلفیا آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں کافی کی دو پیالیاں تھیں۔ ایک اس نے اولیور کو تھما دی۔ ''یہ رہی کافی، اور اب ہم باتیں کریں گے''۔ اس نے متحکم لہجے میں کہا۔ ''بشرطیکہ تمہاری کوئی میٹنگ نہ ہو''۔

''کوئی میٹنگ نہیں ہے اڈلفیا۔ اور کافی کا شکریہ''۔ اولیور نے خوش اخلاقی سے کہا۔

''پی کر تو دیکھو''۔

اولیور نے کافی کا گھونٹ لیا۔ وہ بے حد عمدہ تھی۔ ''بہت اچھی ہے۔ لیکن اڈلفیا، یہ خاصی مہنگی ہوتی ہے''۔

''تو میں کون سی سو پیالیاں روز پیتی ہوں''۔

''بہرحال تم مفلس نہیں ہو۔ بلکہ خوش حال ہو''۔

اڈلفیا نے اس کے کپڑوں کا جائزہ لیا۔ خوش حال تو تم بھی لگتے ہو''۔

''ایک ملازمت ہے میری اور کچھ دوست ہیں، جو مدد کرتے رہتے ہیں''۔

''لیکن میری کوئی مدد نہیں کرتا۔ میں خود محنت کرتی ہوں''۔

''تم کرتی کیا ہو؟''۔

''لانڈری کے لیے رفوگری۔ اجرت اچھی ملتی ہے۔ اپنی مرضی سے کام کرتی ہوں۔ تو جب جی چاہے۔ میں کافی پی سکتی ہوں''۔

''یہ ہنر تو بہت اچھا ہے تمہارے پاس''۔ اولیور نے بے دھیانی سے کہا۔

وہ خاموش بیٹھے آتے جاتے لوگوں کو دیکھنے لگے۔ پھر اڈلفیا نے ہی خاموشی توڑی۔ ''تم بازی جیتے یا ہارے''۔

''ہارا...... اور ہارنے کی دو وجوہات تھیں۔ ایک میرے ارتکاز کی کمی، دوسرے میرے حریف کی مہارت''۔

''میرے والد بہت اچھی شطرنج کھیلتے تھے۔ کیا کہنا چاہیے......''۔ اڈلفیا کہتے کہتے رُکی، جیسے درست لفظ کی جستجو میں ہو۔ پھر وہ بولی۔ ''وہ...... وہ بڑے......''۔ اسے لفظ نہیں ملا تو اس نے پولش الفاظ ادا کر دیے۔

''گرینڈ چیمپئن...... نہیں، میں سمجھ گیا۔ تم گرینڈ ماسٹر کہنا چاہ رہی ہو۔ زبردست''۔

اڈلفیا نے تیز نظروں سے اسے دیکھا۔ ''تمہیں پولش زبان آتی ہے؟''۔

''تھوڑی تھوڑی''۔

''تم کبھی پولینڈ گئے ہو؟''۔

''بہت پہلے کبھی گیا تھا''۔ اولیور نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا تعلق پولینڈ سے ہے نا؟''۔

''ہاں۔ کراکاو میں پیدا ہوئی تھی۔ پھر ہم بیالی اسٹوک چلے گئے۔ میں اس وقت بہت چھوٹی تھی''۔

اولیور دونوں شہر دیکھ چکا تھا۔ لیکن اڈلفیا کو بتانا نہیں چاہتا تھا۔ ''میں تو بس وارسا گیا ہوں اور وہ بھی تمہارے پیدا ہونے سے بہت پہلے''۔

''یہ تو صاف جھوٹ ہے''۔ اڈلفیا نے کافی کی پیالی گھاس پر رکھی اور اسے بہت غور سے دیکھا۔ ''تم تو جوان لگتے ہو اولیور''۔

''یہ تو تمہاری قینچی اور استرے کا جادو ہے''۔

''اور تمہارے دوستوں کا کیا خیال ہے؟''۔

''میرے دوست؟''۔ اس بار اولیور نے اسے غور سے دیکھا۔

''ہا، میں انہیں دیکھ چکی ہوں''۔

''وہ یہاں آتے رہتے ہیں نا۔ اس لیے یہ کوئی خاص بات نہیں''۔

''نہیں۔ اولیور میں نے تمہاری میٹنگز دیکھی ہیں''۔

اولیور نے خود کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کی۔ حالانکہ وہ پریشان ہو گیا تھا۔ ''اس کا مطلب ہے کہ تم میرا تعاقب کرتی رہی ہو۔ ہماری میٹنگز تو تمہارے لیے بور رہی ہوں گی''۔

''اب میں کیوں بتاؤں کہ میں نے کیا سنا اور کیا نہیں سنا''۔

''کب کی بات ہے یہ؟''۔

''اوہ...... تو اب تم مجھے توجہ دے رہے ہو''۔ اڈلفیا نے اس کے قریب ہوتے ہوئے کہا، اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''گھبراؤ نہیں اولیور۔ میں کوئی جاسوس نہیں ہوں۔ میں دیکھتی سب کچھ ہوں اور سنتی کچھ بھی نہیں ہوں اور جو کچھ دیکھتی ہوں، وہ میرے پاس محفوظ رہتا ہے''۔

''ہمیں دیکھنے اور سننے میں ایسا کچھ اہم ہے بھی نہیں''۔ اولیور نے مصنوعی بے پروائی سے کہا۔

''تم سچ کی تلاش میں ہو اولیور''۔ اڈلفیا مسکرائی۔ ''اور اسے ہر قیمت پر تلاش کرنا چاہتے ہو''۔

''لیکن اس کا امکان موہوم سے موہوم تر ہوتا جا رہا ہے''۔

اڈلفیا کی نظر اچانک پارک میں اس شخص پر پڑی، جس کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ واشنگٹن کی سڑکوں پر چلنے والے سبھی لوگ اسے جانتے تھے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے محروم تھا اور ٹانگیں ایسی مڑی تڑی تھیں کہ اس کا چلنا معجزہ ہی لگتا تھا۔ اس کا جسم سردی کے موسم میں بھی قمیص سے محروم ہی رہتا تھا۔ وہ ہمیشہ ننگے پاؤں ہوتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خالی پن ہوتا تھا، اور منہ سے بہنے والی رال اس کے سینے پر گرتی رہتی تھی۔ اسے کبھی کسی نے بولتے نہیں سنا تھا۔ اس کی گردن سے ڈوری کی مدد سے ایک تھیلی اس کے سینے پر لٹکتی رہتی تھی۔ اس تھیلی پر بچوں کی سی ٹیڑھی تحریر میں صرف ایک لفظ لکھا تھا...... ہیلپ!

اولیور نے کئی بار اس کی مدد کی تھی۔ وہ اسے دوبارہ زندگی کی طرف لانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ اس مرحلے سے بہت آگے جا چکا تھا۔

''میں جب بھی اسے دیکھتی ہوں، میرا دل دکھ سے پھٹنے لگتا ہے''۔ اڈلفیا نے دردمندی سے کہا۔ پھر وہ لپک کر گئی اور چند ڈالر اس کی تھیلی میں ڈال دیے۔ وہ کچھ منمنایا، پھر آگے بڑھ گیا۔

اڈلفیا پلٹ کر اولیور کی طرف آ رہی تھی کہ ایک تنومند اور دراز قد شخص اس کی راہ میں تن کر کھڑا ہو گیا۔ ''میرا حال اس سے بہتر دکھائی دیتا ہے۔ لیکن میں بہت بھوکا ہوں اور مجھے ایک دو جام کی بھی ضرورت ہے''۔ وہ بولا۔ اس کے بال چیکٹ تھے اور چہرہ میلا۔ لباس اس کا خاصا معقول تھا۔ لیکن اس کے پاس سے بدبو کے بھبکے اٹھ رہے تھے۔

''اب میرے پاس کچھ نہیں ہے''۔ اڈلفیا نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

''جھوٹی کتیا''۔ اس شخص نے مضبوطی سے اڈلفیا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ''مجھے بھی کچھ دے''۔

(جاری ہے)

علیم الحق حقی

اڈلفیا کے چیخنے سے پہلے ہی اولیور لپک کر اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ ''چھوڑ دو اسے''۔ اس نے نرم لہجے میں کہا۔

وہ شخص عمر میں اولیور سے کم از کم بیس سال چھوٹا اور طاقت میں اس سے کہیں زیادہ تھا۔ ''دفع ہو جاؤ بڈھے۔ تیرا اس میں کیا پیچ''۔ وہ غرایا۔

''یہ عورت میری دوست ہے''۔ اولیور نے کہا۔

''میں کہتا ہوں، دفع ہو جا''۔ یہ کہہ کر اس شخص نے پوری قوت سے ہاتھ گھمایا۔

اولیور کی ٹھوڑی نشانہ بنی۔ وہ زمین پر گر گیا۔ اس کا ہاتھ اس کے چہرے پر تھا۔

''اولیور!''۔ اڈلفیا چلائی۔

پارک میں موجود سب لوگ چیخ چلا کر اس شخص کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ لیکن قریب آنے کی ہمت کسی میں نہیں تھی۔ چند ایک کسی پولیس والے کی تلاش میں بھاگے۔

اولیور لڑکھڑاتا ہوا اٹھا۔ اس دوران اس شخص نے جیب سے گراری والا بڑا چاقو نکال کر اس کا رخ اڈلفیا کی طرف کر دیا تھا۔ ''جو کچھ تیرے پاس ہے، مجھے دے دے عورت۔ ورنہ میں تجھے کاٹ ڈالوں گا''۔

اولیور بہت تیزی سے اس شخص پر جھپٹا۔ وہ اڈلفیا کو چھوڑ کر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا۔ پھر وہ جھکتا گیا۔ اس کا پورا جسم کسی سوکھے پتے کی طرح لرز رہا تھا۔ بالآخر وہ گھاس پر ڈھیر ہو گیا اور تڑپنے لگا۔ لگتا تھا کہ وہ بڑی اذیت میں ہے۔ چاقو اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا۔

اولیور نے جھک کر اس کا چاقو اٹھایا۔ وہ اس وقت جیسے کسی ٹرانس میں تھا۔ چاقو کو بڑے غیر معمولی انداز میں اپنی ہتھیلی کے ساتھ چپکاتے ہوئے وہ جھکا اور بڑے ماہرانہ انداز میں اس کی قمیض کے کالر کو چاک کر دیا۔ اب اس شخص کی گردن اور تڑپتی ہوئی رگیں اس کے سامنے تھیں۔

زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

ایک لمحے کو ایسا لگا کہ اولیور اس کی شہ رگ کاٹ ڈالے گا۔ چاقو کی نوک پھڑکتی ہوئی شہ رگ کے بہت قریب پہنچ گئی تھی اور اولیور کے چہرے پر ایسا تاثر تھا، جو گزشتہ تیس برسوں میں کسی نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ سب لوگ حیران تھے، شاک میں تھے۔ یہ وہ اولیور نہیں تھا، جسے وہ جانتے تھے..... بے ضرر اولیور، جسے وہ تیس سال سے دیکھ رہے تھے۔

لیکن پھر اولیور اچانک ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ تنویمی کیفیت میں اڈلفیا کو گھورتا رہا، جو بری طرح کانپ رہی تھی۔ اس لمحے وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکتی تھی کہ وہ اس بدمعاش سے زیادہ خوف زدہ ہے یا اولیور سے۔

''اولیور!''۔ اڈلفیا نے اسے پکارا۔ ''اولیور!''۔

اولیور نے چاقو چھوڑ دیا۔ پھر وہ اپنی پینٹ جھاڑنے لگا۔

''او مائی گاڈ..... خون''۔ اڈلفیا چلائی۔ ''تم خونا خون ہو رہے ہو''۔

''میں ٹھیک ہوں''۔ اولیور نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا اور آستین سے خون آلود منہ صاف کرنے لگا۔ اس نے غلط کہا تھا۔ وہ بہت تکلیف میں تھا۔ اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ اور پیٹ میں گولے سے چکرا رہے تھے۔ اس نے منہ کھول کر ہلتے ہوئے دانت کو اپنے ہاتھ سے چھوا۔ دانت اس کے ہاتھ میں آ گیا۔

''نہیں، تم ٹھیک نہیں ہو''۔ اڈلفیا نے کہا۔

ایک عورت دوڑتی ہوئی ان دونوں کی طرف آئی۔ ''پولیس آ رہی ہے۔ تم دونوں ٹھیک تو ہو نا؟''۔

اولیور نے سر گھما کر دیکھا۔ اسے پولیس کی گشتی کار کی روشنیاں نظر آئیں۔ وہ تیزی سے اڈلفیا کی طرف مڑا۔ ''مجھے یقین ہے کہ تم پولیس کو تفصیل سے آگاہ کر سکتی ہو''۔ زخمی اور متورم ہونٹوں کی وجہ سے اس کی آواز صاف نہیں تھی۔

پھر وہ لڑکھڑاتا ہوا ایک طرف چل دیا۔ اڈلفیا نے اسے پکارا۔ لیکن اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔

پولیس کی پوچھ گچھ کے دوران اڈلفیا بس اس کے بارے میں سوچتی رہی، جو اس نے دیکھا تھا۔ اولیور اسٹون نے بس انگوٹھے کے برابر والی انگلی سے اس شخص کے پہلو میں، پسلیوں کے قریب وار کیا تھا اور بہ ظاہر اس معمولی سے ایکشن کے نتیجے میں وہ لحیم شحیم اور مشتعل آدمی یوں ڈھیر ہوا تھا کہ اپنی مرضی سے انگلی ہلانا بھی اس کے بس میں نہیں رہا تھا۔

اور اولیور نے جس انداز میں چاقو پکڑا تھا، وہ اسے کبھی نہیں بھول سکتی تھی اور اس کی وجہ بھی ذاتی تھی۔ اڈلفیا نے ایک بار، بہت پہلے، پولینڈ میں کسی کو اس انداز میں چاقو تھامتے دیکھا تھا اور وہ شخص روس کی خفیہ ایجنسی کے جی بی کا ایجنٹ تھا، جو اس کے چچا کو روسیوں کے خلاف بولنے کے جرم میں زبردستی پکڑ کر لے گیا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے چچا سے اس کی زندگی میں کبھی نہیں مل سکی تھی۔ اس کے چچا کی لاش گاؤں سے بیس میل دور ایک متروک کنویں سے برآمد ہوئی تھی۔ لاش بری طرح مسخ تھی، جیسے مرنے سے پہلے اسے بری طرح تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہو۔

اڈلفیا نے سر گھما کر دیکھا۔ اولیور اسٹون غائب ہو چکا تھا۔

اب اڈلفیا خوف اور حیرت سے سوچ رہی تھی کہ یہ اولیور اسٹون درحقیقت کون ہے۔ وہ کوئی عام آدمی نہیں ہو سکتا!

☆☆☆

''یہ وہ جگہ ہے، جہاں پیٹرک جانسن کام کرتا تھا''۔ کارٹر گرے نے کہا۔

ایلکس نے طائرانہ نظروں سے جائزہ لیا۔ وہ جگہ رقبے کے اعتبار سے فٹ بال کے نصف میدان کے برابر ہوگی۔ درمیان میں کھلی جگہ تھی اور اطراف میں تین دیواروں والے چھوٹے چھوٹے کیبن تھے۔ ہر کیبن میں ایک میز تھی اور ہر میز پر فلیٹ اسکرین مانیٹر کے ساتھ ایک کمپیوٹر موجود تھا۔ وہاں موجود کام کرنے والے مرد اور عورتیں یا تو اپنی میز پر بیٹھے کام میں مصروف تھے، یا ادھر اُدھر چلتے پھرتے اپنے فون ہینڈ سیٹس پر کوڈ ڈ گفتگو کر رہے تھے۔ اپنے وسیع تجربے کے باوجود ایلکس ان کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھ پایا۔ مختصر یہ کہ اس جگہ کو دیکھ کر ایک ہی لفظ ذہن میں آتا تھا..... ہنگامی مصروفیت!

کارٹر گرے انہیں افتادہ ترکیبوں کی طرف لے گیا۔ ایلکس کو بعض مانیٹرز پر متحرک چہرے نظر آئے۔ ان میں سے بیشتر کا تعلق مشرق وسطٰی کے ممالک سے لگتا تھا۔ اسکرین پر ایک سائیڈ میں ان میں سے ہر ایک کا ڈیٹا بھی متحرک تھا۔ وہاں اسے کاغذ نام کی کوئی چیز نظر نہیں آئی۔

''ہم کاغذ سے نجات حاصل کر چکے ہیں''۔ کارٹر گرے، نے کہا۔

ایلکس کو جھٹکا لگا۔ کیا یہ شخص ذہن پڑھنے کی..... خیالات سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟۔

''یہ ان لوگوں کی حد تک ہے''، کارٹر نے اضافہ کیا: ''میں ذاتی طور پر معلومات ہاتھ میں رکھنے کا قائل ہوں''۔ وہ ایک کیبن کے سامنے رُک گیا۔ ''یہ ہے جانسن کا آفس''۔

''وہ یہاں سپروائزر کی حیثیت سے کام کرتا تھا؟''۔ جیکی بولی۔

''ہاں۔ وہ مشتبہ دہشت گردوں کے ہمارے ڈیٹا پر کام کرتا تھا۔ نظر ثانی کا کام''۔

ایلکس آفس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کی نظریں وہاں موجود اس واحد پرسنل چیز پر ٹک گئیں، جو وہاں کام کرنے والے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ فریم میں لگی این جیفریز کی تصویر تھی، جو پیٹرک جانسن کی میز پر رکھا تھا۔ اس تصویر میں این میک اپ کیے ہوئے تھی۔ اور بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ این کے بارے میں سوچتے ہی اسے خیال آیا کہ کیا وہ اس وقت کیس کرنے کے لیے اپنے وکیل سے مشورہ کر رہی ہو گی۔

اس وقت ایک اور شخص وہاں آ گیا اور وہ تھا ٹام ہیمنگ وے۔ اس نے مسکراتے ہوئے ایلکس سے ہاتھ ملایا: ''تو اب میرا نقاب ہٹ گیا ہے ایجنٹ فورڈ''۔

''لگتا تو یہی ہے''۔ ایلکس نے کہا۔ اس کا ہاتھ پھر ٹام کی گرفت سے کڑکڑا گیا تھا۔

''تم دونوں مل چکے ہو؟''۔ کارٹر گرے نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

''وہ محکمہ انصاف کی وکیل ہے نا کیٹ ایڈمز، جس کے ساتھ میں کام کر رہا ہوں''۔ ٹام نے کہا: ''اسی کے توسط سے ہم ملے تھے''۔

جیکی نے آگے بڑھ کر ٹام سے ہاتھ ملایا۔ ''جیکی سمپسن فرام سیکرٹ سروس''۔

''ٹام ہیمنگ وے''۔

''تم سے مل کر خوشی ہوئی ٹام''۔ جیکی ٹام کو پرستائش نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ لیکن ایلکس کے چہرے پر بدمزگی کا تاثر دیکھ کر اس نے جلدی سے رخ بدل لیا۔

''میں ان لوگوں کو پیٹرک جانسن کا آفس دکھانے کے لیے یہاں لایا تھا، اور بتا رہا تھا کہ وہ یہاں کیا کرتا تھا''۔ کارٹر گرے نے کہا: ''یہ لوگ سیکرٹ سروس کی طرف سے اس کی موت کے بارے میں تفتیش کر رہے ہیں''۔

''آپ مناسب سمجھیں تو اب یہ ذمہ داری میرے سپرد کر دیں۔ مجھے علم ہے کہ آپ کو ایک میٹنگ میں جانا ہے''۔ ٹام نے کہا۔

''ٹھیک ہے''۔ کارٹر نے کہا۔ پھر ایلکس اور جیکی کی طرف مڑا: ''ویسے بھی ٹام کمپیوٹرز کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہے''۔ اس نے کہا۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں تھی۔ لیکن کارٹر اپنی اہلیتوں کے بارے میں اعلان کرنے کا قائل نہیں تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ یوں طاقت کمزوری میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

''اور جیکی، اپنے ڈیڈی کو میری طرف سے پوچھ لینا''۔

کارٹر کے جانے کے بعد ٹام نے کہا: ''تم کیا جاننا چاہتے ہو؟''۔

''ہم پیٹرک جانسن کے کام کی نوعیت سمجھنا چاہتے ہیں''۔ ایلکس نے کہا: ''سیکریٹری صاحب نے بتایا کہ وہ مشتبہ دہشت گردوں کے ڈیٹا کی دیکھ بھال اور نظر ثانی کا کام کرتا تھا''۔

''ہاں..... ڈیٹا بیس کو تازہ ترین معلومات سے اپ ڈیٹ کیا جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ہر ایجنسی کا اپنا ڈیٹا بیس تھا۔ ان میں غلط معلومات بھی تھیں اور کسی ایجنسی کی دوسری کسی ایجنسی کے ڈیٹا بیس تک رسائی نہیں تھی۔ اسی کے نتیجے میں نائن الیون کا سانحہ وقوع پذیر ہوا۔ اب مکمل ڈیٹا بیس ہمارے پاس ہے۔ اور وہ 24 گھنٹے تمام ایجنسیوں کی دسترس میں بھی ہے''۔

''سب کچھ یک جا کر کے رکھنے میں خطرہ بھی تو ہے''۔ ایلکس نے کہا۔

''تو ہمارے پاس بیک اپ سینٹر بھی تو ہے''۔

''وہ کہاں ہے؟''۔

''سوری۔ یہ کلاسیفائیڈ معلومات ہیں''۔ ٹام نے کہا۔

ایلکس نے سر ہلایا۔ اسے اس جواب کی توقع تھی۔

''ابتدا میں جب سب کچھ اکٹھا کیا گیا تو کئی بار پورا سسٹم کریش ہو گیا۔ ٹام نے بتایا: ''لیکن اب ہر دشواری پر قابو پایا جا چکا ہے۔ پیٹرک جانسن اور اس جیسے دوسرے درست معلومات کے حصول کو یقینی اور آسان بنانے پر کام کرتے ہیں۔ یہ بڑا محنت کا کام ہے''۔

''معلومات ہی درست نہ ہوں تو تیز رفتاری کا کیا فائدہ''۔ ٹام نے جواب دیا: ''ہم تمام معلومات کو اپ ٹو ڈیٹ اور درست رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن کاملیت بہر حال ممکن نہیں ہے''۔

''مثال کے لیے تم مجھے کچھ فائلیں دکھا سکتے ہو؟''۔

''کیوں نہیں''۔ ٹام نے کہا اور کمپیوٹر پر چند بٹن دبائے۔ اسکرین پر ایک چہرہ اور فنگر پرنٹس نمودار ہوئے۔ سائیڈ میں تحریری معلومات تھیں۔ ایلکس ایک لمحے کو سکتے میں رہ گیا۔ کیوں کہ وہ اس کا اپنا چہرہ تھا۔ اس نے معلومات پڑھیں۔ وہ انہیں مکمل کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اپنی پیدائش کے بعد سے اب تک اس نے جو کچھ بھی کیا تھا، وہ اس ریکارڈ میں موجود تھا۔

''کم عمری میں شراب نوشی کے الزام میں گرفتاری''۔ جیکی نے چٹخارا لیتے ہوئے پڑھا۔

''لیکن یہ تو میرے ریکارڈ سے حذف ہو جانا چاہیے تھا اصولی طور پر''۔ ایلکس نے درشت لہجے میں کہا

''سرکاری ریکارڈ سے یہ حذف ہو چکا ہے''۔ ٹام نے کہا۔ ''اور تمہاری گردن کا کیا حال ہے۔ بہت بری چوٹ تھی وہ''۔

''تمہارے پاس میرا میڈیکل ریکارڈ بھی ہے؟ کیا اب نجی زندگی کا بالکل لحاظ نہیں کیا جاتا؟''۔

''تم نے شاید حب الوطنی ایکٹ کو غور سے نہیں پڑھا۔ نجی زندگی اب کوئی چیز نہیں''۔ ٹام نے کہا، اور چند اور بٹن دبائے۔ ''تم لیپ بار کثرت سے جاتے ہو۔ یہ اپنے کریڈٹ کارڈ کا ریکارڈ دیکھ لو اور مجھے یقین ہے کہ تم وہاں صرف اس حسینہ کیٹ ایڈمز کی وجہ سے جاتے ہو''۔

''تو میں اپنا کریڈٹ کارڈ جیسے ہی استعمال کرتا ہوں، تمہیں پتا چل جاتا ہے کہ میں اپنی حقیر تنخواہ کہاں اڑا رہا ہوں؟''۔

''ہاں۔ اس لیے تو میں نقد ادائیگی کو پسند کرتا ہوں''۔ ٹام نے کہا۔ پھر اس نے کچھ اور بٹن دبائے۔ اس بار اسکرین پر جیکی سمپسن کا چہرہ اور ریکارڈ نظر آنے لگا۔

جیکی غور سے پڑھ رہی تھی۔ ایک سطر کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا: ''یہ غلط ہے۔ میں اٹلانٹا میں نہیں، برمنگھم میں پیدا ہوئی تھی''۔

ٹام مسکرایا: ''لو دیکھو لو۔ این آئی سی بھی غلطیوں سے مبرا نہیں ہے۔ بہر حال میں اس کی تصحیح کی کوشش کروں گا''۔ اس نے پھر کچھ بٹن دبائے۔ اس بار اسکرین پر ایک اجنبی چہرہ تھا۔ ''اس کا نام عدنان الریمی تھا۔ یہ ورجینیا میں ایک اور دہشت گرد کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ یہ جو کارنر میں کھوپڑی پر دو ہڈیوں سے کراس بنا ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ مر چکا ہے''۔ اس نے ایک اور ونڈو کھولی۔ ''یہ اس کے فنگر پرنٹس ہیں۔ یہ پرانی فائل میں موجود تھے۔ انہی کے ذریعے اس عدنان الریمی کی موت کی تصدیق ہوئی ہے''۔

''پیٹرک جانسن کی معلومات کسی کے لیے کارآمد ثابت ہو سکتی تھیں''۔

''این آئی سی میں کام کرنے والے ہر شخص کے پاس ایسی معلومات ہوتی ہیں، جو امریکہ کے دشمنوں کے لیے بہت قیمتی ثابت ہو سکتی ہیں ایجنٹ فورڈ۔ اسی لیے تو ہم اتنی چھان بین کرتے ہیں ان کی''۔

''سوال یہ ہے کہ پیٹرک جانسن کے پاس اچانک دولت نازل ہوئی تو کسی کو اس کی پروا نہیں ہوئی''۔ ایلکس نے کہا۔

''ہونی چاہیے تھی۔ لیکن بہر حال وہ میری ذمہ داری نہیں تھا''۔ ٹام کچھ چڑ سا گیا۔

''میں تمہاری بات سے یہ سمجھا ہوں کہ اگر اس کے گھر سے منشیات برآمد نہ ہوتی تو یہ طے تھا کہ وہ اہم راز فروخت کر رہا ہے؟''۔

''اس بات کا امکان کم ہے۔ لیکن یہ ناممکنات میں سے نہیں ہے۔ بہر حال اس کے گھر سے منشیات تو برآمد ہوئی ہے نا''۔

''میں اس کے کچھ ساتھیوں سے بات کرنا چاہتا ہوں''۔

''میں اس کا بندوبست کر دیتا ہوں۔ لیکن خیال رہے کہ ان سے تمہاری گفتگو سنی جا رہی ہو گی''۔

''اور..... ایسا تو جیل میں ہوتا ہے''۔ ایلکس نے کہا: ''لیکن ہم مجرم تو نہیں ہیں''۔

''مجرم تو ہم بھی نہیں ہیں''۔ ٹام نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

اگلے ایک گھنٹے میں وہ پیٹرک جانسن کے ساتھ کام کرنے والے تین افراد سے ملے۔ لیکن صاف ظاہر تھا کہ وہ اس کی نجی زندگی کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔

ٹام انہیں نیچے چھوڑنے آیا۔ اپنے ریوالور واپس لے کر وہ بلڈنگ سے نکلے اور اپنی کار کی طرف بڑھے۔ ایم 16 اٹھائے ہوئے دو محافظ ان کے پیچھے آ رہے تھے۔ ''ارے..... اب تو پیچھا چھوڑ دو ہمارا''۔ ایلکس نے دانت پیس کر کہا۔ لیکن وہ دونوں ہی شاید گونگے بہرے تھے۔ ان کے چہرے بے تاثر رہے۔

''وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں کیا ہم نے''۔ کار میں بیٹھ کر جیکی بڑبڑائی۔

''تفتیش میں 90 فیصد تضیع اوقات ہی ہوتی ہے۔ تمہیں تو یہ بات معلوم ہونی چاہیے''۔ ایلکس نے چڑ کر کہا۔

''تم اتنے خفا کیوں ہو؟''۔

''کون ہے۔ جسے یہ جان کر خوف نہیں آئے گا کہ اس کے واش روم جانے سے بھی ہزاروں لوگ آگاہ رہتے ہیں''۔

''مجھے تو ایسا کوئی ڈر نہیں۔ میرے پاس کچھ ہے نہیں چھپانے کو اور ہاں، ٹام کے ساتھ تمہارا رویہ اتنا خراب کیوں تھا''۔

''اس لیے کہ میں اس خبیث کو سخت ناپسند کرتا ہوں''۔

''اب میں سمجھ گئی کہ میرے ساتھ تمہارا تعلق کس قسم کا ہے''۔

ایلکس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ جلد از جلد این آئی سی کی بلڈنگ سے دور چلا جانا چاہتا تھا۔

☆☆☆

ایلکس اور جیکی کے جانے کے چند منٹ بعد ٹام ہیمنگ وے این آئی سی کے ہال میں موجود ٹائلر اور وارن کے پاس سے گزرا اور اس نے سر سے ہلکا سا اشارہ کیا۔ پندرہ منٹ بعد وہ اپنی کار میں این آئی سی سے نکل آیا۔ اس کے دس منٹ بعد ٹائلر اور وارن بھی وہاں سے نکل آئے۔

وہ لوگ ٹائی سنز شاپنگ مال میں ملے۔ انہوں نے پیپر کپ میں اپنے اپنے لیے کافی لی اور ہال میں چلے آئے۔ انہوں نے ایک الیکٹرونک ڈیوائس کی مدد سے چیک کر لیا تھا کہ وہ ہر طرح کے مائیکروفون سے محفوظ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے یہ خیال رکھا تھا کہ کہیں ان کا پیچھا تو نہیں کیا جا رہا ہے۔ جاسوسی کے میدان میں پہلا بڑا اصول اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ آپ کی اپنی ایجنسی تو آپ کی جاسوسی نہیں کر رہی ہے۔

''ہم نے انہیں جانسن کے آفس جانے سے روک دیا تھا''۔ وارن پیٹرز نے کہا: ''مگر اسی وقت کارٹر گرے آ گیا اور معاملات ہمارے ہاتھ سے نکل گئے''۔

''مجھے معلوم ہے، اس لیے تو میں وہاں جا پہنچا''۔ ٹام نے جواب دیا۔ ''میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ کارٹر گرے اس معاملے کی طرف متوجہ ہو''۔

''ایجنٹ فورڈ اور سمپسن کہاں تک پہنچے؟''۔

''اگر وہ خطرناک حدود میں داخل ہوئے تو ان سے نمٹنے کے کئی طریقے ہیں''۔ ٹام نے کہا: ''اور ہاں، خودکشی کے نوٹ پر انگلیوں کے نشانات کا ایک سیٹ ملا ہے''۔

''میچ بھی ہوا؟''۔

''ہاں''۔

''کون ہے وہ؟''۔ وارن نے پوچھا۔

''اپنی جیکٹ کی جیب میں دیکھ لو''۔ ٹام نے جواب دیا اور کافی کا آخری گھونٹ لے کر پیپر مگ ڈسٹ بن میں ڈال دیا۔

وارن نے اپنی جیکٹ کی جیب سے وہ کاغذ نکالا، جو ٹام نے نجانے کب اس کی بے خبری میں وہاں رکھ دیا تھا۔ کتنی خطرناک بات ہے۔ وارن نے سوچا۔ یہ بم ہوتا تو بھی مجھے پتا نہ چلتا۔

ٹام نے جیسے اس کی سوچ پڑھ لی۔ ''گھبراؤ نہیں۔ ہم تو دوست ہیں''۔

وارن نے سر ہلایا اور جیب سے برآمد ہونے والے کاغذ پر لکھا نام پڑھا..... ملٹن فارب!

''برسوں پہلے یہ شخص کمپیوٹر سسٹمز ایکسپرٹ کی حیثیت سے این آئی ایچ میں کام کرتا تھا۔ یہ ایجنسی اب این آئی سی میں شامل ہے''۔ ٹام نے وضاحت کی۔ ''پھر اسے کچھ نفسیاتی عارضے لاحق ہو گئے۔ یہ مینٹل ہاسپٹل میں بھی رہا۔ اس کا نام ڈائریکٹری میں موجود ہے۔ اس لیے اس کا پتا معلوم ہونے میں دشواری نہیں ہوئی۔ میں نے اس کے بیک گراؤنڈ کی فائل کوڈ میں منتقل کر کے تمہیں ای میل کر دی ہے۔ اس پر نظر رکھو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں دوسروں تک پہنچا دے گا۔ لیکن مجھ سے پوچھے بغیر کوئی راست اقدام نہ کرنا۔ اگر انہیں ختم کیے بغیر بات بن سکتی ہے تو خون خرابے کی کیا ضرورت ہے''۔ یہ کہہ کر وہ ایک طرف چلا گیا۔

ٹائلر اور وارن اس کی مخالف سمت میں بڑھ گئے۔

☆☆☆

اپنے دفتر واپس جا کر کارٹر گرے نے کئی فون کالز کیں۔ ان میں وائٹ ہاؤس کی کال بھی شامل تھی۔ پھر اس نے کئی مختصر ملاقاتیں کیں۔ اس کے بعد وہ ایک لمبے کام میں مصروف ہو گیا، جو کئی گھنٹوں کا تھا۔

جب بھی صدر کو سفر کرنا ہوتا تھا اور کارٹر اس کے ساتھ نہیں ہوتا تھا تو ان کے درمیان ایک بے حد محفوظ ویڈیو کانفرنس کال کے ذریعے ہر روز بریفنگ ہوتی تھی۔ کارٹر اس کال کے لیے خاص طور پر تیاری کرتا تھا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اہم نکات چند منٹ میں اُجاگر کیے جا سکتے ہیں۔

''جناب صدر، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، یہ دنیا سیدھی جہنم کی طرف تیزی سے لپک رہی ہے۔ بڑی حد تک تو یہ ہمارے بعض اقدامات کا نتیجہ ہے۔ لیکن ہم اس سلسلے میں کچھ کر نہیں سکتے، تاہم جب تک ہم ہوم لینڈ سیکورٹی کی مد میں سیکڑوں بلین ڈالر خرچ کرتے رہیں گے، میں آپ کو معقول حد تک اس بات کی ضمانت دے سکتا ہوں کہ بیش تر امریکی محفوظ رہیں گے۔ لیکن ہماری اتنی مہنگی کاوشوں کو محض ایک چھوٹا سا گروہ اپنے آہنی اعصاب، اپنی خوش قسمتی اور ہماری بدقسمتی اور پلوٹونیم کے زور پر کسی بھی وقت ناکام بنا سکتا ہے۔ اس صورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی نہ بچے۔ کوئی سوال جناب صدر؟''۔

اس بریفنگ کی تیاری کرنے کے بجائے کارٹر گرے ایک لمبی ڈرائیو پر جانا چاہتا تھا۔ بدقسمتی سے اسے اس کی اجازت نہیں تھی۔ صدر امریکہ کی طرح سیکریٹری آف انٹیلی جنس کو بھی گاڑی خود ڈرائیو کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ جو شخص پوری قوم کے تحفظ کا ذمہ دار ہو، اسے خطرے میں کم سے کم ہی ڈالا جاتا ہے۔

لیکن ڈرائیونگ سے بھی زیادہ کارٹر اس وقت مچھلی کے شکار کے لیے جانا چاہتا تھا اور اس وقت ڈور اور چارے کی مدد سے مچھلی پکڑنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ چنانچہ وہ ایک اور طرح کے شکار میں مصروف ہو گیا۔ اس میں اسے بڑی مہارت حاصل تھی۔

اس نے اپنے لیپ ٹاپ پر ایک نام ٹائپ کیا۔ پانچ منٹ کے اندر مطلوبہ معلومات اس کے سامنے تھیں۔ این آئی سی کے کارکنوں کی مستعدی کچھ ایسی ہی تھی۔

اسے اپنے اس کارنامے پر فخر تھا۔ دہشت گردوں کے بارے میں مکمل اور مرکزی ڈیٹا بیس کو این آئی سی کے کنٹرول میں لانا شاندار حکمت عملی تھی۔ اس کے نتیجے میں سسٹم اغلاط سے پاک ہو گیا۔ یہی نہیں، این آئی سی کو دوسری تمام انٹیلی جنس ایجنسیوں پر عملاً سبقت بھی حاصل ہو گئی۔ مثلاً سی آئی اے کو کسی کے بارے میں معلومات کی ضرورت ہوئی تو وہ این آئی سی کے ڈیٹا بیس سے مدد لیں گے، اور کارٹر کو فوری طور پر علم ہو جائے گا کہ وہ کس چکر میں ہیں۔ اس اسکیم کی خوب صورتی یہ تھی کہ وہ دفتری مستعدی کے نام پر دوسری انٹیلی جنس ایجنسیوں کی جاسوسی کر سکتا تھا۔ بلکہ عام طور پر وہ ہر معاملے میں ان پر سبقت لے جاتا تھا۔

وہ اسکرین پر چہرے اور ان چہروں کے حاملین کے بارے میں دستیاب معلومات کا جائزہ لیتا رہا۔ ان میں سے زیادہ تر کا تعلق مشرق وسطٰی سے تھا۔ ان سب کے ڈیجیٹل فنگر پرنٹس موجود تھے اور سب مر چکے تھے۔ بیش تر اپنے ہی جیسے دہشت گردوں کے ہاتھوں مرے تھے۔ ان میں ایک ماہر انجینئر اور کیمسٹ تھا۔ ایک بم بنانے کا ماہر تھا، ایک عدنان الریمی تھا۔ آہنی اعصاب کا مالم، نہایت بہادر شخص جسے میدان جنگ کی گرمی کبھی نہیں تو ڑ سکی تھی۔ ان میں چھ ایسے تھے، جو اپنی دین میں بم دھماکہ ہونے کی وجہ سے ایک ساتھ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ وہ دھماکا اتفاقیہ تھا یا کسی کی کارستانی تھی، یہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ جسموں کے بکھرے ہوئے اعضا تو گواہی نہیں دے سکتے۔

یہ جتنے لوگ کارٹر نے اپنی اسکرین پر دیکھے، ان میں صرف ایک شخص ایسا تھا، جو مشتبہ دہشت گردوں کی ''اے لسٹ'' میں شامل تھا۔ بہر حال ان سب کی موت امریکہ کی خوش قسمتی تھی۔

کارٹر کسی بھی طرح یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ عدنان الریمی اور دیگر کچھ لوگوں کی تصویریں نہایت چالاکی سے تبدیل کر دی گئی ہیں۔ وہ شبہ بھی نہیں کر سکتا تھا کہ عدنان الریمی و دیگر لوگوں کے نام کے ساتھ جو تصویریں ہیں، وہ درحقیقت ان لوگوں کی نہیں ہیں۔ وہ گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ لوگ مرے نہیں ہیں، بلکہ زندہ ہیں۔

کام بڑی ہوشیاری سے کیا گیا تھا۔ ان جیتے جاگتے لوگوں کی جو تصویریں تھیں، وہ ان کی حقیقی تصویروں میں ڈیجیٹل آمیزش کے نتیجے میں وجود میں آئی تھیں۔ یہ احتیاط اس لیے ملحوظ رکھی گئی تھی کہ ممکن ہے، ان کی اصل تصویریں اب بھی گردش میں ہوں۔ تو ان میں اور ان تصویروں میں نمایاں فرق نہ محسوس ہو، جس کے نتیجے میں شکوک پیدا ہوں۔

اس سلسلے میں ذہانت کا ایک اور مظاہرہ عمل میں لایا گیا تھا۔ جن لاشوں کو ان دہشت گردوں سے منسوب کرنا تھا، ان کے چہروں کو ناقابل شناخت بنا دیا گیا تھا۔ تصدیق کے لیے فنگر پرنٹس کو بنیاد بنایا گیا تھا، کیوں کہ فنگر پرنٹس کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔

اور یہ کام کارٹر گرے کے ادارے میں، اس کی ناک کے عین نیچے کیا گیا تھا، وہ جو انٹیلی جنس زار کہلاتا تھا۔

لیکن کارٹر کی چھٹی حس اسے بتا رہی تھی کہ کہیں کوئی گڑبڑ ہے۔ کہاں اور کس نوعیت کی، یہ وہ نہیں بتا سکتا تھا۔

اس نے کمپیوٹر کو کلک آف کیا اور باہر نکل آیا۔ کم از کم وہ این آئی سی کی حدود میں چہل قدمی تو کر سکتا ہے۔ شاید اس کی تو اسے اجازت ہے۔ باہر نکل کر اس نے آسمان کو دیکھا۔ ایک بوئنگ 747 ایئرپورٹ پر لینڈ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس کا ذہن ماضی میں چلا گیا۔

سی آئی اے میں اپنے کیریئر کے آغاز میں کارٹر گرے نے واشنگٹن ورجینیا کے علاقے میں، ڈی سی کے مغرب میں دو گھنٹے کی ڈرائیو کی مسافت پر ایک عمارت سی آئی اے کے تربیتی سینٹر کے لیے تعمیر کرائی تھی۔ وہ عمارت اردگرد کے جنگلوں میں یوں پوشیدہ تھی کہ بادالنظر میں دکھائی ہی نہیں دیتی تھی۔ سرکاری طور پر اسے ایریا 51 اے کا نام دیا گیا تھا۔ لیکن اندر کے لوگ اسے قربان گاہ کہتے تھے۔

پھر سی آئی اے نے اسے ترک کر دیا اور سب اسے بھول گئے۔ لیکن کارٹر کو وہ یاد تھی۔ اس نے اس عمارت کو مشتبہ دہشت گردوں سے تفتیش کے لیے، این آئی سی کی طرف سے حاصل کرنے کی کوشش شروع کی، تاہم محکمہ انصاف کو کسی طرح اس کی بھنک پڑ گئی۔ کیوبا میں گوانتانا موبے، عراق میں ابوغریب اور افغانستان میں سالٹ پٹ جیسی عقوبت گاہوں کی وجہ سے جو امریکہ کی رسوائی ہو رہی تھی، اس کی وجہ سے اس عمارت کے حصول کا ارادہ ترک کرنا پڑ گیا۔

کارٹر گرے کو اس کی کچھ زیادہ پروا نہیں تھی۔ ملک سے باہر ایسے ان گنت مقامات تھے جہاں کچھ بھی کیا جا سکتا تھا۔ وہاں نہ امریکی قوانین حارج ہوتے تھے، نہ قیدیوں کے سلسلے میں بین الاقوامی قوانین۔ کارٹر گرے نے کانگریس کی کئی کمیٹیوں کے روبرو یہ گواہی دی تھی کہ این آئی سی تفتیش کے دوران بنیادی انسانی حقوق کا احترام کرتی ہے اور قیدیوں پر تھرڈ ڈگری آزمائی جاتی۔ درحقیقت اس نے ایک بات کے سوا جو کچھ بھی کہا، وہ حلفیہ بولا ہوا جھوٹ تھا۔ البتہ ایک بات سچ تھی۔ قیدیوں پر اب تھرڈ ڈگری واقعی نہیں آزمائی جاتی تھی۔ کمیٹیوں کے بھولے بھالے اور انجان اراکین اس بات سے واقف ہی نہیں تھے کہ این آئی سی نے تشدد کے فن کو کس انتہا پر پہنچا دیا ہے۔ تھرڈ ڈگری کو معیار بنا کر بات کی جائے تو اب تو تشدد کا آغاز ہی سیونتھ ڈگری سے ہوتا تھا۔

کارٹر جانتا تھا کہ یہ کام ہی نہایت گندا ہے۔ اس میں لوگ جھوٹ بولتے رہتے ہیں، انسان مرتے رہتے ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس وقت امریکی صدر ایک غیر ملک کے منتخب اراکین اسمبلی کے قتل کی منظوری دینے والا ہے۔ اس سے عالمی سیاست کی پے چیدگی اور بے اصولی کا اندازہ بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے۔

کارٹر پھر اپنے دفتر کی طرف چل دیا۔ وہ ایک بار پھر ان مردہ دہشت گردوں کی فائل کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ اس کے ذہن میں کوئی الجھن تھی!

☆☆☆

ایلکس نے ڈبلیو ایف او پہنچتے ہی اپنی تفصیلی رپورٹ جیری سائکس کو ای میل کر دی۔ گزشتہ روز کے برعکس اس بار ردعمل فوری طور پر سامنے آیا اور یہ نہیں کہ جیری نے اسے طلب کر لیا ہو۔ اسے فوری طور پر سیکرٹ سروس کے ڈائریکٹر کے روبرو پیش ہونے کا حکم دیا گیا۔

ایلکس کے نزدیک یہ کوئی اچھی علامت نہیں تھی۔ اسے لگا کہ اس کے سروس کے باقی ماندہ تین سال سکڑنے والے ہیں۔ بلکہ ممکن ہے کہ وہ دنوں میں تبدیل ہو جائیں۔

موجودہ ڈائریکٹر سے وہ صرف دو بار ملا تھا..... اور وہ بھی تقریبات کے دوران۔ اِدھر اُدھر کی دو چار خوش گوار باتیں ہوئی تھیں اور بس۔ لیکن ایلکس کو احساس ہو رہا تھا کہ یہ ملاقات خوش گوار ہرگز نہیں ہوگی۔

وہ ڈائریکٹر کے آفس میں داخل ہوا تو جیری سائکس وہاں پہلے سے موجود تھا۔ انداز سے لگتا تھا کہ وہ صوفے میں دھنس کر غائب ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ جیکی سمپسن جیری کے برابر ہی بیٹھی تھی۔

''تم دروازہ بند کرنا چاہو گے فورڈ''۔ ڈائریکٹر وائن مارٹن نے کہا۔

ایک اور براشگون! ایلکس نے اپنے عقب میں دروازہ بند کرتے ہوئے سوچا۔ پھر وہ جا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

مارٹن نیچے سے ترقی کرتا ہوا اس عہدے تک پہنچا تھا۔ صدر ریگن پر قاتلانہ حملہ کرنے والے جان ہنگلے کو اسی نے قابو کیا تھا۔ اب بھی اس کے جسم سے توانائی پھوٹتی محسوس ہوتی تھی۔

مارٹن اپنے سامنے رکھی ایک فائل کا جائزہ لے رہا تھا۔ ایلکس کو یقین ہو گیا کہ وہ اس کی سروس فائل ہوگی۔

مارٹن نے فائل بند کی اور نظریں اٹھا کر ایلکس کو دیکھا۔ ''ایجنٹ فورڈ، میں سیدھی بات کروں گا۔ کیوں کہ تم یقین کرو یا نہ کرو، مجھے اور بھی کچھ کام نمٹانے ہیں''۔ اس نے کہا۔

''یس سر''۔ ایلکس نے بے ساختہ کہا۔

''ابھی کچھ دیر پہلے مجھے صدر امریکہ۔ نے کال کیا۔ وہ اس وقت جہاز پر تھے۔ وہ اپنی انتخابی مہم چلا رہے ہیں اور اس کے باوجود انہوں نے تمہارے بارے میں مجھے فون کرنے کے لیے وقت نکالا۔ تمہاری اس وقت یہاں موجودگی کا یہی سبب ہے''۔

ایلکس کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ ''انہوں نے میرے بارے میں فون کیا سر؟''۔ اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

''اندازہ لگاؤ کہ انہوں نے کیوں فون کیا ہوگا''۔

ایلکس نے جیری کی طرف دیکھا۔ وہ فرش پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ جیکی البتہ اسی کو دیکھ رہی تھی۔ لیکن وہ بہر حال تعاون کے موڈ میں نہیں تھی۔

''پیٹرک جانسن کیس؟''۔ ایلکس نے تقریباً سرگوشی میں کہا۔ اپنی آواز وہ خود بھی نہیں پہچان سکا۔

''بالکل درست''۔ مارٹن نے پوری قوت سے میز پر گھونسہ مارتے ہوئے کہا۔ وہ سبھی اچھل پڑے۔ ''اب یہ اندازہ بھی لگاؤ کہ اس کیس میں یہ نوبت کیسے آ گئی کہ صدر امریکہ کو مجھے فون کرنا پڑا''۔

ایلکس کا گلا خشک ہو چکا تھا۔ بولنا مشکل تھا۔ لیکن باس اس سے جواب چاہتا تھا۔ ''میں پیٹرک جانسن کی موت کے بارے میں تفتیش کر رہا ہوں جناب۔ اس لیے کہ مجھے اس کے لیے حکم دیا گیا تھا''۔

مارٹن کا سر دائیں بائیں ہل رہا تھا۔ ''اصل میں یہ ایف بی آئی کا کیس ہے۔ تمہیں تو صرف تفتیش پر نظر رکھنا تھی۔ مرنے والے سے ہمارا تعلق بس اتنا سا تھا کہ وہ ہمارا اور این آئی سی کا مشترکہ ملازم تھا۔ لیکن درحقیقت وہ این آئی سی کے کنٹرول میں تھا۔ اب تم بتاؤ، میرا یہ تجزیہ غلط ہے؟''۔

''نہیں جناب''۔

''مجھے خوشی ہے کہ یہ بات تمہاری سمجھ میں آ گئی۔ اب ہوا یہ کہ ایف بی آئی نے مرنے والے کے گھر سے بھاری مقدار میں منشیات برآمد کی، اور تفتیش نے یہ رخ اختیار کر لیا۔ وہ منشیات فروش تھا اور یوں دولت کما رہا تھا۔ تو اس کی موت کا اس کی این آئی سی کی ملازمت سے تو کوئی تعلق نہیں بنتا۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں آتی ہے؟''۔

''جی جناب''۔

''بہت خوب''۔ مارٹن اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ایلکس کی توقع کے عین مطابق وہ پھٹ پڑا۔ ''تو اب مجھے یہ بتاؤ کہ تم اس سلسلے میں پوچھ گچھ کرنے کے لیے این آئی سی پہنچ گئے..... اور وہ بھی کسی اور سے نہیں، کارٹر گرے سے پوچھ گچھ! خدا کی پناہ۔ کوئی اور نہیں ملا تمہیں؟ کیوں آخر؟''۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆

علیم الحق حقی

ایلکس چند لمحے تو بولنے کی کوشش کرتا رہا۔ ’’سر، میرے خیال میں اس زاویے سے بھی تفتیش ہونی چاہیے تھی۔ خودکشی کے نوٹ کا کیمیائی تجزیہ وہاں ہوا تھا اور مجھے وہ نوٹ واپس......‘‘۔

’’تم یہ بتاؤ، تم نے کارٹر گرے سے پوچھ گچھ کی یا نہیں کی۔ سیدھا جواب دو‘‘۔

’’نہیں کی سر۔ وہ تو اتفاق سے وہاں آ گئے تھے اور پھر وہ خود ہی ہمیں پیٹرک جانسن کا آفس دکھانے کے لیے لے گئے۔ میں تو سر، ان کے دو ماتحتوں سے بات کر رہا تھا، جو تعاون پر آمادہ نہیں تھے‘‘۔

’’تم نے انھیں سرچ وارنٹ لانے کی دھمکی نہیں دی تھی؟‘‘۔

’’یہ تو معمول کی باتیں ہیں سر۔ دھمکی تو نہیں۔ کام نکالنے کے لیے ہم سب ایسی باتیں......‘‘۔

مارٹن نے پھر میز پر گھونسہ مارا۔ ’’دھمکی دی تھی یا نہیں؟‘‘۔

ایلکس کا چہرہ پسینے میں تر ہوگیا۔''یس سر''۔

''تو وہاں سے تمہیں کوئی اہم ثبوت، کوئی شہادت ملی، جس سے پتا چلتا ہوگا کارٹر گرے قتل کی اس سازش میں شریک تھا''۔

اب اس بات کا کیا جواب تھا۔لیکن جواب بھی دینا تھا۔ایلکس نے کہا:''کوئی کام کی بات معلوم نہیں ہوئی۔لیکن سر، میں پھر کہوں گا کہ کارٹر گرے خود ہمیں وہاں لے کر گئے تھے......اور وہ بھی بس دومنٹ کے لیے''۔

''اب میں تمہیں سمجھاؤں ایجنٹ فورڈ کہ ہمارے کام کی سیاست کیا ہے۔کارٹر گرے اتفاقیہ وہاں نہیں آیا تھا۔اسے تمہاری موجودگی کی اطلاع تھی۔وہ دانستہ آیا تھا۔اس نے صدر صاحب کو بتایا کہ اسے مجبوراً تم سے ملنے جانا پڑا۔کیوں کہ اگر میڈیا تک یہ بات پہنچ جاتی کہ این آئی سی والے اس کیس میں عدم تعاون کا مظاہرہ کررہے ہیں تو اس کی اور اس کے محکمے کی بدنامی ہوتی۔اب تم تو جانتے ہو کہ صدر صاحب اور کارٹر گرے کے درمیان کتنی قربت ہے۔اس کی بدنامی صدر صاحب کیسے گوارا کرسکتے ہیں۔سمجھے کچھ؟''۔

''یس سر''۔

''تمہیں علم ہے کہ کارٹر گرے کے حکم سے جانسن کی موت کے بارے میں این آئی سی میں محکمہ جاتی تفتیش ہو رہی ہے اور اس تفتیش میں ایف بی آئی کو بھی شامل کیا گیا ہے؟''۔

''نہیں سر۔ مجھے اس بات کا علم نہیں''۔

مارٹن پھر فائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔''پہلی رپورٹ میں تم نے یہ خیال ظاہر کیا کہ پیٹرک جانسن منشیات فروش تھا اور یہ کہ ایف بی آئی کی تفتیش درست سمت میں جارہی ہے۔لیکن آج تم نے این آئی سی میں جو پوچھ گچھ کی، وہ تمہاری پہلی رپورٹ کے برعکس تھی۔ میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ ایک رات میں تمہارے خیالات میں یہ اچانک تبدیلی کیسے آئی؟''۔

> زیرِ نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
>
> دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
>
> لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

ایلکس کو اندازہ ہوگیا کہ مارٹن کو جواب پہلے ہی سے معلوم ہے اور یہ کارستانی جیکی کی ہے۔اس نے جیکی کی طرف دیکھا۔وہ اب نروس انداز میں اپنے جوتوں کو گھور رہی تھی۔اوہ......تو یہ ہے یہاں اس کی موجودگی کی وجہ!اس نے مارٹن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:''میں تو خودکشی والا نوٹ اور اس کے تجزیے کی رپورٹ لینے گیا تھا سر''۔

مارٹن نے قہر آلود نظروں سے اسے دیکھا:''مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوشش بھی نہ کرنا بیٹے۔ایجنٹ سمپسن نے مجھے بتایا کہ تمہارے کسی پرانے دوست نے تمہیں یہ راہ سجھائی تھی''۔وہ کہتے کہتے رکا:''اب تم مجھے یہ بتاؤ، وہ دوست کون ہے؟''۔

ایک لمحے کو زبان پھسل جاتی ہے تو کتنی دور تک اسے بھگتنا پڑتا ہے۔ایلکس بہت تیزی سے سوچنے کی کوشش کررہا تھا۔وہ سوچ رہا تھا کہ اب جب کہ وہ بے عزت کر کے سروس سے نکالا جانے والا ہے تو وہ ماہانہ قسطیں کیسے ادا کرے گا۔دوسرا خیال اس کے ذہن میں یہ تھا کہ ایسی کون سی ترکیب ہوسکتی ہے کہ وہ جیکی کو قتل بھی کردے اور سزائے موت سے بھی بچ جائے۔

''مجھے ایجنٹ سمپسن سے اپنی ایسی کوئی گفتگو یاد نہیں آتی''۔بالآخر اس نے دل کڑا کر کے کہا۔

''یہ آج صبح کی بات ہے۔اور میں جانتا ہوں کہ سروس میں ایسے لوگوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جن کی یادداشت اتنی خراب ہو۔چنانچہ اب تم ذہن پر اچھی طرح زور دو، اور یاد کرنے کی کوشش کرو۔یہ ذہن میں رکھنا کہ یہاں دو افراد کے کیریئر داؤ پر لگے ہیں، اور ان میں سے ایک ایسا ہے جو ابھی شروع ہی ہوا ہے''۔اس نے پھر سمپسن کی طرف دیکھا۔

''اس شخص کی کوئی اہمیت نہیں ہے جناب''۔ایلکس نے کہا۔''میں اس سے پہلے ہی تفتیش جاری رکھنے کا فیصلہ کرچکا تھا۔وجہ یہ تھی کہ کچھ باتوں کی کوئی توجیہہ موجود نہیں تھی۔جو کچھ ہوا، اس کا ذمہ دار صرف اور صرف میں ہوں۔اور این آئی سی جانے میں بھی ایجنٹ سمپسن کا کوئی دخل نہیں۔وہ میرا فیصلہ تھا۔یہ میری ماتحتی میں کام کررہی تھی۔اسے میری بات ماننی تھی۔بلکہ سچ یہ ہے کہ یہ ہچکچا رہی تھی۔میں اس سلسلے میں ہر ذمہ داری قبول کرتا ہوں سر''۔

''تو تم میرے سوال کا جواب نہیں دو گے؟''۔

''میں بہ صد احترام عرض کروں گا جناب کہ اگر اس بات کا اس کیس سے معمولی سا تعلق بھی ہوتا تو میں اس کا جواب دے دیتا''۔

''تم اس بات کا فیصلہ کرنے کا حق مجھے نہیں دینا چاہتے؟''۔

ایلکس انہیں وائٹ ہاؤس کے سامنے، احتجاج کرنے والوں کے ایک خیمے میں مقیم اولیور اسٹون کے بارے میں کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا، جس کے پاس سازش کی کئی تھیوریز تھیں۔وہ کیسے کہتا کہ وہ اس کا پرانا دوست ہے، جس نے اسے تفتیش جاری رکھنے پر قائل کیا۔یہ خیال اس کے لیے فی الحال قابل قبول نہیں تھا۔

ایلکس نے ہونٹوں پر زبان پھیری۔وہ نروس ہو رہا تھا۔''میں پھر بہ صد احترام عرض کروں گا جناب کہ مجھ سے وہ بات رازداری کے ساتھ، ایک اعتماد کے تحت کہی گئی تھی۔اور بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح میں اعتماد شکن نہیں ہوں''۔یہ کہتے ہوئے اس نے جیکی کی طرف دیکھنے سے گریز کیا۔ویسے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔اس کا اشارہ بے حد واضح تھا۔''سو آپ اس سلسلے میں آخری ذمہ دار آدمی مجھے ہی سمجھ لیں''۔

ڈائریکٹر نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا:''اب تک تمہارا کیریئر بے داغ رہا ہے ایجنٹ فورڈ''۔

''جی سر۔میں نے ہمیشہ کوشش بھی یہی کی تھی''۔ایلکس نے کہا۔اس کا دل ڈوب رہا تھا۔اس کا کیریئر ناخوشگوار انداز میں ختم ہونے والا تھا۔

''لیکن لوگ کسی کے بھی کیریئر کو یاد نہیں رکھتے۔اہمیت اس بات کی ہوتی ہے کہ کیریئر کا اختتام کیسے ہوا''۔

ایلکس کا جی چاہا کہ ہنس دے۔کیونکہ تقریباً یہی بات اولیور نے بھی کہی تھی۔بس پیرایہ مختلف تھا۔''میں نے بھی یہی سنا ہے جناب''۔اس نے آہستہ سے کہا:''میرا خیال ہے، اب میرا ٹرانسفر کسی دوسرے فیلڈ آفس میں کردیا جائے گا''۔وہ جانتا تھا کہ ''سروس'' کا یہی قاعدہ ہے۔جب کسی کی چھٹی کرنی ہوتی ہے تو پہلے اسے کسی ناکارہ ترین مقام پر بھیج دیا جاتا ہے۔لیکن اس کے معاملے میں اسے بھی خوش گمانی ہی کہا جاسکتا تھا۔ڈائریکٹر کی حکم عدولی کی پاداش میں تو فوری طور پر ڈس مس بھی کیا جاسکتا ہے۔

''آج کے باقی دن تمہاری چھٹی۔اور کل سے تمہاری ڈیوٹی صدر صاحب کے حفاظتی عملے کے ساتھ ہوگی۔وہاں پہرہ دو گے تو تمہیں اپنے بارے میں سوچنے کی فرصت بھی ملے گی۔ممکن ہے، کچھ عقل بھی آجائے تمہیں۔ویسے سچی بات یہ ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ تمہارا کیا کروں۔جی تو چاہتا ہے کہ اس وقت لات مار کر تمہیں باہر کردوں۔لیکن خیال آتا ہے کہ تم نے محکمے کو اپنی زندگی کے بڑے قیمتی برس دیئے ہیں۔اور ہاں......''یہ کہتے ہوئے باس نے تنبیہی انگلی لہرائی۔''......خیال رکھنا کہ پیٹرک جانسن کے کیس کے کہیں قریب بھی نظر نہ آؤ۔چاہے تمہارا وہ معتمد مہربان دوست تمہیں کتنا ہی اُکسائے۔سمجھ گئے؟''۔

''یس سر......بہت اچھی طرح''۔

''بس تو اب یہاں سے دفع ہوجاؤ''۔

☆☆☆

جمیلہ نے چھوٹے بچے کو نہلایا۔اس دوران لوری فرینکلن عقبی صحن میں دونوں لڑکوں کے ساتھ کھیلتی رہی۔بچے کو کپڑے پہناتے ہوئے جمیلہ کھڑکی سے باہر جھانکتی رہی۔لوری فرینکلن اپنے بچوں کو اتنا وقت نہیں دیتی تھی، جتنا اس کے خیال میں ضروری تھا۔لیکن اس بات کا اسے اعتراف تھا کہ جتنا وقت بھی وہ اپنے بچوں کو دیتی ہے، وہ دل سے دیتی ہے۔وہ انہیں کہانیاں پڑھ کر سناتی، ان کے ساتھ مل کر ڈرائنگ کرتی، وہ ان کے ساتھ کھیلتی۔یہ بات واضح تھی کہ وہ اپنے تینوں بیٹوں کو بہت چاہتی ہے۔

نہ چاہتے ہوئے بھی جمیلہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔بچوں کے لیے عورت کی محبت کتنی فطری ہوتی ہے۔اور پھر اس عمر کے بچے، جو ہر روز تبدیل ہوتے نظر آتے ہیں، ہر روز تھوڑے سے بڑھ جاتے ہیں۔

جمیلہ خود بھی چاہتی تھی کہ اس کے کئی بیٹے ہوں، جو خوب لمبے اور مضبوط نکلیں، اور جب وہ بوڑھی ہوجائے تو اس کا خیال رکھیں۔

وہ ایک دم کھڑکی سے پلٹ آئی۔لوگ نجانے کیوں یہ سمجھ لیتے ہیں کہ جو نعمت انہیں ملی ہے، وہ ان کا حق ہے، ان کی کسی خوبی کی وجہ سے ہے، اور ہمیشہ انہیں حاصل رہے گی۔ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

اور یہ امریکی قوم!یہ تو نعمتوں سے مالا مال ہے، اور ان پر غرور میں مبتلا ہے۔اللہ کے فضل پر غرور!

کچھ دیر بعد وہ لوری کے ساتھ لنچ کی تیاری میں مصروف تھی۔لوری نے فریج میں کچھ رکھنے کے لیے اسے کھولا۔بند کر کے وہ پلٹی تو اس کے چہرے پر الجھن کا تاثر تھا۔''جمیلہ، یہ فریج میں الگ گوشت رکھا ہے؟''۔اس نے کہا۔

جمیلہ نے اپنے ہاتھ تولیے سے صاف کرتے ہوئے کہا۔''جی مس۔میں نے اسٹور سے خریدا تھا......اپنے پیسوں سے، اپنے کھانے کے لیے''۔

''مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی جمیلہ۔میں تمہارے کھانے کے لیے پیسے خرچ کرسکتی ہوں۔لیکن دیکھو، اس طرح کا گوشت تو یہودی کھاتے ہیں''۔

''جی مس، میں جانتی ہوں''۔

لوری فرینکلن کے چہرے کی الجھن اور گہری ہوگئی۔''یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی......مسلم لوگ یہودیوں والا کھانا کیسے کھاتے ہیں''۔

''دیکھئے مس، قرآن میں لکھا ہے کہ یہودی بھی اہل کتاب ہیں اور عیسائی بھی۔ہم مسلمان تمام پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں۔خدا تو ایک ہی ہے۔اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول تھے، جنھوں نے اللہ کے احکامات ہم تک پہنچائے۔ہم لوگ ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی برگزیدہ رسول مانتے ہیں۔ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر کعبہ تعمیر کیا۔تبھی سے تو حج کا سلسلہ چل رہا ہے''۔

لوری فرینکلن کے انداز سے بے زاری جھلکنے لگی۔''یہ سب بتانے کا شکریہ۔لیکن اس کھانے کے مسئلے سے اس کا کیا تعلق؟''۔

''اللہ نے حرام چیزوں سے منع کیا ہے، اور حلال چیزوں کی تلقین فرمائی ہے۔تو ہم شراب نہیں پی سکتے۔ان جانوروں کا گوشت نہیں کھا سکتے، جنہیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔اور جو جانور حلال ہیں، ان کے لیے بھی ضروری ہے کہ انہیں کسی انسان نے اپنے ہاتھ سے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہو۔اب اس حکم کی یہودی بھی پاسداری کرتے ہیں۔یہ مسلمانوں اور یہودیوں میں قدرِ مشترک ہے۔یہودی بھی ذبیحہ کے بعد جانور میں سے سارا خون نکالتے ہیں، کیونکہ خون حرام ہے۔اب یہودی بھی جانوروں کو ہاتھ سے ذبح کرتے ہیں۔لیکن وہ تین بار اللہ اکبر نہیں پڑھتے۔اب اللہ بڑا مہربان ہے۔وہ اپنے بندوں کو کسی حال میں بھوکا نہیں رہنے دیتا۔یہاں حلال گوشت نہیں ملتا، تو ایسے میں کوشر میرے لیے قابل قبول ہے کہ میں اس پر تین بار اللہ کا نام لوں تو وہ میرے لیے حلال ہے''۔

''میری سمجھ میں نہیں آتیں یہ باتیں''۔لوری فرینکلن نے منہ بنا کر کہا۔''مگر یہ سادہ حقیقت میں جانتی ہوں کہ اخباروں میں ہر روز مسلمانوں اور یہودیوں کے ایک دوسرے کو قتل کرنے کی خبریں چھپتی ہیں۔اگر تمہارے اور ان کے درمیان اتنی اہم مشترک باتیں موجود ہیں تو تم لوگ ایک دوسرے سے سمجھوتے کر کے امن قائم کیوں نہیں کرلیتے''۔

''ہمارے درمیان اختلافات کھانے پر نہیں، میں آپ کو بتاسکتی ہوں''۔

''چھوڑو اس بات کو۔میں اس الجھن میں نہیں پڑنا چاہتی۔لنچ کے بعد مجھے جارج سے ملنے جانا ہے۔وہ اپنی رات کی فلائٹ کے ٹکٹ گھر پر ہی بھول گیا، یہ جارج بھی عجیب آدمی ہے۔اسے کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔ایک بینکار کیلئے تو یادداشت کی بڑی اہمیت ہوتی ہے''۔

لنچ کے بعد لوری فرینکلن روانہ ہوگئی۔

اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد جمیلہ نے بچوں کو وین میں بٹھایا اور پارک کی طرف چل دی۔ڈرائیو کرتے ہوئے وہ ماضی قریب کے بارے میں سوچتی رہی، وہ جوان آدمی اسے افغانستان میں ملا تھا، جہاں انہیں تربیت دی جارہی تھی۔اسلام کی، اللہ کی خاطر جان دینے کی تربیت، وہ جانتی تھی کہ مغرب میں ایسے لوگوں کو خودکش بمبار کہا جاتا ہے۔

ان سبھوں کے پاس ڈائریاں ہوتی تھیں۔اس نے بہت سے شہید ہونے والوں کی ڈائریاں پڑھی تھیں۔اب جمیلہ سوچتی تھی کہ اس کی زندگی کا آخری دن کیسا ہوگا۔وہ سوچتی تھی کہ جب وہ وقت آئے گا تو وہ کیا سوچ رہی ہوگی۔اس کا باطنی ردعمل کیسا ہوگا؟اس کے ذہن میں بہت سے سوال تھے، اور بہت سے شکوک اسے پریشان کرتے تھے۔کیا وہ بہادر ثابت ہوگی؟۔وہ طبعاً خود کو شریف النفس اور صابر سمجھتی تھی۔مگر کبھی اسے شک ہونے لگتا کہ کیا وہ واقعتاً ایسی ہی ہے۔ایک اہم سوال یہ تھا کہ کیا شہید ہوتے ہی وہ سیدھی جنت میں جائے گی؟۔دنیا میں کوئی اس کیلئے سوگ وار بھی ہوگا؟ پھر وہ اس پر شرمندہ ہوئی کہ لالچ کیسا۔وہ تو سب کچھ اللہ کی خوشنودی اور محبت کیلئے کررہی ہے۔ہر سچا مسلمان ایسا ہی ہوتا ہے۔

عام حالات میں تو جہادی تنظیموں میں مرد اور عورت کی یک جائی ناممکن تھی۔کیونکہ اسلام میں پردے کا بہت واضح تصور تھا۔لیکن پھر یہ بات سامنے آئی کہ امریکا میں مسلمان مردوں کو مشتبہ سمجھ کر ان پر کڑی نظر رکھی جاتی ہے۔جبکہ عورتوں کیلئے نرمی اور آسانی ہے۔چنانچہ اب عورتوں کو بھی بڑی تعداد میں ان تنظیموں میں شامل کیا جارہا تھا۔

جمیلہ تربیت کے دوران اس جوان آدمی کے بہت قریب ہوگئی تھی۔اس کا نام احمد تھا، اور وہ ایرانی تھا۔اس لئے ابتدا میں تو وہ اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھتی تھی۔اس کی وجہ عراق اور ایران کے درمیان ہونے والی طویل جنگ تھی۔لیکن وہ ایران کا جو معاشرتی نقشہ بیان کرتا تھا، وہ اس سے بالکل مختلف تھا، جو اس نے ایران میں سنا تھا۔

''لوگ خوش رہنا چاہتے ہیں''۔

احمد کہتا تھا، لیکن آزادی سے محروم لوگ کیسے خوش رہ سکتے ہیں، خوشی تو اللہ کی غلامی اور اللہ کی محبت سے ملتی ہے۔لیکن لوگ ہر چیز میں دخل دیتے ہیں۔ہمیں بتایا جاتا ہے کہ زندگی ایسے نہیں، ایسے گزاری جائے۔اب آزادی کو ہی دیکھو۔ایران میں عورتیں ڈرائیو کرسکتی ہیں۔بلکہ وہ الیکشن میں بھی حصہ لے سکتی ہیں، وہ پارلیمنٹ کی رکن بن سکتی ہیں۔ان کو پورا چہرہ ڈھانپنے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔صرف سر اور جسم ڈھانپنا ضروری ہوتا ہے۔ایران میں سیٹلائٹ ڈشز بھی موجود ہیں۔مرد اور عورت گاڑی میں بیٹھ کر ریڈیو پر موسیقی بھی سن سکتے ہیں، وہاں زندگی کو خشک اور بے زار کن نہیں بنایا جاتا''۔

جمیلہ اس کی باتیں بہت غور سے سنتی تھی۔

ایک دن احمد نے کہا:

''تم بالکل اپنے نام کی طرح ہو''۔

''کیسے؟''۔

''جمیلہ کا مطلب ہے خوب صورت، اور تم واقعی بہت خوب صورت ہو، اور اس کے لہجے میں ستائش تھی، اور نگاہوں میں گرمی''۔

جمیلہ اس کے منہ سے اپنی تعریف سن کر بہت خوش ہوئی۔پہلی بار اسے اپنے لئے مستقبل کے وہ امکانات نظر آئے جنہیں وہ پہلے غیر حقیقت پسندانہ سمجھتی تھی۔

لیکن احمد اکثر اس سے اپنی موت کے بارے میں بھی باتیں کرتا تھا۔جس کیلئے وہ ذہنی طور پر پوری طرح تیار تھا۔وہ اپنی ڈائری میں بھی اس دن اور اس ساعت کے بارے میں لکھتا تھا۔جس میں اس نے اللہ کے حضور اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کا ارادہ کررکھا تھا۔لیکن اس نے اس تاریخ کے بارے میں اسے کبھی نہیں بتایا تھا۔اسے اس نے راز ہی رکھا تھا۔

جمیلہ کو نہیں معلوم تھا کہ احمد کی شہید ہونے کی خواہش ابھی پوری ہوئی یا نہیں۔اسے یہ بھی علم نہیں تھا کہ احمد کو کہاں بھیجا گیا ہے۔ہر روز وہ اخبار دیکھتی تھی۔اس خوف کے ساتھ کہ احمد کا نام اور اس کی تصویر چھپی ہوئی نظر آئے گی۔لیکن اب تک ایسا نہیں ہوا تھا۔ایسے میں وہ اکثر سوچتی کہ کیا احمد بھی اس کی تصویر دیکھنے اور اس کی موت کی تفصیل پڑھنے کیلئے اسی طرح اخبار دیکھتا ہوگا۔

احمد شاعر بھی تھا، اور اسے بڑا ارمان تھا کہ اس کی نظمیں شائع ہوں اور مسلمان خاص طور پر عرب انہیں پڑھیں۔اس کی نظمیں ان دکھوں سے معمور تھیں، جو اس نے برسوں سہے تھے۔جو ہر مسلمان کا اور خاص طور پر فلسطینیوں کا مقدر تھے۔

جمیلہ کو اس کی آخری بات یاد تھی۔اس نے کہا تھا:''جب آدمی کے پاس زندگی کے سوا کچھ بھی نہ رہا ہو، اس سے سب کچھ چھین لیا گیا ہو تو زندگی حقیر اور بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ایسے میں قربانی ہی اس زندگی کو اہمیت اور معنویت عطا کرتی ہے۔اللہ کی راہ میں، اس کے دین کی سربلندی کیلئے جان قربان کردینے سے بڑا مقصد اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

وہ اس کے یہ الفاظ کبھی نہیں بھولی۔وہی تو اسے حوصلے سے اور اس کی زندگی کو معنویت سے نوازتے تھے۔

قرآن بتاتا تھا کہ انسان اللہ سے ڈرتے ہوئے، اس کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے پاک صاف زندگی گزارے تو اس کا انعام جنت ہے۔اللہ تمام اعمال سے باخبر ہے، اور قیامت کے دن کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کی جائے گی۔لیکن جمیلہ جانتی تھی کہ انسان خطا کا پتلا ہے۔گناہوں سے بچ ہی نہیں سکتا۔اور اللہ تو دل کا حال بھی جانتا ہے۔اس لئے اعمال کے صلے میں کسی کو بھی جنت ملنا ممکن ہی نہیں۔لیکن ایک چیز ایسی ہے جو آدمی کو جنت کی ضمانت دیتی ہے جہاد کرنا اور شہادت کا مرتبہ پانا۔اسی لئے جمیلہ ہر روز اپنے لئے شہادت کی دعا کرتی تھی، اور وہ اپنی خوشی سے اللہ کی خاطر جان دینے کو تیار تھی۔وہ جانتی تھی کہ یہ زندگی جو زیادہ سے زیادہ سو سال کی ہوسکتی ہے اتنی اہم نہیں، جتنی کہ آخرت ہے......ابدی زندگی، جو اللہ کی مرضی کے مطابق جاری رہے گی۔آدمی کو ساری جدوجہد اسی زندگی کیلئے کرنی چاہئے۔

کبھی جمیلہ جنت میں اپنی اور احمد کی یک جائی کا تصور کرتی، جہاں ہر نعمت میسر ہوگی، جہاں امن اور سکون کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔جہاں کوئی طاقت ور کسی کمزور پر ظلم نہیں کرسکے گا۔بس یہی وہ موقع ہوتا تھا، جب اس کے ہونٹوں پر سچی مسکراہٹ مچلتی تھی۔ہاں......جمیلہ کے لئے اس سے ملنے کی بڑی اہمیت تھی، اس زندگی میں بھی......اور اس زندگی میں نہیں تو آخرت میں تو وہ ملے گا ہی۔

☆☆☆

اولیور اسٹون اپنے کاٹیج میں پہنچا۔نہانے کے بعد اس نے اپنے چہرے پر برف کی ٹکور کی، تاکہ سوجن کم ہو۔پھر اس نے مستعار لئے ہوئے سیل فون پر روبن اور کیلب سے رابطہ کیا۔انہوں نے رات کی ملاقات کا وقت طے کیا۔ملٹن سے اس کا رابطہ نہیں ہوسکا۔

پھر وہ قبرستان کے کاموں میں مصروف ہوگیا۔اس نے کچھ لوگوں کو ان کی مطلوبہ قبر تلاش کرنے میں مدد دی۔برسوں پہلے چرچ کی انتظامیہ نے دفن ہونے والوں کا ریکارڈ مرتب کیا تھا۔لیکن پھر وہ لسٹ کھوگئی۔پچھلے دو برسوں کے دوران اولیور نے کتبوں اور مقامی ریکارڈز کی مدد سے بڑی جاں فشانی سے اسے دوبارہ مرتب کیا۔اس نے قبرستان کی ہسٹری پر بھی کام کیا تھا۔یوں وہ یہاں گائیڈ کے طور پر بھی کام کرنے کے قابل ہوگیا تھا۔

کام سے نمٹ کر بیٹھا تو اسے وہ واقعہ یاد آیا، اور اس کا چہرہ شرمندگی سے تمتمانے لگا۔تکلیف تو اب ایسی نہیں تھی۔لیکن اپنی حماقت پر اسے غصہ آرہا تھا۔اسے اڈلفیا کی موجودگی میں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا......اسے خود پر قابو رکھنا چاہئے تھا۔

بعد میں وہ میٹرو پکڑ کر ملٹن کی طرف گیا۔ایک تو اسے ملٹن کی خیریت کی فکر تھی۔دوسرے وہ یہ بھی جاننا چاہتا تھا کہ ملٹن اس کار کا سراغ لگاسکا ہے یا نہیں۔ملٹن کی فکر اسے اس لئے تھی کہ جن لوگوں سے ان کا واسطہ پڑا تھا، ان کیلئے فنگر پرنٹس کے ذریعے معلومات حاصل کرنا بہت ہی آسان تھا۔

وہ فوگی بوٹم سب وے کی طرف جارہا تھا کہ عقب سے اسے ہارن کی آواز سنائی دی۔اس نے پلٹ کر دیکھا۔وہ ایجنٹ فورڈ تھا۔اس نے اپنی گاڑی سائیڈ میں لگائی اور کھڑکی کا شیشہ اتارا:

''تمہیں لفٹ دوں؟''۔

ایلکس نے کہا، پھر اسے اولیور کے چہرے کی سوجن نظر آئی:

''یہ کیا ہوا خیریت تو ہے؟''۔

''میں گر پڑا تھا''۔اولیور نے جواب دیا۔

''تم ٹھیک تو ہو''۔

''میرے چہرے سے زیادہ میری انا زخمی ہوئی ہے''۔

اولیور نے کہا اور دروازہ کھول کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

ایلکس نے گاڑی آگے بڑھادی۔

اولیور کچھ دیر ایلکس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔پھر اس نے کہا:

''میں تم سے اپنی رات کی گفتگو کے بارے میں سوچ رہا تھا۔یہ بتاؤ، تمہاری تفتیش کیسی جارہی ہے؟''۔

''اتنی زبردست کہ میں دوبارہ صدر کے حفاظتی دستے میں پہنچ گیا ہوں''۔

''ایجنٹ فورڈ......''۔

''اتنے برسوں سے تم مجھے جانتے ہو اور اولیور تم مجھے ایلکس کہہ کر بھی پکار سکتے ہو۔

''سنو ایلکس، کہیں میرے مشورے نے تو تمہیں مصیبت میں نہیں پھنسادیا؟''۔اولیور نے پوچھا۔

''میں بچہ تو نہیں ہوں۔اور تمہاری بات درست تھی۔بات صرف اتنی تھی کہ میرے پاس مکمل حقائق نہیں تھے۔میں نے اسی کی سزا بھگتی ہے''۔

''کیسے حقائق؟''۔

''یہ تو میں نہیں بتاسکتا۔ارے ہاں......تمہیں جانا کہاں ہے؟''۔

''میں اپنے دوستوں سے ملنے جارہا ہوں''۔

''تمہارے دوستوں میں کچھ بڑے لوگ بھی ہیں......اثر ورسوخ والے؟''۔

''نہیں بھئی، میرا ایسا کوئی دوست نہیں''۔

''میں بھی محروم ہوں، لیکن میری جونیئر پارٹنر اس معاملے میں بہت خوش نصیب ہے۔ذرا سوچو تو کہ اس کا گاڈ فادر کون ہے؟ کارٹر گرے!''۔

اولیور نے سر گھما کر اسے دیکھا۔

''کیا نام ہے تمہارے جونیئر پارٹنر کا؟''۔

''جیکی سمپسن''۔

اولیور کا جسم تن سا گیا۔''راجر سمپسن کی بیٹی''۔

''تم اسے کیسے جانتے ہو؟''۔

''راجر سمپسن اب بڑا آدمی ہے۔لیکن برسوں پہلے وہ سی آئی اے میں کام کرتا تھا''۔

''مجھے نہیں معلوم تھی یہ بات، اب سمجھ میں آیا کہ اس کی بیٹی کو انٹیلی جنس میں اتنی دل چسپی کیوں ہے''۔

اولیور اب کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا:

''کتنی عمر ہوگی اس کی؟''۔

''35 کے قریب ہوگی''۔

''اور اب وہ اسٹارٹ لے رہی ہے، سیکرٹ سروس میں؟''۔

''یہاں آنے سے پہلے وہ الاباما پولیس میں کام کرتی رہی ہے''۔

''ہے کیسی؟''۔

''میں تو اسے سخت ناپسند کرتا ہوں۔آج تو اس نے مجھے غرق کرادیا''۔

''میرا مطلب تھا کہ وہ دیکھنے میں کیسی ہے''۔

''تم کیوں جاننا چاہتے ہو؟''۔

''یوں ہی، تجسس تو ہوتا ہے نا''۔

''سیاہ بال، نیلی آنکھیں، خاصی خوب صورت ہے۔اور بدمزاج، مغرور اور سخت بھی ہے''۔

''سمجھ گیا۔کافی پرکشش ہے وہ''۔

''کیوں، اسے ڈنر پر لے جانے کا ارادہ ہے؟''۔

ایلکس نے دانت نکالے۔

''بوڑھے لوگوں کو جوان عورتوں کے بارے میں ہمیشہ تجسس رہتا ہے''۔اولیور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ایلکس نے کندھے جھٹک دیئے:''اطوار کو ایک طرف ہٹادیں تو وہ واقعی خوبصورت ہے''۔

اولیور سوچ رہا تھا......عمر 35 سال، سیاہ بال، نیلی آنکھیں، مغرور اور سخت مزاج......تم کبھی کارٹر گرے سے ملے ہو؟''۔اس نے پوچھا۔

''آج ہی ملا ہوں''۔ایلکس نے جواب دیا۔

''تمہاری کیا رائے ہے اسکے بارے میں؟''۔

''زبردست آدمی ہے وہ؟''۔

''تو اس ملاقات کی وجہ سے تم پر مصیبت آئی ہے؟''۔

''میں خود کو کچھ زیادہ ہی اسمارٹ سمجھ رہا تھا۔میں نے این آئی سی کے دو ایجنٹوں کو خودکشی والا نوٹ کیمیاوی تجزیے کیلئے دیا تھا، یہ سوچ کر کہ اس بہانے سے میں وہاں جاکر چھان بین کرسکوں گا۔لیکن میں الٹا پھنس گیا۔مجھے پتا بھی نہیں چلا کہ میرے ساتھ ہو کیا رہا ہے''۔

یہ بات سنتے ہوئے اولیور کو یہ بات اہم لگی کہ خودکشی والا نوٹ این آئی سی کی تحویل میں ہے، جب کہ اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ اس پر ملٹن کی انگلیوں کے نشانات بھی موجود ہوں گے۔

''تو ان دو ایجنٹوں نے تمہارے ساتھ تعاون کیا؟''۔

اس نے پوچھا۔

''نہیں اور سچ پوچھو تو مجھے یہ این آئی سی والے اچھے ہی نہیں لگتے۔ان کی اپنی ماں کی زندگی خطرے میں ہو، تب بھی لوگ سچ نہیں اگلتے۔

''یہ بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو''۔

آدھے سے زیادہ راستہ طے ہوگیا تو اولیور نے ایلکس کو گاڑی روکنے کا اشارہ کیا۔

''تمہیں جہاں جانا ہے، میں تمہیں وہاں پہنچا سکتا ہوں اولیور''۔

ایلکس نے بے حد خلوص سے کہا۔

''ڈائریکٹر نے آج میرے گناہوں کی پاداش میں آج کی چھٹی عنایت کردی ہے''۔

''شکریہ ایلکس، لیکن مجھے پیدل چلنے کا شوق بھی تو ہے''۔

''ایک بات کہوں۔تم اپنا جبڑا ڈاکٹر کو دکھاؤ''۔

''بالکل دکھاؤں گا''۔

ایلکس کے آگے جاتے ہی اولیور نے جیب سے سیل فون نکالا اور ملٹن کو فون کیا۔ایک اعتبار سے اسے افسوس تھا کہ کہ ایلکس فورڈ کو اس کیس کی تفتیش سے ہٹادیا گیا۔لیکن یہ بھی تھا کہ اب ایلکس کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔البتہ اپنے اور اپنے دوستوں کیلئے وہ یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا۔

''ہیلو؟''۔

ملٹن کی آواز نے اسے چونکادیا۔

''ملٹن، تم کہاں ہو؟''۔

''چیسٹٹی کے گھر پر''۔

''تم کب سے وہاں ہو؟''۔

''صبح سے ہی ہوں''۔ملٹن نے کہا:

''یہ تم پولیس والوں کی طرح پوچھ گچھ کیوں کررہے ہو؟''۔

''تم اپنے گھر سے نکلے تو گرد و پیش کا جائزہ لیا تھا؟''۔

''نہیں''۔

''بس اب تم اپنے گھر مت جانا۔اور میں چاہتا ہوں کہ ہم لوگ کہیں اور ملیں''۔

اولیور نے کہا، اور پھر تیزی سے سوچنے کی کوشش کی۔''یونین اسٹیشن مناسب رہے گا۔آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچ سکتے ہو تم؟''۔

''کیوں نہیں''۔

''تو میں تمہیں بک اسٹور کے پاس کھڑا ملوں گا۔یہ بتاؤ، اس کار کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئیں؟''۔

''وہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔مجھے اس کا نام اور پتا معلوم ہوگیا۔بتاؤں......''۔

''نہیں ملاقات پر بتانا۔اور ہاں ملٹن، بہت احتیاط سے کام لینا۔اچھی طرح دیکھ لینا کہ کوئی تمہارا تعاقب تو نہیں کررہا ہے''۔

ملٹن کچھ نروس ہوگیا۔تم نے بھی کچھ معلوم کیا؟''۔

''یہ بھی ملاقات پر ہی بتاؤں گا۔اور وہاں ایک بات اور ذرا چیک کرو کہ سینیٹر سمپسن کی بیٹی جیکی سمپسن کے بارے میں تم کیا معلوم کرسکتے ہو۔وہ سیکرٹ سروس کی ایجنٹ ہے''۔

اولیور نے اس کے بعد روبن اور کیلب کو فون کیا اور انہیں تازہ صورت حال بتائی۔پھر وہ قریب ترین میٹرو اسٹیشن کی طرف چل دیا۔وہاں وہ ڈالٹن بک اسٹور کے دروازے کے قریب کھڑا ہوگیا۔اس بک اسٹور نے اسٹیشن کے بہت بڑے حصے کو گھیرا ہوا تھا۔وہ یوں ہی کتابوں کا جائزہ لیتا رہا۔لیکن درحقیقت وہ سب وے کے راستے پر نظر رکھے ہوئے تھا۔کیونکہ ملٹن کو وہیں سے آنا تھا۔

لیکن ملٹن آیا تو دوسرے راستے سے آیا۔اولیور نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو اس نے وضاحت کی۔میں چیسٹٹی کی گاڑی میں آیا ہوں۔

''ارے یہ تمہارے چہرے کو کیا ہوا؟''۔

''چھوڑو اسے یہ بتاؤ چیسٹٹی یہاں موجود ہے؟''۔

''نہیں میں نے اسے گھر واپس بھیج دیا''۔

''تمہیں یقین ہے ملٹن کہ تمہارا پیچھا نہیں کیا گیا''۔

''چیسٹٹی جس انداز میں ڈرائیو کرتی ہے، کوئی اس کا پیچھا کر ہی نہیں سکتا''۔

اولیور اسے کیفے کی طرف لے گیا۔وہاں انہوں نے کافی لی اور ایک درافتادہ گوشے میں میز پر جابیٹھے۔ملٹن نے اپنا سیل فون نکالا اور ایک بٹن دبایا''کسے کال کررہے ہو؟''۔اولیور نے پوچھا۔

''کسی کو نہیں دراصل میرے سیل فون میں ریکارڈ بھی موجود ہے۔مجھے یاد آیا کہ بعد میں مجھے چیسٹٹی کو کال کرنا تھا۔تو اب میں اپنے فون میں اپنے لئے ریمائنڈر ڈال رہا ہوں۔جو فون میں نے تمہیں دیا ہے۔اس میں بھی یہ سہولت موجود ہے۔اور اس میں کیمرا بھی ہے''۔ملٹن نے فون میں کچھ کہا، اور پھر اسے بند کردیا۔

''اب بتاؤ اس کار والے کا کیا نام ہے؟''۔

''ٹائلر رنکے......اور وہ پرسل ول کے قریب رہتا ہے۔میرے پاس اسٹریٹ کا نمبر بھی موجود ہے''۔

''میں اس علاقے سے واقف ہوں''اولیور نے کہا:

''یہ پتا چلا کہ وہ کہاں کام کرتا ہے؟''۔

''میں نے ہر ممکن کوشش کی۔اگرچہ میرے وسائل کم نہیں لیکن میں یہ بات معلوم نہیں کرسکا''۔

''اس کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ این آئی سی میں کام کرتا ہے۔تم این آئی سی کے کمپیوٹر میں تو نہیں گھس سکتے؟''۔

''ٹھیک کہہ رہے ہو یہ عین ممکن ہے''۔

''جیکی سمپسن کے بارے میں کچھ پتا چلا؟''۔

''اچھی خاصی معلومات ہیں۔میں نے پرنٹ آؤٹ نکال لیا ہے''۔ملٹن نے ایک فولڈر اولیور کی طرف بڑھایا۔

اولیور نے فولڈر کھولا۔سب سے پہلے جیکی کی تصویر تھی۔اس نے سوچا، ایلکس نے ٹھیک کہا تھا۔سختی تو اس عورت کے چہرے سے جھلک رہی تھی۔فائل میں اس کے گھر کا پتا بھی موجود تھا۔وہ ڈبلیو ایف اے کے قریب ہی رہتی تھی۔اس نے فائل بند کی اور اسے اپنے تھیلے میں رکھ لیا۔پھر اس نے ملٹن کو بتایا کہ خودکشی والا نوٹ تجزیے کے لیے این آئی سی کے پاس جاچکا ہے اور اس رقعے پر اس کے نشاناتِ انگشت بھی موجود ہوسکتے ہیں۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆

زیرِ نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

ملٹن نے ایک گہری سانس لی۔ ”بڑی حماقت سرزد ہوئی مجھ سے۔ مجھے اس رقعے کو چھونا ہی نہیں چاہیے تھا“۔

”کیا تمہارا ریکارڈ اب بھی این آئی اے کے ڈیٹا بیس میں موجود ہوگا؟“۔

”ممکن ہے۔ وہ جو میں نے رونالڈ ریگن کو احمقانہ خط لکھا تھا تو سیکرٹ سروس والوں نے بھی مجھے تلاش کر لیا تھا، مگر میں کیا کرتا۔ ریگن کی پالیسیوں نے مجھے برافروختہ کر دیا تھا“۔

”میں آج کی میٹنگ کیلب کے ہاں چاہتا تھا۔ لیکن اب مجھے وہ جگہ اتنی محفوظ نہیں لگتی“۔

”تو پھر میٹنگ کہاں ہوگی؟“۔

اسی وقت اولیور کے سیل فون پر کال آئی۔ وہ روبن تھا اور اس کی آواز سے ہیجان جھلک رہا تھا۔ ”بار میں مجھے اپنا ایک پرانا ساتھی مل گیا۔ ہم ویت نام میں ساتھ رہے تھے۔ پھر ہم ڈیفنس انٹیلی جنس میں بھی ساتھ تھے۔ میں نے سنا تھا کہ وہ حال ہی میں ریٹائر ہوا ہے، اس لیے میں نے اسے بیئر پر مدعو کر لیا کہ شاید اس سے کچھ معلوم ہو سکے۔ اس نے مجھے بتایا کہ این آئی سی نے تمام ایجنسیوں کی فائلیں ہڑپ کر لی ہیں۔ اب تو سی آئی اے بھی این آئی سی کی محتاج ہے۔ گرے جانتا تھا کہ معلومات پر قبضہ کرنا درحقیقت سب پر حاوی آنے کے برابر ہے“۔

"تو اب معلومات کے حصول کے لیے تمام ایجنسیوں کو این آئی سی سے رجوع کرنا ہوگا"۔

"ہاں اور یوں این آئی سی کو علم رہے گا کہ کون کس کیس پر کام کر رہا ہے"۔

"لیکن روبن، این آئی سی کو تو قانونی طور پر بھی یہ حق حاصل ہے"۔ اولیور نے کہا۔

"اس کی حیثیت کیا ہے۔ سچائی کو تو تمام ایجنسیاں چھپاتی ہیں"۔ روبن بولا: "کوئی اپنے کیس کے بارے میں کسی کو بھی سچ نہیں بتاتا۔ حتیٰ کہ صدر صاحب سے بھی جھوٹ بولا جاتا ہے"۔

"یہ تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ جاسوس ہمیشہ جھوٹ بولتے ہیں"۔

"یہ تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ جاسوس ہمیشہ جھوٹ بولتے ہیں"۔

"یہ بتاؤ، میٹنگ کیلب کے ہاں ہی ہوگی یا کہیں اور؟"۔

"میں نہیں سمجھتا کہ کیلب ......"۔ اولیور کہتے کہتے رُک گیا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔

"اولیور...... تم لائن پر موجود ہو نا؟"۔ روبن نے دوسری طرف سے پوچھا۔

"اولیور، تم ٹھیک تو ہو؟"۔ اولیور کے ساتھ کھڑے ملٹن نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا۔

"روبن، اس وقت تم کہاں ہو؟"۔ اولیور کے ساتھ کھڑے ملٹن نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا۔

"اپنے غریب خانے پر، جسے میں محل کہتا ہوں۔ کیوں؟"۔

"تم یونین اسٹیشن پر مجھے ملو"۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ میٹنگ کیلب ......"۔

"نہیں۔ اس کے بجائے ......"۔ اولیور پھر کہتے کہتے رکا۔ "تم یہاں یونین اسٹیشن آ جاؤ"۔

"اتنی بھیڑ میں میٹنگ؟"۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا کہ میٹنگ یہاں ہوگی"۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے......"۔

"تم جلد از جلد یہاں پہنچ جاؤ۔ پھر میں سب کچھ سمجھا دوں گا"۔ اولیور نے رابطہ منقطع کر دیا۔ پھر وہ ملٹن کی طرف متوجہ ہوا۔

"میری سمجھ میں بھی کچھ نہیں آ رہا ہے"۔ ملٹن نے شکایت کی۔

"میں سب سمجھا دوں گا"۔

☆☆☆

"لگتا ہے، گھر میں کوئی بھی موجود نہیں ہے"۔ کار میں بیٹھے ہوئے ٹائلر نے کہا۔ وہ ملٹن کے گھر کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے گود میں رکھی ملٹن کارب کی فائل کا جائزہ لیا۔ "صدر ریگن کو اس نے زہر دے کر قتل کرنے کی دھمکی دی تھی۔ ایسے آدمی کا کیریئر تو تباہ ہونا ہی تھا"۔ اس نے مزید کہا۔ "میرا خیال ہے، اس کے ریکارڈ کی وجہ سے ہی ان لوگوں کو پولیس میں رپورٹ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی"۔

"میں تو یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس رات وہ روز ویلٹ آئی لینڈ میں کیا کر رہے تھے"۔ پیٹرز نے کہا: "وہ بھی آدھی رات کو"۔

"میرا خیال ہے، ہم کچھ دیر اور انتظار کریں، پھر مکان کی تلاشی لیں گے"۔

"ایک چکر جارج ٹاؤن کا بھی لگا لیا جائے۔ ممکن ہے، اس رات کسی نے وہاں ایسا کچھ دیکھا ہو، جس سے ہمیں مدد مل سکے"۔

"ٹھیک ہے اور کشتی کو بھی دوبارہ چیک کر لیں گے"۔

☆☆☆

کیپٹن جیک نے ہیٹ کو اپنے سر پر ٹھیک سے جمایا اور کوٹ کے لیبل میں لگے زرد گلاب کو آہستہ سے چھوا۔ وہ اس وقت اپنی نئی پراپرٹی کا اندر سے جائزہ لے رہا تھا۔

گیراج کافی بڑا تھا۔ اس میں تین بڑے ورک شاپ تھے۔ لیکن اس وقت وہاں بس ایک ہی گاڑی موجود تھی۔ اس کے تمام مکینک اس گاڑی پر کام کر رہے تھے۔

گاڑی کے نیچے سے ایرانی نژاد احمد برآمد ہوا۔ اس نے پیشانی سے پسینہ پونچھا۔

"کیا صورت حال ہے؟"۔ کیپٹن جیک نے اس سے پوچھا۔

"ہم شیڈول کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ تم نے اس عورت سے بات کی؟"۔

"وہ اپنی جگہ تیار ہے"۔ کیپٹن جیک نے کہا۔ "اور اب دوبارہ اس کے بارے میں سوال مت کرنا"۔ اس نے سخت نگاہوں سے احمد کو گھورا۔

احمد نے سر کو اثباتی جنبش دی اور دوبارہ کار کے نیچے گھس گیا۔ چند لمحے بعد وہاں سے کھٹ پٹ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ کیپٹن جیک باہر دھوپ میں نکل آیا۔

احمد چند منٹ انتظار کرتا رہا۔ پھر وہ باہر آیا اور ورک ٹیبل کی طرف گیا۔ وہاں مختلف اوزاروں کے نیچے اس نے لمبے پھل والا ایک چاقو چھپا رکھا تھا۔ اسے نکال کر وہ گاڑی میں گیا اور اسے گاڑی کے عقبی حصے میں فرش پر بچھے کارپٹ کے نیچے چھپا دیا۔

باہر، کیپٹن جیک اپنی گاڑی میں بیٹھا اور اسی ہاسپٹل کے سامنے والے اپارٹمنٹ کی طرف چل دیا۔

اپارٹمنٹ کا دروازہ ایک افغان نے کھولا۔

"تمام ہتھیار موجود ہیں"۔

"جی ہاں، آپ کی ہدایت کے مطابق ہم انہیں ایک ایک کر کے تھیلوں میں چھپا کر لے آئے"۔

"دکھاؤ مجھے"۔

وہ شخص اسے کمرے کے ایک کونے میں رکھے بڑے ٹی وی کی طرف لے گیا۔ انہوں نے مل کر ٹی وی کو ایک طرف ہٹایا۔ پھر افغان نے بڑے اسکریو ڈرائیور کی مدد سے قالین کو اٹھایا۔ پھر اس نے ایک بڑا ڈھکنا سرکایا۔ نیچے فرش میں پلائی وڈ سے بنایا ہوا ایک بڑا خانہ تھا۔ اس خانے میں چھ چھ انچ کے فاصلے سے رسی کے ٹکڑوں کے ذریعے دو خانے بنائے گئے تھے۔ ان خانوں کے درمیان دو اسنائپر رائفل پاور اسکوپ کے ساتھ موجود تھیں۔

"میں نے MSO کے بارے میں سنا تو ہے، لیکن استعمال کبھی نہیں کی"۔ کیپٹن جیک نے کہا۔

"یہ بہت جدید گن ہے۔ اس میں کئی خودکار سسٹم بھی موجود ہیں۔ یہ انگلی کی لرزش کو بھی کور کر لیتی ہے"۔ افغان نے بتایا۔

"مجھے کبھی اس کی ضرورت نہیں پڑی"۔ کیپٹن جیک نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں گن کو استعمال کرتا ہوں۔ مجھے اس گن کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جو مجھے استعمال کرے"۔

"یہ ایک منٹ کے ہزارویں حصے میں پورا راؤنڈ فائر کر سکتی ہے...... ایک ہزار میٹر تک مار ہے، اس کی"۔ افغان بے پروائی سے کہتا رہا۔ "اور ہمارے پاس چند M5 گنیں بھی ہیں...... دو ہزار راؤنڈ کے ساتھ"۔

"وہ سب کہاں چھپائی ہیں تم نے؟"۔

افغان نے ٹی وی کے پچھلے حصے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس نے اسکریو ڈرائیور کی مدد سے ٹی وی کے عقبی پینل کو کھول دیا۔ اندر کئی لوڈ ہوئی M5 رائفلیں اور M50 کے راؤنڈز کے باکس ترتیب سے رکھے تھے۔ "اب آپ کو اطمینان ہو گیا ہوگا کہ ہم ٹی وی دیکھ کر وقت ضائع نہیں کرتے"۔ اس نے کہا۔

"اور وہ دوسری دو رائفلیں اور ان کا ایمو، جو تمہیں استعمال کرنی ہیں؟ سب سے اہم تو وہی ہیں"۔

"وہ فلور بورڈز کے نیچے بالکل تیار حالت میں موجود ہیں۔ اب تک ہم 50 گھنٹے پریکٹس کر چکے ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔ کوئی نشانہ خطا نہیں ہوگا"۔

"امکان تو یہی ہے کہ شکار کے دن موسم بہت اچھا ہوگا۔ لیکن دھیان رہے کہ یہاں کا موسم ناقابل اعتبار ہے"۔

افغان نے کندھے جھٹک دیے۔ "اتنے کم فاصلے پر تو خراب موسم سے بھی فرق نہیں پڑے گا"۔

کیپٹن جیک جانتا تھا کہ یہ شیخی نہیں ہے۔ یہ شخص اپنی مہارت ہی کی وجہ سے تو یہاں موجود تھا۔ پھر بھی تھوڑا سا چھیڑنا اور جھنجوڑنا فائدہ مند ہی ہوتا ہے۔ چناں چہ اس نے کہا: "پریکٹس میں اور اصل کام میں بہت فرق ہوتا ہے"۔

"یہ بات میں بھی جانتا ہوں"۔

کیپٹن جیک باتھ روم میں گیا، اور آئینے میں اپنے بہروپ کا جائزہ لیا۔ اس نے ہیٹ اتار کر اپنے بالوں کا جائزہ لیا۔ اس کے گھنے بالوں میں سفیدی بہت نمایاں تھی۔ چہرے پر مونچھوں اور چھوٹی سی داڑھی بھی اسی رنگت کی تھی۔ اس نے رنگین شیشوں والا چشمہ اتارا اور اپنی نیلی آنکھوں کو دیکھا۔ ناک کی سائیڈ پر زخم کا چھوٹا سا نشان تھا۔

یہ سادہ سا بہروپ بہت مؤثر تھا۔ کیوں کہ درحقیقت وہ گنجا اور کلین شیو تھا۔ اس کی آنکھوں کا اصل رنگ براؤن تھا اور چہرے پر زخم کا کوئی نشان نہیں تھا۔

اس نے سر پر ہیٹ رکھا اور چشمہ دوبارہ لگا لیا۔ روپوش ہو جانا اس کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ دوسروں کے لیے کام کرنے کے دوران وہ بارہا ایسا کر چکا تھا اور کام اس نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے لیے بھی کئی بار کیا تھا اور جب وہ آزاد ہوتا تھا...... فری لانسر، تو اس کی نشانہ بازی کا ہنر وہ لوگ خرید سکتے تھے، جو اسے منہ مانگا معاوضہ دیتے۔ لیکن ٹام ہیمنگ وے کو جو اس نے بتایا تھا کہ اگلی بار وہ ہمیشہ کے لیے غائب ہوگا، تو یہ جھوٹ نہیں تھا۔ اب وہ ریٹائر ہونا چاہتا تھا۔

وہ باہر آیا اور تقریب کے مقام کی طرف چل دیا، جو ٹاؤن سے بمشکل دس منٹ کی ڈرائیو پر تھا۔ لیکن دس منٹ میں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے!

کیپٹن جیک وہاں رُکا نہیں۔ لیکن وہاں سے گزرتے ہوئے اس نے گاڑی کی رفتار کم کر دی۔ وہ ان مقامات کو غور سے دیکھ رہا تھا، جن کی بنیادی اہمیت تھی اور جو اس کے حافظے پر مرتسم ہو چکے تھے۔

گراؤنڈ کے گرد سفید ریلنگ والا جنگلا تھا۔ وہاں پیدل چلنے والوں کے لیے کئی داخلی راستے تھے۔ لیکن گاڑی کے لیے ایک ہی گیٹ بنایا گیا تھا۔ موٹروں کے قافلے کو اسی سے داخل ہونا اور نکلنا تھا۔ صدر کی گاڑی کے لحاظ سے وہ جگہ خاصی تنگ تھی۔

اس نے قطار در قطار درختوں کا جائزہ لیا۔ وہ اندازہ لگا رہا تھا کہ امریکی کاؤنٹر اسنائپرز کہاں تعینات کیے جائیں گے اور ان کی تعداد کیا ہوگی؟ ایک درجن؟ دو درجن؟ ان دنوں یقین سے تو کچھ کہا ہی نہیں جا سکتا۔ معلومات بھی دھوکا دے جاتی ہیں۔ وہ کیموفلاج سوٹ میں ہوں گے، تاکہ گرد و پیش کا حصہ معلوم ہوں۔

یہ بات طے تھی کہ یہ گراؤنڈ ایک بڑی قربان گاہ ہے، جہاں اس کے تمام آدمی بالآخر مارے جائیں گے۔ لیکن بہرحال وہ اذیت سے پاک، تیزی سے آنے والی موت ہوگی، جو نعمت ہوتی ہے۔ آواز سے تیز رفتار، لانگ رینج اسلحے سے سر کا نشانہ لیا جائے تو دماغ کا ردعمل ظاہر ہونے سے پہلے ہی آدمی مر چکا ہوتا ہے۔ لیکن فدائین کی موت بہرحال آسان نہیں ہوگی۔

کیپٹن جیک نے تصور میں صدارتی قافلے کو وہاں آتے دیکھا۔ صدر اپنی گاڑی سے اترے گا، لوگوں کو دیکھ کر ہاتھ ہلائے گا، پھر اہم لوگوں سے ہاتھ ملائے گا، کچھ کی پیٹھ تھپکے گا، کچھ سے گلے ملے گا۔ پھر اسے بلٹ پروف، بم پروف پوڈیم پر لے جایا جائے گا اور صدر کے لیے وہ مخصوص نغمہ گایا جائے گا...... چیف کو خوش آمدید......

صدر کے لیے اس نغمے کی روایت کا آغاز صدر جیمز پولک کی بیوی نے کیا تھا۔ صدر جیمز پولک کی شخصیت اتنی عام تھی کہ ان کی بیوی کو یہ شکایت تھی کہ وہ کہیں جائے تو لوگ اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ انہیں احساس ہی نہیں ہوتا کہ صدر صاحب آئے ہیں۔ اس وقت سے یہ روایت تھی کہ صدر کہیں آتا تو اس نغمے کی دھن چھیڑ دی جاتی۔

☆☆☆

سابق نیشنل گارڈ کرسی پر بیٹھ گیا اور اس نے اپنے نئے ہاتھ کا جائزہ لیا۔ سامنے بیٹھے دونوں افراد اسے بغور دیکھ رہے تھے۔

"اب جب کہ اس میں پاؤچ کا اضافہ کر دیا گیا ہے، تو اسے حرکت دینے کی مشق بھی ضروری ہے"۔ انجینئر نے کہا۔

سابق گارڈ نے ہدایت کے عین مطابق کلائی کو حرکت دی، لیکن کچھ بھی نہیں ہوا۔

"مشق بہت ضروری ہے۔ مشق کرتے رہو۔ بہت جلد تم ماہر ہو جاؤ گے"۔

دو گھنٹے کی مشق کے نتیجے میں خاصی بہتری پیدا ہوئی۔ پھر انہوں نے وقفہ کیا اور وقت گزاری کے لیے باتیں کرتے رہے۔

"تو تم ٹرک ڈرائیور تھے؟"۔ کیمسٹ نے پوچھا۔

گارڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "اور میں نقلی ہاتھ کی مدد سے بھی کام نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ مجھے کارگو چڑھانا اور اتارنا بھی ہوتا تھا"۔

"حادثہ ہونے سے پہلے تم کتنا عرصہ عراق میں رہے"۔

"18 ماہ۔ مجھے صرف چار ماہ اور گزارنے تھے۔ کم از کم میرا تو یہی خیال تھا"۔ گارڈ نے کہا۔ "پھر حکم آیا کہ اس مدت میں 22 ماہ کی توسیع کر دی گئی ہے۔ چار سال! اس سب سے پہلے میں ڈیٹرائٹ میں زندگی گزار رہا تھا۔ میری بیوی تھی، بچے تھے۔ پھر اچانک پتا چلا کہ امریکی حکومت قلاش ہو گئی ہے۔ مجھے اپنے لیے حفاظتی چیزوں کا بھی خود ہی بندوبست کرنا پڑا اور ایک دن موصل کے باہر ایک بارودی سرنگ سے ٹکرانے کے نتیجے میں میرے دونوں ہاتھ اور سینے کا ایک حصہ اُڑ گیا۔ چار مہینے میں والٹر ریڈ ہاسپٹل میں رہا۔ گھر واپس آیا تو بیوی نے مجھے طلاق دے دی۔ میرے پاس جاب تو رہی نہیں تھی، میں گھر سے بھی محروم ہو گیا"۔ وہ کہتے کہتے رُکا اور اس نے سر جھٹکا۔ "میرے اپنے ملک نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا اور وہ بھی میری اتنی قربانیوں کے بعد"۔

"چلو...... اب تو تمہیں بھی موقع مل رہا ہے"۔ انجینئر نے کہا۔

"ہاں"۔ سابق گارڈ نے کہا اور کلائی کو حرکت دینے لگا۔

☆☆☆

عدنان الریمی اسی ہاسپٹل کے ہال ویز میں گردش کر رہا تھا۔ اس کی تیز نگاہیں گرد و پیش کی تمام جزئیات کو ذہن نشین کر رہی تھیں۔ ایک منٹ بعد وہ پھر ہاسپٹل کے داخلی دروازے پر تھا۔ اسی وقت وھیل چیئر پر بیٹھا ایک مریض اندر آیا۔ وہ بوڑھا آدمی تھا۔

عدنان نے ایک طرف ہٹتے ہوئے گہری سانس لی۔ وھیل چیئر کے لیے بنائے گئے ڈھلوانی راستے کے ساتھ ہی سیڑھیاں بھی تھیں۔ وہ ان سیڑھیوں سے اُتر کر فٹ پاتھ پر آیا، جو ہاسپٹل کی عمارت کے ساتھ واقع تھا۔

وہ 14 قدمچے تھے۔ اترنے کے بعد وہ دوبارہ ان پر چڑھا۔ ذہن میں گنتی کرتا ہوا۔ اسے یہ دیکھنا تھا کہ ان قدمچوں پر چڑھنے میں کتنا وقت لگتا ہے۔ عام رفتار سے 7 سیکنڈ...... اس نے سوچا...... اور تیزی سے چڑھنے میں شاید آدھا وقت لگے گا۔

وہ دوبارہ ہاسپٹل میں داخل ہوا۔ اس کا ہاتھ بغل کی طرف گیا۔ وہاں اس کا ریوالور تھا...... امریکی ساخت کا 38۔ وہ اسے پسند نہیں تھا۔ لیکن مجبوری تھی۔ ہاسپٹل کو سیکورٹی فراہم کرنے والی ایجنسی کی طرف سے اسے یہی دیا گیا تھا۔ بہرحال اس سے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا تھا۔ اس کے لیے اسلحے کی کوالٹی کی اتنی اہمیت تھی بھی نہیں۔ اس کی تو زندگی ہی بقا کی جد و جہد میں گزری تھی۔

وہ نرس اسٹیشن کی طرف بڑھا۔ اسٹیشن کے عین وسط میں چوتھے ٹائل پر وہ رُکا۔ وہاں سے وہ پلٹا اور پھر داخلی دروازے تک گیا۔ کوئی اسے دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ وہ گشت کر رہا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ فاصلے کو قدموں میں شمار کر رہا تھا۔ راستے میں اس نے سر کو خم دے کر دو تین نرسوں کو وِش بھی کیا۔ لیکن اس کا دماغ قدموں کا حساب رکھ رہا تھا۔

داخلی دروازے کے قریب پہنچ کر وہ دائیں جانب مڑا۔ اب وہ صدر دروازے کے قدمچوں تک کا فاصلہ چیک کر رہا تھا۔ وہاں سے وہ بیس منٹ کے کاری ڈور میں گیا۔ وہ اسپتال کے مغربی حصے میں واقع تھا۔

یہ کاری ڈور ایک اور کاری ڈور سے ملتا تھا۔ اس میں داخل ہو کر وہ شمال کی سمت چلا۔ یہ عقبی دروازے کی طرف جاتا تھا۔ یہاں ایک کافی چوڑا ڈرائیو وے تھا، جو اوپر جا کر مین روڈ سے جا ملتا تھا۔ سڑک اچھی نہیں تھی اور ڈرینج سسٹم بھی ناکارہ تھا۔ اس کی وجہ سے ذرا سی بارش ہو جانے پر بھی سڑک پانی میں ڈوب جاتی تھی۔ اسی وجہ سے فرنٹ ڈور کو اس پر ترجیح دی جاتی تھی۔

وہاں کھڑے ہو کر عدنان نے کئی بار ایک خاص طرح کی صورت حال کا تصور کیا۔ اس سے نمٹ کر وہ ایک ڈبل ڈور کی طرف گیا۔ دروازے کو کھول کر وہ اندر گیا اور دروازے کو بند کر لیا۔ وہ اس وقت ہاسپٹل کے پاور روم میں تھا۔ بیک اپ جنریٹر بھی وہیں تھا۔ سیکورٹی فراہم کرنے والی کمپنی نے اسے اس کمرے کے بارے میں پوری تفصیل سے آگاہ کیا تھا، تاکہ کوئی ایمرجنسی ہوتی تو وہ ضروری قدم اٹھا سکے۔ اسے اس کمرے میں موجود تمام آلات کے بارے میں تحریری معلومات فراہم کی گئی تھیں۔ لیکن عدنان کو ان میں سے بس ایک سے خصوصی دلچسپی تھی۔ وہ مشین جنریٹر کے اس طرف دیوار کے ساتھ رکھی تھی۔ اس نے ایک چابی کی مدد سے باکس کھولا اور اندر موجود کنٹرولز کا جائزہ لیا۔ اسے یقین تھا کہ اس مشین میں گڑبڑ کرنا دشوار نہیں ہوگا۔

پاور روم سے نکل کر وہ ہاسپٹل میں گیا اور گشت میں مصروف ہو گیا۔

یہ اس کا روز کا معمول تھا، جو اس "روز" تک جاری رہتا تھا۔

کچھ دیر بعد عدنان کی شفٹ ختم ہو گئی۔ اس نے یونیفارم اتار کر عام لباس پہنا، یونیفارم لاکر روم میں رکھی اور اپنی سائیکل پر اپنے اپارٹمنٹ کی طرف چل دیا، جو دو میل دور تھا۔ وہاں اس نے حلال گوشت زیتون کے ساتھ پکایا۔ بریڈ اور کھجور پہلے سے موجود تھی۔

عدنان کی فیملی سعودی عرب میں مویشیوں کی افزائش کرتی تھی۔ اس کے علاوہ ان کا کھجوروں کا ایک باغ بھی تھا۔ لیکن آخر میں انہیں بہت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ اپنے باپ کی موت کے بعد عراق کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ وہاں وہ بکریاں پالتے اور گندم کاشت کرتے۔ عدنان بڑا بیٹا ہونے کے ناتے اب گھرانے کا سربراہ تھا۔

کھانے کے بعد عدنان چائے کی پیالی ہاتھ میں لیے بیٹھا کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔ لیکن درحقیقت وہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ تو اپنے ماضی میں کھویا ہوا تھا۔

کچھ عرصے کے بعد اس نے گوشت کی دکان کھول لی۔ اس کے نتیجے میں ان کے حالات کافی بہتر ہو گئے۔ مگر پھر ایران اور عراق کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمان مسلمانوں کا خون بہانے لگے۔ برسوں جاری رہنے والی اس جنگ میں ہزاروں مسلمان اپنے بھائیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ جنگ ختم ہوئی اور حالات ٹھیک ہوئے تو عدنان نے شادی کر لی۔

پھر نائن الیون کا واقعہ رونما ہوا۔ امریکا نے اپنے اتحادیوں کے ساتھ افغانستان پر چڑھائی کر دی۔ طالبان کی حکومت ختم ہونے کے میں دیر نہیں لگی۔ لیکن عدنان ان سب باتوں سے بے تعلق تھا۔ اس کا نظریہ یہ تھا کہ امریکا پر حملہ کیا گیا تو امریکا کا جوابی حملہ جائز تھا۔ بیشتر عراقیوں کی طرح عدنان بھی طالبان کا حامی نہیں تھا۔ اگرچہ عراق پر عائد کی جانے والی اقتصادی پابندیوں کو وہ امریکا کا ظلم سمجھتا تھا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ انسانیت نوازی کا دعویٰ کرنے والوں کا نہایت غیر انسانی اقدام تھا۔ ان پابندیوں کے نتیجے میں دواؤں سے محروم ہو کر ہزاروں عراقی بچے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے اور دنیا خاموش تھی۔

پھر امریکا نے عراق میں مہلک کیمیاوی ہتھیاروں کی موجودگی کا الزام لگا کر عراق کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ بغداد پر اتنے بم برسائے گئے کہ وہ دہک اٹھا۔ امریکا نے ڈھٹائی سے اسے جائز اور معمولی نقصان قرار دیا۔ لیکن عدنان دیکھ رہا تھا کہ بے قصور لوگوں کے گھر تباہ ہو رہے ہیں۔ بے قصور مرد، عورتیں اور بچے شہید ہو رہے تھے۔ نازیوں کو دنیا میں رسوا کرنے والوں نے وہ کچھ کر دکھایا، جس سے سامنے نازیوں کے افسانے بھی ہیچ ہو گئے۔

بمباری کے بعد امریکی ٹینکوں نے پیش قدمی کی اور امریکی فوجی دستے بھی عراق میں داخل ہو گئے۔ پوری عراقی قوم خوف زدہ تھی۔ اس جنگ کے انجام سے سبھی واقف تھے۔ امریکا دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھا۔ ان کے پاس ایسے ہتھیار موجود تھے، جو ہزاروں میل دور بھی تباہی مچا سکتے تھے۔ کہا جاتا تھا کہ امریکا کے پاس ایسے میزائل ہیں، جو اگر امریکا سے ہی فائر کیے جائیں تو صرف چند منٹ میں مشرق وسطیٰ کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں اور ستم یہ تھا کہ وہی امریکا عراق میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کا الزام لگا کر خود وسیع پیمانے پر تباہی مچانے والے ہتھیار عام لوگوں کے خلاف استعمال کر رہا تھا اور دنیا خاموش تھی۔

دو ہی باتیں تھیں۔ یا تو دنیا کا ضمیر مر چکا تھا۔ یا پھر جنگل کے قانون کو مہذب دنیا میں نافذ کرنا قبول کر لیا گیا تھا۔

صدام حسین کی حکومت ختم ہو گئی۔ لیکن عراق میں وہ ہتھیار برآمد نہیں ہوئے، جن کی موجودگی کی بنیاد پر حملہ کیا گیا تھا۔ حملہ آوروں نے اعتراف کر لیا کہ ان کو اس سلسلے میں جو اطلاعات فراہم کی گئی تھیں، وہ غلط تھیں۔ لیکن غلط اطلاعات فراہم کرنے والوں کو سزا دینا تو کجا، ان سے باز پرس تک نہیں کی گئی۔ کسی نے امریکا اور برطانیہ سے مطالبہ نہیں کیا کہ انہوں نے جو کچھ کیا، وہ انسانیت کے خلاف بدترین اور غیر ذمہ دارانہ جرم تھا۔ اس پر وہ اس قوم سے معافی مانگتے ہوئے ہرجانہ ادا کریں اور فوری طور پر اپنی فوجوں کو وہاں سے نکالیں۔ الٹا امریکی عراق پر قابض ہو گئے۔

یہ طے تھا کہ ساری دنیا بے ضمیر ہو چکی ہے۔ طاقتور کی غلط بات کو درست ماننے کا قانون تسلیم کیا جا چکا ہے۔ امریکا اپنی طاقت کے نشے میں بدمست، کمزوروں پر دہشت گردی کا الزام لگا کر قوموں کو ختم کر رہا تھا۔ ان کو آزادی سے محروم کر رہا تھا۔ ان کے وسائل پر قابض ہو رہا تھا۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ بدترین دہشت گردی کا ارتکاب تو خود امریکا کر رہا ہے۔ مہذب دنیا نے تو دہشت گردی کی اصطلاح کی تعریف کا تعین کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ اسرائیل کے لیے قوانین اور تھے اور مسلمانوں کے لیے اور۔ درحقیقت وہ صلیبی جنگ تھی، جو اسرائیل کے اشارے پر امریکا نے شروع کی تھی۔

کوئی کتنے ہی قانون بنالے، کیسے ہی قانون بنالے، کتنا ہی طاقتور ہو، فطرت کے قانون کو نہیں بدل سکتا۔ جب تک زندگی کا امکان موجود ہو، آدمی غلامی بھی گوارا کر لیتا ہے۔ لیکن جب مرنا ہی مقدر ہو تو کمزور اور نہتے لوگ بھی مزاحمت کرتے ہیں۔ کوئی مرنے والا کچھ کیے بغیر مرنا نہیں چاہتا اور مسلمان کے لیے تو وہ جہاد ہے، جس کا انجام شہادت اور شہادت کا انعام جنت کی ابدی زندگی۔ عدنان نے بھی سمجھ لیا کہ جہاد فرض ہو چکا ہے اور اس سے منہ موڑنے والے کے لیے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی رسوائی۔ اس کے لیے عزت کی موت لائق ترجیح تھی اور اب اس کے پاس اپنی زندگی کے سوا بچا ہی کیا تھا۔ ماں، باپ، بہن بھائی، بیوی اور بچے، سب شہید ہو چکے تھے۔ وہ سب جنت میں اس کا انتظار کر رہے تھے۔

سو اب وہ امریکا میں موجود تھا...... اپنے دشمن کی ہتھیلی پر۔ یہ اس کا آخری سفر تھا...... کتاب زندگی کا آخری باب۔ اسے حملہ کرنا تھا اور جان دے دینی تھی۔ چالیس سال کی عمر میں اس نے 80 سال کی زندگی جی لی تھی اور اس کے نتیجے میں تھکن سے نڈھال ہو چکا تھا۔ اس کا جسم اور اس کا دماغ اب زندگی کی قید سے رہائی چاہتا تھا۔

اچانک اسے احساس ہوا کہ اس کی چائے ٹھنڈی ہو چکی ہے!

☆☆☆

"آپ مجھ سے ملنا چاہتے تھے جناب؟"۔ ٹام ہیمنگ وے نے کارٹر گرے کے دفتر میں داخل ہوتے ہوئے اس سے پوچھا۔ کہا جاتا تھا کہ این آئی سی کی بلڈنگ میں بس وہی ایک جگہ الیکٹرونک نگرانی سے محفوظ تھی۔ وہاں ہونے والی گفتگو کوئی نہیں سن سکتا تھا۔

"دروازہ بند کر دو ٹام اور بیٹھ جاؤ"۔ کارٹر گرے نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

آدھے گھنٹے تک ان دونوں کے درمیان اہم امور پر گفتگو ہوتی رہی۔ کئی اہم عالمی بحران زیر بحث آئے اور مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید میں کیے جانے والے آپریشنز پر بات ہوئی۔

پھر گفتگو کا رخ دوسرے معاملات کی طرف ہو گیا۔ "وہ سیکرٹ سروس کے ایجنٹ، جو آج یہاں آئے تھے......؟"۔

"میں نے این آئی سی کے ضابطے کے مطابق ان سے بھرپور تعاون کیا اور جو معلومات انہیں دی جا سکتی تھیں، وہ فراہم کر دیں۔ میرا خیال ہے، میں نے طریقے سے آپ کی جان چھڑا دی"۔

"بالکل"۔ کارٹر نے تائید کی۔ "اور جن دو ایجنٹوں سے وہ ملنے کے لیے آئے تھے؟"۔

"وارن پیٹرز اور ٹائیلر رنکے، دونوں اہل ایجنٹ ہیں۔ انہیں اس کیس کی تفتیش کے دوران این آئی سی کے مفادات کا خیال رکھنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ وہ شاید موقع واردات پر ملنے والی کسی اہم شہادت کو پروسس کر رہے تھے"۔

"میں نے فورڈ اور سمپسن کے بارے میں جناب صدر سے بات کی تھی۔ میرا خیال ہے، اب وہ دونوں اس طرف کا رُخ نہیں کریں گے"۔

"میرا خیال ہے کہ شاید آپ جیکی سمپسن کے گاڈ فادر ہیں"۔

"ہاں۔ وہ راجر سمپسن کی اکلوتی بیٹی ہے۔ مجھے اس کے گاڈ فادر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اگرچہ میں اچھا گاڈ فادر نہیں ہوں"۔

"لیکن جیکی کو اپنا خیال رکھنا آتا ہے"۔

"میں اسے ایک بیٹی ہی کی طرح چاہتا ہوں"۔ کارٹر نے کہا اور فوراً ہی اپنے اس بے ساختہ اظہار پر شرمندہ ہو گیا۔ اس نے کھنکھارتے ہوئے، جلدی سے موضوع بدلا۔ "پیٹرک جانسن کی موت پر انٹرنل آڈٹ کیا ہوگا۔ اس میں ایف بی آئی بھی شامل ہوگی"۔

ٹام نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ "میرے خیال میں اچھی مدد ہے۔ یہ ایسی کوئی اہم بات نہیں۔ لیکن ہمیں اس کو اچھی طرح کور کرنا ہوگا"۔

کارٹر نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ "یہ کیوں کہا تم نے کہ یہ ایسی اہم بات نہیں"۔

"ایک ایسی کارروائی ایسا مکان جو وہ افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ تو بالکل صاف معاملہ ہے اور ایسا پہلی بار بھی نہیں ہو رہا ہے"۔

"ہمارے یہاں تو ایسا پہلی بار ہی ہوا ہے"۔ کارٹر نے کہا۔ "تم پیٹرک جانسن کو قریب سے جانتے تھے"۔

"اتنا ہی جانتا تھا، جتنا دوسرے ڈیٹا سپر وائزرز سے واقف ہوں۔ وہ اپنا کام بہت اچھی طرح کرتا تھا"۔

"ذاتی طور پر وہ کیسا لگتا تھا تمہیں؟"۔

ٹام ہیمنگ وے چند لمحے سوچتا رہا۔ "میرا اور اس کا رابطہ محدود تھا۔ میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس کی خواہشات اس کے وسائل سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی تھیں"۔

"جسے تم ٹھیک سے جانتے نہیں، اس کے بارے میں اتنے اندر کی بات کیسے کہہ سکتے ہو؟"۔ کارٹر نے اعتراض کیا۔

"یہ بات تو میں آنکھیں بند کر کے اپنے آدھے سے زیادہ اسٹاف کے بارے میں کہہ سکتا ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہاں سبھی لوگ کارٹر گرے بننا چاہتے ہیں۔ لیکن جانتے ہیں کہ کبھی بن نہیں سکیں گے۔ اب اس پر فرسٹریشن تو ہونا ہی ہے"۔

کارٹر نے کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگا لی۔ "میں نے اس کی فائل کا جائزہ لیا ہے۔ اس میں کہیں ایسا کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ وہ اس انداز میں رُخ بدل سکتا ہے۔ کیا تم اس بات سے اتفاق کرتے ہو؟"۔

ٹام ہیمنگ وے نے اثبات میں سر ہلایا۔

"لیکن پھر وہی تمہاری والی بات کہ تقریباً ہر غدار کے بارے میں یہ بات کہی جا سکتی ہے۔ میرا خیال ہے، اس کا تعلق آدمی کے بینک اکاؤنٹ سے نہیں، اس کی نفسیات سے ہے"۔

"یہاں ایسے لوگ موجود ہیں، جو اسے مجھ سے زیادہ جانتے تھے"۔

"میں نے ان سے بھی بات کی ہے۔ میں نے اس کی منگیتر سے بھی بات کی ہے۔ وہ نہیں مانتی کہ پیٹرک منشیات کے کاروبار میں ملوث تھا"۔

"یہ بھی کوئی حیران کن بات نہیں۔ اس کی منگیتر تو اس کا دفاع کرے گی ہی"۔

"ٹام، جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، ہمارے انٹیلی جنس ڈیٹا بیس کی مرکزیت کا کام ابھی صرف چار ماہ پہلے ہی مکمل ہوا ہے۔ کیوں؟"۔

"جی ہاں۔ یہ درست ہے۔ ہوم لینڈ سیکورٹی والوں کے ساتھ قانونی الجھنوں کی وجہ سے اتنی دیر لگی"۔

"سسٹم میں اور کوئی رکاوٹ تو نہیں؟"۔

"نہیں۔ البتہ ابتدا میں بہت رکاوٹیں کھڑی کی گئیں"۔

"یہ نہ ہوتا تو نائن الیون کا المیہ بھی رونما نہ ہوتا"۔

"اس پر مجھے یاد آیا کہ صدر صاحب نے نائن الیون کی یادگار پر آپ کو بھی مدعو کیا ہے"۔

"ہاں...... اور میں نے انکار کر دیا۔ میں اس دن کو اپنی تنہائی میں یاد کرنا پسند کرتا ہوں"۔

"میں نے سنا ہے کہ آپ برینٹن، پنسلوانیا جا رہے ہیں"۔

ٹام گرے نے سر کو اثباتی جنبش دی اور دراز کھول کر ایک کتاب نکال لی۔ "تمہیں بائبل کی بھی کچھ سوجھ بوجھ ہے ٹام؟"۔

ٹام، بے سبب تیزی سے بدلتے ہوئے ان موضوعات کا عادی تھا۔ اسے کوئی جھٹکا نہیں لگا۔ "میں نے کنگ جیمز کا ورژن پڑھا ہے۔ قرآن بھی پڑھا ہے اور تالمود اور بک آف مورمن"۔

"گڈ۔ اور ان میں تمہیں کچھ مشترک بھی نظر آیا؟"۔

"تشدد"۔ ٹام نے کہا۔ "لوگ کہتے ہیں کہ قرآن تشدد کی ترغیب دیتا ہے۔ لیکن وہ بائبل پر بات نہیں کرتے۔ اس میں بھی ویسا ہی بہت کچھ ہے، جو قرآن میں ہے"۔

"لیکن ایک بات واضح ہے۔ قرآن میں خودکشی کی ممانعت ہے۔ یعنی خودکش بمبار کا تصور اسلام سے متصادم ہے۔ کیونکہ قرآن میں خودکشی کرنے والوں کو جہنم کی خوشخبری دی گئی ہے، جنت کی نہیں"۔ کارٹر نے کہا۔

"ایک فرق ہے جناب۔ اللہ کی راہ میں جان دینے کا معاملہ اور ہے۔ وہ خودکشی نہیں۔ دراصل آسمانی کتابوں کے الفاظ کو محض ظاہری طور پر لینا زیادتی ہے۔ وہاں الفاظ کے اندر بھی سیکڑوں مفاہیم چھپے ہوتے ہیں اور بین السطور بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔ اللہ کا کلام جو ہوا۔ تو قرآن میں کافروں کو قتل کرنے کا حکم بھی ہے اور آپ خودکش بمبار کی بات جو کر رہے ہیں تو وہ خود ہی نہیں مرتا، اپنے ساتھ بہت سے کافروں کو لے کر مرتا ہے۔ تو یہ برائی نہیں۔ اسلام اور مسیحیت کے درمیان یہ بڑا نمایاں فرق ہے"۔

"ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن دونوں میں ایک قدر مشترک بھی ہے"۔

"وہ بتائیے......"۔

کارٹر گرے نے بائبل دوبارہ دراز میں رکھتے ہوئے کہا: "دونوں حیات بعد الموت پر یقین رکھتے ہیں"۔

☆☆☆

کیپٹن جیک نے برینٹن کے مضافاتی علاقے میں جو مکان لیا تھا، وہ بہت کشادہ تھا۔ وہ مین روڈ سے کافی ہٹ کر بھی تھا اور گرد و پیش میں خاصی دور تک مکانات بھی نہیں تھے۔

اس نے ٹام ہیمنگ وے کی دی ہوئی ڈی وی ڈی کو پلیئر میں لگایا۔ پھر وہ ان لوگوں کے اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھنے کا انتظار کرتا رہا۔ جو وہاں آئے ہوئے تھے۔ وہ فلم دیکھنے کی رات نہیں تھی۔ اس لیے مہمانوں کی تواضع بھی نہیں کی جا رہی تھی۔

کیپٹن جیک نے ان لوگوں کا جائزہ لیا۔ وہ سب کے سب اہل اور اچھے لوگ تھے۔ ان کی زندگی عیش اور خوشی کے لمحوں سے محروم تھی۔ وہ ٹھنڈے پانی اور آرام دہ بستر جیسی آسائشات سے بھی دور تھے۔ اس کے نتیجے میں وہ سخت جان ہو گئے تھے۔ ان کی زندگی بقا کی جد و جہد میں گزرتی تھی۔ ہر لمحہ وہ موت کے خطرات سے دوچار رہتے تھے۔ ان لوگوں میں بم بنانے والے، انجینئر، اسنائپر، مکینک اور ہر طرح کے ہنرمند لوگ تھے۔ وہ فدائین تھے۔ لیکن جمیلہ ان میں موجود نہیں تھی۔ اس کا مشن بالکل الگ نوعیت کا تھا۔ کیپٹن جیک نہیں جانتا تھا کہ اتنی اہم ذمہ داری ایک عورت کو سونپے جانے پر ان مردوں کا کیا ردعمل ہوگا۔ ان میں سے چند ایک ہی جمیلہ کے بارے میں جانتے تھے۔

ان سب لوگوں کی ظاہری شکلیں بدلی ہوئی تھیں۔ داڑھیاں مونڈ دی گئی تھیں۔ کچھ نے بال چھوٹے کرا لیے تھے اور کچھ نے بال بڑھا لیے تھے اور وہ سب مغربی لباس میں تھے۔ بات صرف شکلوں کی نہیں تھی۔ کچھ نے وزن کم کیا تھا، کچھ نے بڑھا لیا تھا۔ بال بھی رنگوا لیے گئے تھے۔ کچھ نے چشمے لگا لیے تھے۔ ویسے تو این آئی سی کے ڈیٹا بیس میں اب ان کا کوئی ریکارڈ بھی نہیں تھا۔ اس کے باوجود کوئی امریکی ایجنٹ ان میں سے کسی کو پہچان سکتا تھا۔ اس لیے حلیے تبدیل کرنا ضروری تھا۔

وہ کمرے کے وسط میں کھڑا ہوا اور ان سے خطاب کیا۔ اس نے ہر کسی کو اس کے نام سے مخاطب کیا تھا۔ یہ دوستی اور احترام کا اظہار تھا۔ اس نے ان میں سے ہر ایک سے رپورٹ مانگی اور ہر ایک نے تفصیلی رپورٹ پیش کی۔

یہ تمام لوگ کیپٹن جیک، ٹام ہیمنگ وے اور ایک تیسرے شخص کے بہت احتیاط سے منتخب کیے گئے لوگ تھے۔ بنیادی طور پر یہ ان افراد میں سے منتخب کیے گئے تھے، جو تیسرے شخص نے فراہم کیے تھے۔ وہ تیسرا شخص نہایت معتبر آدمی تھا۔ یہ تمام مسلمان تھے۔ جنہیں جان کی پروا نہیں تھی۔ لیکن انتخاب کرتے وقت ان کے جوشیلے پن کو پیش نظر نہیں رکھا گیا تھا، کیوں کہ اس کام میں بنیادی اہمیت تحمل اور برداشت کی تھی۔

نائن الیون کے ہائی جیکرز میں پندرہ میں سے چودہ کا تعلق سعودی عرب سے تھا۔ وہ متوسط طبقے کے لوگ تھے، جو نہ تو سیاسی طور پر سرگرم تھے اور نہ ہی مذہبی طور پر۔ لیکن ان میں سے کسی کو اپنے طور پر کوئی فیصلہ نہیں کرنا تھا۔ ان کو تو صرف ہدایات پر عمل کرنا تھا۔ جبکہ یہاں برینٹن میں صورت حال مختلف تھی۔ یہاں ان لوگوں کو اپنی عقل سے بھی کام لینا تھا۔

کیپٹن جیک اور ٹام ہیمنگ وے نے پختہ عمر کے تعلیم یافتہ افراد منتخب کیے تھے، جو کبھی نارمل زندگی گزارتے رہے تھے۔ یہ القاعدہ کے تربیت یافتہ لوگ نہیں تھے۔ وہ ذہنی طور پر بھی القاعدہ سے ہم آہنگ نہیں تھے۔ یہ وہ لوگ نہیں تھے، جن کی تصویریں اخباروں میں...... مطلوب ترین دہشت گرد کے عنوان سے چھپتی رہی ہوں۔ ان میں سے چند ایک کا ٹکراؤ امریکہ اور یورپ کی قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں سے ضرور ہوا تھا اور وہ این آئی سی کے ریکارڈ پر بھی تھے۔ لیکن وہاں بھی ان کی اہمیت بہت زیادہ نہیں تھی۔ ان میں سب سے کم عمر تیس سال کا تھا اور معمر ترین فرد کی عمر 52 سال تھی۔ اوسط عمر 41 سال بنتی تھی۔ ان لوگوں نے قتل ضرور کیے تھے، لیکن وہ ایسے لوگ نہیں تھے جو بلا ضرورت کسی کی جان لے کر خوشی محسوس کریں۔ ان میں سے ہر شخص نے جنگ میں یا کسی عالمی تنازعے میں اپنے گھرانے کے کم از کم تین افراد ضرور کھوئے تھے۔ ان میں چھ تو ایسے تھے کہ ان کے گھر میں ان کے سوا کوئی بچا ہی نہیں تھا۔ انہوں نے اس مشن کے لیے رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کی تھیں۔ لیکن ان کی ذہنیت دہشت گردوں والی ہرگز نہیں تھی۔ وہ خود کو اسلام کا سپاہی سمجھتے تھے، دہشت گرد نہیں۔ ٹام ہیمنگ وے کی پہلی شرط ہی یہ تھی کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں۔

"یہ بات یاد رکھنا کہ جیسے ہم یہاں بیٹھے آپریشن کی تفصیلات طے کر رہے ہیں......" کیپٹن جیک نے کہا۔ "...... اسی طرح، ہمیں اور، ایسے ہی کسی کمرے میں کچھ لوگ اس پر غور کر رہے ہوں گے کہ ہمیں کیسے ناکام بنایا جائے۔ وہ لوگ اپنے کام میں ماہر ہیں، سو ہمیں خود کو ان سے بہتر ثابت کرنا ہوگا۔ بلکہ ہمیں خود کو پرفیکٹ ثابت کرنا ہوگا"۔ اس نے توقف کیا اور ایک ایک کی آنکھوں میں جھانکا۔ "یہ سیکونس کی ایک زنجیر ہے۔ کہیں کوئی معمولی سی غلطی سب کچھ ختم کر دے گی۔ سمجھ رہے ہو نا؟"۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆

سب لوگوں نے اثبات میں سر ہلا دیے۔

کیپٹن جیک پھر منصوبے کی جزئیات پر بات کرنے لگا۔ مقامی پولیس اور سیکرٹ سروس نے صدر کے اس دورے کے حفاظتی انتظامات بہت احتیاط سے طے کیے ہوں گے۔ ان کی نوٹ بکس تفصیلات سے بھری ہوں گی، جب کہ کیپٹن جیک اور ان کے آدمی اس سہولت سے محروم تھے۔ وہ اس عیاشی کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ ایک صفحہ بھی گم ہو جاتا تو اس کے نتائج تباہ کن ہوتے۔ چنانچہ انہیں تمام جزئیات ذہن میں محفوظ رکھنی تھیں۔

"صدر کی یہاں آمد سے پہلے ہی سیکرٹ سروس کی ایڈوانس ٹیم یہاں پہنچ جائے گی"۔ کیپٹن جیک نے کہا۔ "صدر کے قافلے میں 27 گاڑیاں ہوں گی۔ اس میں مواصلاتی وین، پریس کی گاڑی، وی آئی پی وین اور دو عفریت گاڑیاں ہوں گی۔ ایک میں صدر ہوگا اور دوسری میں سیکرٹ سروس کے ایجنٹ۔ ایئرپورٹ کو جانے والے تمام راستے اس روز بلاک کر دیے جائیں گے۔

"صدر دائیں جانب سے تقریب کے میدان میں داخل ہوگا اور اسی راستے سے واپس جائے گا۔ خطاب کے دوران وہ بلٹ پروف اور بم پروف شیشے کے پوڈیم کے پیچھے ہوگا، جسے بلیو گوز کہا جاتا ہے۔ درختوں کے پیچھے کاؤنٹر اسنائپرز موجود ہوں گے۔ حرکت کرتے ہوئے صدر کے گرد حفاظتی دستے کی دیوار ہوگی۔ وہاں مجمع بڑا ہوگا۔ چناں چہ پیدل آنے والوں کی چیکنگ کے لیے تمام داخلی راستوں پر میگنیٹو میٹرز نصب ہوں گے۔ لیکن ہمارے پاس بھی بالکل اس ساخت کے میگنیٹو میٹرز ہوں گے، جن کو ہم اعلیٰ ترین سطح پر آزما چکے ہیں، لہٰذا تم میں جو شوٹرز ہیں، وہ بے فکری سے وہاں سے گزر کر اندر داخل ہو سکیں گے۔

"دھیان رہے کہ سیکرٹ سروس والے مختلف لوگوں پر خاص طور پر نظر رکھے ہوں گے اور تم لوگوں کا تعلق کیوں کہ مشرق وسطیٰ سے ہے اس لیے تم پر خاص طور پر نظر رکھی جائے گی۔ اس بات سے بے فکر رہو کہ اب تمہاری تصویریں این آئی سی کے ڈیٹا بیس میں موجود نہیں ہیں۔ اس لیے تمہیں پہچان لیے جانے کا امکان بہت کم ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ تم غیر محتاط ہو جاؤ۔ تمہیں کیسا لباس پہننا ہے، کیا انداز اپنانا ہے، یہ تمہیں بتایا جائے گا اور تمہیں حرف بہ حرف اس پر عمل کرنا ہوگا۔ گراؤنڈ میں داخل ہوتے وقت تمہیں ڈاکٹر، وکیل، ٹیچر، بزنس مین، دکان دار جیسا نظر آنا چاہیے۔ تمہیں دیکھ کر یہ سمجھا جائے کہ تم ایک معزز شہری ہو"۔ کیپٹن جیک نے توقف کیا اور ان کا جائزہ لیا۔

"اب میں جو ویڈیو تمہیں دکھاؤں گا، اس سے تم اندازہ لگا سکو گے کہ سیکرٹ سروس اپنی اس ذمہ داری کو کتنی زیادہ اہمیت دیتی ہے"۔ اس نے ہاتھ میں موجود ریموٹ کنٹرول کا ایک بٹن دبایا اور اسکرین روشن ہو گئی۔ یہ ویڈیو اسے ٹام ہیمنگ وے نے فراہم کی تھی۔

اس ویڈیو میں جیرالڈ فورڈ اور رونالڈ ریگن پر ہونے والے قاتلانہ حملے کی فوٹیج بھی تھی۔ سب لوگ سحر زدہ سے، پلکیں تک جھپکائے بغیر اسکرین کو دیکھ رہے تھے۔

"تم نے دیکھا، دونوں بار سیکرٹ سروس والوں کا ردعمل اور ضابطہ کار ایک سا ہے"۔ کیپٹن جیک نے کہا۔ "صدر کو ہر زاویے سے کور کر کے جسموں کی اوٹ میں منظر سے غیر معمولی سرعت کے ساتھ ہٹایا گیا۔ ریگن کو صدارتی کار میں ڈال کر محض چند سیکنڈ میں لے جایا گیا۔ اب نائن الیون کی مثال لو۔ جس وقت یہ پتا چلا کہ ایک جہاز ٹکرانے کی نیت سے وائٹ ہاؤس کی طرف بڑھ رہا ہے تو سیکرٹ سروس نے لمحوں میں نائب صدر کو وہاں سے نکال لیا اور وہاں سے محفوظ مقام تک پہنچنے تک اس کے پاؤں زمین پر ٹکنے نہیں دیے۔ یہ ذہن میں رکھو کہ انہیں تیز رفتاری سے، مشینی انداز میں کام کرنے کی کڑی تربیت دی گئی ہے۔ یہ تیز رفتاری اب ان کے ذہن اور جسمانی سسٹم کا جزو لاینفک ہے۔ وہ سوچنے میں وقت ضائع نہیں کرتے۔ ان کی سوچ صرف اتنی ہوتی ہے کہ انہیں صدر کو بچانا ہے، اور وہ اسی کے تحت حرکت کرتے ہیں اور وہ اس کے لیے اپنی جان سمیت کوئی بھی قربانی دے سکتے ہیں۔ تو اس بات کو یقینی سمجھو۔ اب یہ بھی ذہن نشیں کرنا ہے کہ ہم ٹیکنالوجی، تربیت، فائر پاور اور مین پاور کے میدان میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن ان کی نفسیات سمجھنے کی وجہ سے ہمیں ان پر فوقیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ حیرانی کا عنصر بھی ہمارے حق میں جاتا ہے"۔

> زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
> دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
> لیکن جب دیدۂ بینا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

وہ اس ویڈیو کے ایک ایک فریم پر تبصرہ کرتا رہا اور اس کے آدمی ہر بات ذہن نشیں کرتے رہے۔ اس کے بعد سوالات کا تانتا بندھ گیا۔ جو کیپٹن جیک کے نزدیک بہت اچھی علامت تھی۔

اس کے بعد اسکرین پر اس گراؤنڈ کا نقشہ دکھایا گیا، جہاں تقریب ہونی تھی۔ کیپٹن جیک نے لیزر پوائنٹر کی مدد سے اہم مقام کی نشاندہی کرتے ہوئے وضاحت کی۔ ان میں داخلی دروازے بھی تھے اور صدارتی عفریت اور قافلے کی دیگر گاڑیوں کی پوزیشنیں بھی۔ "نوٹ کر لو کہ صدارتی گاڑی اسی طرح کھڑی کی جاتی ہے کہ اس کے اور باہر نکلنے کے راستے کے درمیان کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو۔ یہ بات ہمارے منصوبے کے لیے بہت اہم ہے"۔

پھر اس نے اپنے ہر آدمی کے لیے ایک نمبر مقرر کیا، جسے اس روز گراؤنڈ میں موجود ہونا تھا۔ پھر اس نے اسکرین پر نمبروں کے ذریعے انہیں ان کی مجوزہ پوزیشن سے آگاہ کیا۔ پھر اس نے ایمبولینس کی نشاندہی کی۔ "اب سب سے اہم اس ایمبولینس کو ناکارہ بنانا ہے۔ تم میں سے جن لوگوں کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے انہیں اس امر کو یقینی بنانا ہوگا۔ یہ ایمبولینس بے کار رہنی ہوگی"۔

اگلے فریم میں سفید بالوں والا ایک دبلا پتلا آدمی تھا، جو چشمہ لگائے ہوئے تھا۔ "یہ شخص صدر کا ذاتی ڈاکٹر ہے...... ڈاکٹر ایڈورڈ بیلالی۔ یہ سفر کے دوران بھی صدر کے ساتھ ہوتا ہے۔ تقریب کے دن یہ پوڈیم پر بھی صدر کے ساتھ ہوگا۔ ہمیں سب سے پہلے اس کو نشانہ بنانا ہوگا اور اس کام میں بھی غلطی کی گنجائش نہیں"۔

اگلے فریم میں رسی کی ایک رکاوٹ دکھائی گئی تھی۔

کیپٹن جیک نے اسکرین پر انگلی رکھی اور اسے رسی کے ساتھ ساتھ حرکت دینے لگا۔ "یہ چیز سیکرٹ سروس کے لیے ایک ڈراؤنے خواب کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کے بس میں ہوتا تو وہ کبھی اس کی اجازت نہیں دیتے۔ لیکن سیاست دانوں کے لیے تو یہ سیاسی زندگی کا لازمہ ہے۔ عام لوگوں سے ہاتھ نہ ملائیں اور بچوں کے رخسار نہ چومیں تو وہ مقبول ہونے کا دعویٰ کر ہی نہیں سکتے"۔ کیپٹن جیک نے کہا۔ "یہی وہ اقدام ہے، جہاں صدر کو سب سے زیادہ خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ ہمارے لیے یہ دو دھاری تلوار ہے۔ کیوں کہ یہاں ہمارے لیے سب سے اچھا موقع ہے۔ لیکن اسی مقام پر باڈی گارڈز سب سے زیادہ چوکنا ہوتے ہیں"۔

اسکرین پر اگلا امیج ایک سابق نیشنل گارڈز مین کا تھا۔ یہ وہ شخص تھا جسے کیپٹن جیک کے آدمیوں نے نقلی ہاتھ فراہم کیا تھا۔ وہ مکمل یونیفارم میں تھا۔ یہ تصویر کافی پرانی تھی، اسی لیے اس میں اس کے دونوں ہاتھوں کی جگہ ہک نظر آ رہے تھے۔

کیپٹن جیک نے کہا۔ "گراؤنڈ میں ہمارے پاس باہم رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں، کیوں وہاں سیکرٹ سروس والوں نے جیمرز لگائے ہوں گے، جو تمام مواصلاتی رابطوں کو جام کر دیتے ہیں۔ ہمیں صرف اپنی آنکھوں اور کانوں سے کام لینا ہوگا۔ اس نے اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔ تمہیں اس شخص کو ہر لمحہ نظر میں رکھنا ہوگا۔ اسے غور سے دیکھو اور پہچان لو۔ یہ اسی وردی میں ہوگا لیکن وہاں ایسی وردیاں پہنے اور لوگ بھی ہوں گے۔ اس لیے اس چہرے کو ذہن نشیں کرنا بہت ضروری ہے۔ اس معاملے میں بھی چوک نہیں ہونی چاہیے۔ تم میں سے ہر ایک کو ڈی وی ڈی پلیئر کے ساتھ اس کی ڈی وی ڈی دی جائے گی۔ اسے ہر روز چار گھنٹے دیکھو، اس کے چہرے کا ہر نقش ذہن نشیں کرنا ہے...... اور ہر وہ تفصیل بھی، جو میں آج تمہیں دکھا رہا ہوں۔ لیکن تقریب والے دن تم لوگوں کو سب سے پہلے اس شخص کو تلاش کرنا ہوگا اور جب یہ تمہیں نظر آ جائے تو اسے ایک لمحے کے لیے بھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دینا۔ آرگنائزرز نے یہ اہتمام کیا ہے کہ تمام معذور امریکی سپاہیوں کو رسی کے پیچھے پہلی قطار میں رکھا جائے گا...... ان کی عزت افزائی کے لیے اور یہ بات ہمارے منصوبے کے لیے بھی سودمند ہے"۔

کیپٹن جیک نے انجینئر اور کیمسٹ کی طرف دیکھا، جنہوں نے اس سابق گارڈ کو نیا ہاتھ فراہم کیا تھا۔ "اس بات کی تصدیق کر لی گئی ہے کہ دو منٹ سے کم وقت میں مطلوبہ نتائج برآمد ہوں گے"۔

انجینئر اور کیمسٹ نے سر کو تائیدی جنبش دی۔

"اور جب وہ اثرات ظاہر ہوں گے تو پیٹرن کچھ اس طرح بنے گا۔ شوٹرز سیکونس ون، پھر فدائین اے اینڈ بی۔ پھر شوٹر سیکونس ٹو، اور فدائین سی اینڈ ڈی۔ پھر شوٹر سیکونس تھری اور آخری فدائیہ اور پھر شوٹرز سیکونس فور۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں، ہر سیکونس کے اپنے مخصوص اہداف ہیں۔ اگر کوئی ہدف اپنے سیکونس میں ہٹ نہ ہو پائے تو اگلے سیکونس والے اسے اپنی ذمہ داری سمجھیں گے۔ خیال رہے کہ ہمیں ہر ہدف کو لازمی نشانہ بنانا ہے اور ہاں تمام ایجنٹ اور بیشتر پولیس مین جدید ترین باڈی آرمر پہنے ہوں گے۔ نشانہ بناتے ہوئے اس بات کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔ سب لوگ سمجھ گئے؟"۔

اس نے توقف کیا اور ہر ایک کو ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھا۔ وہ سب اثبات میں سر ہلا رہے تھے۔ اس نے اٹیک کے ہر سیکونس کو بار بار دہرایا۔ پھر اس نے متعلقہ لوگوں سے وہ سب کچھ دہرانے کو کہا، تاکہ سب کو اپنی اپنی ذمہ داریاں ازبر ہو جائیں۔

"کیوں کہ تمہارے پاس ہتھیاروں کی بہت محدود رینج ہے، اس لیے یہ ضروری ہوگا کہ ہر شوٹر تیسری قطار سے پیچھے نہ ہو۔ بلکہ بہتر تو یہی ہے کہ وہ دوسری قطار میں ہو۔ اس کے لیے تمہیں وقت سے پہلے وہاں پہنچنا ہوگا تاکہ مناسب جگہ کا حصول مشکل نہ ہو"۔

کیپٹن جیک خاموش ہوا اور اپنے تمام آدمیوں کو خاصی دیر تک دیکھتا رہا۔ جو کچھ وہ اب کہنے والا تھا، وہ سب سے اہم تھا۔ "یہ بات یاد رکھنا کہ اپنے ہتھیاروں سے فائر کرتے ہی تم سب کاؤنٹر اسنائپرز کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ یہ بات تقریباً یقینی ہے۔ لوگوں کا ہجوم بھی تمہیں تحفظ فراہم نہیں کر سکے گا۔ ہماری معلومات کے مطابق کاؤنٹر اسنائپرز کی مہارت کا یہ حال ہے کہ سہ ایک ہزار گز کے فاصلے سے دس انچ قطر کے دائرے کے وسط میں فائر کر سکتے ہیں"۔

کمرا اپنے حریفوں کی مہارت پر ستائشی آوازوں سے بھر گیا۔ وہ بڑا عجیب اور غیر معمولی ردعمل تھا، جیسے کوئی اچھا اسپورٹس مین اپنے حریف کو داد دیتا ہے۔ اور جو کچھ انہیں بتایا گیا تھا، اس کے بعد تو اس ردعمل کو غیر فطری ہی کہا جا سکتا ہے۔ وہ اپنے قاتلوں کو سراہ رہے تھے۔

کیپٹن جیک نے انہیں واضح طور پر جتا دیا تھا کہ دنیائے اسلام کے اس تاریخی دن میں اپنا نام شامل کرانے کی قیمت اپنی جان ہے، جو انہیں ادا کرنی ہے۔

"جیسا کہ تم جانتے ہو۔ وہ گولیاں لگتے ہی تم جنت میں پہنچ جاؤ گے۔ اس سے بڑا انعام کوئی ہو ہی نہیں سکتا"۔

بریفنگ کے بعد کیپٹن جیک انہیں نیچے ایک کمرے میں لے گیا۔ وہ کمرا ساؤنڈ پروف تھا۔ اس مکان کا پچھلا مالک اسے ریکارڈنگ اسٹوڈیو کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ کیپٹن جیک نے جن وجوہات کے تحت اس مکان کو حاصل کیا تھا، یہ وجہ بھی اس میں شامل تھی۔ یہاں وہ اسلحہ استعمال کرتے تو بھی آواز باہر نہیں جاتی۔ اس کمرے میں اس نے ایک فائرنگ رینج بنا دی تھی۔

دو گھنٹے تک وہاں نشانہ بازی کی مشق ہوتی رہی۔

عدنان الریمی کا تقریب کے گراؤنڈ میں کوئی کردار نہیں تھا۔ اس کے باوجود اس میٹنگ میں شریک ہوا تھا۔ وہ اس مزاج کا آدمی تھا کہ جس مہم میں شامل تھا، اس کے ہر مرحلے کے بارے میں جاننا چاہتا۔ وہ مشرق وسطیٰ میں کیپٹن جیک کے شانہ بشانہ لڑا تھا اور کیپٹن جیک کے نزدیک وہ دنیا کا سب سے قابل اعتبار آدمی تھا۔

عدنان احمد کے پیچھے کھڑا تھا، جو دو افغان فدائیوں کے ساتھ اسی ہاسپٹل کے سامنے والے اپارٹمنٹ میں رہتا تھا۔ وہ گیراج میں ڈیوٹی دیتا تھا، جہاں اس اہم گاڑی پر کام ہو رہا تھا۔ احمد کا بھی تقریب کے گراؤنڈ میں کوئی کردار نہیں تھا۔ لیکن عدنان کی طرح وہ بھی اصرار کر کے اس میٹنگ میں شریک ہوا تھا۔ احمد آپ ہی آپ کچھ بڑبڑا تا رہتا تھا۔ اس وقت بھی عدنان نے اسے بڑبڑاتے سنا تو عربی میں اس سے کچھ کہا۔

"میری زبان فارسی ہے"۔ احمد نے خشک لہجے میں کہا۔ "مجھ سے بات کرنی ہے تو فارسی میں کرو"۔

عدنان خاموش ہو گیا۔ احمد کا تحکمانہ لہجہ اسے پسند نہیں آیا تھا۔ اسے اس بات کا تجربہ تھا کہ مسلمانوں میں ایرانی ذرا مختلف قسم کے لوگ ہیں۔ وہ اس سے دور ہٹ گیا۔ لیکن اس کے کان اسی طرف لگے رہے۔

روبن نے موٹر سائیکل روکی اور اپنے گاگلز اٹھا کر اپنی سرخ آنکھوں کو صاف کیا۔ ملٹن اور اولیور کے لئے اس کا موٹر سائیکل پر آنا باعث حیرت تھا۔ "تمہارے پک اپ ٹرک کا کیا بنا روبن؟"۔ اولیور نے اس سے پوچھا۔

"تمہیں یقین نہیں آئے گا، یہ موٹر سائیکل مجھے کباڑ خانے سے ملی ہے۔ ایک سال میں، میں نے اسے تیار کیا ہے"۔

"یہ ہے کیا بلا؟"۔

"یہ 28ء کے ماڈل کی انڈین چیف موٹر سائیکل ہے۔ اس کے ساتھ سائیڈ کار بھی ہے"۔

"تمہیں یہ سب کیسے پتا چلا؟"۔ روبن نے بدمزگی سے اسے دیکھا۔

"ساڑھے چھ سال پہلے انٹیک موٹر سائیکل میگزین میں اس کے بارے میں مضمون پڑھا تھا"۔

ملٹن نے گہری سانس لی اور موٹر سائیکل کا جائزہ لیا، جس سے سائیڈ کار بھی منسلک تھی۔

"ایک ہزار سی سی کا پاور پلانٹ ہے اس کا"۔ ملٹن نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "سائیڈ کار اصلی نہیں ہے۔ یہ فائبر گلاس میں اصل کار کی نقل ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ یہ زنگ سے محفوظ ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ یہ بہت ہلکی ہے۔ اس کے پارٹس میں نے بڑی مشکل سے حاصل کیے ہیں۔ سیٹیں بھی بڑی آرام دہ بنائی ہیں، میں نے۔ یہ موٹر سائیکل کے دائیں جانب جڑتی ہے، جو کہ بہت ہی کم یاب ہے۔ اس پر مشکل سے میرے دو ہزار ڈالر خرچ ہوئے ہیں، لیکن یہ بیس ہزار ڈالر کی بک سکتی ہے۔ میرا اسے بیچنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ لیکن ارادے بدلنے میں دیر بھی نہیں لگتی"۔ پوری تقریر کرنے کے بعد روبن نے ایک سیاہ ہیلمٹ اولیور کی طرف بڑھایا، جس سے گاگلز بھی منسلک تھے۔

"میں بیٹھوں گا کہاں میرے بھائی؟"۔ اولیور نے پوچھا۔

"سائیڈ کار میں، اور کہاں۔ کیا تمہارے خیال میں یہ کوئی گل دان ہے"۔

اولیور نے ہیلمٹ لگایا، گاگلز ایڈجسٹ کیے۔ پھر چھوٹا سا دروازہ کھول کر سائیڈ کار میں بیٹھ گیا۔ اس کے لیے وہ بڑی تنگ جگہ تھی۔

"لو بھئی، ہم چلتے ہیں"۔ روبن نے کہا۔

"ایک منٹ"۔ اولیور نے جلدی سے کہا۔ "اس موٹر سائیکل کے بارے میں کوئی ضروری اور اہم بات ہے تو مجھے بتا دو"۔

"بس سائیڈ کار کا پہیہ سڑک سے نیچے اترے تو دعا کرنا شروع کر دینا"۔

روبن نے کک مار کر موٹر سائیکل اسٹارٹ کی۔ ملٹن کو ہاتھ ہلا کر گڈ بائی کہا اور وہ یونین اسٹیشن سے روانہ ہو گئے۔

وہ شاہراہ دستور سے گزر کر لنکن ایونیو پر آئے، میموریل برج سے گزر کر ورجینیا میں داخل ہوئے اور جنوب میں جارج واشنگٹن پارک وے کی طرف چل دیے۔ تمام راستے راہ گیر انہیں بڑی دلچسپی سے دیکھتے رہے۔

دراز قد کی وجہ سے اولیور کو سائیڈ کار میں تنگی کا احساس ہو رہا تھا۔ پھر اسے ترکیب سوجھ گئی۔ اس نے ٹانگوں کو سائیڈ کی طرف پھیلا لیا۔ اس کا رخ ذرا سائیڈ کی طرف ہو گیا۔ لیکن بہرحال وہ اب آرام سے بیٹھ سکتا تھا۔ بائیں جانب وہ دریائے پوٹومیک کا جائزہ لیتا رہا۔ وہاں ایک پاور بوٹ دوڑتی رہی۔ دھوپ میں تمازت تھی اور ہوا میں تازگی۔ اولیور کیمل کلب کو لاحق خطرات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

روبن نے ایک روڈ سائن کی طرف اشارہ کیا۔ انجن کی آواز کی وجہ سے اسے چیخ کر بولنا پڑ رہا تھا۔ "یہ سائن برسوں سے لگی ہے۔...... لیڈی برڈ جانسن میموریل پارک"۔

"ہاں۔ پھر انہیں کسی نے یاد دلایا کہ خاتون ابھی زندہ ہیں تو انہوں نے اسے لنڈن بی جانسن سے موسوم کر دیا"۔ اولیور نے کہا۔

"اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہماری حکومت کتنی مستعد ہے۔ اس تصحیح میں انہیں دس سال لگ گئے۔ اگر میں ٹیکس ادا کرنے والا ہوتا تو اس بات پر مجھے بہت دکھ ہوتا"۔

ریگن انٹرنیشنل ایئرپورٹ سے ایک جہاز نے ٹیک آف کیا۔ وہ دونوں اسے شمال کی طرف اڑتا دیکھتے رہے۔ چند منٹ بعد وہ اولڈ ٹاؤن الیگزینڈریا کی حدود میں داخل ہو گئے۔ یہ تاریخی نوعیت کا اہم مقام تھا۔ دو بڑے جنرلز کا تعلق یہاں سے تھا۔ یہاں متمول لوگ رہتے تھے۔ قدیم طرز کے خوب صورت مکانات، خوب صورت سڑکیں، شاپنگ ایریاز اور الیکٹرونک ریسٹورنٹ، وہیں وفاقی دیوالیا عدالت بھی تھی۔

عدالت کے سامنے سے گزرتے ہوئے روبن نے کہا: "میں دو بار اس عدالت کو بھگت چکا ہوں"۔

"کیلب ایسے لوگوں کو جانتا ہے، جو اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور تم چیسٹی کی خدمات بھی حاصل کر سکتے ہو"۔

"یقیناً کر سکتا ہوں لیکن ملٹن یہ ہرگز برداشت نہیں کرے گا"۔ روبن نے ہنستے ہوئے کہا: "ویسے مجھے رقم خرچ کرنے میں مدد کی ضرورت نہیں، مزید رقم حاصل کرنے میں مدد کی ضرورت ہے"۔

وہ بائیں جانب مڑے۔ جہاں ایک ذیلی سڑک دریا کی طرف جا رہی تھی۔ یونین اسٹریٹ پر پہنچ کر وہ ختم ہو گئی۔ روبن نے پارکنگ کی جگہ تلاش کرنے کے لیے نظریں دوڑائیں۔ اولیور نے خود کو توڑ مروڑ کر اترنے کی گنجائش بنائی۔ ہیلمٹ اتارا تو روبن نے گھبرا کر پوچھا: "یہ تمہارے چہرے کو کیا ہوا؟"۔

"میں گر گیا تھا"۔

"کہاں؟"۔

"پارک میں۔ ایک درخت کی ابھری ہوئی جڑ پر پاؤں پڑا، اور میں پھسل گیا"۔

"وہاں کیا کر رہے تھے تم؟"۔

"اڈلفیا کے ساتھ کافی پی رہا تھا"۔

روبن نے اس کے کندھے دونوں ہاتھوں سے تھام لیے۔ "اڈلفیا! میری بات سنو اولیور۔ وہ مینٹل کیس ہے۔ وہ تمہیں کسی بھی مصیبت میں پھنسا سکتی ہے۔ دیکھ لینا۔ کسی دن وہ تمہارا پیچھا کرتے ہوئے تمہارے کاٹیج تک جائے گی اور تمہارا گلا کاٹ دے گی"۔ وہ کہتے کہتے رکا، پھر رازدارانہ سرگوشی میں بولا: "اس سے بھی بری بات یہ کہ وہ تمہیں چکر میں پھانس لے گی"۔ یہ کہتے کہتے اسے جھرجھری آ گئی: "تم اس عورت سے دور ہی رہو اولیور"۔

یونین اسٹریٹ پب کے سامنے سے گزر کر انہوں نے سڑک پار کی۔ اور کارنر کی ایک دکان کی طرف بڑھے۔ دکان کے دروازے پر بورڈ تھا، جس پر...... لبری کوا ٹور سنٹیٹن ٹیارم...... لکھا تھا۔

"یہ بورڈ کہاں سے آ گیا یہاں"۔ روبن نے بورڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس دکان کا نام تو ڈاڈگز بکس تھا"۔

"وہ نام اس علاقے کے لحاظ سے ناموزوں تھا۔ اس لئے تبدیل کر دیا گیا"۔

"واؤ...... کیا نام ہے یہ! مطلب کیا ہے اس کا؟"۔

"نایاب کتابوں کا اسٹور"۔ اولیور نے کہا۔ "اصل نام لاطینی زبان کا ہے"۔

"زبردست، اولیور، مجھے نہیں معلوم تھا کہ تمہیں لاطینی بھی آتی ہے"۔

"مجھے کہاں آتی ہے۔ میں نے تو یہ کیلب سے سنا ہے۔ یہ آئیڈیا ہی اس کا تھا۔ اولیور نے وضاحت کی۔ تم جانتے ہو کہ کیلب کو میں نے ہی اس دکان کے مالک سے متعارف کرایا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ کیلب کو نایاب کتابوں کے بارے میں بڑی معلومات ہیں، اور وہ دکان کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا۔ اور کیلب نے اسے بڑے کام کے مشورے دیئے، اب کیلب اسی دکان میں حصہ دار ہے"۔

وہ دکان میں گھسے تو اندر کہیں گھنٹیاں بجنے لگیں۔ اندر کا ماحول بہت قدیم زمانے کا تھا۔ دیواروں پر آئل پینٹنگز آویزاں تھیں۔ بڑے بڑے بک شیلف تھے۔ اس کے علاوہ قدیم ہتھیاروں کے بھی کئی شوکیس تھے۔

ایک علیحدہ کمرے میں ایک جوان عورت کافی بار کے عقب میں کھڑی گاہکوں کے لئے ڈرنکس بنا رہی تھی۔ دیوار پر ایک بورڈ لگا تھا۔ جس میں گاہکوں کو مشروبات لے کر نایاب کتابوں کے کمرے میں داخل ہونے سے منع کیا گیا تھا۔

دکان کے عقبی حصے سے نیلا بلیزر پہنے ہوئے چھوٹے قد کا ایک آدمی مسکراتا ہوا برآمد ہوا اور ان کی طرف لپکا۔ "خوش آمدید"۔ اس نے ان کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ لیکن ان کے چہرے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ "اولیور تم؟"۔ اس کے لہجے میں استعجاب تھا۔

"ہاں ڈگلس"۔ اولیور نے اس سے ہاتھ ملایا۔ "تم روبن رہوڈز کو بھول گئے؟"۔

"ڈگلس؟ تو اب یہ بھی ڈاڈگ نہیں رہے۔ روبن زیر لب بولا۔

ڈگلس؟ نے اولیور کو گرم جوشی سے لپٹایا اور روبن سے ہاتھ ملایا۔ "اولیور تم...... بہت مختلف لگ رہے ہو، پہلی نظر میں تو میں تمہیں پہچانا ہی نہیں۔ بہرحال تمہارا یہ نیا اسٹائل مجھے پسند آیا۔ بہت ہی اچھا لگا"۔

"شکریہ ڈگلس"۔ اولیور نے کہا۔ کیلب بتا رہا تھا کہ تمہارا کاروبار بہت اچھا جا رہا ہے"۔

ڈگلس اولیور کا ہاتھ تھام کر اسے ایک پُرسکون گوشے میں لے گیا۔ "یہ تمہارا کیلب ہیرا ہے ہیرا، اور وہ بھی تراشیدہ، بلکہ خزانہ ہے...... بلکہ کرشمہ کہو۔

"میں تو اسے کتابوں کا حقیر کیڑا سمجھتا تھا"۔ روبن بڑبڑایا۔

"تم نے کیلب کو مجھ سے ملوا کر مجھ پر جو احسان عظیم کیا ہے، اس پر میں تمہارا شکریہ ادا کروں"۔ ڈگلس نہایت جوش سے بولے جا رہا تھا۔ "ارے میرا کاروبار تو راکٹ کی رفتار سے اوپر گیا ہے۔ میں کہاں کا کہاں پہنچ گیا۔ اب میرے پاس زبردست گاڑی ہے۔ تیس فٹ والی ذاتی بوٹ ہے، ڈیوے بیچ کے علاقے میں اپنا تفریحی مکان ہے......

"اور یہ سب چھپے ہوئے الفاظ کی بدولت ہے۔ یہ تو کمال ہو گیا"۔

"کیا تم اب بھی پورنو بکس فروخت کرتے ہو؟"۔ روبن نے ڈگلس سے پوچھا۔

"ارے ڈگلس"۔ اولیور نے جلدی سے مداخلت کی۔ "کیلب نے ایک جگہ میری چیزوں کے لئے بھی تو مخصوص کی تھی۔ میں وہ دیکھنا چاہتا ہوں"۔

ڈگلس کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ وہ نروس نظر آنے لگا۔ اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا:

"کیوں نہیں اولیور...... ضرور، سیدھے چلے جاؤ اور کچھ چاہیے تو بے تکلفی سے حکم کرو، ہم ہر خدمت کے لئے حاضر ہیں"۔

"شکریہ ڈگلس...... بہت بہت شکریہ"۔

ڈگلس نے پھر اولیور کو لپٹایا، پھر جلدی سے اسے چھوڑ کر اس خاتون کی طرف لپکا، جو دکان میں داخل ہوئی تھی۔

روبن الماریوں میں رکھی کتابوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ "یہ تمام لکھنے والے جب مرے ہوں گے تو ان کے پاس کفن دفن تک کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ اور یہ ڈگلس ان کی کتابیں بیچ بیچ کر لکھ پتی بن رہا ہے"۔

اولیور نے کچھ نہیں کہا۔ اس نے سائیڈ کی دیوار میں ایک دروازہ کھولا۔ سامنے تنگ سا زینہ تھا، جو نیچے بیس منٹ میں جا رہا تھا۔ اس سے اتر کر وہ ایک مختصر راہداری میں پہنچے۔ وہاں ایک بوسیدہ سا دروازہ تھا، جس پر لکھا تھا...... صرف مخصوص افراد کے لئے، اس نے وہ دروازہ کھولا اور پلٹ کر اسے بند کرتے ہوئے بائیں جانب مڑا۔ وہاں ایک ہال تھا۔ اولیور نے جیب سے ایک چابی نکالی۔ ہال کے آخر میں ایک دروازہ تھا۔ اسے اس نے پرانے طرز کی اس چابی سے کھولا۔ وہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ اس نے لائٹ آن کی اور دیوار سے متصل آتش دان کی طرف بڑھا۔ آتش دان کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے آتش دان کے اندر ہاتھ ڈالا۔ وہاں چھوٹا سا آہنی ہک تھا۔ اس نے اسے اپنی طرف کھینچا، گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور آتش دان کے ساتھ لکڑی کا دیوار پینسل کھسک گیا۔

"یہ کسی جاسوسی فلم کی شوٹنگ ہو رہی ہے کیا؟"۔ روبن نے اولیور سے پوچھا۔

اولیور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اس خلا سے گزر کر ایک اور کمرے میں داخل ہو۔ جو آٹھ فٹ لمبا اور چھ فٹ چوڑا تھا۔ اس کی اونچائی بھی کم از کم سات فٹ ضرور رہی ہوگی۔

کمرے میں اندھیرا تھا۔ اولیور نے جیب سے پین لائٹ نکالی۔ وہاں تین دیواروں کے ساتھ کتابوں کے شیلف لگے تھے۔ ان میں سے ہر شیلف میں ترتیب کے ساتھ جرنلز اور نوٹ بکس رکھی تھیں۔ وہاں لوہے کے کئی مقفل باکس بھی تھے۔ کئی گتے کے باکس بھی تھے، جنہیں ٹیپ چپکا کر بند کر دیا گیا تھا۔

اولیور جرنلز اور نوٹ بکس کا جائزہ لے رہا تھا۔ روبن کو اچانک ہی خیال آیا اور اس نے پوچھا: "تم نے یہ ساری چیزیں اپنے کاٹیج میں کیوں نہیں رکھیں؟"۔

یہاں الارم سسٹم بھی موجود ہے۔ جب کہ میرے کاٹیج کی پاسبانی صرف مردے ہی کر سکتے ہیں"۔

"لیکن ڈگلس تو کسی بھی وقت یہاں آ کر تمہاری چیزوں کی چھان بین کر سکتا ہے"۔

اولیور بہ دستور جرنلز کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے اسے بتایا ہے کہ میں نے اس کمرے کو بوبی ٹریپ کیا ہوا ہے۔ میرے علاوہ کوئی یہاں گھسنے کی کوشش کرے گا تو اس کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں۔ وہ مر بھی سکتا ہے۔

"تمہارے خیال میں اس نے تمہاری بات پر یقین کر لیا ہوگا؟"۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس میں اتنی ہمت نہیں کہ کوشش کر کے دیکھے۔ پھر میرے کہنے پر کیلب نے اسے بتایا ہے کہ کس زمانے میں، میں نفسیاتی تھا۔ اور میرا قتل کا رجحان تھا۔ اس لئے تو جب بھی وہ مجھ سے ملتا ہے، محبت سے مجھے لپٹا لیتا ہے۔ اب یہ نہیں معلوم کہ وہ مجھے خوش کرنے کے لئے ایسا کرتا ہے یا یہ دیکھنے کے لئے کہ میرے پاس کوئی ہتھیار تو نہیں ہے۔ ارے ہاں...... یہ مل گیا"۔ اس نے چرمی جلد والا ایک جرنل نکالا اور اسے کھولا۔ اس میں اخباری تراشے تھے، جنہیں بڑی احتیاط سے صفحات پر چپکایا گیا تھا۔

اولیور انہیں پڑھتا رہا، اور روبن بے صبری سے اس کے کچھ کہنے کا انتظار کرتا رہا۔ بالآخر اولیور نے جرنل بند کر کے ایک طرف رکھا اور شیلف میں سے دو ضخیم کتابیں ہٹائیں۔ ان کے پیچھے 18 انچ کا مربع ساخت کا ایک چرمی کیس تھا۔ اولیور نے اسے جرنل کے ساتھ اپنے تھیلے میں رکھ لیا۔

پھر وہ دونوں باہر نکل آئے۔

☆......☆☆☆......☆

اس رات ایلکس فورڈ کو کیٹ ایڈمز سے ملنے جانا تھا۔ اپنے لئے لباس منتخب کرنے میں اس نے ایک گھنٹا لگایا۔ اس دوران اسے یہ احساس بھی ہوا کہ بڑے طویل عرصے کے بعد وہ پہلی بار کسی ڈیٹ پر جا رہا ہے۔ بہرحال اس نے بلیو بلیزر کے ساتھ ایک خالی پینٹ نکالی، شیو کیا، بالوں میں بڑے سلیقے سے کنگھا کیا اور کپڑے تبدیل کر کے آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔ اپنا آپ اسے اچھا لگا۔

واشنگٹن ڈی سی کے ٹریفک کا اب یہ حال تھا کہ کوئی بھی وقت ہو اور آپ کسی سمت جا رہے ہوں، ٹریفک جام سے نہیں بچ سکتے۔ اسے ڈر تھا کہ وہ لیٹ ہو جائے گا۔ لیکن قسمت نے اس کا ساتھ دیا۔ انٹر اسٹیٹ 66 پر ایک حادثے کی وجہ سے آگے اسے میدان صاف ملا۔ وہ کا برج سے نکلا، پوٹو لیک عبور کیا اور ایم اسٹریٹ پر پہنچا۔ وہاں سے وہ 31 ویں اسٹریٹ کے ذریعے جارج ٹاؤن کے پوش علاقے میں داخل ہوا۔ یہ جگہ ایک انگریز بادشاہ سے موسوم تھی، اور یہ ایک پُروقار علاقہ تھا۔ جہاں وہ جا رہا تھا، وہ متمول لوگوں کا اقامتی علاقہ تھا۔

وہ حویلی نما بڑے مکانات کا سلسلہ تھا۔ ان کے سامنے ہی گزرتے ہوئے وہ نروس ہونے لگا۔ سروس کے گزرے برسوں میں اس نے بعض بہت بڑے اور اہم لوگوں کے لئے حفاظتی ڈیوٹی انجام دی تھی۔ اور بہت کچھ دیکھا تھا۔ ایجنٹوں کی تربیت اس انداز میں کی جاتی تھی کہ وہ کسی بھی دنیاوی چیز سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ ایلکس بھی ایسا ہی تھا۔ لیکن کیٹ کے اس علاقے میں رہنے کے تصور نے اسے نروس کر دیا۔

جس سڑک پر وہ تھا، اس کا آر اسٹریٹ پر اختتام ہو گیا۔ وہاں وہ عظیم الشان ڈمبارٹن اوکس مینشن تھا۔ اس نے ستائشی نظروں سے عمارت کا جائزہ لیا، پھر گاڑی کو ڈرائیو وے میں لے گیا۔ گاڑی سے اتر کر اس نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ باغیچے کو دیکھ کر نفاست کا احساس ہو رہا تھا، کیاریاں ہموار تھیں، پودوں کی برابری چھٹائی کی گئی تھی۔ دیواروں پر اور چھت پر بیل لپٹی ہوئی تھی اور اختتام پر محرابی دروازہ تھا۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ حیرت انگیز طور پر وہ دس منٹ پہلے وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے سوچا، ممکن ہے، کیٹ ابھی یہاں پہنچی ہی نہ ہو۔ تو یہ دس منٹ وہ باہر سڑکوں پر ڈرائیو کرتے ہوئے نہ گزار لے۔ وہ واپس جانے کے لئے مڑنے ہی والا تھا کہ کسی نے اسے پکارا۔

"تمہی ہو نا سیکرٹ سروس والے"۔

وہ پلٹا تو اسے خمیدہ کمر والی مختصر الوجود عورت نظر آئی۔ اس کے ہاتھ میں پھولوں کی ٹوکری تھی اور وہ بڑی متجسس نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ انداز دوستانہ تھا۔ ایلکس کے اندازے کے مطابق اس کی عمر اسی سے تجاوز ہوگی۔

"جی مادام"۔

"تم دراز قد اور خوب رو ہو"۔ خاتون نے کہا۔ "تم مسلح بھی ہونا۔ کیٹ کے ساتھ رہتے ہوئے یہ بہت ضروری بھی ہے"۔

ایلکس کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ "میں ایلکس فورڈ ہوں مادام"۔

عورت نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

ایلکس نے اس سے ہاتھ ملایا۔ مگر اب وہ اس کا ہاتھ چھوڑ ہی نہیں رہی تھی۔ پھر وہ اسے گھر کی طرف کھینچنے لگی۔ "کیٹ تو ابھی تیار نہیں ہوئی ہے"۔ اس نے کہا۔ تم میرے ساتھ آؤ ایلکس۔ ہم ڈرنک لیں گے اور باتیں کریں گے"۔

ایلکس اس کے ساتھ صرف اسے لئے چل دیا کہ اس کے سامنے کوئی اور آپشن تھا ہی نہیں۔ عورت کے وجود سے کھانے کے مسالوں کی مہک آ رہی تھی، بلکہ بہت نمایاں تھی۔

وہ اندر پہنچ گئے، تب کہیں خاتون نے اس کا ہاتھ چھوڑا۔ "ارے، میں بھی کتنی بد اطوار ہو گئی ہوں۔ اپنا تعارف تو کرایا ہی نہیں میں نے"۔ وہ بولی۔ "میں لوسیل دھنٹی ہاؤس مین ہوں"۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

علیم الحق حقی

"وہ والی دھنٹی ہاؤس مین؟" ایلکس مسکرایا۔

اس نے چشمہ اتارا اور مسکراتے ہوئے ایلکس کو دیکھا۔ "میرے والد ایرک دھنٹی نے گوشت کی پیکنگ کی صنعت کا آغاز کیا تھا، اور اس میں بہت مال بنایا۔" "اور میرے شوہر برنی کی فیملی نے، خدا اس کی مغفرت فرمائے......" خاتون نے سینے پر انگلیوں سے صلیب کا نشان بنایا...... "وسکی میں پیسہ کمایا، اور وہ سب کا سب قانونی طور پر جائز بھی نہیں تھا۔ برنی پہلے پراسیکیوٹر تھا۔ پھر فیڈرل جج بن گیا۔ کہنے کا مقصد یہ کہ ہماری فیملی میں بڑی ورائٹی ہے"۔

وہ اسے ایک بہت بڑی نشست گاہ میں لے گئی۔ وہاں اس نے اسے ایک بڑے اور دبیز صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر وہ ٹوکری سے پھول نکال کر گلدان میں سجانے لگی۔ اس کام سے نمٹ کر وہ ایلکس کی طرف مڑی۔ "تو میں تمہیں اپنا سسرالی زہر پیش کروں۔ بولو، کیا پیو گے؟"۔ یہ کہہ کر اس نے کیبنٹ کھولی، جو کھلتے کھلتے خاصے بڑے بار میں تبدیل ہو گئی۔

"ویل مسز...... کیا کہوں، کیا آپ بہ یک وقت آبائی اور سسرالی، دونوں ناموں سے پکاری جاتی ہیں۔

"تم اس چکر میں پڑنے کے بجائے مجھے صرف لکی کہہ کر پکارو۔ سب مجھے ایسے ہی پکارتے ہیں، کیونکہ میں عمر بھر لکی ہی رہی ہوں"۔

زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
لیکن جب دیدۂ بینا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

"جی لکی...... آپ مجھے ایک گلاس کلب سوڈا دے دیجیے"۔ ایلکس نے فرمائش کی۔ لکی نے پلٹ کر اسے سخت نگاہوں سے گھورا۔ "مجھے ان گنت کاک ٹیل بنانی آتی ہیں نوجوان، لیکن کلب سوڈا میں نے کبھی نہیں بنایا"۔ اس کے لہجے میں تنبیہ تھی۔

"اچھا چلیں، رم اور کوک دے دیں"۔

"میں جیک اور کوک بنا دیتی ہوں۔ زور جیک پر ہی ہوگا"۔

وہ دو جام تیار کر کے لائی اور اس کے برابر ہی بیٹھ گئی۔ اسے جام تھماتے ہوئے اس نے اپنے جام کو بلند کیا، اس کے جام سے ٹکرایا اور بولی "چیئرز"۔

ایلکس نے گھونٹ لیا، اور اسے پھندا لگ گیا۔ شاید وہ خالص وسکی تھی۔ اس نے کمرے کا جائزہ لیا۔ اس کا پورا گھر اسی کمرے میں سما سکتا تھا۔ اور اس کمرے کا فرنیچر نہایت بیش قیمت تھا۔ "تو آپ کیٹ کو بہت عرصے سے جانتی ہیں"۔ اس نے پوچھا۔

"سات سال سے جانتی ہوں۔ اگرچہ اسے یہاں رہتے ہوئے صرف تین سال ہوئے ہیں۔ وہ بہت شاندار، تیز طرار اور خوب صورت لڑکی ہے۔ پستول جیسی لیکن میں تمہیں کیوں بتا رہی ہوں۔ تم تو مجھ سے زیادہ جانتے ہو گے اسے"۔

ایلکس کو دوبارہ پھندا لگتے لگتے بچا۔ "ایسکیو زمی؟"۔

"زیادہ ایکسائٹ ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ ایک ڈرنک کا نام ہے، اور تم جانتے ہو کہ وہ بہت اچھی بارٹینڈر رہی ہے"۔

"جی...... جی ہاں"۔

"تو تم ان ایجنٹوں میں سے ہو جو جناب صدر کی حفاظت کرتے ہیں؟"۔

"میں کل ان لوگوں میں شامل ہونے والا ہوں"۔ ایلکس نے دل گرفتگی چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ہیری ٹرومین سے لے کر اب تک ہر صدر سے میری شناسائی رہی ہے"۔ لکی نے کہا۔ "تیس سال تک میں نے ری پبلکنز کو ووٹ دیا، اور اس کے بعد تقریباً بیس برس تک ڈیموکریٹس کو۔ لیکن اب میں نے سمجھ لیا کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن رونالڈ ریگن مجھے بہت اچھا لگتا تھا۔ کیا کشش تھی اس میں، ایک بار میں نے اس کے ساتھ ڈانس بھی کیا تھا۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ میرے نزدیک جمی کارٹر سب سے اچھا صدر تھا۔ وہ بہت اچھا، شریف اور نرم دل انسان تھا"۔

"تب تو آپ صدر برینن کو بھی جانتی ہوں گی؟"۔

"ہم مل چکے ہیں۔ لیکن میں نہیں سمجھتی کہ ہجوم میں وہ مجھے پہچان سکے گا۔ بات یہ ہے کہ اب سیاست کے میدان میں تو میری کوئی افادیت نہیں رہی۔ پہلے بہر حال تھی، اور جارج ٹاؤن تو علاقہ بھی ایسا ہی ہے۔ ایک زمانے میں ہر خاتون اول سے میرا تعلق رہا۔ کیا ڈنر پارٹیاں ہوتی تھیں۔ قومی پالیسیوں پر تبادلہ خیال ہوا کرتا تھا"۔

وہ آسانی سے چپ ہونے والی نہیں تھی۔ ایک توقف کے دوران ایلکس نے مداخلت کا موقع نکالا۔ "تو کیٹ کیرج ہاؤس میں رہتی ہے؟"۔

"میں تو چاہتی تھی کہ وہ یہاں رہے۔ یہاں آٹھ بیڈ روم ہیں"۔ لکی نے کہا۔ "لیکن کیٹ نہیں مانی۔ اسے آنے جانے کی آزادی چاہیے۔ آج کل تو عورتوں کے لئے اس کی بہت اہمیت ہے"۔ اس نے ایلکس کے گھٹنے کو تھپ تھپایا۔ "یہ تمہاری پہلی ڈیٹ ہے نا کیٹ کے ساتھ، ویری سویٹ۔ ویسے کہاں جا رہے ہو تم لوگ؟"۔

"مجھے پتا نہیں۔ جگہ کا انتخاب کیٹ نے کیا ہے"۔

لکی نے اس کا ہاتھ تھاما اور اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ "تو لڑکے، میں تمہیں ایک قیمتی مشورہ دوں۔ یہ جدید دور کی عورتیں بھی کبھی کبھی چاہتی ہیں کہ مرد فیصلے کرنے والے ہوں۔ اس لئے اگلی بار ریسٹورنٹ کا انتخاب تم کرنا۔ اور فیصلہ کن انداز اختیار کرنا۔ عورتوں کو وہ مرد اچھے نہیں لگتے، جن میں قوت فیصلہ نہ ہو"۔

"لیکن مجھے یہ پتا کیسے چلے گا کہ کب وہ مجھ سے فیصلہ کرانا چاہتی ہے"۔

"یہ تمہیں کبھی پتا نہیں چلے گا۔ اس معاملے میں دوسرے مردوں کی طرح تمہیں بھی ٹھوکریں کھانی ہیں"۔

ایلکس نے کھنکھار کر گلا صاف کیا۔ "کیٹ کیا کثرت سے ڈیٹ پر جاتی ہے"۔

"کیٹ کبھی دو چار مہینے میں کسی ایک آدمی کو لاتی ہے، لیکن بات کبھی بنی نہیں۔ تم سے پہلے آنے والے لوگ اور طرح کے ہوتے تھے...... وکیل، لابسٹ، گورنمنٹ کے بگ شاٹ ٹائپ کے لوگ، پہلی بار وہ کسی گن والے آدمی کو گھر لائی ہے"۔ لکی نے کہا۔ پھر حوصلہ افزائی کرنے والے انداز میں بولی: "یہ بہت اچھی علامت ہے"۔

"کیا واقعی"۔

"یاد رکھو۔ ہر مہذب عورت خطرناک مردوں پر فدا ہوتی ہے۔ خطروں سے کھیلنے والے مردوں پر، میں بھی ایسی ہی تھی"۔

ایلکس مسکرایا۔ اس نے اپنے کوٹ کے بٹن کھولے اور اسے اپنا ریوالور دکھایا۔

لکی نے خوش ہو کر تالی بجائی"۔ اس عمر میں بھی تم مجھے ہیجان انگیز لگے ہو"۔

"اے لکی...... یہ میرا ہے۔ تم اس سے دور رہو"۔

ان دونوں نے پلٹ کر دیکھا تو کیٹ ایڈمز کا مسکراتا ہوا چہرہ ان کے سامنے تھا۔ ایلکس نے پہلی بار اسے اسکرٹ اور بلاؤز میں دیکھا تھا۔ بار میں وہ ہمیشہ پینٹ پہنتی تھی۔ پہلی بار اسے احساس ہوا کہ وہ بہت حسین ہے۔

"دیکھو...... تمہاری غیر موجودگی میں میں نے تمہارے محبوب کو الجھائے رکھا...... تمہاری خاطر"۔

کیٹ کے رخسار تمتما اٹھے۔

"لیکن رقابت میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم جیسی خوب صورت تو میں اپنی جوانی میں بھی نہیں تھی"۔

"جھوٹ مت بولو لکی۔ تمہیں تو اب بھی لوگ پلٹ کر دیکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں"۔ کیٹ نے کہا۔

"یہ بتاؤ، تم دونوں ڈنر کہاں کرو گے؟" لکی نے کیٹ سے پوچھا۔

"ناتھنز میں"۔ کیٹ نے جواب دیا۔

☆......☆☆☆......☆

اولیور سائیڈ کار میں بیٹھا تھا۔ "روبن" اس نے انجن کے شور میں بلند آواز میں روبن کو پکارا۔ "ابھی ہمارے پاس کچھ وقت ہے۔ کچھ دیر کے لئے آرلنگٹن کے قبرستان میں رک سکتے ہیں ہم"۔

روبن نے اثبات میں سر ہلایا۔

چند منٹ بعد وہ دونوں قبرستان میں تھے۔ اس قبرستان میں امریکا کے معروف ترین اور بڑے لوگ دفن تھے۔ وہ کچھ دیر کینیڈی کی قبر کے پاس رکے۔ سب سے زیادہ لوگ اسی قبر پر آتے تھے۔

گھاس کے ایک قطعے کے پاس روبن ٹھٹک گیا۔ "یہی جگہ ہے نا، جہاں میں تمہیں ملا تھا۔ اس حال میں کہ میرا دماغ ماؤف ہو رہا تھا؟"۔

"ہاں روبن، مگر وہ بہت پرانی بات ہے۔ اب تو تم خود کو سنبھال چکے ہو۔ اپنے باطن میں ایک کامیاب جنگ لڑی ہے تم نے"۔

"تم ساتھ نہ دیتے تو یہ میرے لئے ممکن نہ ہوتا"۔ روبن نے احسان مندی سے کہا۔ "میں اپنے دکھوں اور حکومتوں کی طرف سے دیئے جانے والے دھوکوں کے بارے میں چیخ چیخ کر بتا دینا چاہتا تھا۔

"اچھا ہی ہوا کہ اس سے پہلے ہی تم بے ہوش ہو گئے۔ کیونکہ اس روز یہاں سیکریٹری برائے دفاع موجود تھا"۔

روبن نے اسے غور سے دیکھا۔ "میں تم سے کبھی یہ نہیں پوچھا کہ تم اس وقت یہاں کیا کر رہے تھے؟"۔

"قبرستان میں کوئی کیوں آتا ہے...... مرنے والوں کے لئے دعا کرنے نا۔ تو میں بھی اس لئے آیا تھا"۔

اولیور اب ایک قطار کے درمیان ٹرنے کے بعد دل ہی دل میں کتبے شمار کر رہا تھا۔ پھر وہ درمیان میں ایک قبر کے پاس رُک گیا۔ وہاں کھڑے ہو کر اس نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے اور سر جھکا لیا۔

سورج تیزی سے مغرب کی طرف جھک رہا تھا۔ روبن نے گھڑی میں وقت دیکھا، لیکن اپنے دوست کو اس کیفیت میں ڈسٹرب کرنا اسے اچھا نہیں لگا۔

قریب سے گزرنے والے لوگوں کے ایک گروپ نے اس کی طرف سے یہ کام کر دیا۔ اولیور نے چونک کر دیکھا، وہ لوگ آرلنگٹن قبرستان کے تازہ ترین سیکشن کی طرف جا رہے تھے، جو ابھی مکمل نہیں ہوا تھا۔ وہ نائن الیون کی میموریل سائٹ تھی۔ وہاں ایک یادگار تعمیر کر دی گئی تھی، ان لوگوں کی یاد میں جو نائن الیون کی کو پنٹاگون میں مارے گئے تھے۔

اولیور نے محافظوں کے حصار میں اس شخص کو دیکھا تو اس کا جسم تن سا گیا۔ روبن بھی اس طرف دیکھ رہا تھا، "یہ کارٹر گرے ہے نا؟"۔ اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہاں اس کی بیوی کی قبر ہے، جو نائن الیون کا شکار ہوئی تھی"۔

"مگر یہ آج یہاں کیوں......؟"۔

"کیونکہ کل یہاں ایک اژدھام ہوگا، اس لئے یہ ایک دن پہلے ہی آ گیا ہے"۔

☆......☆☆☆......☆

کارٹر گرے اپنی بیوی کی قبر کے سامنے رکا۔ وہ جھکا اور پھولوں کا ایک بوکے قبر پر رکھ دیا۔ اصل میں تو باربرا کی برسی تو کل تھی۔ لیکن کل اس قبرستان میں بہت بڑا ہجوم ہوگا۔ اور وہ اپنے دکھ کو اجنبیوں کے ساتھ شیئر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ بیٹھا قبر کو یوں دیکھتا رہا، جیسے قبر کے اندر اپنی بیوی کی لاش کو دیکھ رہا ہو۔ اس کے محافظ اس سے خاصے معقول فاصلے پر کھڑے تھے۔ وہ اپنے باس کے اس انتہائی ذاتی لمحے میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے تھے۔

باربرا گرے ایک طویل کیریئر کے بعد فوج سے بریگیڈیئر جنرل کی حیثیت سے ریٹائر ہوئی تھی۔ وہ ایک قابل فخر اور لائق تقلید کیریئر تھا، جس کے دوران اس نے بہت کچھ ایسا کیا تھا، جو اس سے پہلے کسی عورت نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے مکمل فوجی اعزاز کے ساتھ آرلنگٹن کے قبرستان میں دفن کیا گیا تھا۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ لیکن مرنے کے بعد ملا تھا۔

11 ستمبر 2001ء کی صبح باربرا گرے، جو اس وقت سویلین مشیر کی حیثیت سے کام کر رہی تھی۔ پنٹاگون میں ایک پروجیکٹ پر تبادلہ خیال کر رہی تھی، جہاز عمارت کے جس حصے سے ٹکرایا، وہ اسی کے ایک کمرے میں تھی۔ اور وہ کمرہ اگلے ہی لمحے صفحہ ہستی سے مٹ گیا تھا، نابود ہو گیا تھا۔ المناک بات یہ تھی کہ کارٹر گرے کی اکلوتی بیٹی جو سرکاری وکیل تھی، اس وقت ماں سے ملنے کے لیے پنٹاگون پہنچی تھی، وہ بھی ختم ہو گئی۔ کارٹر گرے کے لئے وہ دہرا صدمہ تھا۔ وہ سوچتا کہ کاش میگی ہی بچ گئی ہوتی۔

اس صبح کو یاد کر کے کارٹر گرے صرف افسردہ نہیں ہوتا تھا، بلکہ وہ احساس جرم کا شکار بھی ہو جاتا تھا۔ کیونکہ عین اس وقت اسے بھی پنٹاگون میں ہونا تھا۔ وہاں سے باربرا اور میگی کے ساتھ اسے ایک تفریحی دورے پر نکل جانا تھا۔ لیکن ٹریفک میں پھنسا ہونے کی وجہ سے وہ بیس منٹ لیٹ ہو گیا۔ اور جب وہ پنٹاگون پہنچا تو اس کی فیملی خدا کے پاس جا چکی تھی۔

کارٹر گرے نے نظریں اٹھائیں اور اِدھر اُدھر دیکھا۔ کچھ فاصلے پر اسے وہ دونوں افراد نظر آئے، جو اسے گھور رہے تھے۔ ان میں جو دراز قد اور جسیم تھا، اسے تو وہ نہیں پہچانتا تھا۔ لیکن اس کا ساتھی اسے جانا پہچانا لگ رہا تھا۔

پھر وہ دونوں پلٹے اور مخالف سمت میں چل دیئے۔

کارٹر مزید دس منٹ اپنی بیوی کی قبر پر رُکا، مگر پھر تجسس سے مجبور ہو کر وہ اس طرف گیا، جہاں وہ دونوں کھڑے تھے، نجانے کیوں، قبرستان کا وہ حصہ اسے جانا پہچانا لگ رہا تھا۔

وہ وہاں دونوں طرف کے کتبوں کو پڑھتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ بالآخر ایک قبر پر وہ رُک گیا۔

اس کے بعد وہ تیزی سے باہر جانے والے راستے کی طرف لپکا۔ اس کے محافظ پریشان ہو کر بڑھے۔ دروازے کے قریب پہنچ کر وہ جھک گیا۔ اس نے چہرہ یوں اوپر اٹھایا، جیسے اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی ہو۔ محافظوں نے اس کے گرد گھیرا ڈال دیا۔

"سر! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"۔ اس کے چیف سیکورٹی آفیسر نے پوچھا۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ درحقیقت اس نے اس کی آواز سنی ہی نہیں تھی۔ اس کے ذہن میں تو وہ نام چکرا رہا تھا، جو اس قبر کے کتبے پر لکھا تھا۔ جہاں وہ رُکا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ کتبہ اور کتبے پر نام ہونے کے باوجود وہ قبر خالی ہے۔ یہ سب کچھ دکھاوا تھا۔ ایک کور اپ کا حصہ تھا۔ لیکن قبر کے کتبے پر جو نام تھا، وہ فراڈ نہیں تھا۔ اصلی تھا۔ وہ ایک حقیقی انسان تھا۔ جس کے بارے میں خیال کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے ملک پر قربان ہوا ہے۔

"جان کار" کارٹر نے زیر لب وہ نام دہرایا۔ برسوں کے بعد وہ نام اس کی زبان پر آیا تھا۔ اور اسے عجیب سا لگ رہا تھا۔

جان کار سے زیادہ مکمل اور ماہر قاتل کارٹر گرے نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ایک مکمل قاتل!

☆......☆☆☆......☆

ایلکس فورڈ اور کیٹ ایڈمز بار کے قریب تر، کارنر کی ایک میز پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے ڈرنکس کا آرڈر دیا تھا۔

"یہ لکی تمہیں کیسے مل گئی؟ ویسے ہے زبردست عورت"۔ ایلکس نے کہا۔

"محکمہ انصاف میں جانے سے پہلے میں باقاعدہ وکالت کرتی تھی۔ لکی کے شوہر کا انتقال ہوا تو ان کے ٹرسٹ اور جائیداد کے قانونی معاملات میں نے ہی نمٹائے تھے۔ ہمارے درمیان دوستی ہو گئی۔ لکی ہمیشہ مجھ سے اصرار کرتی کہ میں اس کے گھر آ کر اس کے ساتھ رہوں۔ میں انکار کرتی رہی اور وہ اصرار کرتی رہی۔ اس دوران مجھے اپنے خوابوں کا شہزادہ بھی کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ چناں چہ میں نے لکی کے اصرار کے سامنے جزوی طور پر ہتھیار ڈال دیئے اور کیرج ہاؤس کرائے پر لے لیا"۔ وہ کہتے کہتے رُکی، پھر تیزی سے بولی: "وہ بڑی دلچسپ عورت ہے۔ اس نے بھرپور زندگی گزاری ہے۔ ہر جگہ اس نے دیکھی ہے ہر اہم شخص کو وہ جانتی ہے۔ لیکن اب وہ تنہائی کا شکار ہے۔ اس طرح کے لوگوں کو عام طور پر بڑھاپا راس نہیں آتا۔ وہ زندگی سے بھرپور عورت ہے، اور اب بھی ویسی ہی زندگی گزارنا چاہتی ہے، جیسی گزارتی رہی تھی۔ جو کہ ناممکن ہے"۔

"اپنے بارے میں بتاؤ تم سرکاری ملازمت کی طرف کیوں آ گئیں؟"۔

"میں یکسانیت سے اکتا گئی تھی"۔

"محکمہ انصاف میں تم کرتی ہو؟"۔

"یہ بالکل نئی فیلڈ ہے۔ گٹموبے کے واقعات، اور ابوغریب، سالٹ پٹی اور دیگر مقامات پر جنگی قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی پر رسوائی کے بعد ایک نیا گروپ بنانے کی ضرورت محسوس کی گئی جو قیدیوں کے انسانی حقوق کا احترام کر سکے، اور جنگی جرائم کا سلسلہ رک جائے"۔

"تب تو تم بہت مصروف ہو گی۔ کیونکہ اخبارات تو ان خبروں سے بھرے پڑے ہیں"۔

"امریکا کا جنگی قیدیوں کے ساتھ سلوک کا ریکارڈ کبھی خراب نہیں رہا تھا"۔ کیٹ نے کہا۔ "لیکن جب سے دہشت گردی کے خلاف جنگ کا آغاز ہوا ہے، ہمارے قانون نافذ کرنے والوں میں دہشت اور بربریت پیدا ہو گئی ہے......"۔

"لیکن قانون شکنی کے لئے کوئی جواز معقول نہیں کہلا سکتا"۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو تم، اور یہی وہ مقام ہے، جہاں مجھ جیسے لوگوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ پچھلے دو برسوں میں میں چھ بار مختلف وار زونز میں جا چکی ہوں۔ لیکن صورت حال میں اب تک کوئی بہتری نظر نہیں آئی"۔

"مجھے تو لگتا ہے کہ کارٹر گرے جیسے کو تیسا کی حکمت عملی پر کاربند ہو گیا ہے"۔

کیٹ وائن کی چسکیاں لیتی رہی"۔ اس معاملے میں میرے ملے جلے جذبات ہیں۔ نائن الیون کے دوران وہ اپنی پوری فیملی سے محروم ہو گیا۔ میرا خیال ہے کہ صرف اسی وجہ سے کارٹر گرے گورنمنٹ سیکٹر میں واپس آیا۔ لیکن میرے خیال میں یہ نامناسب تھا"۔

"مطلب کیا ہے تمہارا؟" ایلکس نے کہا۔

"میں جانتی ہوں کہ کارٹر گرے نے غیر معمولی نتائج دیئے ہیں۔ لیکن شاید ان نتائج کیلئے اس نے غیر روایتی طریقے بھی آزمائے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ اس سلسلے میں خطیر رقم خرچ کی جا رہی ہیں"۔

"ہاں، میں نے سنا ہے کہ اسے سیاسی فٹ بال قرار دیا جا سکتا ہے۔ جیسے فٹ بال کے کھلاڑیوں کو خطیر رقوم کے کنٹریکٹ دیئے جاتے ہیں۔ ویسے ہی ہماری ایجنسیاں دوسری طرف کے لوگوں کو توڑتی ہیں"۔

"بہر حال اس صورت حال میں قانون کو ایک طرف رکھا جاتا ہے۔ مشتبہ دہشت گردوں کو امریکا سے بیرون ملک اور بیرون ملک سے امریکا منتقل کرنے کے دوران نہ تو ریڈ کراس کے بین الاقوامی اصولوں کی پاس داری کی جاتی ہے، نہ ہی قوانین کا لحاظ کیا جاتا ہے، ایسی منتقلی میں زبانی طور پر یہ وعدہ کیا جاتا ہے کہ منتقل کئے جانے والوں پر تشدد نہیں کیا جائے گا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ چیک کرنے کی کوئی صورت نہیں کہ اس وعدے پر عمل بھی ہو رہا ہے یا نہیں۔ بلکہ معاملہ برعکس ہے، یہ یقینی ہوتا ہے کہ تشدد ہوا ہے اور ہوگا۔ اب امریکا میں تشدد کیونکہ خلاف قانون ہے، اس لئے این آئی سی اور دیگر ایجنسیوں نے بیرون ملک عقوبت گاہیں بنالی ہیں۔ معلومات اگلوانے کیلئے تشدد کو لازمی سمجھ لیا گیا ہے۔ یہ امریکا کے بنیادی تصورات سے متصادم ہے"۔

"این آئی سی کو تو اب میں خود بھی دیکھ چکا ہوں۔ میرے خیال میں ان سے کچھ بھی بعید نہیں"۔

"اس کا مطلب ہے کہ جس کیس کی تم تفتیش کر رہے تھے، اس میں کچھ مناسب پیش رفت نہیں ہو رہی ہے"۔

ایلکس کچھ ہچکچایا، پھر اس نے سوچا کہ کیٹ کو بتانے میں کوئی حرج نہیں، اس نے ڈائریکٹر سے اپنی آج کی ملاقات اور صدر کے حفاظتی دستے میں تبادلے کی تفصیل اسے سنا دی۔

"آئی ایم سوری ایلکس، کیٹ نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ کو چھو لیا"۔

"ارے نہیں، یہ تو میرا اپنا کیا دھرا ہے کارٹر گرے تو بڑا آدمی ہے۔ پھر میرے اپنے پارٹنر نے مجھے دھوکا دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں آؤٹ کلاس ہو گیا۔ اصولاً مجھے اس جھنجھٹ میں پڑنا ہی نہیں چاہئے تھا۔ عزت سے تین سال گزرتا اور ریٹائر ہو جاتا"۔

"لیکن تم مجھے مصلحت کوش کبھی نہیں لگے تھے"۔

ایلکس نے کندھے جھٹکا دیئے۔ "اچھا، اب باتیں ختم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ، آخر یہ ہماری پہلی ڈیٹ ہے"۔

کیٹ نے بریڈ کا ٹکڑا ایک طرف رکھ دیا۔ اور پشت گاہ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ "میں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہوں۔ میرے والدین کولاریڈو میں رہتے ہیں۔ وہ اپنا تعلق میساچوسس کی ایڈمز فیملی سے جوڑتے ہیں، مگر میں اس پر یقین نہیں کرتی۔ میرا خواب ایک ورلڈ کلاس جمناسٹ بننے کا تھا۔ اس کے لئے میں نے بہت محنت کی، پھر ایک ہی سال میں میرا قد چھ انچ بڑھ گیا۔ یوں میرا خواب ٹوٹ گیا، آدمی اپنا وزن تو کم کر سکتا ہے لیکن قدم تو کسی طرح کم نہیں ہوتا، ہائی اسکول کے بعد نجانے کیوں میں نے ویگاس میں کروپیئر بننے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے لئے میں نے اعزازی نمبروں کے ساتھ تربیتی کورس پاس کیا، اور سین سٹی چلی گئی۔ مگر میں زیادہ عرصہ وہاں کام نہیں کر سکی۔ آخر میری چھٹی کر دی گئی۔ کالج کی تعلیم کے دوران میں ٹینڈنگ کرنے لگی۔ لاء اسکول کی تعلیم کے دوران بھی میں یہی کرتی رہی۔ اس میں خوبی یہ ہے کہ آپ اور گاہک کے درمیان کاؤنٹر حائل رہتا ہے۔ اور یہ اندازہ تو تم نے لگا ہی لیا تھا کہ میں پیانو بھی بجاتی ہوں۔ اب مجھے بارٹینڈنگ کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ کام مجھے اچھا لگتا ہے۔ اس میں طرح طرح کے لوگ بھی ملتے ہیں"۔

"زبردست"۔ ایلکس نے ستائشی لہجے میں کہا: "کیا کیا کچھ ہو تم جمناسٹ، کروپیئر، بارٹینڈر، پیانو نواز اور حق و انصاف کا دفاع کرنے والی"۔ میں بہت متاثر ہوا ہوں"۔

"مجھے تو یہ زبردست نہیں، کچھ اور لگتا ہے خیر تم اپنی سناؤ"۔

"میں تو عام سا آدمی ہوں۔ اوہائیو میں پیدا ہوا، چار بہن بھائیوں میں اکلوتا اور سب سے چھوٹا بھائی ہوں۔ میرے والدین آٹو پارٹس کے سیلز مین ہوتے تھے، اور رات میں موسیقار وہ گٹار بہت اچھا بجاتے تھے۔ میں بھی ان کا ساتھ دیتا تھا۔ ہماری جوڑی بہت کامیاب جا رہی تھی۔ پھر ان کی چار پیکٹ، یومیہ اسموکنگ رنگ لائی۔ انہیں پھیپھڑوں کا کینسر ہو گیا، اور چھ ماہ میں وہ چٹ پٹ ہو گئے، میری ماما فلوریڈا کے ایک گاؤں میں ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہی ہیں۔ میری بہنیں ملک بھر میں اِدھر اُدھر گئی ہیں"۔

"تم انسانی ڈھال کیسے بن گئے؟"۔

ایلکس نے ڈرنک سے ایک گھونٹ لیا۔ اب وہ سنگینی کی حد تک سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"صدر کینیڈی کے قتل کی فلم دیکھی تو میں بارہ سال کا تھا۔ مجھے یاد ہے، اس وقت میں نے سوچا تھا کہ اب آئندہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ میں ایجنٹ کلنٹ ہل کے لیمو پر کودنے اور مسز کینیڈی کو سیٹ پر دھکیلنے کا منظر کبھی نہیں بھولا۔ اس وقت بہت لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جیکی اس سازش میں شریک تھی"۔ اس نے پھر ایک گھونٹ لیا اور بات آگے بڑھائی۔ "سیکرٹ سروس کے ایک فنکشن کے دوران میں کلنٹ ہل سے ملا۔ وہ اس وقت تک بوڑھا ہو چکا تھا۔ اور اس سے ہاتھ ملانے کو بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ وہ میرے لئے کتنا محترم ہے۔ صدر کینیڈی پر حملے کے دوران وہ واحد شخص تھا، جو حرکت میں آیا تھا۔

اور مسز کینیڈی کو اس نے ہی بچایا تھا۔ فائرنگ کرنیوالوں اور مسز کینیڈی کے درمیان وہ حائل ہوا تھا۔ وہ پہلی انسانی ڈھال تھی، جو میں نے دیکھی، میں نے اس سے کہا کہ ایک دن میں بھی اس جیسا ہی بنوں گا اور ضرورت پڑنے پر وہی کچھ کروں گا جو اس نے کیا تھا۔ تمہیں پتا ہے، یہ سن کر اس نے کیا کہا؟"۔

کیٹ سانس روکے بیٹھی اس کی باتیں سن رہی تھی "کیا کہا اس نے؟"۔

"اس نے کہا بیٹے تم مجھ جیسے کبھی نہ بننا، کیونکہ میں نے تو اپنے صدر کو کھو دیا تھا۔ میں اسے بچا نہیں سکا"۔

کچھ دیر خاموش رہی، پھر ایلکس نے کہا:

"مجھے حیرت ہوئی کہ اس وقت تمہارے ساتھ بیٹھ کر میں اس اداس کونے والی یاد کو کیوں دہرا رہا ہوں، ورنہ میں ایسا ہوں نہیں"۔

"جو دن تم نے آج گزارا ہے، یہ اس کا ردعمل ہے"۔

کیٹ نے آہستہ سے کہا۔

"کیٹ، آج پورے دن جس چیز نے مجھے ٹوٹنے اور بکھرنے سے بچایا، وہ یہ خیال تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں گا"۔

ایلکس نے کہا، اور اسے خود بھی اپنے لفظوں کی سچائی پر حیرت ہونے لگی، اور یہ بھی کہ اس نے کتنی صاف گوئی سے یہ بات کہہ دی تھی۔

کیٹ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اب میں تمہیں ایک بات بتاؤں یہ جو تم نے مجھ سے کہا یہ میرے لئے دنیا کی سب سے قیمتی بات ہے۔ یہ اعزاز ہے میرے لئے کہ تم نے مجھے اتنی اہمیت دی۔ پہلے کبھی کسی نے مجھ سے اس انداز میں کچھ نہیں کہا"۔

وہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ پھر کھانا آ گیا۔

وہ نکل رہے تھے کہ ایلکس نے سینیٹر اور مسز راجر سمپسن کو ان کی بیٹی جیکی کے ساتھ ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے دیکھا۔ وہ زیر لب بڑبڑا کر رہ گیا۔ اس نے کوشش کی کہ جیکی کی نظر اس پر نہ پڑے۔ لیکن ناکام رہا۔

جیکی نے اسے دیکھتے ہی کہا: "ہیلو ایلکس" "ہیلو ایجنٹ سمپسن"۔ ایلکس نے بے رخی سے کہا۔

"یہ میرے والدین ہیں"۔ جیکی نے تعارف کرایا۔

اس کے ماں باپ دیکھنے میں جڑواں بہن بھائی لگتے تھے۔ دونوں دراز قد اور سنہرے بالوں والے تھے۔ جبکہ جیکی کا قد متوسط تھا اور بال سیاہ تھے۔ ایلکس نے ان دونوں کے سامنے احتراماً سر خم کیا۔ لیکن راجر سمپسن جس طرح اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا، اس سے یہ سمجھنا دشوار نہیں تھا کہ جیکی اسے سب بتا چکی ہے۔ "یہ کیٹ ایڈمز ہے"۔ اسی نے کیٹ کا تعارف کرایا۔

"آپ لوگوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی"۔

"اپنا خیال رکھنا ایجنٹ سمپسن کیونکہ اب شاید ہی ہماری ملاقات ہو"۔ ایلکس نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کیٹ اس کے پیچھے تھی۔ باہر نکلتے ہی وہ پھٹ پڑا۔ ان لوگوں کو بھی یہیں آنا تھا۔ آج کا دن تھا ہی خراب...... وہ کہتے کہتے رک گیا، کیونکہ اس نے جیکی کو ریسٹورنٹ سے نکلتے دیکھا۔ اور وہ اسی طرف آ رہی تھی۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

علیم الحق حقی

’’وہ ’’ایلکس‘‘ میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں...... ایک منٹ دو گے مجھے...... اکیلے میں‘‘۔

’’میرا خیال ہے، ہمارے درمیان بات کرنے کو کچھ ہے ہی نہیں‘‘۔ ایلکس نے تیز لہجے میں کہا۔

’’مجھے ایک منٹ دے دو پلیز‘‘۔

ایلکس نے کیٹ کی طرف دیکھا۔ کیٹ نے کندھے جھٹک دیئے۔ ایلکس جیکی کے ساتھ ایک طرف چلا گیا۔

جیکی نے اس کی طرف جھکتے ہوئے کہا: ’’میں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے بہت خفا ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ دغا کی ہے‘‘۔

’’تو یہ سچ بھی ہے‘‘۔

’’ایسا نہیں ہے۔ کارٹر گرے جیسے ہی ہمیں چھوڑ کر نکلا، اس نے میرے ڈیڈی کو فون کیا۔ اس کے بعد اس نے صدر صاحب کو فون کیا۔ ڈیڈی سے اس نے کہا کہ تم میرا کیریئر تباہ کرا دو گے۔ ڈیڈی نے مجھے فون کیا اور اتنا ڈانٹا کہ حد ہو گئی‘‘۔

ڈائریکٹر کو میرے پرانے دوست کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟‘‘۔

جیکی شرمندہ نظر آنے لگی۔ ’’میری حماقت تھی وہ۔ لیکن تم میرے ڈیڈی کو نہیں جانتے۔ وہ غصے میں ہوں تو سب کچھ اگلوا لیتے ہیں‘‘۔ اس نے ایک آہ بھری۔ ’’تم جانتے ہو کہ ڈیڈی کتنے کامیاب آدمی ہیں اور میری ماما مس الاباما رہی ہیں۔ دونوں اتنا اونچا اڑتے ہیں کہ کسی ایجنٹ کو تو گردانتے ہی نہیں، خواہ وہ ان کی بیٹی ہی ہو۔ میں نے ضد نہ کی ہوتی تو وہ مجھے اس فیلڈ میں آنے ہی نہیں دیتے۔ وہ مجھے بزنس یا سیاست میں لے جانا چاہتے تھے۔ ڈیڈی مجبور ہو گئے تو انہوں نے اثر و رسوخ استعمال کر کے مجھے ڈبلیو ایف او میں لگوا دیا۔ اب وہ مجھے سروس کی پہلی خاتون ڈائریکٹر بنوانے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ جب کہ میں محض ایک اچھی پولیس افسر بننا چاہتی ہوں‘‘۔

’’تو اب تم زندگی ان کے اشاروں پر گزارو گی۔ حرج کیا ہے اس میں؟‘‘۔

’’مجبوری ہے۔ ڈیڈی ساری عمر اس کے عادی رہے ہیں کہ ان کے ہر حکم کی تعمیل ہو۔ خیر...... یہ میرا دردِ سر ہے۔ میں بس تم سے معذرت کرنا چاہتی تھی۔ مجھے سچ مچ بہت افسوس ہے اور میں تم سے صلح کرنا چاہتی تھی‘‘۔ اتنا کہہ کر وہ پلٹی اور ریسٹورنٹ کی طرف چلی گئی۔

> زیرِ نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
>
> دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
>
> لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

کیٹ کے ساتھ چلتے ہوئے ایلکس نے جیکی کی گفتگو کا خلاصہ اسے سنایا۔ پھر بولا:

’’بعض اوقات جواز ہوتے ہوئے بھی ہمیں کسی سے نفرت کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ معاملات اور پیچیدہ ہو جاتے ہیں‘‘۔ اس نے سڑک کے پار دیکھا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ’’آئسکریم کھاؤ گی؟‘‘۔

کیٹ نے سڑک کے پار آئسکریم پارلر کو دیکھا۔ ’’ٹھیک ہے۔ لیکن میں دو اسکوپ سے زیادہ نہیں لوں گی‘‘۔

’’مجھے ایسی ہی عورتیں اچھی لگتی ہیں‘‘۔

☆☆☆

یونین اسٹیشن پر ڈلٹن بک اسٹور کے پاس کیلب اور ملٹن ان کے منتظر تھے۔ وہ انہیں ساتھ لے کر میٹرو میں بیٹھے اور اسمتھ سونین اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں وہ متحرک سیڑھیوں کے ذریعے مال پر پہنچے۔

’’اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھنا‘‘۔ اولیور نے تنبیہی لہجے میں کہا۔

وہ ٹہلتے ہوئے ایک یادگار کے پاس سے گزرے۔ وہاں سیاح جمع تھے۔ تصویریں کھینچی جا رہی تھیں، ویڈیوز بنائی جا رہی تھیں۔ بالآخر کیمل کلب کے اراکین ایف ڈی آر پارک پہنچ گئے۔ وہاں ایف ڈی آر میموریل تھا، جو پارک میں ایک نیا اضافہ تھا۔ اولیور انہیں سیاحوں کے ہجوم سے دور ایک سنسان گوشے میں لے گیا۔

چند لمحے اس نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ پھر سر ہلا کر اپنے عدم اطمینان کا اظہار کیا اور انہیں دوبارہ سب وے کی طرف لے چلا۔ اس بار وہ فوگی بوٹم گئے۔ باہر نکل کر وہ چہل قدمی کے سے انداز میں 27 ویں اسٹریٹ اور کیو اسٹریٹ کی طرف بڑھے۔ وہاں اولیور رکا اور اس نے ماؤنٹ زیون کے قبرستان کی طرف دیکھا، جہاں وہ کام کرتا تھا۔

’’نہیں اولیور، ایک دن میں ایک قبرستان کافی ہے‘‘۔ روبن نے فریاد کرنے والے انداز میں کہا۔

’’صرف مردے ہی ایسے ہوتے ہیں جو سرگوشیوں پر دھیان نہیں دیتے‘‘۔ اولیور نے گیٹ کھولتے ہوئے، خشک لہجے میں کہا۔

وہ انہیں اپنے کاٹیج میں لے گیا۔ وہ سبھی اسے متوقع نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

’’میں نے کچھ ریسرچ ورک کیا ہے، جو میرے خیال میں پیٹرک جانسن مرڈر کیس میں بڑی اہمیت رکھتا ہے‘‘۔ اولیور نے کہا۔ ’’اس لیے میں نے کیمل کلب کا یہ خصوصی اجلاس طلب کیا ہے۔ میری تجویز ہے کہ حال ہی میں دہشت گردوں کی جو ایک دوسرے کو قتل کرنے کی لہر چلی ہے، اس پر تبادلہ خیال کیا جائے‘‘۔

’’میں تائید کرتا ہوں‘‘۔ کیلب نے بے ساختہ کہا۔ لیکن وہ سوالیہ نظروں سے اپنے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔

’’جو لوگ اس تجویز کے حق میں ہیں، وہ ہاتھ اٹھا دیں‘‘۔

سب نے ہاتھ اٹھا دیئے۔

اولیور نے وہ جرنل کھولا، جو وہ نایاب کتابوں کے اسٹور سے لایا تھا۔ ’’گزشتہ 18 ماہ کے دوران بے شمار دہشت گرد قتل ہوئے ہیں، جن کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں۔ مجھے یہ بات دلچسپ لگی تو میں نے اس کا مکمل ریکارڈ رکھنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں آخری دہشت گرد جو مجوزہ طور پر اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں مارا گیا، وہ عدنان الریمی تھا‘‘۔

’’یہ خبر میں نے بھی پڑھی تھی‘‘۔ ملٹن نے کہا۔ ’’لیکن تم مجوزہ طور پر کیوں کہہ رہے ہو‘‘۔

’’اس لئے کہ یہ بات مصدقہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ ایسے تمام دہشت گردوں کے چہرے مکمل طور پر یا جزوی طور پر قابل شناخت نہیں رہے تھے۔ یا تو وہ گن شاٹ سے مارے گئے یا ایکسپلوزیو سے۔ ان کی شناخت ڈی این اے، فنگر پرنٹس یا ایسے ہی دوسرے ذرائع سے ممکن ہوئی‘‘۔

’’لیکن اولیور، یہ تو عام قاعدے کے مطابق ہے‘‘۔ روبن نے کہا: ’’جب میں ڈی آئی اے میں تھا تو وہاں بھی یہی کچھ ہوتا تھا۔ اگرچہ اس وقت ڈی این اے کی سہولت میسر نہیں تھی‘‘۔

’’اب روبن سے معلوم ہوا ہے کہ دہشت گردوں کے بارے میں معلومات کا مکمل ریکارڈ اب صرف این آئی سی کے کنٹرول میں ہے‘‘۔ اولیور نے کہا:

’’یاد رہے کہ مقتول پیٹرک جانسن ایسے ہی ڈیٹا بیس پر کام کرتا تھا، جہاں مرنے والے دہشت گردوں کی شناخت پر کام ہوتا ہے‘‘۔ وہ کہتے کہتے رکا۔ پھر بولا:

’’کیا یہ ممکن نہیں کہ پیٹرک جانسن اس ریکارڈ میں کسی طرح گڑبڑ کرتا رہا ہو‘‘۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر ملٹن بولا:

’’کیا یہ ممکن ہے؟‘‘۔

’’کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ میں یہ عین ممکن ہے‘‘۔ اولیور نے کہا:

’’کیا یہ ناممکن ہے کہ اس نے مرنے والوں کے فنگر پرنٹس مطلوبہ دہشت گردوں کے ریکارڈ میں ڈال دیئے ہوں۔ اس صورت میں حکام یہی سمجھیں گے نا کہ مطلوبہ دہشت گرد مر چکے ہیں‘‘۔

کیلب تو اچھل ہی پڑا۔ ’’یعنی یہ ممکن ہے کہ عدنان الریمی کو مردہ سمجھا جا رہا ہو، جبکہ درحقیقت وہ آزاد اور زندہ ہو؟‘‘۔

’’ہاں۔ اگر اس کا ماضی مٹا دیا جائے تو وہ جہاں چاہے جا سکتا ہے، اور جو چاہے، کر سکتا ہے‘‘۔

’’اس استعمال شدہ گن کی طرح، جس پر سے فنگر پرنٹس مٹا دیئے گئے ہوں‘‘۔

’’بالکل‘‘۔

’’ایک منٹ اولیور‘‘۔ روبن نے کہا۔ ’’لیکن اس سلسلے میں بھی حفاظتی تدابیر روبہ عمل لائی جاتی ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، ڈی آئی اے میں جب تک کچھ مخصوص اقدامات نہ کیے جائیں، کسی فائل میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی تھی‘‘۔

اولیور نے کیلب کی طرف دیکھا۔ لائبریری آف کانگریس کے نایاب کتب کے سیکشن میں بھی یہی طریق کار مستعمل ہے۔ اسی کی وجہ سے تو میرے ذہن میں یہ خیال آیا۔ اگر دو آدمی آپ کی مٹھی میں ہوں تو آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں، ایک وہ جو معلومات اکٹھی کرنے پر مامور ہو اور دوسرا وہ جو اس ڈیٹا کو سسٹم میں ڈالنے کا ذمہ دار ہو اور اگر ان میں سے ایک دوسرے سے سینئر ہو...... بہت سینئر‘‘۔

’’تمہارا خیال ہے کہ کارٹر گرے، اس میں ملوث ہے‘‘۔ روبن کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ ’’دیکھو، کارٹر گرے کیسا ہی ہو، کتنی ہی خامیاں اور کمزوریاں ہوں اس میں، لیکن ملک سے اس کی وفاداری پر شک کیا ہی نہیں کیا جا سکتا‘‘۔

’’کارٹر گرے ہی کیوں، کوئی اور بھی تو یہ کام کر سکتا ہے۔ کچھ لوگ اچھی قیمت پر وفاداریاں تبدیل کر لیتے ہیں‘‘۔

’’ہاں...... یہ تو ممکن ہے‘‘۔ روبن نے کہا۔

’’اگر یہ درست ہے تو یہ بتاؤ کہ پیٹرک جانسن کو کیوں قتل کر دیا گیا؟‘‘۔ ملٹن نے پوچھا۔

’’جن دو افراد کو ہم نے پیٹرک کو قتل کرتے دیکھا، قرین قیاس یہ ہے کہ ان کا تعلق این آئی سی سے ہے اور یہ بھی طے ہے کہ پیٹرک جانسن اپنی تنخواہ سے کہیں بڑھ کر پُرتعیش زندگی گزار رہا تھا۔ تو اب دو امکانات ہیں۔ ایک تو یہ کہ جس نے بھی پیٹرک جانسن کو خریدا تھا، اسے ڈر تھا کہ وہ اس کی دی ہوئی دولت کو کھلے عام خرچ کرتے ہوئے اپنے ڈپارٹمنٹ کی نظروں میں آ جائے گا اور تفتیش ہو گی تو وہ بھی بے نقاب ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے پیٹرک کو قتل کر دیا اور اس کے گھر میں منشیات رکھ دیں۔ دوسرا امکان یہ ہے کہ پیٹرک جانسن کے مطالبات بڑھ گئے ہوں، اس لیے اسے راستے سے ہٹا دیا گیا‘‘۔

’’تو اب ہمیں کیا کرنا ہے؟‘‘۔ ملٹن نے کہا۔

’’میری تو پہلی ترجیح یہ ہے کہ میں زندہ رہوں‘‘۔ روبن نے جلدی سے کہا: ’’کیونکہ اگر اولیور کی تھیوری درست ہے تو بڑے طاقتور لوگ ہمیں ٹھکانے لگانے کے لیے بھاگ دوڑ کر رہے ہوں گے‘‘۔

’’اور یہ طے ہے کہ ملٹن کی شناخت ہو چکی ہے اور وہ اس کا گھر بھی دیکھ چکے ہیں‘‘۔ اولیور نے کہا: ’’اب میرا خیال یہ ہے کہ جو لوگ ہماری جستجو میں پھر رہے ہیں، ہم ان کی چال انہی پر الٹ دیں تو بہتر رہے گا‘‘۔

’’کیسے؟‘‘۔ کیلب نے پوچھا۔

اولیور نے جرنل بند کر دیا۔ ’’ہمارے پاس ٹائلر رنگنے کا ایڈریس موجود ہے۔ کیوں نہ ہم وہاں جائیں‘‘۔

’’یعنی اس کے گھر میں...... یعنی ہم خود جا پھنسیں؟‘‘۔ روبن نے گھبرا کر کہا۔

’’نہیں۔ میرا خیال ہے، وہ روبن کے گھر کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ تو ہم ٹائلر رنگنے کے گھر پر نظر رکھیں اور پھر اس کا پیچھا کریں‘‘۔ اولیور نے کہا۔

☆☆☆

ایلکس اور کیٹ آئسکریم ہاتھ میں لیے جارج ٹاؤن وائر فرنٹ کے قریب ٹہل رہے تھے۔ سامنے ہی وہ جگہ تھی، جہاں سینکڑوں برس پہلے جارج مین نے ایک فیری بوٹ آپریٹ کی تھی۔

کیٹ نے دریا کے وسط میں تین ٹیلوں کی طرف اشارہ کیا، جو اتنے فاصلے سے بمشکل نظر آ رہے تھے۔ وہ کی برج کے شمال میں تھے۔

’’یہ تھری سسٹرز آئی لینڈ کہلاتا ہے‘‘۔ کیٹ نے کہا: ’’روایت ہے کہ اس مقام پر تین راہباؤں کی کشتی الٹ گئی تھی، اور وہ ڈوب گئی تھیں۔ پھر اس واقعہ کے بعد یہاں یہ تین ٹیلے ابھر آئے تا کہ یہاں سفر کرنے والے خبردار رہیں‘‘۔

’’پوٹومیک فریب دینے کی حد تک پُرسکون نظر آنے والا دریا ہے‘‘۔ ایلکس نے کہا:

’’ویسے ان دونوں میں تو کوئی اس میں تیرنے کا سوچتا بھی نہیں۔ جب تیز بارش ہوتی ہے، تو سیوریج لائنیں بھی آ ملتی ہیں اور بہاؤ نہایت خطرناک ہو جاتا ہے‘‘۔

’’جب انٹر اسٹیٹ 66 بنایا جا رہا تھا تو وہ اس مقام پر بھی ایک برج بنانا چاہتے تھے۔ اس کا نام تھری سسٹرز برج تجویز کیا گیا تھا۔ لیکن تعمیر کے دوران پے در پے پُراسرار نوعیت کے حادثے رونما ہوئے۔ بالآخر اس منصوبے کو ترک کر دیا گیا۔ کچھ کہتے تھے کہ وہ روحوں کی کارستانی تھی‘‘۔

’’تم ان باتوں پر یقین رکھتی ہو؟‘‘۔ ایلکس نے پوچھا۔

’’دنیا میں ان سے عجیب حقائق بھی سامنے آتے رہتے ہیں۔ اب اس شہر میں ان لوگوں کو ہی دیکھو، جن کے پاس سازش کی مختلف تھیوریز ہیں۔ ان میں سے بیشتر ناقابل یقین اور احمقانہ لگتی ہیں۔ لیکن کئی ایک درست بھی ثابت ہو چکی ہیں‘‘۔

’’میں خود ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں‘‘۔ ایلکس نے کہا:

’’اس کا نام اولیور اسٹون ہے۔ وہ نہایت ذہین آدمی ہے۔ بس عام لوگوں سے موازنہ کرتے ہوئے اسے قدرے سنکی کہا جا سکتا ہے‘‘۔

’’اولیور اسٹون؟ مذاق کر رہے ہو؟‘‘۔

’’یہ اس کا اصلی نام نہیں ہے۔ لیکن اس نام کی علامتی اہمیت ہے۔ شاید یہ ان لوگوں پر طنز ہے، جو اسے پاگل سمجھتے ہیں۔ اس کے بارے میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کا کوئی ماضی نہیں ہے۔ کم از کم میں کوشش کے باوجود اس کے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں جان سکا‘‘۔ ایلکس مسکرایا۔ ’’لگتا ہے، وہ خود بھی اپنے ماضی سے بھاگ رہا ہے‘‘۔

’’ایسے آدمی کو تو کلی سے ملوانا چاہئے‘‘۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر کیٹ نے کہا: ’’تم اپنا بوجھ ہلکا کر دو۔ ہم بارٹینڈر لوگ بہت اچھے سامع ہوتے ہیں‘‘۔

ایلکس نے ایک بنچ کی طرف اشارہ کیا۔ دونوں اس کی طرف بڑھ گئے۔

’’میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کیا بات مجھے پریشان کر رہی ہے‘‘۔ ایلکس نے کہا: ’’وہ دریا میں تیر کر جزیرے میں پہنچا۔ اور وہاں پہنچ کر اس نے خود کو شوٹ کر لیا۔ کیا یہ بات فطری لگتی ہے؟‘‘۔

’’بھئی...... وہ اپنی منگیتر سے پہلی بار اس جزیرے میں ہی ملا تھا‘‘۔

’’ٹھیک کہہ رہی ہو۔ لیکن میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہاں تیر کر جانے کی کیا تک تھی۔ وہ ڈرائیو بھی کر سکتا تھا۔ پیدل بھی جا سکتا تھا۔ وہاں بائیک کے لیے راستہ بھی موجود ہے۔ وہاں پارک وے کی طرف ایک فٹ برج بھی ہے، جو سیدھا جزیرے کے پارکنگ لاٹ میں جاتا ہے۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ خودکشی کے لیے وہ تیر کر گیا، پھر خوب شراب پی اور پھر خود کو شوٹ کر لیا۔ اس کی کار دریا کے کنارے کافی دور ملی۔ اس کا مطلب ہے کہ اس نے تیر کر کافی مسافت طے کی۔ جبکہ وہ عام لباس اور جوتے پہنے ہوئے تھا اور اہتمام تو دیکھو، خودکشی کے لیے ریوالور وہ پلاسٹک کی تھیلی میں لپیٹ کر ساتھ لے کر گیا۔ یہ تو عجیب بات ہے۔ میرے حلق سے تو نہیں اترتی‘‘۔

’’لیکن پستول پر اس کی انگلیوں کے نشانات ملے‘‘۔ کیٹ نے دلیل دی۔

’’گن کسی کے ہاتھ میں تھما کر اس سے ٹریگر دبوانا نہ تو آسان ہے، نہ ہی عقل مندانہ۔ کیونکہ جسے آپ قتل کرنا چاہ رہے ہیں، اسے گن تھمانا تو خود کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ لیکن اگر آپ نے اسے پلا پلا کر مدہوش کر دیا ہو تو اور بات ہے‘‘۔ ایلکس نے اپنے پیروں کی طرف اشارہ کیا۔ ’’اور اس کے جوتوں کے تلے بھی مجھے الجھن میں ڈالتے ہیں‘‘۔

’’وہ کیسے؟‘‘۔

’’جوتوں کے تلوں پر لگی مٹی ظاہر کرتی ہے کہ وہ جھاڑیوں کے درمیان پگ ڈنڈی سے گزرا ہو گا۔ لیکن جہاں لاش ملی، وہاں اس کی مٹی تھی ہی نہیں۔ سرخ مٹی کے نشان تو وہاں ہونے چاہئے تھے نا۔ دوسرے اس کے کپڑے بالکل صاف تھے۔ اس پگ ڈنڈی سے گزرتے ہوئے یہ ممکن نہیں کہ کپڑوں پر شاخوں کے کھرونچ نہ لگیں، یا جھاڑیوں کے پتے نہ چپکیں‘‘۔

’’یہ بات تو تمہاری معقول ہے‘‘۔ کیٹ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

’’اور جیب میں رکھا ہوا خودکشی کا نوٹ۔ وہ بالکل خشک تھا، اور روشنائی برائے نام بھی نہیں پھیلی تھی۔

’’ہو سکتا ہے، اسے اس نے ریوالور کے ساتھ پلاسٹک کی تھیلی میں رکھا ہو‘‘۔

’’تو پھر اسے جیب میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اسے تھیلی میں ہی چھوڑ دیا ہوتا۔ اسے تھیلی سے نکال کر بھیگے ہوئے کپڑے کی جیب میں رکھتے ہوئے اسے یہ خیال نہیں آیا کہ روشنائی پھیل گئی اور اس کی تحریر پڑھے جانے کے قابل نہ رہی تو کیا ہو گا۔ پھر وہ دریا میں تیر کر وہاں آیا تھا تو اسے بالکل تر ہونا چاہئے تھا۔ وہ بھیگا تو تھا، لیکن تر بہ تر نہیں‘‘۔

’’لیکن بھیگا ہوا تو تھا وہ‘‘۔

’’یہ سوچو کہ تمہیں اگر یہ ظاہر کرنا ہو کہ وہ وہاں تیر کر آیا تو تم کیا کرو گی؟‘‘۔

’’میں اسے پانی میں ایک غوطہ دوں گی‘‘۔ کیٹ نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

’’بس وہ اتنا ہی بھیگا ہوا تھا۔ اور اب بات کرو حرکت کی۔ میں نے کتنے لوگوں سے پوچھ گچھ کی۔ ان میں سے کسی نے نہیں کہا کہ وہ منشیات کے کاروبار میں ملوث ہو سکتا ہے۔ اس کی منگیتر کو تو اس بات پر اتنا غصہ آیا کہ اس نے مجھے عدالت میں گھسیٹنے کی دھمکی دی‘‘۔

’’میں ہمیشہ سے اس بات کی قائل ہوں کہ سیکرٹ سروس والے معمولی باتوں کو بھی نظر انداز نہیں کرتے‘‘۔

’’یہ بات ایف بی آئی والے بھی سمجھ گئے ہوں گے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اوپر کا پریشر بہت ہے‘‘۔

’’اگر اسے کوئی جزیرے پر لایا ہو گا تو نظر میں آنے سے بچنے کے لیے کار تو نہیں استعمال کی ہو گی۔ سوچو کہ ایسے میں کیا ترکیب ہو سکتی ہے‘‘۔

اس دوران انہوں نے سامنے سے پولیس کی بوٹ کو گزرتے دیکھا۔ دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ ’’کشتی!‘‘

’’لیکن اسے چھپانا آسان تو نہیں ہوتا‘‘۔

’’تو پھر تم ہی بتاؤ‘‘۔

’’تلاش کریں؟‘‘۔

’’میں تمہارے ساتھ ہوں‘‘۔

انہوں نے اپنے اپنے آئسکریم کے کنٹینر پھینکے اور دریا کے کنارے کی طرف چل دیے۔

ایک گھنٹے تک وہ جستجو کرتے رہے۔ بالآخر ریچ کے ایک گڑھے سے کیٹ کو اس کشتی کا اگلا حصہ جھانکتا نظر آیا۔

’’بہت تیز نظر ہے تمہاری‘‘۔ ایلکس نے ستائشی لہجے میں کہا۔

کیٹ نے اپنے سینڈل اور ایلکس نے اپنے جوتے اور موزے اتارے اور پینٹ کے پائینچے چڑھائے۔ پھر وہ دونوں جھک گئے۔ وہاں سے گزرنے والے انہیں متجسس انداز میں دیکھ رہے تھے۔

کشتی کو کھینچنے کے بعد ایلکس نے اس کا جائزہ لیا۔ وہ پرانی، پتوار والی لکڑی کی کشتی تھی۔ کشتی کے بالائی کنارے کو دیکھتے ہوئے وہ ٹھٹکا۔ ’’یہ تو گولی کا کیا ہوا سوراخ لگتا ہے‘‘۔ اس نے تبصرہ کیا۔

’’اور یہ یقیناً خون ہے‘‘۔ کیٹ نے عرشے کی باڑھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

’’یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے پیٹرک جانسن کو کشتی میں قتل کیا ہو گا؟ پھر وہ اسے جزیرے میں لائے۔ اس رات کہر بہت پڑی تھی۔ اس لیے کوئی انہیں دیکھ نہیں سکا ہو گا‘‘۔

’’تو اب تم کیا کرو گے؟‘‘۔

ایلکس اٹھ کھڑا ہوا اور چند لمحے سوچتا رہا۔ ’’میں اس خون کا نمونہ چیک کرانا چاہوں گا کہ یہ پیٹرک جانسن سے میچ کرتا ہے یا کسی اور سے۔ لیکن نہیں، ڈائریکٹر کو پتا چل گیا کہ میں اب بھی اس کیس میں ٹانگ اڑا رہا ہوں تو اس بار وہ مجھے سائبیریا بھجوا دے گا۔ بشرطیکہ اس سے پہلے ہی اس نے اپنے ہاتھوں سے میرا خاتمہ نہیں کر دیا‘‘۔

’’کوئی بات نہیں۔ میں تو کسی کی پابند نہیں‘‘۔

’’نہیں کیٹ، تم اس چکر میں مت پڑنا۔ اس وقت میرے ذہن میں جو خیالات آ رہے ہیں، وہ بہت ڈراؤنے ہیں۔ میں تمہیں عافیت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ فی الحال ہم اس معاملے سے دور ہی رہیں گے...... تم بھی اور میں بھی‘‘۔

☆☆☆

کیپٹن جیک نے موصول ہونے والے رقعے کا جائزہ لیا۔ وہ کوڈڈ پیغام تھا۔ لیکن اشارے ازبر ہونے کی وجہ سے وہ ڈائریکٹ اسے ڈی کوڈ کر کے پڑھ سکتا تھا۔ بہر حال اسے اچھی خبر تو نہیں کہا جا سکتا تھا۔ لکھا تھا:

گرے آج مجھ سے ملا۔ اس نے کچھ فائلوں تک رسائی حاصل کی۔ لیکن اس نے خود کار سسٹم کو معطل کر دیا تھا۔ اس لیے مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کون سی فائلیں تھیں۔ ذاتی طور پر اس نے مجھ سے مردوں کے دوبارہ جی اٹھنے کی بات کی۔ بعد میں مجھے پتا چلا کہ یہ بات اس نے کئی سینئر لوگوں سے کہی ہے۔ یہ بات طے ہے کہ وہ لوگوں کو ٹٹول رہا ہے، یہ سوچ کر کہ کوئی نہ کوئی بدلے گا ضرور۔ اس لیے میں یہ رقعہ کوریئر کے ہاتھ بھیج رہا ہوں۔ تم اپنے منصوبے پر عمل کرو، اس طرف کے معاملات میں سنبھال لوں گا۔ اب رابطے کے لیے چارلی ون استعمال کرنا ہو گا۔

جدید ٹیکنالوجی کے اس دور میں رازداری کے ساتھ پیغامات کی ترسیل تقریباً ناممکن تھی۔ ہر طرف اسپائی سیٹلائٹ موجود تھے۔ فیکس، کمپیوٹر، سیل اور ہارڈ لائن فون اور ای میل، سبھی کو مانیٹر کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دہشت گرد ہاتھ سے لکھے ہوئے پیغامات قاصد کے ذریعے بھیجنے کو زیادہ محفوظ سمجھتے تھے۔ اس لحاظ سے یوں کہا جا سکتا تھا کہ نگرانی کرنے والی جدید ٹیکنالوجی نے اس عہد کے لوگوں کو مواصلات کے پتھر کے عہد میں پہنچا دیا تھا۔

چارلی ون نہایت آسان اور سادہ طریقہ کار تھا۔ کاغذ پر کوڈ کیا ہوا پیغام۔ ناقابلِ اعتماد قاصد کے ذریعے بھیجا جاتا تھا۔ اور کاغذ کو پڑھتے ہی ضائع کر دیا جاتا تھا۔

سیکرٹ سروس کی ایڈوانس ٹیم اب کسی بھی وقت برنسین پہنچنے والی ہو گی۔ اور اس کے بعد صدرِ امریکا کو ایئر فورس ون کے ذریعے پیٹس برگ پہنچنا تھا۔ اس کے بعد اب تک کے سخت ترین حفاظتی حصار میں صدارتی کاروں کے قافلے کو برنسین آنا تھا۔ وہاں ان کا سابقہ چالیس سے کچھ زیادہ مرد اور ایک عورت سے پڑنا تھا، جنہیں کوئی اہمیت دیئے بغیر اجڑ اور گنوار قرار دیں، پڑنا تھا۔ لیکن کیپٹن جیک کو اپنے عملے پر پورا اعتماد تھا کہ وہ کارکردگی دکھائیں گے۔

اس نے اپنا لائٹر نکالا اور رقعے کو آگ لگا دی۔

☆☆☆

عشاء کی نماز کے بعد جمیلہ باتھ روم میں آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی اپنا جائزہ لینے لگی۔ آج اس کی 24 ویں سالگرہ تھی۔ لیکن آئینہ دیکھتے ہوئے جمیلہ کو لگا کہ وہ اپنی عمر سے بڑی لگ رہی ہے۔ دراصل زندگی کے پچھلے چند برس اس کے لیے بہت نامہربان رہے تھے۔ اس عرصے میں خوراک کی کمی اور پینے کے صاف پانی کے حصول کا بھی مسئلہ بنا رہا تھا۔ اور کتنی ہی راتیں ایسی گزری تھیں سر پر چھت بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اور جب گرد و پیش میں گولیوں کی برسات ہو اور بم پھٹ رہے ہوں تو آدمی کی عمر تیزی سے بڑھتی ہے۔

اب بہر حال صورتِ حال بہتر تھی۔ یہاں امریکا میں غذا کی کمی کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ امریکا کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ بہتات کی سرزمین ہے۔ اب اس نے دیکھ بھی لیا کہ یہ سچ ہے۔ اس کے نزدیک یہ بے انصافی تھی۔ دنیا میں اتنے لوگ غریب اور بے گھر تھے۔ لیکن کہا جاتا تھا کہ یہاں امریکا میں بھی لوگ بے گھر ہیں، اور کتنے ہی بچے رات کو بھوکے سونے پر مجبور ہیں۔ لیکن یہ بات جمیلہ کے حلق سے نہیں اترتی تھی۔ اس کے خیال میں یہ امریکی پروپیگنڈا تھا۔ مقصد لوگوں کے حسد سے بچنا تھا۔ اور یہ بھی کہ لوگ ان پر ترس کھائیں۔

سو اب وہ 24 سال کی تھی۔ وہ تنہا تھی اور اپنے وطن سے دور بہت دور۔ اس کے گھر کے تمام لوگ ختم ہو چکے تھے۔ سب کے سب وحشیانہ بمباری کے نتیجے میں شہید ہوئے تھے۔ ان کے بارے میں سوچ کر اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ اس نے چہرے پر گیلا تولیہ رکھ لیا۔

طبیعت کچھ سنبھلی تو اس نے اپنا پرس اور وین کی چابیاں اٹھائیں اور دروازہ لاک کر کے اپنے اپارٹمنٹ سے نکل آئی۔ دروازہ لاک کرنے کے بعد اس نے کئی بار چیک کیا کہ وہ ٹھیک سے لاک ہوا ہے یا نہیں۔

اسے بتایا گیا تھا کہ اس کی وین کہیں بھی کھڑی ہو، کیپٹن جیک کا کوئی نہ کوئی آدمی اس کی نگرانی پر ضرور مامور ہو گا۔ یہ خطرہ تو وہ مول لے ہی نہیں سکتے تھے کہ وہ وین چوری ہو جائے۔ اسی طرح کی دوسری وین بنانا آسان نہیں تھا۔

وہ کیپٹن جیک کے بارے میں سوچنے لگی۔ وہ عجیب آدمی تھا۔ ایسے امریکی جو نہایت روانی سے عربی بولتے ہوں، بہت کم ہوتے ہیں۔ اور یہاں بات صرف زبان کی نہیں تھی۔ وہ اسلامی دنیا، تاریخ اور ان کے طور طریقوں سے اس طرح واقف تھا کہ بیشتر مسلمان ہی ایسے نہیں ہوں گے۔ جمیلہ کو ہدایت دی گئی تھی کہ اسے کیپٹن جیک کی ہر بات ماننی ہے۔ ابتدا میں تو جمیلہ کے لیے یہ بہت دشوار ثابت ہوا۔ ایک امریکی کے احکامات کی تعمیل اسے صریحاً غلط لگتی تھی، تاہم چند ملاقاتوں کے بعد اس کے ذہن نے اسے قبول کر لیا۔

شام کے وقت اس علاقے میں وین ڈرائیو کرنا جمیلہ کا معمول تھا۔ اس کا بنیادی مقصد سڑکوں اور راستوں کی یاد تازہ کرنا، اور شارٹ کٹ دریافت کرنا تھا، جو اس کے کام کے لیے بے در مزدوری تھا۔ لیکن دوسری طرف اس کے تنے ہوئے اعصاب کے لیے بھی وہ سکون کا باعث تھا۔ دن بھر تین توانائیوں سے معمور بچوں کے ساتھ وقت گزارنے کے نتیجے میں وہ اعصابی دباؤ کا شکار ہو جاتی تھی۔

ڈاؤن ٹاؤن کی طرف سفر کرتے ہوئے وہ مرسی ہاسپٹل کے سامنے سے گزری۔ عدنان الریمی اس وقت ڈیوٹی پر نہیں تھا۔ لیکن وہ ہوتا تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا، وہ دیکھتی تو بھی اسے نہ پہچان پاتی۔ کیونکہ اس کی وہاں موجودگی اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔ بالکل ایسے ہی اس کے پاس دائیں جانب موجود اپارٹمنٹ کو غور سے دیکھنے کی کوئی وجہ نہیں تھی حالانکہ وہاں کیموفلاج پوزیشن دو M50 اسنائپر رائفلیں اسپتال کی سمت لگی تھیں۔ یہ سب پریکٹس راؤنڈ کا حصہ تھا۔

اس کا روٹ آٹھ ریپیئر شاپ سے ہو کر گزرتا ہے۔ عادت کے مطابق وہ اس گلی سے گزری، جہاں کئی دروازے تھے، جن پر سیاہ پینٹ کیا گیا تھا، اس روز اس کا جو روٹ تھا، وہ اسے ڈاؤن ٹاؤن کے جنوبی حصے کی طرف لے جانے والا تھا۔ وہاں سے وہ مغرب کی سمت، برنسین سے باہر لے جانے والے مین روڈ پر بڑھتی۔ آدھے گھنٹے میں اس کا کام ختم ہو جانا تھا۔ وہ اللہ سے اپنے لیے حوصلے اور رہنمائی کی دعا کر رہی تھی۔

اپنے راستے پر چلتے ہوئے وہ تقریب والے گراؤنڈ کے پاس سے گزری۔ اسے بس اتنا معلوم تھا کہ یہاں صدرِ امریکا کو عوام کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرنا ہے۔ اس کے علاوہ گھاس سے مزین اس قطعۂ زمین کی اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں تھی۔

وہ اپنے آجروں، جرج اور لوری فرینکلن کے مکان کے پاس سے گزری۔ امریکا کا روایتی تعمیراتی کلچر پسند کرنے والوں کے لیے وہ بہت خوب صورت مکان تھا۔ لیکن جمیلہ کو اس کا بھی صحن بہت پسند تھا۔ وہاں سرسبز گھاس تھی، جس پر دوڑنا اچھا لگتا تھا۔ چڑھنے کے لیے درخت اور چھپنے کے لیے بہت سی جگہیں تھیں۔ ان کی وجہ سے بچوں کے ساتھ کھیلنے میں اسے بہت لطف آتا تھا۔ وہ کیونکہ خود صحت مند ماحول میں پلی بڑھی تھی، اس لیے یہ اعتراف کرنے میں اسے باک نہ تھا کہ امریکا بہت خوب صورت ملک ہے...... کم از کم ظاہری طور پر!

واپس جاتے ہوئے وہ پھر فرینکلن ہاؤس کے سامنے سے گزری۔ بے ساختہ نظر اٹھا کر اس نے بالائی کھڑکیوں کی طرف دیکھا، جہاں دو کمروں میں لڑکے سوتے تھے۔ اسے احساس ہوا کہ لڑکوں کے لیے اس کی انسیت محبت میں تبدیل ہوتی جا رہی ہے۔ وہ بڑے پیارے بچے تھے۔ لیکن یہ بھی طے تھا کہ بڑے ہو کر وہ بھی اسلام سے نفرت کرنے والی ہی بنیں گے۔ بلکہ صرف اسلام نہیں، ان کے لیے ہر وہ چیز قابلِ نفرت ہو گی، جس سے وہ محبت کرتی ہے۔ کاش! وہ اس کے بچے ہوتے۔ کاش! اسے ان کی تربیت کا موقع ملتا، وہ انہیں بتاتی کہ اسلام کیسا پیارا دین ہے۔ اس میں کیسا نور، کیسا سکون ہے، کیسی عافیت ہے۔ مگر جو آخرت کو ہی نہ مانے، وہ یہ بات کیسے سمجھ سکتا ہے۔

ان سوچوں نے اس پر ایسا اثر کیا کہ اس نے گاڑی روک دی۔ مدتوں سے اسے یہ بتایا جا رہا تھا کہ امریکا اور اسلام ساتھ نہیں چل سکتے۔ دونوں میں کوئی مناسبت نہیں۔ اور یہ درست ہی لگتا تھا۔

یہ لوگ میرے پیارے وطن کو تباہ کر رہے ہیں۔ اس نے خود کو یاد دلایا۔ جیسے کہ یہ ضروری ہے۔ یہ ایک سخت اور متشدد قوم ہے، جو اپنی افواج کے ناقابل تسخیر ہونے کے زعم میں مبتلا ہے۔ یہ دنیا میں کسی کو نہیں گردانتے، جو چاہیں چھین لیتے ہیں، وہ تیل ہو یا زندگی۔ یہ دوسروں کو کمتر اور حقیر سمجھتے ہیں اور ذلیل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

یہ سب سچ تھا۔ لیکن اس پُرسکون گرد و پیش میں اس پر یقین کرنا دشوار تھا!

☆☆☆

ایلکس نے کیٹ کے گھر کا جائزہ لیا، اور وہ اسے بہت اچھا لگا۔ وہاں سب کچھ مرتب نہیں تھا۔ اِدھر اُدھر بے ترتیبی کی جھلکیاں دکھائی دیتی تھیں۔ ایلکس کے نزدیک یہ خوبی تھی۔ بہت مرتب اور منظم لوگوں کے ساتھ اس کی نبھ بھی نہیں سکتی تھی۔

اِدھر اُدھر بکھری ہوئی کتابیں دیکھنا بھی اسے اچھا لگا۔ اسکول کے زمانے میں وہ پڑھاکو نہیں رہا تھا۔ سروس میں آنے کے بعد اس نے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی۔ جب بھی اسے موقع ملتا، خاص طور پر طویل پروازوں کے دوران وہ مطالعہ ضرور کرتا۔ یہ دیکھ کر بھی اسے خوشی ہوئی کہ شیلف میں کلاسیکی ادب کے علاوہ فکشن کا بھی خاصا بڑا کلیکشن موجود ہے۔

میزوں اور دیواروں پر فیملی فوٹوز تھے، جو کیٹ ایڈمز کی عمر کے مختلف ادوار دکھا رہے تھے۔

کیٹ بیڈ روم سے باہر آئی تو سویٹر اور جینز میں تھی۔ اور وہ ننگے پاؤں تھی۔

’’سوری فورمل ڈریس اور شوز میں ایک دن گزار لوں تو میرا دل گھبرانے لگتا ہے‘‘۔ اس نے کہا۔

’’میرے بھی ظاہر پر قیاس مت کرنا۔ میں خود ٹی شرٹ اور جینز کا آدمی ہوں‘‘۔

’’اور بیئر؟‘‘۔ کیٹ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

’’میں آئس کریم کو ترجیح دیتا ہوں‘‘۔

وہ آئس کریم نکال لائی۔ دونوں کاؤچ پر بیٹھ گئے، جہاں سے بھی باغیچہ نظر آ رہا تھا۔

وہ آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی ’’اب بتاؤ۔ تمہارا اگلا قدم کیا ہو گا؟‘‘۔

ایلکس نے کندھے جھٹک دیے ’’یہ کہہ نہیں سکتا۔ سرکاری طور پر تو میں وائٹ ہاؤس پروٹیکشن ڈیوٹی پر ہوں۔ اور ہر لمحے اس خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ تفتیش کے دوران میں نے کوئی غلطی کی۔ لیکن میں نے ڈائریکٹر کے آفس میں بیٹھ کر اس کے براہِ راست حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ وہ کسی کا نام پوچھ رہا تھا، اور میں نے اسے ظاہر کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اب مجھے خود بھی یقین نہیں آیا کہ میں نے یہ جرأت کی‘‘۔

’’اور وہ نام اولیور اسٹون کا ہے‘‘۔

ایلکس نے چونک کر اسے گھورا: ’’یہ تم نے کیسے سمجھا؟‘‘۔

’’یہاں سمجھدار صرف تمہی نہیں ہو۔ اور بھی ہیں‘‘۔

’’ٹھیک کہہ رہی ہو۔ ایلکس نے کہا: ’’بہر حال بات یہ ہے کہ میرے ہاتھ اس موقع پر بندھے ہوئے ہیں۔ میں کسی کو اس کشتی کے بارے میں کیسے بتا سکتا ہوں۔ اس کے لیے مجھے یہ اعتراف کرنا ہو گا کہ میں ڈائریکٹر کی خلاف ورزی کر رہا ہوں۔ جو کہ کرنے کو اس نے منع کیا ہے، میں وہی کر رہا ہوں۔ اگر ڈائریکٹر کو یہ بات معلوم ہو گئی تو میں تاریخ کی کتاب کا ایک ورق بن جاؤں گا نہیں۔ میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا‘‘۔

’’میں تمہاری مشکل سمجھ سکتی ہوں‘‘۔ کیٹ نے اس کے کندھے کو نرمی سے چھوا۔

موہوم سے اس لمس میں بھی وہ جادو تھا کہ ایلکس کے پورے جسم میں کرنٹ سا دوڑ گیا۔

کیٹ پیانو کے سامنے بیٹھ گئی، اور ایک دھن چھیڑ دی۔ ایلکس کو اس کی مہارت کا اندازہ ہو گیا۔ وہ چند لمحے سنتا رہا، پھر پہنچ کر دھن کے ساتھ تال دینے لگا۔

’’تم نے تو بتایا تھا کہ تم گٹار بجانے والے ہو‘‘۔ کیٹ کے لہجے میں حیرت تھی۔

’’میرے والد کہتے تھے کہ پیانو سے اسٹارٹ لو، تو تم کچھ بھی بجا سکتے ہو‘‘۔

’’فلم...... ان دی لائن آف فائر...... میں کلنٹ ایسٹ وڈ نے پیانو نواز سیکرٹ ایجنٹ کا رول کیا تھا نا؟‘‘۔

’’ہاں اور رینے اینی روسو اس کے ساتھ بیٹھی تھی‘‘۔

’’سوری، میں اینی روسو نہیں ہوں‘‘۔

’’میں بھی کلنٹ ایسٹ وڈ نہیں ہوں۔ لیکن اینی روسو تمہارے سامنے کچھ بھی نہیں‘‘۔

’’جھوٹے‘‘۔

’’اور میں ایسٹ وڈ کی طرح ایسا آدمی نہیں ہوں، جو پہلی ڈیٹ پر ہی حد سے گزر جائے‘‘۔

’’مجھے مایوسی ہوئی یہ سن کر‘‘۔ کیٹ نے منہ بنا کر کہا۔

’’لیکن دوسری ڈیٹ پر یہ اصول لاگو نہیں ہوتا‘‘۔

’’یعنی تمہیں پورا یقین ہے کہ دوسری ڈیٹ کی نوبت ہی نہیں آئے گی‘‘۔

’’ہرگز نہیں۔ لکی کے کہنے کے مطابق تو میرا مستقل پوزیشن حاصل کرنے کا چانس ہے‘‘۔ ایلکس نے کہا اور اپنی نگاہوں سے کیٹ کی پیانو پر تھرکتی انگلیوں کو چھو لیا۔

اس بار برقی رو پہلے سے زیادہ تند تھی۔

☆☆☆

ایلکس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور روانہ ہو گیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ جارج ٹاؤن کی ڈھلانی سڑک پر پہلی پریشانی اسے اس وقت ہوئی، جب اس نے بریک دبا دیا، لیکن اسے بے اثر پایا۔ اور جب اس نے بریک پر پورا دباؤ ڈالا تو وہ نیچے تک چلا گیا۔ اس کی پریشانی بڑھ گئی۔

ڈھلان پر گاڑی کی رفتار بڑھ رہی تھی۔ اور سڑک کا خم گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ دونوں جانب گاڑیوں کی پارکنگ تھی۔ ادھر آگے سڑک سانپ کی طرح لہراتی اور بل کھاتی ہوئی تھی۔

وہ اسٹیئرنگ کے ذریعے رفتار کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن بے سود۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اندھیرے میں اسے سامنے سے اپنی طرف آتی ہوئی ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹ دکھائی دی۔

’’او شٹ‘‘۔

وہ بڑبڑایا اور اس نے پوری قوت سے اسٹیئرنگ دائیں جانب گھمایا۔ گاڑی پارک ہوئی گاڑیوں کے درمیان سے دو پہیوں پر تیری طرح لپکی۔ اور جو کام بریک نہیں کر سکے تھے، وہ ایک درخت نے کر دکھایا۔

جھٹکا بہت شدید تھا۔ چند لمحے تو وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکا۔ پھر وہ سنبھلا اور خود کو سیٹ بیلٹ سے آزاد کرنے کے بعد لڑکھڑاتا ہوا باہر آیا۔ اسے اپنے ہونٹوں پر خون کا ذائقہ محسوس ہو رہا تھا۔

وہ فٹ پاتھ پر بیٹھ گیا۔ اسے سانس لینے میں بھی تکلیف ہو رہی تھی۔

پھر اچانک اسے احساس ہوا کہ کوئی اس کے پاس گھٹنوں کے بل جھکا بیٹھا ہے۔ وہ کہنے ہی والا تھا کہ وہ خیریت سے ہے، مگر یک لخت اپنی جگہ جیسے جم کر رہ گیا۔ وہ سخت اور سرد سی چیز اس کی گردن پر ٹکی ہوئی تھی۔ جبلی طور پر اسی کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ حرکت میں آیا اور اس شخص کے گھٹنے سے ٹکرایا۔

اس شخص کے حلق سے اذیت بھری چیخ نکلی۔ ایلکس نے اٹھنے کی کوشش کی، مگر اسی لمحے اس کی کنپٹی کے قریب کسی نے ضرب لگائی، پھر اسے دوڑتے ہوئے قدموں کی دور جاتی آواز سنائی دی۔ پھر ایک کار کے اسٹارٹ ہونے کی آواز......

چند لمحے بعد اسے سمجھ آیا کہ حملہ آور بھاگے کیوں تھے۔ ایک کار اس کے قریب آ کر رکی، اور پھر اس کے گرد لوگ جمع ہو گئے۔

’’تم ٹھیک ہو؟ خیریت سے ہو؟‘‘۔ یہ سوال اس سے بار بار پوچھے جا رہا تھا۔

ایلکس کو گن کی سرد نال کا لمس اب بھی اپنی گردن پر محسوس ہو رہا تھا۔ پھر اچانک اسے اپنی گاڑی کے بریک کا خیال آیا۔

وہ اٹھا اور لوگوں کو ایک طرف ہٹاتا ہوا بڑھا۔ وہ اپنے سر کی تکلیف کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے اپنی گاڑی میں سے فلیش لائٹ نکالی اور روشنی میں اپنی گاڑی کے بائیں جانب والے اگلے پہیے کا جائزہ لیا۔ وہ بریک فلیوڈ سے لتھڑا ہوا تھا۔

وہ جو بھی تھے، انہوں نے اس کی گاڑی میں کارروائی کی تھی۔ لیکن کہاں؟ صرف ایک ہی جگہ تھی، جہاں یہ ممکن تھا۔ کیٹ کے گھر کی طرف۔

کیٹ!

اس نے اپنا سیل فون نکالنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ مگر وہ وہاں نہیں تھا۔ اپنی گاڑی کا دروازہ کھولنے پر وہ اسے فلور بورڈ پر پڑا نظر آیا۔ مگر وہ ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ وہ بے بسی سے غرایا۔

جو لوگ اس کی مدد کے لیے آئے تھے اب پیچھے ہٹ رہے تھے۔ اس کی عجیب و غریب حرکتوں نے اسے خوف زدہ کر دیا تھا۔

وہ پلٹا تو اسی کی جیکٹ کھلی اور کسی کو اس کی گن نظر آ گئی۔ ’’ارے...... اس کے پاس تو گن ہے‘‘۔ وہ چلایا۔ اس کے بعد وہ سب خوف زدہ کبوتروں کی طرح تتر بتر ہو گئے۔

وہ ان کے پیچھے دوڑا ’’پلیز‘‘ مجھے فون کی ضرورت ہے۔ کوئی مجھے فون دو اپنا۔

لیکن کوئی نہیں رکا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

علیم الحق حقی

عکس در عکس

ایلکس پلٹا اور 31 ویں اسٹریٹ کی طرف دوڑنے لگا۔ سر کے زخم سے خون کے قطرے اس کی قمیص پر گر رہے تھے۔ بازو اور ٹانگیں اسے ایسے لگ رہے تھے، جیسے ان کا اس کے جسم سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ پھر بھی چڑھائی پر دوڑتا رہا، یہاں تک کہ ایسا لگنے لگا کہ اس کے پھیپھڑے گرمی سے پھٹ جائیں گے۔

آر اسٹریٹ پر پہنچ کر وہ بائیں جانب مڑا، اور اس نے اپنی رفتار دگنی کر دی، اندر جیسے توانائی کا ایک محفوظ خزانہ دریافت ہوا تھا اور وجود میں ایک اضافی گیئر کا پتا چلا تھا، جس سے وہ بے خبر تھا۔

اور جب کیٹ کا گھر اسے نظر آیا تو اس نے گن نکال کر ہاتھ میں لے لی۔

زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔

دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔

لیکن جب دیدۂ بینا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

اس نے رفتار کم کی اور جھک کر چلتے ہوئے صحن میں داخل ہوا۔ مکان میں تاریکی تھی، وہ گارڈن کے گیٹ سے عقبی صحن میں اور وہاں سے کیرج ہاؤس میں پہنچنا چاہتا تھا۔ لیکن گیٹ مقفل تھا۔ اسے بنگلے کو پھلانگنا پڑا۔ دوسری طرف پہنچ کر وہ سانس درست کرنے کیلئے رکا۔ اس کے سر میں دھمک ہو رہی تھی اور کانوں میں سنسناہٹ تھی۔ جھاڑیوں کی آڑ لیتے ہوئے وہ کیرج ہاؤس کی طرف بڑھنے لگا۔ اوپر منزل پر روشنی ہو رہی تھی۔ اس نے کئی گہری گہری سانسیں لے کر خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کی۔ گن پر اس کی گرفت سخت ہو گئی تھی۔

وہ چوکنے انداز میں بڑھتا رہا۔ پھر کیرج ہاؤس کے فرسٹ فلور پر روشنی ہوئی۔ پھر ایک کھڑکی سے اس نے کیٹ کو دیکھا۔ اس نے بالوں کو پونی ٹیل کی شکل میں باندھ رکھا تھا۔ وہ اب بھی ننگے پاؤں تھی، اور اس نے ایک لمبی ٹی شرٹ پہن رکھی تھی۔

وہ بہت آہستگی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ کیٹ کی طرف سے نظر ہٹا کر اس نے ٹٹولنے والی نگاہوں سے کیرج ہاؤس کے باہر کا جائزہ لیا۔ عقبی احاطے میں صنوبر کے تناور درخت قطار در قطار کھڑے تھے۔ اس نے سوچا، اگر وہ یہاں اسنائپر کی حیثیت سے آیا ہوتا تو اسی جگہ کا انتخاب کرتا، اس نے ایک اور گہری سانس لی۔ اب وہ خالصتاً ایک محافظ کا انداز اختیار کر رہا تھا۔ اس کی نگاہ میں ٹھہراؤ آ گیا اور قدم ہموار انداز میں بغیر کسی آہٹ کے اٹھنے لگے، اس کی محافظت کا مرکز کیٹ تھی۔

کہا جاتا تھا کہ سیکرٹ سروس والے جب یہ انداز اختیار کر لیں تو وہ چڑیوں کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ بھی شمار کر لیتے ہیں۔ شاید اس میں مبالغہ ہو۔ لیکن اس وقت ایلکس کیلئے کیٹ کو خطرے سے محفوظ رکھنا اتنا اہم تھا کہ وہ اتنا ہی حساس ہو گیا تھا۔ وہ بس اتنا چاہتا تھا کہ کیٹ پر اٹھنے والی گن کو فائر کرنے سے پہلے ہی دیکھ لے اور اس صلاحیت کیلئے اسے باقاعدہ تربیت دی گئی تھی۔

اور پھر اسے ایک جھاڑی کی اوٹ سے رائفل کی ٹیلسکوپ سائٹ کی چمک دکھائی دے گئی۔ اگر اس کی آنکھ تربیت یافتہ نہ ہوتی تو کبھی اسے دیکھ نہ پاتی۔ اس نے اپنا گن والا ہاتھ بلند کیا اور فائر کر دیا۔ ہینڈ گن کے لحاظ سے وہ ایک مشکل شاٹ تھا۔ شوٹر کو بے شک گولی نہ لگے لیکن کم از کم اس فائر کے نتیجے میں وہ راہ فرار ضرور اختیار کرے گا اور اس کے لئے یہ بھی کافی تھا۔

اس نے ٹیلسکوپک سائٹ کے عین درمیان کا نشانہ لے کر فائر کیا تھا۔ ردعمل کے طور پر رائفل کو جھٹکا لگا، وہ اوپر کو اٹھی اور اس نے شعلہ اگل دیا۔ ایلکس نے اگلے ہی لمحے اسی مقام پر چھ فائر اور کر دیئے۔ اسی لمحے کیٹ کی چیخیں سنائی دیں۔ رائفل نظروں سے اوجھل ہو گئی اور پھر بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز۔

وہ شوٹر کو نشانہ تو نہیں بنا سکا تھا مگر اس نے اپنا مقصد حاصل کر لیا تھا۔

ایلکس کیرج ہاؤس کی طرف دوڑا، دروازے سے گھستے ہوئے اسے پھر کیٹ کے چیخنے کی آواز آئی۔ لیکن اسے دیکھ کر وہ خاموش ہو گئی۔ وہ اس کی طرف لپکا اور کمر سے تھام کر اسے فرش پر گرا دیا۔ اس نے خود کو کیٹ کے لئے ڈھال بنا لیا تھا۔

”ایسے ہی رہو، باہر ایک شوٹر موجود ہے“۔ اس نے کیٹ کے کان میں سرگوشی کی۔ پھر وہ پیٹ کے بل رینگتا ہوا آگے بڑھا اور روشنی کے سوئچ پر ہاتھ مارا۔ کیرج ہاؤس تاریکی میں ڈوب گیا۔

وہ اسی طرح رینگتا ہوا کیٹ کے پاس واپس آیا ”تم ٹھیک تو ہو نا؟“ اس کے لہجے میں وحشت تھی۔

”میں ٹھیک ہوں“۔ کیٹ نے کہا اور اس کے چہرے کو ٹٹولا ”خدایا یہ تو خون ہے“

”گولی نہیں لگی ہے مجھے“ ایلکس نے اسے تسلی دی ”میرے سر پر وار کیا گیا تھا“۔

”کون تھا وہ؟“۔

”مجھے نہیں معلوم“۔ اس نے کہا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں دروازے پر جمی تھیں اور پستول اس کے ہاتھ میں تھا۔ کیٹ رینگتی ہوئی کاؤنٹر تک گئی اور وہاں سے ٹشو پیپر کا رول اٹھا لائی۔

”کیٹ، جھکی رہو“۔ اس نے سخت لہجے میں کہا:

”کیا پتا، وہ ابھی باہر موجود ہو“۔

”بے کار باتیں مت کرو۔ تمہارا خون بہہ رہا ہے“۔ کیٹ نے کہا اور ٹشو پیپرز سے اس کا چہرہ پونچھنے لگی۔ پھر اس نے اس کے سر کے زخم کا جائزہ لیا۔ یقین نہیں آتا کہ اس وار کے بعد بھی تم بے ہوش نہیں ہوئے۔

”خوف بے ہوشی کا تریاق ہے“۔

”مگر میں نے تو تمہاری گاڑی کی آواز بھی نہیں سنی“۔

”اس کے بریک کے ساتھ کارروائی کی گئی تھی۔ 31 ویں اسٹریٹ کی ڈھلان پر مجھے پتا چلا۔ بس خدا نے بچا لیا مجھے۔ لیکن گاڑی اب ڈرائیو نہیں کی جا سکتی“۔

”تو پھر تم یہاں پہنچے کیسے؟“۔

”دوڑ کر“۔

”اتنا فاصلہ......اور اس حالت میں دوڑنا“۔

”اتنا تیز میں زندگی میں کبھی نہیں دوڑا“۔

”مگر کیوں“۔

”یہ بات میری سمجھ میں آ گئی کہ میری گاڑی کے ساتھ کارروائی یہاں کی گئی ہے اور اس کا مطلب تھا کہ تم خطرے میں ہو۔ بلکہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں تمہیں نقصان نہ پہنچ چکا ہو۔ خدا کا شکر ہے“۔ جذبات سے اس کی آواز بھر آ گئی۔

کیسی ہنگامہ خیز پہلی ڈیٹ ہے یہ! ایلکس سوچ رہا تھا۔

☆☆☆

کیمل کلب کے اراکین میٹرو کے ذریعے یونین اسٹیشن پہنچے۔ وہاں انہوں نے فوڈ کورٹ میں کھانا کھایا اور اس دوران باتیں کرتے رہے۔ پھر وہ اپنی گاڑیاں لینے اسٹیشن کے پارکنگ گیراج میں گئے۔ اولیور نے وربن کے ساتھ سائیڈ کار میں سفر کرنے کو ترجیح دی۔

وہ کیلب اور ملٹن کی طرف مڑا، جو مالبیو میں بیٹھ رہے تھے۔ ”کیلب، مجھے یقین ہے کہ تم محفوظ ہو گے۔ لیکن بہرحال چوکنے رہنا“۔ اس نے کہا۔

”ایک منٹ۔“ کیلب نے تیز لہجے میں کہا:

”تم اور روبن کہاں جا رہے ہو“۔

اولیور ہچکچایا: ”روبن مجھے میرے کاٹیج پر ڈراپ کر دے گا“۔

کیلب نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ ”تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم دونوں پرسل ول جاؤ گے، جہاں وہ شخص رہتا ہے......“۔

”ٹائلر رنکے“۔ ملٹن نے اس کی بات پوری کی اور کھا جانے والی نظروں سے اولیور کو دیکھا۔

”ہاں، تم وہیں جا رہے ہو“۔ کیلب نے اپنی بات جاری رکھی۔ ”اور ہمیں ساتھ اس لئے نہیں لے جا رہے ہو کہ ہم تمہارے لئے مسئلہ بنیں گے“۔

”ذرا سوچو کیلب، تمہیں اور ملٹن کو اس طرح کے معاملات کا تجربہ نہیں۔ جبکہ روبن اور......“

”میں کچھ نہیں جانتا۔ ہم بھی چلیں گے“۔ کیلب غرایا۔

”میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا“۔ اولیور نے خشک لہجے میں کہا۔ ”اگر انہیں پتا چل گیا تو دو کے بجائے ہم چاروں پھنس جائیں گے“۔

”اجازت! ارے ہم عاقل و بالغ مرد ہیں“۔

کیلب نے بے حد وقار سے کہا۔ ”اور ہم کیمل کلب کے ممبر ہیں۔ تم ہمیں ساتھ نہیں لے جاؤ گے تو میں تمہارا پیچھا کروں گا اور مسلسل ہارن بجاؤں گا، اور تم جانتے ہو کہ میری کار کے ہارن کی آواز کتنی خوف ناک ہے“۔

”اور میں اپنے کمپیوٹر پر نقشے کی مدد سے اس کے مکان کی لوکیشن پہلے ہی سمجھ چکا ہوں“۔ ملٹن نے کہا۔ ”مکمل تفصیلات کے بغیر وہاں پہنچنا ناممکن ہے، جب کہ میرے پاس مکمل تفصیلات موجود ہیں“۔ اس نے اپنی جیب تھپ تھپائی۔

اولیور نے کیلب اور پھر ملٹن کو غور کر دیکھا۔ پھر روبن کی طرف متوجہ ہوا۔

روبن نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔ ”جو اکثریت کی رائے، وہ میری“۔

اولیور نے سر ہلا کر گویا اجازت دی۔ لیکن اس کے چہرے پر ناپسندیدگی کا تاثر تھا۔

”تو پھر کیوں نہ میری گاڑی میں چلا جائے“۔ کیلب نے خوش ہو کر کہا۔

”نہیں، ایک تو مجھے اس سائیڈ کار سے، جو موٹر سائیکل سے جڑی ہوئی ہے، محبت ہو گئی ہے۔ دوسرے آج رات یہ بہت کارآمد ثابت ہو سکتی ہے“۔

وہ ورجینیا میں روٹ 7 کی طرف چل دیئے۔

ٹائلر رنکے کا مکان مضافاتی علاقے میں تھا۔ روٹ 7 سے مڑنے کے بعد بھی آدھے گھنٹے بل کھاتی سڑکوں پر چلنا پڑا اور ملٹن کی افادیت بھی ثابت ہو گئی۔ اس نے تمام نشانیاں نوٹ کر رکھی تھیں۔ ورنہ انہیں بڑی دشواری ہوتی۔ اس نے کیلب کو روڈ کی سائیڈ میں گاڑی روکنے کا اشارہ کیا۔ روبن بھی ان کے پیچھے چلا آیا۔ وہ اور لیور موٹر سائیکل سے اترے اور کیلب کی گاڑی میں بیٹھ گئے۔

”اس کا مکان اس سڑک پر چوتھائی میل آگے ہے اور میں بتا دوں کہ وہاں اور کوئی مکان نہیں ہے“۔ ملٹن نے کہا۔

”مجھے تو یہ جگہ بھی کم سنسان نہیں لگ رہی ہے“۔ روبن کچھ نروس ہونے لگا۔

”قاتلوں کو پرائیویسی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے“۔ اولیور نے تبصرہ کیا۔

”اب بتاؤ، منصوبہ کیا ہے؟“۔ کیلب نے پوچھا۔

”میں چاہتا ہوں کہ تم اور ملٹن کار ہی میں رہو“۔

”اولیور......“۔ کیلب نے فوراً احتجاج کیا۔

”میری بات تو سن لو۔ پہلے ہم وہاں جا کر دیکھیں گے کہ گھر میں کوئی موجود ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو تم اور ملٹن یہاں واپس آ کر چوکی داری کرو گے۔ آنے جانے کا یہاں اس سڑک کے سوا کوئی اور راستہ تو ہے نہیں۔ کیوں ملٹن“۔

”درست“۔ ملٹن نے اس کی تائید کی۔

”اگر تم کسی کو آتا دیکھو تو سیل فون پر ہمیں خبردار کرو“۔

”اور تم لوگ کیا کرو گے؟ اس مکان میں گھسو گے؟“۔ کیلب نے کہا۔

”اولیور، اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہاں الارم سسٹم موجود ہوگا“۔ روبن نے پرتشویش لہجے میں کہا۔

”نہ ہوا تو یہ حیرت کی بات ہوگی“۔ اولیور نے بے پروائی سے کہا۔

”تو ہم اندر کیسے گھسیں گے؟“۔

”یہ پریشانی تم میرے لئے چھوڑ دو“۔

وہ مکان کی طرف چل دیئے۔

مکان میں اندھیرا تھا۔ بہ ظاہر تو یہی لگ رہا تھا کہ اس وقت وہاں کوئی موجود نہیں ہے۔ مکان میں گیراج نہیں تھا، اور کوئی کار بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ ملٹن اور کیلب ایسی جگہ رکے، جہاں سے وہ اپنی کار میں بیٹھ کر کسی کی نگاہوں میں آئے بغیر سڑک پر نظر رکھ سکتے تھے۔ اولیور اور روبن اپنی موٹر سائیکل پر مکان کی طرف گئے اور موٹر سائیکل کو درختوں کے ایک جھنڈ میں کھڑا کر دیا۔ اولیور نے روبن کو مکان کے عقبی حصے میں چھوڑا اور خود فرنٹ کی طرف چلا گیا۔

وہ پرانے کلیپ بورڈ کا دو منزلہ مکان تھا، جس پر سفید پینٹ کیا گیا تھا۔ دروازہ بہت مضبوط تھا۔ لیکن اس کے برابر میں ایک کھڑکی تھی۔ اولیور نے کھڑکی سے جھانکا، پھر روبن کو بھی بلا لیا۔

روبن نے بھی کھڑکی سے اندر دیکھا۔ دروازے کے عین سامنے سبز رنگ کی کوئی چمک دار چیز دیوار پر نصب تھی۔

”یہ تو بلاشبہ سیکورٹی سسٹم ہے“۔ روبن بڑبڑایا۔ ”اب کیا کہتے ہو؟“۔

اولیور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اسکرین کو بہ غور دیکھ رہا تھا۔ ”ہمیں احتیاطاً یہ بھی فرض کرنا ہوگا کہ یہاں موشن ڈیٹیکٹرز بھی ہیں۔ یوں یہ معاملہ اور پیچیدہ ہو جاتا ہے“۔

اسی وقت اندر سے کوئی چیز ان پر لپکی، اور کھڑکی سے ٹکرا کر واپس گری۔ انہیں بس دو زمرد سے چمکتے دکھائی دیئے تھے۔

وہ دونوں گھبرا کر پیچھے ہٹے۔ روبن تو بھاگنے کے لئے پلٹ رہا تھا۔ مگر اولیور نے اسے آواز دے لی۔ ”گھبرانے کی بات نہیں روبن۔ یہ مسٹر رنکے کی پالتو بلی تھی“۔ اس نے کہا۔ ہانپتا ہوا روبن دوبارہ کھڑکی کی طرف آیا اور اندر جھانکنے لگا۔ اس بار بلی اسے نظر آ گئی۔ وہ اوپر سے سیاہ تھی، اور اس کا سینہ سفید تھا۔ آنکھیں سبز تھیں اور جس کمرے میں وہ جھانک رہے تھے، درحقیقت وہ کچن تھا۔

”ملعون کہیں کی“۔ روبن نے غراتے ہوئے کہا۔ ”میں شرط لگا سکتا ہوں کہ یہ مادہ ہے“۔

”اس دعوے کی وجہ؟“۔

”کیونکہ عورتیں ہی مجھ پر ہارٹ اٹیک لادنے کی کوشش کرتی ہیں ہمیشہ“۔

اولیور کو ہنسی آ گئی۔ پھر اس نے سنجیدگی سے کہا۔ ”اس بلی کی موجودگی کی وجہ سے پیچیدگیاں تقریباً ختم ہو گئی ہیں“۔

”وہ کیسے بھلا؟“۔ روبن گویا برا مان گیا۔

”موشن ڈیٹیکٹرز والے سیکورٹی سسٹم بلی کی موجودگی میں کام نہیں کرتے“۔ اولیور نے کہا اور اپنی جیب سے سیاہ رنگ کا ایک چرمی کیس نکالا۔ اس نے اس کی زپ کھولی۔ اندر سے ایک زبردست برگلری کٹ برآمد ہوئی......سامان نقب زن!

روبن نے منہ پھیر لیا۔ ”میں اس کے بارے میں کچھ جاننا نہیں چاہتا“۔

دس سیکنڈ میں کچن کی کھڑکی کھل گئی۔

تمہیں یہ یقین کیسے تھا کہ اس کھڑکی سے سیکورٹی سسٹم منسلک نہیں ہے؟“۔ روبن نے پوچھا۔

”یہ پرانی پلاسٹر والی دیوار ہے۔ اس میں سے وائر گزارنا آسان نہیں۔ اور میں نے اپنے انسٹرومنٹ کی مدد سے وائرلیس سیکورٹی پوڈ کی طرف سے پہلے اطمینان کر لیا تھا“۔

”اوکے۔ اب میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تمہیں وائرلیس سیکورٹی پوڈ کے بارے میں معلومات کیسے ہیں“۔

اولیور نے بڑی معصومیت سے اسے دیکھا۔ ”لائبریری میں ایسی کتابوں کی کمی نہیں، جن میں یہ معلومات موجود ہوتی ہیں اور یہ کتابیں کوئی بھی پڑھ سکتا ہے“۔

دونوں کھڑکی کود کر اندر گئے۔ بلی نے فوراً ان کی پنڈلیوں سے اپنا جسم رگڑنا شروع کر دیا۔ اسے امید تھی کہ جواباً اسے پیار سے تھپ تھپایا جائے گا۔

”اب کسی اور کمرے میں داخل ہونے سے پہلے ہمیں موشن ڈیٹیکٹرز تلاش کرنا ہوگا۔ پھر میں بلی کو اس کمرے میں دھکیلوں گا، اور ہم اس کا پیچھا کریں گے۔ پیٹ کے بل رینگنے کے لئے تیار ہو جاؤ“۔ اولیور نے کہا۔

”زبردست، ویڈ نام کی یاد تازہ ہو جائے گی“۔ روبن نے بدمزگی سے کہا۔

☆☆☆

جس وقت اولیور اور روبن ٹائلر رنکے کے گھر میں گھسے، اس سے آدھا گھنٹا پہلے وارن پیٹرز اور ٹائلر رنکے تقریباً اس انداز میں ملٹن کے گھر میں گھس چکے تھے۔ اندر پہنچنے کے بعد انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

ان کا کام آسان نہیں تھا۔ کیونکہ ملٹن نے ہر دروازے پر چھ لاک لگا رکھے تھے، کھڑکیوں کو کیلیں ٹھونک کر بند کر دیا گیا تھا، یہ بات فائر فائٹنگ کے محکمے کو سخت ناپسند ہوتی، مگر انہیں پتا کیسے چلتا۔

باہر انہوں نے مکان میں پاور سپلائی کرنے والے پاور باکس کو چیک کر کے اس بات کی تصدیق کر لی تھی کہ اندر کوئی سیکورٹی سسٹم کام نہیں کر رہا ہے۔ اور ان کا اندازہ درست تھا۔

ایلکس فورڈ نے اس کے گھٹنے پر جو پنچ مارا تھا، اس کی وجہ سے ٹائلر رنکے لنگڑا رہا تھا اور وارن پیٹرز کے کوٹ کی آستین میں، اس گولی کا سوراخ موجود تھا، جو ایلکس نے اس پر چلائی تھی، جس سے وہ بال بال بچا تھا۔ اس سے پہلے وہ جارج ٹاؤن میں اس کشتی کا دوبارہ جائزہ لینے کے لئے گئے تھے، وہاں انہوں پہلے سے موجود ایلکس کو اس کشتی کا معائنہ کرتے ہوئے دیکھا، اور سمجھ لیا کہ یہ معاملہ مخدوش ہوتا جا رہا ہے۔

ان دونوں کو ایلکس اور کیٹ کو ختم کرنے میں جو ناکامی ہوئی تھی، وہ اس پر غصے سے ابل رہے تھے۔ یہ ملٹن کی خوش قسمتی تھی کہ وہ اس وقت اپنے گھر میں موجود نہیں تھا۔

انہوں نے اپنی فلیش لائٹس نکالیں اور مکان کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ ملٹن کا مکان بڑا نہیں تھا۔ مگر وہ کتابوں، مہنگے کمپیوٹرز اور ویڈیو بنانے والے مہنگے آلات سے بھرا تھا، جو اس کے ویب ڈیزائننگ کے کام کے لئے ضروری تھے۔

لیکن وہاں انہیں ایک ایسی چیز ملی، جس کی موجودگی کی انہیں امید نہیں تھی۔ وہ نگرانی کرنے والا ایک وائرلیس انفرارڈ سسٹم تھا، جو بادی النظر میں ٹریک لائٹس کی طرح نظر آتا تھا۔ وہ ہر کمرے میں موجود تھا، اور ان کی نقل و حرکت کو پوری طرح ریکارڈ کر رہا تھا۔ یہی نہیں، وہاں ایک خاموش الارم سسٹم بھی موجود تھا، جو گھریلو بجلی اور بیٹری بیک اپ کی مدد سے کام کرتا تھا۔ کئی بار کی نقب زنی سے تنگ آئے ہوئے ملٹن کو خاموش الارم کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس علاقے میں پولیس جائے واردات پر پہنچنے میں اتنا وقت لگاتی تھی کہ الارم کی آواز سے چوکنا ہو کر نقب زن پولیس کی آمد سے پہلے ہی فرار ہو جاتے تھے۔

اس تلاشی کے دوران ہر نئی دریافت پر ان کی حیرت میں اضافہ ہو رہا تھا۔

”یہ شخص پاگل ہے کیا؟“۔ کچن کی تلاشی کے دوران وارن نے کہا۔

کچن اس قدر مرتب تھا کہ اسے دیکھ کر مرتب ترین عورت بھی مرعوب ہو جائے۔

وہ اوپر ملٹن کے بیڈروم میں گئے۔ وہاں بھی یہی حال تھا۔

ٹائلر ماسٹر بیڈروم سے سر جھٹکتے ہوئے نکلا۔ وارن الماری کا جائزہ لے رہا تھا۔ ”تمہیں یقین نہیں آئے گا“۔ اس نے کہا:

”بھلا کوئی موزوں کو بھی ہینگر میں لٹکاتا ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا پہلا اور آخری آدمی ہوگا دنیا میں“۔

وہ دیکھتے اور عش عش کرتے رہے۔ موزے، انڈرویئر اور شرٹس، سب بہت ترتیب سے لکڑی کے ہینگرز میں لٹکی ہوئی تھیں۔ شرٹس کے آخر تک بٹن لگے ہوئے تھے۔ حد یہ ہے کہ آستینوں کے بٹن بھی بند تھے۔ اور سب کچھ موسموں کی ترتیب کے لحاظ سے ارینج کیا گیا تھا۔

ماسٹر بیڈروم میں کچھ غیر معمولی نہیں ملا۔ وہ دونوں اوپری منزل کے دوسرے کمرے میں گئے۔ وہ ایک طرح سے آفس تھا۔ انہوں نے ڈیسک کا جائزہ لیا۔ اس کی ترتیب بھی دیدنی تھی۔

بالآخر آفس میں انہیں کام کی ایک چیز مل گئی۔ میز کے عقب میں رسیدوں کا ایک باکس تھا۔ وہاں بھی ترتیب ہی ترتیب تھی۔ اس باکس کی تلاشی لیتے ہوئے انہیں ایک کریڈٹ کارڈ سلپ مل گئی، جس پر ایک نام لکھا تھا۔

”چیسٹٹی ہیز“ ٹائلر نے بلند آواز میں نام پڑھا۔ ”شرط لگا لو، یہ اس کی گرل فرینڈ ہوگی“۔

”مجھے اس میں شبہ ہے۔ اس طرح کے آدمی کی کوئی گرل فرینڈ بھی ہو سکتی ہے“۔

دونوں دیواروں پر لگی تصویروں کو دیکھنے لگے۔ ایک تصویر پر لکھا تھا......محبت کے ساتھ، چیسٹٹی۔ تصویر میں چیسٹٹی فوٹو گرافر کی طرف ہوائی بوسہ اچھال رہی تھی۔ قوی امکان یہی تھا کہ فوٹو گرافر ملٹن فارب ہی ہوگا۔

”دیکھا، میں نے کہا نا کہ یہ اس کی گرل فرینڈ ہوگی“۔ ٹائلر نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

”اتنی خوبصورت گرل فرینڈ، جبکہ یہ ملٹن فارب تو مجھے نفسیاتی مریض لگتا ہے“۔

”یہ نہ بھولو کہ کچھ عورتوں میں ماں مامتا بہت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ ایسے ہی محبوب تلاش کرتی ہیں اپنے لئے“۔

وارن نے اپنی جیب سے بلیک بیری سے ذرا بڑی کوئی الیکٹرونک ڈیوائس نکالی اور اس پر چیسٹٹی ہیز کا نام ٹائپ کیا۔ ایک منٹ بعد ڈیوائس پر تین امکانات کی نشان دہی ہوئی۔ واشنگٹن میں ایک ہی چیسٹٹی تھی۔ ایک بٹن دبانے پر اس کی تعلیمی قابلیت، کیریئر اور مالی پوزیشن سامنے آئی۔

ٹائلر نے ایک سطر پر انگلی رکھتے ہوئے کہا:

”یہ دیکھو، یہ کچھ عرصہ نفسیاتی اسپتال میں زیر علاج رہی ہے۔ اب سمجھ میں آیا ان کا تعلق؟ دونوں ہی نفسیاتی مریض ہیں“۔

”چلو...... یہ تو پتا چل گیا کہ وہ رہتی کہاں ہے۔ اب اگر ملٹن یہاں نہیں ہے تو امکان یہی ہے کہ اس لڑکی کے گھر پر ہوگا“۔ وارن پیٹرز نے کہا۔

”اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو یقیناً عیش کر رہا ہوتا“۔

اس لمحے مکان کے عقبی حصے سے ایک آواز سنائی دی، جسے سن کر دونوں اپنی جگہ ٹھٹھر گئے۔

پھر قدموں کی چاپ ابھری۔ اچانک ایک کراہ سنائی دی اور کسی بھاری جسم کے گرنے کی آواز......

وہ کچن میں پہنچے۔ وہاں انہیں ایک شخص بے ہوش پڑا نظر آیا۔ وردی سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کسی سیکورٹی کمپنی کا انسپکٹر ہے۔

”نادانستگی میں کوئی الارم چھیڑ بیٹھے ہوں گے ہم“۔ ٹائلر بڑبڑایا۔

”مگر یہ سوچو کہ یہ خود بہ خود تو بے ہوش نہیں ہوا ہے“۔

دونوں نے نروس انداز میں ادھر اُدھر دیکھا۔

”بس اب کھسک لو یہاں سے“۔ ٹائلر نے سرگوشی میں کہا۔

وہ مکان کے عقب سے باہر نکلے اور اپنی کار تک پہنچے، جو انہوں نے ایک بلاک دور کھڑی کی تھی۔

”کیا خیال ہے، اس حسینہ کو چھاپیں۔ اب؟“ وارن نے کہا۔

”ہرگز نہیں“۔ کسی نے عقب سے کہا۔

انہوں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ ٹام ہیمنگ وے تھا۔ جو کار کی عقبی نشست سے اٹھ رہا تھا۔ اور وہ بہت ناخوش دکھائی دے رہا تھا۔

”زیاں کی ایک اور رات تمہارا منہ چڑا رہی ہے“۔ ٹام نے کہا۔

”تم ہمارا پیچھا کرتے ہوئے آئے ہو“۔ وارن کے لہجے میں شرمندگی تھی۔

”تمہاری کل کی ناکامی کی رپورٹ کے بعد اور کیا کر سکتا تھا میں“۔

”سیکورٹی انسپکٹر کو تم نے گرایا؟ وہ زندہ ہے یا مر گیا؟“۔ ٹائلر نے ٹام سے پوچھا۔

ٹام کی اس کی سنی ان سنی کر دی۔ ”میں ایک بار پھر تم پر اس کام کی اہمیت واضح کر دوں، جو ہم کر رہے ہیں“۔ اس نے کہا: ”میرے بے شمار آدمی شامل میں اس سلسلے میں اپنی جان مار رہے ہیں۔ تم دونوں کو میں نے جو کام دیا تھا، وہ ان کے کام سے بہت ہلکا تھا اور ان بے چاروں کے برعکس تمہیں بہت خطیر تنخواہ ملتی ہے۔ مگر وہ غلطی کبھی نہیں کرتے“۔ یہ کہہ کر وہ ان دونوں کو گھورنے لگا۔ ان دونوں کی تو جیسے سانس رک گئی تھی۔ ”چلو کل اور آج جو ہوا، میں اسے تمہاری بدقسمتی سمجھ لیتا ہوں کہ کبھی کبھی آدمی اس کے پھیر میں آ جاتا ہے۔ لیکن اب اس کے بعد میں تمہارے لئے اس طرح کا کوئی عذر نہیں تراشوں گا“۔

”یہ بتاؤ، اب ہمیں کیا کرنا ہے؟“۔ ٹائلر نے پوچھا۔ وہ بہت زیادہ نروس ہو رہا تھا۔

”گھر جا کر آرام کرو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے“۔ اس نے ہاتھ بڑھایا۔ ”اس عورت کے نام کی رسید مجھے دے دو“۔

”تمہیں کیسے......“۔ ٹائلر نے کہنا چاہا۔

لیکن ٹام کی نگاہوں کی سختی نے اسے جملہ پورا نہیں کرنے دیا۔ اس نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے اور جیب سے رسید نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔ اور چند سیکنڈ میں ٹام وہاں سے غائب ہو گیا۔

ان دونوں نے سکون کی گہری سانسیں لیں۔ پھر وارن نے کہا:

”اس شخص سے مجھے بہت خوف آتا ہے“۔

ٹائلر نے اثبات میں سر ہلایا۔ ”سی آئی اے میں یہ دیومالائی کردار کی سی حیثیت رکھتا تھا۔ حد یہ ہے کہ کولمبیا میں منشیات فروش بھی اس سے مر جانے کی حد تک خوف زدہ رہتے ہیں۔ میں نے این آئی سی کے جمنازیم میں اسے ورک آؤٹ کرتے دیکھا ہے۔ اس کا جسم گرینائٹ سے ترشا ہوا لگتا ہے۔ بلی کی طرح پھرتیلا ہے یہ۔ میں نے 275 پاؤنڈ وزنی باڈی بیگ کو صرف ہاتھوں سے تباہ کرتے دیکھا ہے۔ پاؤں استعمال کرنے کی اسے اجازت نہیں تھی۔ کیونکہ اس صورت میں اس کی طرف ایک کک ہی کافی ہوتی“۔

خدا بچائے۔ یہ بتاؤ، اب کیا کرنا ہے؟“۔

”تم نے دھیان سے سنی نہیں اس کی بات، تین راتوں تک مسلسل کام بگاڑنے کے بعد اب ہمیں آرام کی سخت ضرورت ہے۔ تم میرے ساتھ ہی چلو میرے گھر پر ہی پڑے رہنا“۔ ٹائلر نے کہا۔

☆☆☆

آرلنگٹن قبرستان میں جو کچھ دیکھا تھا، اس کے بعد کارٹر گرے وہاں سے سیدھا سی آئی اے ہیڈ کوارٹر گیا۔ وہاں ایک کمرہ ایسا تھا، جس میں داخل ہونے کی اجازت صرف سی آئی اے سربراہ کو تھی، خواہ وہ موجودہ چیف ہوں یا سابقہ چیف، ہر ڈائریکٹر وہاں اپنے دور کے کسی بھی کیس کی تمام معلومات تک رسائی رکھتا تھا۔ وہاں سیف ڈیپازٹ اسٹائل کے بڑے آہنی باکس تھے، جن میں متعلقہ معلومات محفوظ تھیں۔ لینگلے میں سب سے زیادہ حفاظتی انتظامات اس کمرے کے ہی تھے۔

کارٹر نے اس والٹ کے فرنٹ پر، اس نشان پر اپنا ہاتھ رکھا، جو شناخت کے لئے تھا۔ اس والٹ پر اس کا نام لکھا تھا۔ دروازہ کھلا اور وہ اندر چلا گیا۔ جیب سے اس نے چابیاں نکال لی تھیں۔

اندر سیف ڈیپازٹ باکس تھے۔ کارٹر کو معلوم تھا کہ مطلوبہ معلومات کہاں ملیں گی۔ وہ دس نمبر باکس کے پاس جا کھڑا ہوا۔

اس نے باکس کو کھولا، اور اس میں سے چیزیں نکال کر ایک میز پر رکھیں، جو والٹ میں موجود تھی۔

جو فائل اس نے کھولی، اس پر جلی حروف JC لکھے تھے۔ جے سی کا کچھ بھی مطلب نکالا جا سکتا تھا، جیسے جینز کرائسٹ۔ لیکن کارٹر جانتا تھا کہ یہ ایک غیر معمولی انسان کے نام کے حروف ہیں......جان کار!

کارٹر سی آئی اے میں جان کار کے کارناموں کی تفصیل پڑھنے لگا۔ بار بار اس کی نگاہوں میں استعجاب مچلتا۔ کیا کیا کچھ کیا تھا اس شخص نے، اور کہاں کہاں سے بچ نکلا۔

لینگلے میں جان کار کے کیریئر کے آخری صفحات پر پہنچ کر کارٹر رکا، اختتام ویسا ہی ہوا تھا، جیسا طے تھا۔ پورے فوجی اعزاز کے ساتھ آرلنگسٹن کے قبرستان میں تدفین، حالانکہ برسوں سے اس نے کبھی فوج کے لئے کام نہیں کیا تھا اور نہ ہی مرتے وقت وہ فوجی وردی میں تھا۔ مگر اس کے بعد اس کا پورا ماضی امریکا کے ریکارڈ سے ایسے صاف کر دیا گیا تھا، جیسے بلیک بورڈ پر چاک سے لکھی ہوئی کوئی عبارت ہو اور یہ سب کچھ کارٹر گرے کے حکم پر ہوا تھا۔

جس قبر پر جان کار کے نام کا کتبہ تھا، وہاں وہ دفن نہیں کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود غالب حقیقت یہی تھی کہ وہ مر چکا تھا۔ اس پر جو اصل حملہ کیا گیا تھا، اس میں اس کی بیوی ختم ہو گئی تھی۔ لیکن وہ بچ گیا تھا۔ لیکن دوسری کوشش کامیاب کہی جاتی تھی۔ اگرچہ حتمی تصدیق کے لئے انہیں اس کی لاش نہیں مل سکی تھی۔ کیونکہ وہ سمندر میں گرا تھا۔ اور یقیناً اس کی لاش مچھلیوں کی خوراک بنی ہوگی۔

کارٹر نے سوچا کہ شاید وہ توہمات کا شکار ہو رہا ہے، جس شخص کو اس نے دیکھا، وہ جان کار کے مقابلے میں بہت دبلا پتلا اور کمزور تھا۔ کیا وہ جان کار ہو سکتا ہے؟ قوی الجثہ جان کار؟ سوچا جا سکتا ہے کہ گزرے برسوں نے اسے رگڑ ڈالا ہوگا۔ لیکن نہیں، کارٹر جانتا تھا کہ جان کار جیسے لوگوں پر عمر بھی بچ کر، ذرا ہٹ کر گزرتی ہے۔ مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ اس نے اس شخص کو جان کار کی قبر کے سامنے کھڑا دیکھا تھا۔ اور پھر وہ اچانک ہی غائب ہو گیا تھا۔ اور یہ اچانک غائب ہو جانے کا شعبدہ جان کار کے کیریئر کا سب سے بڑا عنصر رہا تھا۔

یہ سوچ کر کہ ممکنہ طور پر اس نے ایسے ایک شخص کو بہت قریب سے دیکھا، جس کے ساتھ اس کے وطن نے غداری کی تھی، کارٹر گرے کی نبض کی رفتار تیز ہو گئی۔ اور وہ کوئی عام آدمی نہیں تھا۔ وہ ریاست ہائے متحدہ امریکا کی قتل کرنے کی پرفیکٹ مشین تھا اور ایسے لوگوں کے ساتھ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ خود اپنے لوگوں کے لئے بھی ناپسندیدہ بوجھ بن جاتے ہیں۔

کارٹر گرے نے فائل کو باکس میں رکھ کر اسے لاک کر دیا۔ پھر وہ سینے پر ایک عجیب سا بوجھ لئے پرانے رازوں کے اس مقبرے سے نکل آیا۔

وہ ایک ایسے مردہ شخص سے خوف محسوس کر رہا تھا، جو ممکن ہے، اب بھی زندہ ہو۔

بعد میں اپنے گھر پر اپنے بیڈروم میں شمعیں روشن کرتے ہوئے وہ مینٹل پر رکھی تصویروں کو بار بار دیکھتا رہا۔ چند منٹ بعد بارہ بجیں گے، اور گیارہ ستمبر کا آغاز ہوگا۔ ایک اور گیارہ ستمبر!

اس نے اپنے بیڈ کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ کر بائبل کھول لی۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کارٹر گرے کیتھولک عقیدے کا تھا۔ سات سال کی عمر میں اس کا بپتسمہ ہوا تھا۔ وہ باقاعدگی سے چرچ جایا کرتا تھا۔ یہ سب والدین کی وجہ سے تھا۔ بلوغت کے بعد وہ کبھی چرچ نہیں گیا تھا۔ اس کا پیشہ ہی ایسا تھا کہ مذہب سے میل نہیں کھاتا تھا۔

اس کی بیوی بھی کٹر کیتھولک تھی اور اس کی بیٹی میگی بھی مذہب سے لگاؤ رکھتی تھی۔

اب وہ دونوں اس دنیا میں نہیں تھیں۔ لیکن ان کی وجہ سے کارٹر کا تعلق بائبل سے جڑ گیا تھا۔ مگر وہ اپنی روحانی بہتری کے لئے بائبل نہیں پڑھتا تھا۔ یہ الگ بات کہ اس سے اسے سکون سا ملتا تھا۔

وہ بلند آواز میں پڑھتا رہا۔

رات گہری ہوتی جا رہی تھی، بالآخر تصویروں کے سامنے جھکتے ہوئے اس نے دعا کی۔ دعا کرتے ہوئے اسے ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ اپنی بچھڑی ہوئی بیوی اور بیٹی سے گفتگو کر رہا ہو۔ اس معمول کے آخر میں ہمیشہ اس کا ضبط جواب دے جاتا تھا اور وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا تھا۔ ان آنسوؤں پر اسے بہرحال کبھی شرمندگی نہیں ہوئی بلکہ وہ تو اسے اپنے درد کی دوا لگتے تھے۔

مگر اس رات آنسوؤں کے دوران اس کے ذہن میں بس ایک ہی خیال تھا، قبرستان میں دفن ایک خالی تابوت کا خیال۔ اور اس کے ذہن میں ایک سوال نے سر اٹھایا۔ جان کار مرچکا یا زندہ ہے؟

☆☆☆

ٹام ہیمنگ وے اپنے اپارٹمنٹ پہنچا، چیسٹی ہینر کے نام کی رسید اس کی جیب میں محفوظ تھی۔ اس نے معمول کے مطابق اپنے لئے چائے بنائی اور کیپٹل گراؤنڈ کی طرف کھلنے والی کھڑکی میں کھڑا چائے کے گھونٹ لیتا رہا۔ گزشتہ چوبیس گھنٹوں کے دوران بہت کچھ ہوا تھا، اور اسی کے نکتہ نگاہ سے اس میں مثبت کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ احمقوں کی جوڑی، ان کے اور پیٹرز...... وہ اپنے دونوں ہدف حاصل نہیں کر سکے تھے، اور اب یہ طے تھا کہ ایلکس فورڈ اور کیٹ ایڈمز اپنے اپنے محکموں پر دباؤ ڈالیں گے کہ اس معاملے میں تفتیش کی جائے۔ دوسری طرف کارٹر گرے مردوں کے جی اٹھنے کی باتیں کر رہا تھا۔ ہیمنگ وے کے نزدیک وہ اشارہ ان تمام دہشت گردوں کی طرف تھا، جو ریکارڈ کے مطابق موت کے گھاٹ اتار دیئے جا چکے تھے۔

> زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
> دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
> لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

اس بات سے پریشان ہو کر ہیمنگ وے نے کیپٹن جیک کو پیغام بھیج دیا تھا۔

وہ کھڑکی سے پلٹ آیا اور دیوار پر آویزاں پورٹریٹ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ وہ اس کے آں جہانی والد عزت مآب فرینکلن ہیمنگ وے کی تصویر تھی، جو ڈپلومیسی کی دنیا کے دشوار ترین علاقوں میں سفیر رہے تھے۔ بلکہ ان کی آخری سفارت تو خود ان کے لئے مہلک ثابت ہوئی تھی۔ چین میں چلائی جانے والی ایک گولی نے اس شخص کی زندگی اور کیریئر کا خاتمہ کر دیا تھا، جس کی زندگی کا مقصد صرف دنیا میں امن قائم کرنا تھا۔

بیٹے نے چلنے کے لئے باپ کا راستہ منتخب نہیں کیا تھا۔ وجہ صرف یہ تھی کہ ٹام ہیمنگ وے کے خیال میں اس کے اندر وہ خوبیاں اور وہ ہنر موجود نہیں تھا، جو ایک سفارت کار کے لئے ضروری ہوتا ہے، بلکہ ان دنوں تو وہ انجینئرنگ میں ہوتا تھا۔ اب اتنے برسوں میں غصے کی وہ آگ دھیمی ہو گئی تھی، مگر پوری طرح بجھ نہیں سکتی تھی اور کیوں بجھتی، وہ آج بھی اپنے باپ کی کمی اسی طرح محسوس کرتا تھا، جیسے اس کی تدفین والے دن کی تھی۔ اس کا دکھ اب بھی ویسا ہی تھا۔ وقت اسے مٹا نہیں سکا تھا۔ بلکہ اس کی شدت اور بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

ٹائلر ان کے گھر میں فرنیچر بہت زیادہ نہیں تھا۔ کسی کام کی چیز ملنے کی امید میں اسٹون اور روبن پیٹ کے بل رینگتے ہر کمرے میں گئے۔ لیکن ہر جگہ انہیں مایوسی ہی ہوئی۔ وہ صدر دروازے کے سامنے سے گزرے، جہاں ایک اور الارم نصب تھا۔

اوپر منزل کے بیڈروم میں روبن کو کچھ نظر آیا۔ وہ نائٹ اسٹینڈ پر رکھی واحد تصویر تھی۔ اس نے تصویر کو اٹھا کر اس کا جائزہ لیا۔ ''ہمارے مسٹر رنکے چوپر پائلٹ ہیں''، اس نے کہا۔ تصویر میں ٹائلر رنکے ایک ہیلی کاپٹر کے کنٹرولز پر بیٹھا تھا۔

''ہیلی کاپٹر پر کچھ لکھا ہوا ہے؟''۔ اولیور نے پوچھا۔

''نہیں''۔ روبن نے بستر کی چادر سے فریم کو صاف کرتے ہوئے کہا: ''وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہاں کوئی فنگر پرنٹ چھوڑے''۔

اولیور ایک چھوٹا سا باکس اٹھائے ملحقہ اسٹور سے برآمد ہوا۔

''یہ کیا ہے؟''۔ روبن نے اس سے پوچھا۔

''فنانشل ریکارڈز''۔ اولیور نے باکس کھول کر کاغذات کا ایک پلندہ باہر نکالا اور اس کا جائزہ لینے لگا۔

''کوئی کام کی چیز؟''۔

''لگتا ہے کہ یہ اکاؤنٹ بوگس نام سے کھولا گیا ہے''۔ اولیور نے کہا۔ پتا تو اس مکان کا ہے، لیکن نام مختلف ہے اور میں اکاؤنٹس کے میدان میں بالکل ہی نابلد ہوں، زیادہ کچھ نہیں سمجھ سکتا''۔

''مجھے دکھاؤ''۔

روبن کچھ دیر اُن گوشواروں کا جائزہ لیتا رہا۔ کاغذات میں ان کے علاوہ ہاتھ سے لکھے ہوئے کچھ نوٹس بھی تھے۔ ''اگر یہ اکاؤنٹ رنکے کا ہی ہے تو پہلی بات تو یہ کہ وہ اپنی تنخواہ میں یہ اسٹاک خریدنے کی اہلیت نہیں رکھتا''۔

''اور دوسری بات؟''۔

''دوسری بات یہ کہ کوئی بہت بڑا واقعہ پیش آتا ہے تو اسٹاک مارکیٹ بیٹھ جاتی ہے''۔

''جیسے نائن الیون؟''۔

''ہاں، اور مسٹر رنکے اسٹاک کو پوزیشن سے مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے علم ہے کہ مستقبل قریب میں ایسا کوئی بہت بڑا واقعہ پیش آنے والا ہے، اور وہ اپنی اسی آگہی کو زبردست مالی فائدے کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے''۔ یہ کہتے ہوئے روبن نروس لگ رہا تھا۔

''یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ ایسا کوئی واقعہ رونما کرنے کے لئے کام کر رہا ہو''۔ اولیور نے خیال آرائی کی۔

☆☆☆

جہاں وہ چھپے ہوئے تھے، وہاں انہوں نے اس کار کو آتے دیکھا تو ملٹن نے اپنے سیل فون پر روبن کو کال کیا۔ لیکن سیل فون خاموش تھا۔ اس نے گھبرا کر فون کی طرف دیکھا تو اس کا دل ڈوبنے لگا۔

کیلب کی نظریں قریب آتی ہوئی ہیڈ لائٹس پر جمی تھیں۔ ''کال کرو نہیں''۔ اس نے کہا۔

''یہاں تو سگنل ہی ندارد ہیں''۔

''کیا...... کیا......؟''۔

''ہاں۔ یہاں سگنل موجود نہیں۔ میں ان سے رابطہ نہیں کر سکتا''۔

کیلب نے آتی ہوئی کار کی طرف اشارہ کیا: ''اور ممکنہ طور پر اس کار میں ایک ایسا شخص موجود ہے، جس کے نزدیک قتل کرنا کوئی بڑی بات نہیں''۔ اس نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

''لیکن کیلب، میں اس صورت حال میں کچھ بھی نہیں کر سکتا''۔

''لعنت ہو ان ہائی ٹیک آلات پر''۔ کیلب نے غصے سے کہا۔ ''ضرورت کے وقت یہ ہمیشہ ساتھ چھوڑ دیتے ہیں''۔

آنے والی کار اب رنکے کے مکان کی طرف جانے والی سڑک پر مڑ رہی تھی۔

''میں اسے پہچانتا ہوں۔ یہ ٹائلر رنکے کی کار ہے''۔ کیلب نے کہا۔

''یہ میں بھی جانتا ہوں''، ملٹن اب بہت پریشان لگ رہا تھا: ''اب ہم کیا کریں؟''۔

کیلب نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا: ''اب یہ تو ممکن نہیں کہ ہم یہاں ان بے کار آلات کے پاس ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور اولیور اور روبن قتل کر دیئے جائیں''۔

''مگر ہم کر کیا سکتے ہیں؟''۔

''کچھ تو کرنا ہے، تم بس دیکھتے رہو''۔ کیلب نے کہا اور گاڑی آگے بڑھائی۔ سڑک پر پہنچتے ہی اس نے ایکسیلیٹر پر پورا دباؤ ڈالا اور پوری رفتار سے موڑ کاٹتے ہوئے گاڑی کو رنکے کے مکان والی سڑک پر لے آیا۔ ساتھ ہی اس نے ہارن بجایا۔ اس کا دعویٰ غلط نہیں تھا۔ اس ہارن کی آواز بہت تیز اور خطرناک تھی۔

رنکے نے ہارن کی آواز سن کر عقب نما میں دیکھا۔ گاڑی جو نہایت تیز رفتاری سے پیچھے آ رہی تھی۔ ''یہ اسکول کے لڑکے ہوں گے، جنہیں کار اڑانے کا بہت شوق ہوتا ہے''۔ اس نے وارن پیٹرز سے کہا۔ ''یہ اس علاقے میں بہت کثرت سے ہوتا ہے''۔

اندر موجود اولیور اور روبن نے ہارن کی آواز سنی تو کھڑکی کی طرف لپکے۔ اسی وقت انہیں ڈرائیو وے میں داخل ہوتی گاڑی کی ہیڈ لائٹس دکھائی دیں ''شٹ...... یہ تو رنکے ہے''۔ روبن نے زیر لب کہا۔

''اور اس کا دوست بھی ساتھ ہے''۔ اولیور بولا۔ اسی لمحے اسے دور جاتی مالی بو دکھائی دی۔ ''یہ کیا حماقت ہے''۔ اس نے چڑچڑے پن سے کہا: ''میں نے انہیں کال کر کے خبردار کرنے کو کہا تھا اور یہ بچوں کی طرح یہ خوفناک ہارن بجا رہے ہیں''۔

رنکے اور وارن پیٹرز اپنی گاڑی سے اتر آئے تھے۔

اولیور اور روبن کمرے سے نکل کر زینے پر لپکے۔ صرف ایک لمحہ پہلے اولیور کو ہوش آیا اور اس نے روبن کو روکا، ورنہ وہ موشن ڈیٹیکٹر کی انفرا ریڈ شعاعوں کی رینج میں آ جاتے۔ وہ دونوں سینے کے بل رینگتے ہوئے آگے بڑھے۔

انہیں دروازہ کھولے جانے کی آواز سنائی دی تو وہ کچن کے دروازے پر پہنچ چکے تھے۔

بیپ کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر کسی نے کوڈ پنچ کیا اور وہ آواز موقوف ہو گئی۔

''اب الارم بند کر دیا گیا ہے''۔ اولیور نے سرگوشی میں کہا: ''ہم عقبی دروازے سے نکل سکتے ہیں''۔

قدموں کی آہٹیں اب ان کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ وہ دونوں دروازہ کھول کر نکلے اور عقب میں دروازہ بند کرتے ہوئے تیزی سے بھاگے۔ مکان کے کونے سے مڑتے ہی وہ وارن پیٹرز سے ٹکرائے، جو کچرے کا ڈبہ عقبی احاطے میں لا رہا تھا۔

''کیا مصیبت......''۔ وارن بس اتنا ہی کہہ سکا۔ روبن کے طاقتور گھونسے نے اسے الٹا دیا۔ کچرے کا ڈبہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

یہ آوازیں سن کر ٹائلر رنکے باہر کی طرف لپکا۔ لیکن اس کے باہر آتے آتے روبن کک لگا کر بائیک کو اسٹارٹ کر چکا تھا۔

ٹائلر رنکے نے اولیور اور روبن کو دیکھا۔ اس کا ہاتھ اپنی جیکٹ کی اندرونی جیب کی طرف لپکا۔ اس کے اور ان دونوں کے درمیان کوئی رکاوٹ حائل نہیں تھی۔ وہ انہیں بآسانی شوٹ کر سکتا تھا۔ لیکن جو ہوا، وہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

وہ خوفناک ہارن بجانے والی تیز رفتار مالی بو کار کسی بلائے ناگہانی کی طرح نازل ہوئی تھی۔

اندر گھبرایا ہوا ملٹن اپنی گنتی میں مصروف تھا۔

مالی بو نے ٹائلر رنکے کو ہٹ کیا۔ وہ کئی لڑھکنیاں کھا کر گھاس پر جا گرا۔

اسی اثنا میں وارن پیٹرز لڑکھڑاتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو رہا تھا۔

لیکن کیلب کو اس وقت صرف یہ خیال تھا کہ اس کے دوستوں کی زندگی خطرے میں ہے۔ اس نے ٹائلر رنکے کو ہٹ کرنے کے بعد ریورس گیئر لگایا اور گاڑی پوری رفتار سے دوڑا دی۔ وارن پیٹرز نے بچنے کی کوشش کی۔ لیکن گاڑی کی سائیڈ سے خود کو نہ بچا سکا۔ بہرحال اسے سنبھلنے میں چند لمحے لگے۔ مگر اسی وقت موٹر سائیکل اس کے قریب سے گزری۔ سائیڈ کار میں بیٹھا ہوا اولیور ہیلمٹ کو اسٹریپ سے تھام کر گھما رہا تھا۔ ہیلمٹ وارن پیٹرز کی کن پٹی پر لگا اور پھر اسے کچھ ہوش نہیں رہا۔

وارن پیٹرز اور ٹائلر رنکے دس منٹ بعد ہوش میں آئے۔ اس دوران کیمل کلب بہت دور جا چکے تھے۔

☆☆☆

جو کچھ ایلکس فورڈ اور کیٹ ایڈمز کے ساتھ ہوا، اس پر حکام کا ردعمل کچھ حوصلہ افزا نہیں تھا۔ پولیس کے مطابق ایلکس کی گاڑی کے بریکوں میں جو خرابی رونما ہوئی، وہ اتفاق تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ اتنی پرانی گاڑیوں میں ایسا ہوتا رہتا ہے اور کیٹ ایڈمز کے گھر میں کسی شوٹر کی موجودگی کا کوئی ثبوت نہیں تھا۔ اس کے بارے میں صرف ایلکس کا بیان تھا، جو پولیس کے نزدیک ناکافی تھا۔ اس کی چلائی ہوئی دو گولیاں حفاظتی جنگلے کے کھمبوں میں پیوست ملیں۔ ان کے علاوہ کوئی گولی نہیں ملی۔

اگلی صبح ایلکس جیری سائیکس کے آفس میں بیٹھا اس واقعہ کے سرکاری نکتہ نظر کے بارے میں تفصیل سن رہا تھا۔

جیری ٹہلتے ٹہلتے رکا اور اس نے ایلکس کو دیکھا۔ ''جن لوگوں نے حادثے کے بعد تمہاری مدد کرنے کی کوشش کی، ان کا کہنا تھا کہ تمہارا طرز عمل نارمل نہیں تھا۔ اور یہ کہ تم نے اچانک ہی پاگلوں کی طرح دوڑ لگا دی۔ تم سے میں ایسی امید نہیں کر سکتا۔ ایک بات بتاؤ، تمہاری زندگی میں کوئی تبدیلی آئی ہے تو تم مجھے اس کے بارے میں بتانا چاہتے ہو؟''۔

''بات صرف اتنی سی ہے کہ کوئی مجھے مردہ دیکھنا چاہتا ہے''۔ ایلکس نے سرد لہجے میں کہا۔

جیری اپنی کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ اس نے کافی کا مگ اٹھاتے ہوئے کہا: ''کوئی ایسا کیوں چاہے گا؟''۔

''رات کسی نے میرے سر پر ریوالور کی نال رکھ دی تھی جیری۔ اور وہ موقع ایسا تھا کہ مجھے اس سے اس عنایت کی وجہ پوچھنے کا موقع نہیں ملا''۔

''اور اس شخص کو سوائے تمہارے کسی نے نہیں دیکھا''۔ جیری نے معترضانہ لہجے میں کہا: ''چنانچہ میں تم سے پھر یہی بات پوچھوں گا کہ گزری ہوئی کل اور آج کے درمیان ایسا کیا ہو گیا کہ لوگ تمہاری جان کے درپے ہو گئے؟''۔

ایلکس ہچکچا رہا تھا۔ وہ جیری کو کشتی کی دریافت کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔ لیکن اس صورت میں یہ بات ثابت ہو جاتی کہ اس نے ڈائریکٹر کے ایک اور حکم کی خلاف ورزی کی ہے اور اس کے نتیجے میں اس بار اس کا کیریئر ختم ہی ہو جاتا۔

''یہ پوچھنے کے بجائے اس بات پر غور کرو کہ محکمے میں اتنے برس خدمات انجام دینے کے بعد اچانک ایسا کیا ہو گیا کہ میری بیان کی ہوئی حقیقت کو افسانہ، بلکہ جھوٹ سمجھا جانے لگا؟''۔

''میرا خیال ہے، وجہ تم نے خود ہی بیان کر دی''۔

''ذرا مجھے بھی تو پتا چلے''۔

''یہی کہ تم اس محکمے میں برسوں سے ہو۔ اسی کی وجہ سے تمہیں ڈائریکٹر نے معاف کر دیا...... اور یہ ابھی کل ہی کی بات ہے۔ میں اس کی جگہ ہوتا تو شاید تمہیں یہ رعایت نہ دیتا۔ میرا مشورہ ہے کہ اس موقع کو ضائع مت کرو''۔

''چلو، ٹھیک ہے۔ لیکن کم از کم کیٹ ایڈمز کے گھر کی حفاظت کا کچھ بندوبست کر دو۔ اس کے گھر میں جو کچھ میں نے دیکھا، وہ میرا تخیل ہرگز نہیں تھا''۔

''میں پولیس کو فون کر دوں گا۔ ان کی گشتی گاڑی اس علاقے کے چند راؤنڈ زیادہ لگالے گی۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اور اسے بھی میری طرف سے تحفہ ہی سمجھو''۔ جیری نے کہا اور پھر گھڑی کی طرف دیکھا۔ ''اب مجھے ایک میٹنگ میں جانا ہے اور تمہیں بھی اپنی ڈیوٹی کرنی ہے۔ اوکے؟''۔

''بالکل ٹھیک...... مجھے وائٹ ہاؤس میں ڈیوٹی کرنی ہے''۔ ایلکس نے آہ بھر کے کہا۔

''وائٹ ہاؤس میں نہیں، وائٹ ہاؤس کے باہر''۔ جیری نے توہین آمیز لہجے میں تصحیح کی۔ ''اندر پہنچنے کے لیے تو تمہیں بہت کچھ کرنا ہوگا''۔

☆☆☆

کیمل کلب کا اجلاس صبح سویرے بڑی عجلت میں کیلب کے گھر میں ہوا۔ ایجنڈے کا پہلا آئٹم لائبریرین کو اس کی بہادری پر خراج تحسین پیش کرنا تھا۔ لیکن اس میں خاصی تاخیر ہوئی، کیونکہ یہ جاننے کے بعد کہ وہ مرنے سے بال بال بچا ہے، کیلب کو الٹیاں لگ گئی تھیں۔

بالآخر وہ ٹوائلٹ سے باہر آیا۔

''کلب کے تمام اراکین تمہارے شکر گزار ہیں اور تمہیں تمہاری بے مثال بہادری پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں''۔ اولیور نے کہا۔

کیلب نے مسکراتے ہوئے ان سب سے ہاتھ ملایا۔ لیکن اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ ''مجھے خود نہیں معلوم کہ اس وقت مجھ میں کیا سما گیا تھا''۔ اس نے کہا۔ ''بس یہ احساس تھا کہ مجھے کچھ کرنا ہے اور یقین کرو، میں اتنا خوفزدہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا''۔

روبن جھرجھری سی لے کر رہ گیا۔

''بہرحال ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ رنکے اور اس کا پارٹنر ہمارے بارے میں جان چکے ہیں''۔ اولیور نے کہا۔

''اتنے یقین سے نہ کہو۔ سڑک کی نگرانی کے دوران میں نے گاڑی کی نمبر پلیٹ تبدیل کر لی تھی''۔ کیلب نے کہا۔

اس پر سبھی حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔

''ملٹن نے ان کی گاڑی کی نمبر پلیٹ کی مدد سے جتنی آسانی سے انہیں ٹریس کیا، اس نے مجھے ڈرا دیا تھا۔ میں نے سوچا، وہ اس سے بھی زیادہ آسانی سے ہمیں ٹریس کر لیں گے''۔ کیلب نے وضاحت کی۔

اسی لمحے ملٹن کے سیل فون کی گھنٹی بجی۔

اس نے فون ریسیو کیا اور دوسری طرف کی بات سنتا رہا۔ فون بند کر کے وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ''کوئی میرے گھر میں گھسا تھا۔ خاموش الارم کے نتیجے میں جو سیکورٹی گارڈ چیکنگ کے لیے میرے گھر میں داخل ہوا، اسے زخمی اور بے ہوش کر دیا گیا''۔

''کچھ چوری بھی ہوا ہے؟''۔ اولیور نے اس سے پوچھا۔

''بہ ظاہر تو ایسا نہیں لگتا۔ لیکن میرے گھر میں نگرانی کے جو اضافی آلات نصب ہیں، ان کے بارے میں سیکورٹی کمپنی کو بھی کچھ معلوم نہیں ہے''۔

''یعنی ہم یہ جان سکیں گے کہ اندر گھسنے والا کون تھا۔ یہ تو بڑی دلچسپ بات ہے''۔ اولیور نے کہا۔

''مجھے جا کر چیک کرنا ہوگا۔ میں نے ڈی وی ڈی ریکارڈر کو فریج کے پیچھے چھپا رکھا ہے''۔

''یہ خطرہ تو ہمیں مول لینا ہی ہوگا''۔ اولیور نے کہا: ''اگر یہ رنکے اور اس کے ساتھی کا کام ہے تو ہمیں ان پر فوقیت حاصل ہو جائے گی''۔

روبن نے کیلب کو لپٹاتے ہوئے کہا: ''اب اگر ان سے ٹکراؤ ہوا تو ان کی خیر نہیں۔ کیوں کیلب میرے شیر''۔

☆☆☆

صدر کی حفاظتی ڈیوٹی کا پہلا دن ایلکس فورڈ کو اچھا نہیں لگا۔ اسے توہین کا احساس ہو رہا تھا۔ وہاں سب لوگ جانتے تھے کہ وہ سینئر ایجنٹ ہے اور یہ ڈیوٹی اس کی تنزلی کا نتیجہ ہے۔ لیکن بہرحال ان کا انداز تمسخرانہ نہیں تھا۔

اور وائٹ ہاؤس کے باہر ڈیوٹی کا ایک فائدہ بھی تھا...... یہ کہ وہ پارک کا چکر لگا سکتا تھا۔

اولیور اسٹون تو وہاں موجود نہیں تھا۔ مگر اڈلفیا بہرحال مل گئی۔ وہ پارک میں ٹہل رہی تھی اور اس کی نگاہیں اولیور کے خیمے پر جمی تھیں۔

''ہیلو اڈلفیا''۔ ایلکس نے نرم لہجے میں کہا: ''میں اولیور کو تلاش کر رہا ہوں''۔

اسے حیرت ہوئی، کیونکہ جواب میں اڈلفیا پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ایلکس نے اس سے پہلے اسے کبھی روتے نہیں دیکھا تھا۔

''کیا بات ہے اڈلفیا، کیا ہوا؟''۔ اس نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔ لیکن اپنی تشویش چھپا نہیں سکا۔

اڈلفیا نے جواب دینے کے بجائے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔

''کیا ہوا اڈلفیا، تم پریشان ہو؟ طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟''۔

اڈلفیا نے نفی میں سر ہلایا، پھر ایک گہری سانس لی اور چہرے پر سے ہاتھ ہٹا لیے۔ ''کچھ نہیں...... سب ٹھیک ہے''۔ وہ منمنائی۔

ایلکس اس کا ہاتھ تھام کر اسے ایک بینچ کی طرف لے گیا۔ ''ہرگز نہیں، ضرور کوئی گڑبڑ ہے''۔ وہ بولا: ''مجھے بتاؤ، شاید میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں''۔

اڈلفیا نے چند مزید گہری سانسیں لیں اور پھر اولیور کے خیمے کی طرف دیکھا۔ ''میں جھوٹ نہیں بول رہی ایجنٹ فورڈ۔ میں بالکل ٹھیک ہوں''۔

''تم مجھے صرف فورڈ کہہ سکتی ہو''۔ ایلکس نے اس کی نظروں کے تعاقب میں اولیور کے خیمے کی طرف دیکھا۔ ''کیا اولیور کے ساتھ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے؟''۔

''مجھے نہیں معلوم''۔

''تو پھر تم روئی کیوں؟''۔

اڈلفیا نے عجیب سے نظروں سے اسے دیکھا۔ اس کے انداز میں بے بسی اور بے چارگی تھی۔ ''اولیور تم پر بہت بھروسہ کرتا ہے۔ یہ بات اس نے مجھ سے کہی تھی۔ وہ تمہیں بہت پسند کرتا ہے۔ ایجنٹ فورڈ''۔

''میں بھی اسے پسند کرتا ہوں بلکہ میں اس کا احترام بھی کرتا ہوں''۔ ایلکس نے کہا۔ پھر چند لمحوں کے توقف کے بعد بولا: ''پچھلی بار میں نے اسے دیکھا تو اس کے چہرے پر نیل تھا۔ کیا اس سے کچھ تعلق ہے تمہارے رونے کا؟''۔

اڈلفیا نے اثبات میں سر ہلایا، پھر اسے پارک والے واقعہ کے بارے میں بتایا۔ ''اس نے یہ انگلی......''۔ اس نے اپنی بیچ کی انگلی ہلا کر دکھائی۔ ''یہ انگلی اس جنگلی آدمی کے پہلو میں ماری تھی، اور وہ دیو جیسا آدمی جسی چھوٹے سے بچے کی طرح بے بس ہو کر گر گیا تھا''۔ اس نے پھر ایک گہری سانس لی۔ ''پھر اولیور نے اس کا چاقو اٹھایا اور کسی ماہر چاقو باز کے سے انداز میں پکڑا۔ لگتا تھا کہ وہ اس کا گلا کاٹ دے گا......''۔ اس کا جسم لرزنے لگا۔ ''لیکن اس نے ایسا کیا نہیں۔ پولیس آئی تو اولیور چلا گیا۔ اولیور پولیس کو پسند نہیں کرتا''۔ ''اس کے بعد سے تم نے اسے نہیں دیکھا؟''۔

اڈلفیا نے نفی میں سر ہلایا۔

ایلکس سوچ میں پڑ گیا۔ وہ اس معاملے کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''اے فورڈ......'' کسی نے اسے پکارا۔

ایلکس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ اس کا سپروائزر تھا۔

''چلو بھئی...... اب واپس چلو۔ بہ شرطیکہ کوئی ضروری کام نہ ہو تمہیں یہاں''۔ سپروائزر کے لہجے میں کاٹ تھی۔

ایلکس اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن جانے سے پہلے اس نے اڈلفیا سے کہا: ''اولیور سے کہنا، مجھے اس سے کچھ بات کرنی ہے''۔

اڈلفیا کا ردعمل حوصلہ افزا نہیں تھا''۔

''فکر نہ کرو۔ میں اسے نہیں بتاؤں گا کہ تم نے مجھے کچھ بتایا ہے۔ یہ میرا وعدہ ہے''۔

اور اڈلفیا مسکرا دی۔

☆☆☆

صدر کے برینن کے دورے کے سلسلے میں کیپٹن جیک بہت مصروف تھا۔ گیراج میں جو گاڑی تیار کی جا رہی تھی، اس کا کام شیڈول کے مطابق چل رہا تھا۔ اسنائپرز کے ٹھکانے پر وہ نہیں جا سکتا تھا۔ وہ وہاں تو اتر کے ساتھ دیکھے جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ البتہ اس نے ڈیوٹی آف کرنے کے بعد کے وقت میں الریمی اور اس کے ساتھی کے ساتھ خاصا وقت گزارا تھا۔ ان کے معاملات بھی ٹھیک جا رہے تھے۔

ایک بار وہ جمیلہ سے بھی ملا تھا۔ اس کی متلون جذباتیت کی طرف سے وہ فکر مند تھا۔ لیکن مجبوری تھی۔ اس کا کوئی متبادل فراہم کرنا اب ممکن نہیں تھا۔ اس نے اس جتا دیا تا کہ پروجیکٹ کی کامیابی کا انحصار اس کی کارکردگی پر ہے۔ اس نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ کتنے لوگ اپنی جان کی قربانی دینے والے ہیں اور اگر وہ ناکام ہو گئی تو وہ سب قربانیاں رائیگاں ہوں گی۔

یوم شکار سے پہلے اسے دو میٹنگز کرنی تھیں اور ان میں ایک آج رات طے تھی، کیونکہ کل صبح سیکرٹ ایجنٹس کی ایڈوانس ٹیم کو برینن پہنچنا تھا۔ اس کے بعد اسے اپنے شمالی کوریائی حلیف سے مل کر تمام اہم تفصیلات پر مشاورت کرنی تھی۔

تاہم کارٹر گرے چوکنا ہو چکا تھا۔ کیپٹن جیک کو اس پر حیرت تھی کہ کارٹر گرے نے خطرے کی بو سونگھنے میں اتنی دیر لگائی۔ شاید وہ اب بوڑھا ہو چکا تھا۔

اس آپریشن کے سلسلے میں انہوں نے مسلم ممالک کے تمام ممکنہ رابطہ اور وسائل استعمال کئے تھے، لیکن کیپٹن جیک کے خیال میں ہیمنگ وے کا پورا منصوبہ ایک سعی لاحاصل تھا۔ یہ الگ بات کہ یہ بات ٹام ہیمنگ وے کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، یا وہ سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔ کیپٹن جیک کے خیال میں ٹام ہیمنگ وے کا سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ وہ اب بھی لوگوں کی اچھائی پر یقین رکھتا تھا، جب کہ اچھائی وہ چیز تھی، جو بہت تیزی سے ناپید ہو رہی تھی۔ کیپٹن جیک جانتا تھا کہ اہم اور ذمہ دار لوگوں میں اچھائی ختم ہو چکی ہے۔

اپنے ہر مشن کے دوران کیپٹن جیک ہمیشہ بڑی احتیاط سے پلان نمبر دو بناتا تھا۔ اس معاملے میں بھی یہی ہوا تھا۔ کیونکہ اصل اہمیت تو صرف اور صرف دولت حاصل کرنے کی تھی...... دولت...... کثیر دولت!

☆☆☆

مضافات والے کرائے کے مکان میں انجینئر اور کیمسٹ مل کر سابق نیشنل گارڈ کے لیے تیار کئے جانے والے مصنوعی ہاتھ پر کام کر رہے تھے۔ ڈیوائس کو کس طرح استعمال کرنا ہے، یہ اسے پوری طرح ذہن نشین کرا دیا گیا تھا۔ گرفت استعمال کرنے کی، لہرانے کی اور دیگر کاموں کی وہ مشق کر رہا تھا۔ پھر پانی کی تھیلی پر اسے مشق کرائی گئی اور اس نے اس پر عبور حاصل کر لیا۔

اب وہ پوری طرح اس ہاتھ کے استعمال پر قادر تھا۔

رخصت ہونے سے پہلے اس نے ان دونوں کا شکریہ ادا کیا۔

اس کے جانے کے بعد ان دونوں نے ایک بیگ تیار کیا اور قصبے میں چلے گئے۔ وہاں انہوں نے کئی چھوٹے موٹے کام کئے۔ قصبے کے مرکز میں وہ مختلف کاروباری مراکز پر گئے۔ ہر جگہ انہوں نے ایک چھوٹا سا تحفہ چھوڑا۔ ان تحفوں کو برینن کو تاریخ میں ایک اہم مقام دلانے کے سلسلے میں کام کرنا تھا۔ قصبے کے لوگوں کو اس کا علم ہوتا تو وہ اسے ہرگز پسند نہ کرتے۔

☆☆☆

اس روز کافی تاخیر سے ایلکس کو معلوم ہوا کہ اسے برینن جانے والی ایڈوانس ٹیم میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کا موڈ خراب ہو گیا، کیونکہ اس کا مطلب کیٹ سے دوری تھا۔ مگر وہ کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔

ڈوپینٹ سرکل کے ایک ریسٹورنٹ میں وہ اور کیٹ ملے۔ کیٹ اس رات کے واقعات کے نتیجے میں طاری ہونے والے خوف سے نکل چکی تھی، بلکہ اب وہ حقیقت جاننے کے لیے کچھ کرنے کے موڈ میں تھی۔

ایلکس اس کے اعصاب کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ مگر وہ دہشت زدہ بھی ہو گیا۔

''اتنا آگے جانے کی ضرورت نہیں کیٹ''۔ اس نے کہا: ''وہ خطرناک لوگ ہیں۔ اسلحہ صرف رکھنے کے نہیں، اسے استعمال کرنے کے بھی قائل ہیں''۔

''تب تو انہیں سڑکوں پر کھلے عام دندنانے سے روکنا ضروری ہے''۔ کیٹ کے لہجے میں عزم تھا۔ ''تم سناؤ، تم برینن کے لیے کب روانہ ہو رہے ہو؟''۔

''صبح بہت سویرے، فلائٹ تو بہت مختصر ہے، لیکن کرنا بہت کچھ ہے۔ ایڈوانس ٹیم پر بہت بھاری ذمہ داری ہوتی ہے۔ خیر...... یہ سب اپنی جگہ، مجھے یہ پریشانی ہے کہ تم سے اتنا دور جا رہا ہوں۔ اگر تمہیں میری ضرورت پڑی تو......''۔

کیٹ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''فکر نہ کرو۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں اپنا خیال رکھ سکتی ہوں''۔

اسی وقت ویٹر ان کے لیے کھانا لے آیا۔

کھانے کے دوران کیٹ نے پوچھا: ''اور کوئی نئی تازہ خبر؟''۔

ایلکس نے اسے اولیور اسٹون کے بارے میں ہونے والی اڈلفیا کی گفتگو کے بارے میں بتایا۔

''تم نے بتایا تھا کہ تم کوشش کے باوجود اولیور اسٹون کے بارے میں کچھ نہیں جان سکے تھے''۔ کیٹ نے کہا: ''لیکن جو کچھ اڈلفیا نے بتایا، اس سے تو اس کے ماضی کی اہمیت سامنے آتی ہے۔ میرا خیال ہے، خاصا دلچسپ ماضی ہوگا اس کا''۔

ایلکس نے پرخیال انداز میں سر کو اثباتی جنبش دی۔ ''کیا خیال ہے، کھانے کے بعد میرے ساتھ چلو گی؟''۔

''کیوں نہیں''۔

مگر کیٹ کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ اسے کہاں لے جائے گا۔ 45 منٹ بعد وہ دونوں پارک کے سامنے کھڑے تھے۔

اولیور کے خیمے میں تاریکی تھی۔ ''لگتا تو نہیں کہ وہ موجود ہے''۔ ایلکس بڑبڑایا۔

پھر بھی وہ اس طرف گئے اور انہوں نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ خیمہ خالی تھا۔

''لگتا ہے کہ تمہارے پاس اس کا دوسرا ایڈریس بھی ہے؟''۔

''ہاں، ہے تو''۔

بیس منٹ بعد ایلکس نے اپنی گاڑی ماؤنٹ زیون قبرستان کے سامنے روکی۔

نگراں کے کاٹیج میں روشنی ہو رہی تھی۔

''یہاں رہتا ہے وہ؟ قبرستان میں!''۔ کیٹ کے لہجے میں حیرت تھی۔

''تم سمجھ رہی تھیں کہ وہ کسی عظیم الشان پینٹ ہاؤس میں رہتا ہوگا؟''۔

قبرستان کا دروازہ مقفل تھا۔ ایلکس نے پہلے کیٹ کو دروازے کے جنگلے پر چڑھایا، اور اس کے بعد خود بھی دوسری طرف اتر گیا۔

دستک پر دروازہ اولیور نے ہی کھولا۔ انہیں دیکھ کر وہ بہت حیران ہوا۔ ''ایلک، تم؟''۔ اس نے کہا، پھر متجسس نگاہوں سے کیٹ کو دیکھا۔

''اولیور، یہ میری دوست ہے...... کیٹ ایڈمز۔ یہ جسٹس ڈپارٹمنٹ میں وکیل ہے۔ مگر دنیا کی سب سے اچھی بارٹینڈر بھی ہے''۔

''آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مس ایڈمز''۔ اولیور نے اس سے ہاتھ ملایا۔ پھر اس نے ایلکس کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''بس تم سے ملنا تھا۔ سو یہاں چلے آئے''۔

''اوہ...... تو اندر آؤ نا''۔ اولیور نے کہا۔ اس نے یہ نہیں پوچھا کہ ایلکس کو اس کے اس ٹھکانے کے بارے میں کیسے پتا چلا۔

وہ اندر چلے گئے۔ اولیور کافی بنانے لگا اور وہ دونوں گردوپیش کا جائزہ لینے لگے۔ کیٹ نے شیلف سے ایک کتاب نکالی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگی۔ ''تم نے یہ ساری کتابیں پڑھی ہیں اولیور؟''۔ اس نے پوچھا۔

''ہاں...... بلکہ بیش تر ایسی ہیں جنہیں میں ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھ چکا ہوں۔ بدقسمتی سے اب پڑھنے کے لیے اتنا وقت نہیں ملتا مجھے جتنا میں چاہتا ہوں''۔

کیٹ نے ایلکس کی طرف دیکھا۔ ''یہ بہت بھاری کتاب ہے...... فلسفے کی۔ ایک روسی فلسفی کا ورک''۔

ایلکس نے نام دیکھ کر کہا: ''اس کے نوٹس تو میں پڑھ چکا ہوں''۔

''لیکن یہ روسی زبان میں ہے''۔

اولیور کچن سے آیا اور ان کی طرف کافی کی پیالیاں بڑھائیں۔

''تمہارا گھر مجھے بہت اچھا لگا اولیور''۔ کیٹ نے کہا: ''یہ ایسا ہے، جیسے کسی کالج کے پروفیسر کا گھر''۔

''ہاں...... صفائی کا فقدان، جا بہ جا گرد جمی ہوئی اور ڈھیر ساری پرانی کتابیں''۔ اولیور نے کہا اور ایلکس کی طرف مڑا۔ ''میرا خیال ہے، تم صدر کی حفاظتی ایڈوانس ٹیم کے ساتھ برینن جا رہے ہو''۔

ایلکس کا منہ کھلا، اور کھلے کا کھلا رہ گیا۔ ''یہ...... یہ تمہیں کیسے پتا چلا؟''۔

''وائٹ ہاؤس کا کام تھکا دینے والا اور خشک ہوتا ہے۔ اکتائے ہوئے لوگ دکان داروں سے باتیں کرتے ہیں اور اگر آدمی غور سے سنے تو بہت کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ لیکن آج کل لوگ سنتے کم ہی ہیں۔ بولنے کا رواج زیادہ ہے ان دنوں''۔

کیٹ مسکرا دی۔ ''ایلکس نے بتایا تھا کہ تم ایک غیر معمولی آدمی ہو اولیور اور تم سے مل کر میں اس کی مردم شناسی کی قائل ہو گئی ہوں''۔

''میں بھی آپ کو بتا دوں مس ایڈمز! یہ ایلکس خود بھی بہت خاص الخاص انسان ہے ویری اسپیشل''۔

''پلیز...... تم مجھے کیٹ پکارو گے تو زیادہ اچھا لگے گا مجھے''۔

''اب اگر میں مزید اسپیشل ہو گیا تو کسی پیٹرول پمپ پر کام کرتا نظر آؤں گا''۔ ایلکس نے کہا۔ پھر غور سے اولیور کو دیکھا۔ ''تمہارے چہرے کی حالت خاصی بہتر ہو چکی ہے''۔

''معمولی بات تھی۔ برف کی ٹکور بہت مؤثر ہوتی ہے۔ اور زخم تو میں اس سے کہیں زیادہ جھیل چکا ہوں''۔

''واقعی...... تو ہمیں اس بارے میں کچھ بتاؤ نا''۔

''رہنے دو۔ بور ہو جاؤ گے''۔

''ارے نہیں، ہرگز نہیں۔ تم سناؤ''۔

اسی وقت باہر سے آواز سنائی دی۔ وہ تینوں اٹھ کر دروازے کی طرف گئے۔ مقفل گیٹ کے اس طرف اڈلفیا کھڑی اولیور کو پکار رہی تھی۔

''ارے، اڈلفیا......''۔ اولیور نے کہا۔ پھر وہ گیا اور گیٹ کھول کر اڈلفیا کو اپنے ساتھ لے آیا۔

کیٹ نے اڈلفیا کی طرف ہاتھ بڑھایا، مگر اڈلفیا نے صرف سر کو خفیف سا خم کرنے پر اکتفا کیا۔ اس کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ تنہائی میں اولیور سے ملنے کے ارادے سے آئی تھی، اور ان دونوں کی وہاں موجودگی سے اسے مایوسی ہوئی۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

علیم الحق حقی

"مجھے نہیں معلوم تھا اڈلفیا کہ تمہیں یہ معلوم ہے کہ میں یہاں رہتا ہوں"۔ اولیور نے کہا۔

"جب تمہیں معلوم ہے کہ میں کہاں رہتی ہوں تو مجھے بھی معلوم ہونا چاہئے کہ تم کہاں رہتے ہو"۔ اڈلفیا کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔

اولیور کچھ خفیف سا ہو گیا۔ وہ خاموش بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو گھورنے لگا۔

ایلکس نے ماحول کی کشیدگی کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: "اولیور ہمیں بتا رہا تھا کہ اب اس کا چہرہ پہلے سے بہتر ہے"۔

مگر اڈلفیا کچھ نہ بولی۔

> زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
>
> دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
>
> لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

کچھ دیر ناگوار سی خاموشی رہی۔ پھر کیٹ نے کہا: "جب آپ لوگوں کو پارک سے بے دخل کرنے کی کوشش کی گئی تو آپ لوگوں کی طرف سے جن وکیلوں نے کیس لڑا، ان میں سے ایک میرا واقف کار ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ کیس بہت مشکل تھا"۔

"ہاں، سیکورٹی سروس والے ہمیں سیکورٹی رسک قرار دے رہے تھے۔ ان کا موقف خاصا مضبوط تھا"۔

اس بار اڈلفیا بھی بول پڑی۔ "اس ملک کی عظمت اس میں ہے کہ یہاں بنیادی انسانی حقوق کا بہت احترام کیا جاتا ہے"۔

اولیور نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اب دیکھو، میرے دوست اولیور نے بینر لگا رکھا ہے، جس پر لکھا ہے...... میں سچ جاننا چاہتا ہوں"۔

"یہ جملہ تو ہم سب کے دل کی آواز ہے"۔ کیٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن کبھی کبھی سچائی کسی انسان کے اندر سے نمودار ہوتی ہے"۔ اڈلفیا کے لہجے میں جوش تھا۔ "جو سچ جاننا چاہتا ہو، اسے اپنے اندر کی سچائی کو بھی تو جاننا چاہئے"۔ یہ کہہ کر اس نے باری باری سب کو تائید طلب نظروں سے دیکھا۔

اولیور کو احساس تھا کہ اڈلفیا کا نشانہ وہ ہے۔ اور وہ جزبز ہو رہا تھا۔ اس نے دھیرے سے کہا: "سچائی کے بے شمار روپ ہوتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات سچائی آدمی کی آنکھوں کے عین سامنے ہوتی ہے، پھر بھی اسے نظر نہیں آتی"۔ پھر وہ اچانک اٹھ کھڑا ہوا۔ "میں آپ لوگوں سے معذرت چاہتا ہوں۔ مگر مجھے اس وقت کہیں جانا ہے"۔

"کافی رات ہو چکی ہے اولیور"۔ ایلکس نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"بے شک، لیکن مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہاں مہمان نازل ہونے والے ہیں"۔

اب یہ کھلا اشارہ تھا۔ سب جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

ایلکس اور کیٹ نے اڈلفیا کو اس کے اپارٹمنٹ پر ڈراپ کرنے کا کہہ کر اسے ساتھ لے لیا۔ راستے میں اڈلفیا نے جو پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی، کہا: "مجھے معلوم ہے۔ وہ کسی مشکل میں پھنس گیا ہے"۔

"یہ تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو؟"۔ ایلکس نے کہا۔

"آج وہ اپنے گرانڈیل دوست کے ساتھ پارک آیا تھا۔ وہ موٹر سائیکل تھی، جس کے ساتھ سائیڈ کار ہوتی ہے نا"۔ اس کا انداز ایسا تھا، جیسے اس طرح کی موٹر سائیکل پر بیٹھنا جرم ہو۔

"گرانڈیل...... اوہ، تم شاید روبن کی بات کر رہی ہو"۔

"ہاں، وہی...... وہ مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا"۔

"مگر تم نے مشکل میں پھنسنے کی بات کس بنیاد پر کہی؟"۔

"وہ پہلے جیسا نہیں رہا۔ کچھ پریشان بھی لگتا ہے۔ میں اس سے بولتی ہوں، پر وہ مجھ سے بات ہی نہیں کرتا"۔

اس سہ پہر کو سیکرٹ سروس والوں کی مقامی پولیس کے اعلیٰ اہل کاروں سے ملاقات ہوئی۔ ایلکس بھی تماشہ دیکھ رہا تھا۔

"یہ یاد رکھنا کہ کہیں ایسے ہی کسی کمرے میں کچھ لوگ، ممکنہ طور پر کچھ ایسا کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے ہوں، جسے ہم روکنے کی تگ و دو کر رہے ہیں"۔ سیکریٹ سروس کے ایجنٹ نے کہا۔

ایلکس یہ سب کچھ پہلے بھی بار ہا سن اور دیکھ چکا تھا۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہ مکالمے اب ابھی اثر انگیزی سے محروم نہیں ہوئے۔ یہ اب بھی دھیان سے سنے جاتے اور اثر رکھتے ہیں۔

ایلکس جانتا تھا کہ سیکرٹ سروس والے روٹین کو غیر اہم کبھی نہیں سمجھتے۔ برینن میں صدر کو کوئی غیر معمولی خطرہ پیش آنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ لیکن اس سے ان کی مستعدی میں کمی نہیں آئے گی۔ وہ جانتے ہیں کہ حملہ کسی پر کہیں بھی ہو سکتا ہے اور تمام تر احتیاط اور حفاظتی انتظامات کے باوجود ہو سکتا ہے۔ رابرٹ کینیڈی پر ایک ہوٹل کے کچن میں گولی چلائی گئی تھی۔ ولیم میکنلے پر فائر اس کے پیچھے کھڑے ہوئے ایک ایسے تماشائی نے کیا تھا، جس نے ریوالور اپنے ہاتھ کی بینڈیج میں چھپا رکھا تھا۔ ابراہام لنکن کو ایک تھیٹر میں شوٹ کیا گیا تھا جبکہ جان ایف کینیڈی کو اس کی کھلی لیموزین میں نشانہ بنایا گیا تھا۔

ایلکس بس یہ دعا ہی کر سکتا تھا کہ اس کی موجودگی میں کوئی ایسا ناخوش گوار واقعہ نہ پیش آئے۔

صدارتی قافلے کے روٹ کے بارے میں تبادلہ خیال کیا گیا۔ ان مقامات کی نشان دہی کی گئی، جو ممکنہ طور پر حساس اور خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔

پھر ان کو چھوٹے گروپس میں تقسیم کر دیا گیا۔

ایک سوال جو سیکرٹ سروس والے ہمیشہ مقامی پولیس والوں سے کرتے تھے...... کیا یہاں ہتھیاروں کی فروخت میں اضافے کا رجحان دیکھنے میں آیا ہے؟ ایلکس نے بھی یہ سوال پوچھا۔

اور بھی معمولی سوالات تھے۔

"حال ہی میں پولیس کی وردیاں چوری نہیں ہوئیں؟"۔

"مقامی لوگوں میں کوئی مشتبہ آدمی؟"۔

"صدر کو ناپسند کرنے والوں میں کوئی خطرناک شخص، جو عملاً بھی ناپسندیدگی کا اظہار کر سکتا ہو"۔

"قریب ترین اسپتالوں کی لوکیشن کے بارے میں بتاؤ؟"۔

پھر وہ اس جگہ کے معائنے کے لئے گئے، جہاں تقریب ہونا تھی۔ ایلکس بڑی باریک بینی سے جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے اسنائپرز کے مورچوں کے لئے کچھ مقامات تجویز کیے۔

ایک طے شدہ اصول یہ تھا کہ صدر کی حفاظت کرنی ہے تو خود کو شاطر حملہ آور سمجھ کر سوچنے کی کوشش کرو کہ کس مقام سے کامیاب وار کیا جا سکتا ہے۔ صرف یہی نہیں، اس کے لئے مناسب وقت کون سا ہو گا اور حملہ کس انداز میں کرنا مناسب ہو گا۔

اسٹیج تیار ہو چکا تھا۔ کچھ ٹیکنیشنز ان دو بہت بڑے ٹی وی اسکرینز کی ساؤنڈ اور لائٹنگ چیک کر رہے تھے، جن کے ذریعے برینن کے لوگوں کو صدر کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا تھا، جو کہ کسی اور طرح ممکن نہیں تھا۔

ایلکس کی تجربہ کار نگاہوں کا فیصلہ تھا کہ حفاظتی نکتہ نظر سے یہ کوئی آئیڈیل مقام نہیں۔ اگر کوئی ہوشیار آدمی کچھ کرنا چاہے تو کر بھی سکتا ہے۔ گاڑیوں کے آنے اور جانے کے لئے وہاں ایک ہی راستہ تھا۔ یہ بات ایک زاویے سے اچھی تھی، تو دوسرے زاویے سے بری، لیکن یہ اچھی بات تھی کہ صدر کو یہاں صرف دو گھنٹے رکنا تھا۔

برینن واپس جاتے ہوئے ایلکس نے قصبے کا جائزہ لیا۔ یہ بھی ایک عجیب کہاوت تھی کہ بینک لوٹنے کا مناسب ترین وقت وہ ہوتا ہے، جب صدر کسی قصبے یا شہر میں آیا ہوا ہو، کیونکہ پولیس کی پوری توجہ صرف اور صرف صدر کی سیکورٹی پر مرکوز ہوتی ہے۔

ایلکس کو لگا کہ یہ کہاوت یہاں سچی ثابت ہو سکتی ہے۔ راستے میں اسے کہیں بھی پولیس والے نظر نہیں آئے۔

وہ اپنے ہوٹل واپس پہنچا، اپنے کمرے میں بیٹھے بیٹھے اس نے فیصلہ کیا کہ وہ رننگ کے لئے نکلے گا۔ کالج کی تعلیم اس نے ٹریک اسکالرشپ کے ساتھ حاصل کی تھی۔ اپنی گردن کی چوٹ کے باوجود وہ دوڑنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔ یہی ایک چیز تھی، جو اپنے جسم پر اس کے اعتماد کو بحال کرتی تھی۔

وہ سڑک پر آیا اور مشرق کی سمت دوڑنے لگا۔ اسپتال کے سامنے سے گزرنے کے بعد وہ بائیں جانب مڑا، اب اس کا رخ شمال کی طرف تھا اور اس نے اپنی رفتار اور بڑھا دی تھی۔

ایک وین اس کے قریب سے گزری، کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ اس کی طرف دیکھتا...... اور اس نے دیکھا بھی نہیں۔ دیکھتا تو بھی وہ اس عورت کو پہچان نہیں سکتا تھا۔

وین ڈرائیو کرتے ہوئے جمیلہ نے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔ وین کے پچھلے حصے میں تینوں لڑکے موجود تھے۔

ایلکس دوڑتے ہوئے آگے بڑھا تو ایک آٹو ریپئر شاپ کے سامنے سے گزرا۔ اس کی کھڑکیاں اندر تاریکی سی گواہی دے رہی تھیں۔ لیکن وہاں ایک نئی اور خاص گاڑی کی تیاری کے سلسلے میں بڑی تن دہی سے کام ہو رہا تھا۔ اگر ایلکس کو ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے، تو وہ وہاں فوراً چھاپے کا اہتمام کرتا، اور وہاں موجود ہر شخص کو گرفتار کر لیتا۔

لیکن اسے کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ جاگنگ کرتے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔ برینن کے ڈاؤن ٹاؤن ایریا میں اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کیونکہ صدر کو نہ تو وہاں آنا تھا اور نہ ہی وہاں سے گزرنا تھا۔

اپنے کمرے میں واپس پہنچ کر وہ دیر تک شاور کے نیچے کھڑا رہا۔ تھکن اور اعصابی کشیدگی پسینے کی طرح ڈھل گئی۔ آج رات اسے ایک کام اور کرنا تھا۔ اپنی پوزیشن اور ساکھ کی بحالی کے لئے اسے بہت کچھ کرنا تھا۔

☆☆☆

کیٹ بھی بہت مصروف تھی۔ اس صبح وہ بہت سویرے اٹھ گئی، اس نے لکی کے ساتھ ناشتہ کیا۔ پھر اس نے بوڑھی لکی سے ایک فرمائش کی، جو لکی نے بہ خوشی پوری کر دی۔

اس کے بعد کیٹ کیرج ہاؤس گئی اور اپنی میز پر بیٹھ کر منصوبہ بندی میں مصروف ہو گئی۔ سوچنا یہ تھا کہ اولیور اسٹون پر کیسے کام کیا جائے۔ ایلکس نے بتایا تھا کہ اس نے اولیور کے فنگر پرنٹس کو مرکزی ڈیٹا بیس تک میں تلاش کیا تھا۔ لیکن ناکام رہا تھا۔ کیٹ کے نزدیک اس بات سے دو ہی نتائج اخذ کیے جا سکتے تھے۔ یا تو اس کی زندگی میں کبھی ایسا کوئی موقع ہی نہیں آیا تھا کہ اس سے فنگر پرنٹس لئے جا سکتے۔ یا پھر ڈیٹا بیس سے اس کی شناخت اس طرح مٹا دی گئی تھی، جیسے اس کا وجود ہی نہ ہو...... مکمل طور پر۔

وہ اس سلسلے میں غور و خوض کرتی رہی۔ بالآخر اس نے ایک لائحہ عمل ترتیب دے لیا۔ اس کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ کسی عدالتی کیس کے لئے تیاری کر رہی ہو۔

پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد وہ گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔

ماؤنٹ زیون قبرستان پہنچ کر اس نے قریب ترین اور مناسب ترین مقام پر اپنی گاڑی پارک کی۔ اس وقت صبح کے ساڑھے سات بجے تھے۔ اسے اب انتظار کرنا تھا۔

لیکن اسے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔

اولیور اسٹون اپنے کاٹیج سے نکلا اور سڑک پر آیا۔ کیٹ اپنی کار میں پیچھے کی طرف ہو گئی، تاکہ اولیور اسے نہ دیکھ سکے۔ جب وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تو ایک خلاف توقع بات رونما ہوئی۔ کیو اسٹریٹ پر پارک کی ہوئی گاڑیوں کی اوٹ سے اڈلفیا برآمد ہوئی، اور اولیور کا پیچھا کرنے لگی۔

کیٹ نے چند لمحے سوچا، پھر اپنی گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اڈلفیا کے قریب پہنچ کر اس نے گاڑی روکی اور کھڑکی کا شیشہ نیچے اتارا۔ "ہے اڈلفیا، کہاں جا رہی ہو؟"۔ اس نے پکارا۔

پہلے تو اڈلفیا نے یہ ظاہر کیا، جیسے وہ اسے جانتی ہی نہیں۔ لیکن کیٹ کو بھی یاد دلانا خوب آتا تھا۔

"اوہ، تو یہ تم ہو، ہاں، یاد آیا"، بالآخر اڈلفیا نے کہا۔ پھر اس نے اسی طرف دیکھا، جہاں اولیور گیا تھا۔ اس کی نگاہوں سے تشویش جھلکنے لگی۔ کیونکہ اولیور نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

"کہیں جانا ہے تمہیں؟"۔ کیٹ نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"نہیں...... کہیں نہیں جانا مجھے...... میں آزاد ہوں۔ جو چاہوں، کر سکتی ہوں"۔ اڈلفیا کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔

"تو چلو، میں تمہیں کافی پلاؤں"۔

"میں کافی خود بھی پی سکتی ہوں۔ اپنی کمائی سے اپنی ضرورتیں پوری کرتی ہوں۔ مجھے خیرات کی ضرورت نہیں"۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ دوست دوستوں کو کافی پلاتے ہیں تو وہ خیرات نہیں ہوتی۔ ایلکس نے مجھے بتایا تھا کہ تمہیں کافی بہت پسند ہے"۔

"دوست......؟"۔

"دیکھو نا، پارک میں اولیور نے تمہاری خاطر اس لفنگے سے لڑائی کی تو دوستی ہی میں تو کی"۔

"تمہیں کیسے معلوم؟"۔

"ایلکس نے ہی بتایا تھا مجھے"۔

"مگر کیوں؟"۔

"دیکھو اڈلفیا، صرف تم ہی اولیور کی طرف سے فکر مند نہیں ہو۔ ایلکس بھی اس کی طرف سے پریشان ہے، اور وہ اس وقت شہر سے باہر ہے تو مجھے اولیور کا خیال رکھنے کا کہہ گیا ہے۔ خیر...... اب چلو۔ چل کر کافی پیتے ہیں"۔

"اور تم ایجنٹ فورڈ کی بات کیوں مانتی ہو"۔ اڈلفیا نے شک آمیز لہجے میں پوچھا۔

"تم عورت ہو کر نہیں سمجھیں، ارے، میں اس کی ویسے ہی فکر کرتی ہوں، جیسے تم اولیور کی فکر کرتی ہو، سمجھیں؟"۔

یہ سن کر اڈلفیا نے پھر اس طرف دیکھا، جدھر اولیور گیا تھا۔ پھر وہ ہچکچاتے ہوئے، دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

کیٹ اسے ایک قریبی کافی شاپ میں لے گئی۔

"تم کرتی کیا ہو؟"۔ اڈلفیا نے وہاں بیٹھتے ہی کیٹ سے پوچھا۔

"میں محکمہ انصاف میں کام کرتی ہوں"۔

"وہاں کیا انصاف کرتی ہو؟"۔

"میں لوگوں کی مدد کرتی ہوں...... ان لوگوں کی، جو انصاف سے محروم ہوں"۔

"میرے ملک میں برسوں سے...... کئی دہائیوں سے لوگ انصاف کو ترس رہے ہیں۔ ہمارے فیصلے روسی کرتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے، اور کیا نہیں کرنا، یہاں تک کہ ہم ان کی اجازت کے بغیر سانس بھی نہیں لے سکتے۔ انہوں نے جہنم بنا دیا ہے میرے وطن کو"۔

"میں جانتی ہوں۔ یہ بہت تکلیف دہ بات ہے"۔

"اسی لئے میں یہاں چلی آئی۔ یہاں میں جاب کرتی ہوں، اچھی زندگی گزار رہی ہوں"۔

کیٹ ہچکچائی۔ لیکن پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔ "تم پارک میں کیسے پہنچ گئیں؟"۔

اڈلفیا کے چہرے پر پہلے تو ضد اور سختی کا ملا جلا تاثر ابھرا۔ پھر وہ بولی: "اتنے برسوں میں کبھی کسی نے مجھ سے یہ بات نہیں پوچھی، اور آج تم نے پوچھ لی"۔ اس کی آواز لرز رہی تھی۔

"میں جانتی ہوں کہ ابھی تم مجھے ٹھیک طرح سے جانتی بھی نہیں ہو۔ مجھے تم سے کچھ پوچھنے کا حق نہیں۔ تم جواب نہیں دوگی تو بھی مجھے برا نہیں لگے گا"۔

"یہ اچھی بات ہے۔ میں اس پر بات کرنا نہیں چاہتی"۔

وہ دونوں خاموشی سے کافی کے گھونٹ لیتی رہیں۔

بالآخر اڈلفیا نے کہا: "تم نے ٹھیک کہا۔ میں اولیور کی طرف سے بہت پریشان ہوں۔ وہ کسی بڑی مشکل میں پھنس گیا ہے۔ مجھے یقین ہے اس بات کا"۔

"اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو؟"۔

اڈلفیا نے رومال نکال کر اپنی نم آنکھوں کو خشک کیا۔ "رات میں نے ٹی وی دیکھا۔ ویسے میں کبھی ٹی وی نہیں دیکھتی۔ نہ ہی کبھی اخبار پڑھتی ہوں۔ جانتی ہو کیوں؟"۔

کیٹ نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیونکہ وہاں جھوٹ کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ سب جھوٹ، بڑا جھوٹ"۔

"مگر تم نے کہا کہ رات تم نے ٹی وی دیکھا"۔

"ہاں، میں نے خبریں دیکھیں۔ اور پھر...... اڈلفیا کہتے کہتے رک گئی۔

"کیا دیکھا تم نے؟"۔

اڈلفیا اچانک خوف زدہ نظر آنے لگی۔ نہیں...... میں نہیں بتا سکتی...... میں تمہیں نہیں بتا سکتی۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ تم وکیل ہو، حکومت کے لئے کام کرتی ہو۔ میں اولیور کو کسی مصیبت میں نہیں پھنسانا چاہتی"۔

"اڈلفیا، کیا تم سمجھتی ہو کہ اولیور نے کوئی غلط کام کیا ہے"۔

"نہیں...... نہیں، یہ بات نہیں۔ میں تمہیں بتا دوں کہ اولیور بہت اچھا آدمی ہے"۔

"تو پھر بے فکر رہو۔ اسے حکومت سے کوئی خطرہ نہیں۔ اور مجھ سے تو اسے کوئی نقصان پہنچ ہی نہیں سکتا"۔

اڈلفیا اب بھی ہونٹ بھینچے بیٹھی تھی۔

"اڈلفیا، اگر تم واقعی اولیور کی طرف سے فکر مند ہو تو تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے۔ تم ہر وقت اس کا پیچھا نہیں کر سکتیں۔ تم اکیلی اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتیں"۔

چند لمحے یونہی گزر رے، پھر اڈلفیا نے ایک گہری سانس لی اور کیٹ کے ہاتھ کو تھپ تھپایا: "شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مجھے تم کو بتا دینا چاہیے۔ میں نے ٹی وی پر دیکھا...... وہ جو جزیرہ ہے نا دریا میں، وہاں سے ایک آدمی کی لاش نکالی جا رہی تھی"۔

"روزویلٹ آئی لینڈ؟"۔

"ہاں، وہی"۔

"مگر اولیور کا اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"۔

"کیسے بتاؤں۔ دیکھو، میں اولیور کو کافی پلانے کے لئے لے جانا چاہتی تھی۔ مگر اسے ایک میٹنگ میں جانا تھا"۔

"کیسی میٹنگ...... کس طرح کی میٹنگ؟"۔

"آہ...... یہی تو میں بھی سوچتی ہوں۔ آدھی رات کو کون سی میٹنگ ہوتی ہے، یہی میں نے اولیور سے کہا تھا۔ لیکن وہ چلا گیا۔ مجھے اس پر بہت غصہ آیا۔ اس نے مجھ سے کافی کا وعدہ کیا تھا، اور نجانے کس سے ملنے جا رہا تھا۔ میں نے یہ ظاہر کیا، جیسے میں گھر جا رہی ہوں، اور چھپ کر اسے دیکھتی رہی۔ اس نے ایک کیب لی اور میں بھی ایک کیب میں بیٹھ گئی۔ پیسے تو میرے پاس بھی ہوتے ہیں نا، تو کیا میں کیب میں نہیں بیٹھ سکتی"۔

"کیوں نہیں، بالکل بیٹھ سکتی ہو"۔ کیٹ نے کہا: "یہ بتاؤ، پھر کیا ہوا؟"۔

"وہ جارج ٹاؤن گیا۔ وہاں وہ کیب سے اترا، میں بھی اتر گئی۔ وہاں اس کے دوست موجود تھے، جن سے ملنے کے لئے وہ آیا تھا۔ اب میں یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کرتے کیا ہیں"۔

"پھر؟"۔

"پھر وہ ایک کشتی میں بیٹھ کر اسے کھینچتے ہوئے جزیرے کی طرف چلے گئے"۔

"پھر تم نے کیا کیا؟"۔

"کیا کرتی؟ میں کیب میں بیٹھ کر واپس چلی آئی۔ میں تیر کر جزیرے تک جا نہیں سکتی تھی۔ پھر ایجنٹ فورڈ اولیور سے ملنے آیا تو میں نے اس سے بات کی، دیکھتے ہی دیکھتے اڈلفیا کی آنکھیں بھر آئیں: "پھر میں نے ٹی وی پر وہ لاش دیکھی"۔

"تمہیں یقین ہے کہ وہ اسی رات کا واقعہ ہے؟"۔

"ٹی وی پر یہی بتایا گیا تھا"۔

"اڈلفیا تم کہتی ہو کہ اولیور نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔ لیکن تم نے خود ان لوگوں کو جزیرے کی طرف جاتے دیکھا، اور پھر وہاں اسی رات ایک آدمی قتل ہوا"۔

"اسے گن سے قتل کیا گیا تھا۔ اور اولیور کے پاس گن نہیں ہے"۔

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو۔ اور یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس کے دوستوں میں سے کسی کے پاس گن ہو"۔

اڈلفیا ہنسنے لگی: "میں ان سب کو جانتی ہوں۔ ایک جوان میں دیو جیسا ہے، اسے چھوڑ کر وہ سب چوہوں کی طرح ڈرپوک ہیں۔ ایک ان میں لائبریری میں کام کرتا ہے، کتابوں سے محبت کرتا ہے۔ دوسرا عجیب طرح کا ہے، کبھی گنتی گنتا ہے، گنگناتا ہے، سیٹیاں بجاتا ہے اور منہ سے ڈری ڈری آوازیں نکالتا ہے۔ کیوں؟ یہ مجھے معلوم نہیں"۔

"اوہ"۔

کیٹ سمجھ گئی۔

"تمہیں ان کے نام معلوم ہیں؟"۔ اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ لائبریری والا کیلب ہے، کبھی وہ بہت پرانے کپڑے پہنتا ہے۔ اولیور کہتا ہے، یہ اس کی ہابی ہے۔ مجھے تو وہ کچھ کھسکا ہوا لگتا ہے"۔

"اور دوسرے؟"۔

"وہ ون ٹوتھری کرنے والا ملٹن ہے، وہ بہت اسمارٹ ہے۔ دنیا کے بارے میں ایسی باتیں بتاتا ہے، جو میں نہیں جانتی"۔

"اور وہ دیو؟"۔

"ہاں، اس کا نام روبن رہوڈز ہے"۔

"اچھا، اگر ان میں سے کسی نے جزیرے پر اس آدمی کو قتل نہیں کیا تو بتاؤ، تمہارے خیال میں اس رات کیا ہوا"۔

"تمہاری سمجھ میں نہیں آیا؟"۔ اڈلفیا نے سرگوشی میں کہا، اس کا مطلب ہے کہ اس رات انہوں نے اسے قتل ہوتے دیکھا، اور اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے قاتل کو بھی دیکھا"۔

کیٹ کو پہلا خیال یہ آیا کہ اسے ایلکس کو یہ بات بتانی چاہیے۔ مگر پھر اسے خیال آیا کہ اس کا ردعمل یہ ہوگا کہ ایلکس سب چھوڑ کر فوراً ہی واپس آئے گا اور اس کے نتیجے میں محکمے میں اس کی پوزیشن اور خراب ہوگی۔ کون جانے، اس بار اسے نکال دیا جائے۔ پھر وہ وثوق سے یہ بھی نہیں کہہ سکتی تھی کہ اڈلفیا جو کچھ کہہ رہی ہے، سو فی صد درست ہے۔

اسے اچانک ہی ایک خیال آیا۔ "اڈلفیا، میرے ساتھ ایک چیز دیکھنے چلو گی؟"۔

"کہاں؟"۔ اڈلفیا نے اسے مشتبہ نظروں سے دیکھا۔

"وہ جگہ قریب ہی ہے۔ میرا وعدہ ہے کہ زیادہ وقت نہیں لوں گی تمہارا"۔

اڈلفیا ہچکچائی، مگر بالآخر راضی ہو گئی۔ دونوں گاڑی میں آ بیٹھیں۔

گاڑی کا رخ جارج ٹاؤن کے ساحل کی طرف تھا۔ "وہ جس کشتی میں بیٹھے تھے، تمہیں وہ یاد ہے؟ بتا سکتی ہو کہ وہ کیسی تھی؟"۔

راستے میں کیٹ نے پوچھا۔

"وہ لمبی کشتی تھی۔ بارہ فٹ کی ہوگی۔ بہت پرانی سی تھی...... بہت بوسیدہ، اور انہوں نے اسے جنک یارڈ سے نکالا تھا"۔

کیٹ اسے دریا کی دیوار کی طرف لے گئی۔ اس نے چٹانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "ذرا سا جھک کر دیکھو تو وہ تمہیں نظر آئے گی"۔

اڈلفیا نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔

"کیا یہی وہ کشتی ہے، جس میں بیٹھ کر وہ جزیرے کی طرف گئے تھے؟"۔

اڈلفیا چند لمحے بغور دیکھتی رہی، پھر بولی: "ہاں، یہی وہ کشتی ہے"۔

او مائی گاڈ! کیٹ کو اپنی سانسیں رکتی محسوس ہوئیں۔

☆☆☆

اولیور اسٹون بلڈنگ کے باہر منتظر تھا۔ کتنے ہی خوش لباس لوگ باہر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں موجود بریف کیس گواہی دے رہے تھے کہ وہ اپنے اپنے کام پر جانے کے لئے نکلے ہیں۔

اور بالآخر اس نے اسے باہر آتے دیکھا۔

جیکی سمپسن نے اپنے کندھے سے بس ایک چھوٹا پرس لٹکایا ہوا تھا۔ اس نے اولیور کی طرف دیکھا بھی نہیں، اور اس کے سامنے سے گزر گئی۔ چند لمحوں کے توقف کے بعد اولیور اس کے پیچھے چل دیا، تاکہ ان کے درمیان مناسب فاصلہ رہے۔

وہ چھوٹے قدموں سے چل رہی تھی، جبکہ اولیور کے قدم لمبے تھے۔ اس لئے چند لمحوں کے بعد اولیور کو رکنا پڑتا تھا۔ کئی بار اس کے جی میں آیا کہ اسے روک کر اس سے بات کرے۔ لیکن ہر بار ایک ایسی بات نے اسے روک دیا جس نے زندگی میں پہلے کبھی اسے ستایا نہیں تھا، جس سے اس کا بھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔ زندگی میں پہلی بار وہ نروس ہوا تھا۔

پھر وہ اخبار خریدنے کے لئے رکا اور اس کے ہاتھ سے سکے گرے تو وہ تیزی سے اس کی مدد کرنے کے لئے بڑھا۔ اس نے پیچھے سے سکے سمیٹے اور انہیں اس کی کھلی ہتھیلی پر رکھ دیا۔

اولیور کی سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں۔

جیکی نے اس کا شکریہ ادا کیا اور آگے بڑھ گئی۔

وہ ڈبلیو ایف او پہنچی تو وہ رک گیا اور اسے بلڈنگ میں داخل ہوتے دیکھتا رہا۔

نجانے کیوں وہ لڑکی اسے اس عورت کی یاد دلاتی تھی، جو برسوں پہلے اس کی زندگی میں آئی تھی۔ وہی چال ڈھال، وہی رنگت، آنکھوں کا ویسا ہی رنگ۔

وہ پلٹا اور میٹرو اسٹیشن کی طرف چل دیا۔ وہاں ان کی بہت اہم میٹنگ ہونا تھی۔

وہ طے شدہ مقام پر پہنچا تو کیمل کلب کے تمام اراکین موجود تھے، اور اس کا انتظار کر رہے تھے۔

انہوں نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا تھا کہ ملٹن کے لئے اپنے گھر سے نقب زنی کا صوتی و صوری ریکارڈ نکال کرلانے کی محفوظ ترین صورت یہی ہے کہ وہ اس سیکورٹی کمپنی کے اسٹاف کے ساتھ اپنے گھر میں داخل ہو، جیسا سائیلنٹ الارم اس کے گھر میں نصب تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں سیکورٹی کمپنی سے بات کی گئی۔

اور جب ملٹن گھر کے لئے روانہ ہوا تو کلب کے تمام اراکین کیلب کی کار میں مناسب فاصلے سے اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ گھر کے باہر دو سیکورٹی گارڈ موجود تھے، جن کے ساتھ ملٹن گھر میں گیا۔

کوئی آدھا گھنٹہ بعد ملٹن باہر آیا اور کیلب کی کار میں بیٹھ گیا۔

"لے آئے؟"۔ اولیور نے پوچھا۔

ملٹن نے اثبات میں سر ہلایا اور پشت پر لٹکے بیگ میں سے ایک ڈی وی ڈی نکالی، یہ ایکٹی ویٹڈ تھی، اس کا مطلب ہے کہ اس میں کچھ نہ کچھ ہو گا"۔

سب دوستوں کی نگاہوں میں امید تھی۔

ملٹن نے ڈی وی ڈی کو اپنے لیپ ٹاپ میں لگایا اور کئی بٹن دبائے۔

ایک منٹ بعد اس کے تاریکی میں ڈوبے گھر کا منظر اسکرین پر تھا۔

"ارے...... وہ دیکھو"۔ اولیور نے بے ساختہ کہا۔ وہ اسکرین پر ایک کارنر سے نمودار ہوتے ہوئے شخص کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

"یہ...... یہ تو رنکے ہے۔ کیلب تقریباً چیخ پڑا۔

"اور وہ رہا اس کا ساتھی"۔ روبن نے کہا: "وہ جب تم نے ہیلمٹ مار کر گرایا تھا اولیور"۔

وہ دیکھتے رہے۔ وہ دونوں دبے قدموں ایک ایک کمرے میں جا رہے تھے۔

"مائی گاڈ ملٹن، تمہارا گھر تو نقب زنوں کے لئے نہایت خطرناک ہے"۔ روبن بولا۔

"ارے...... یہ کیا نکال رہا ہے"۔ کیلب نے اچانک کہا۔

ملٹن نے وہ حصہ دوبارہ چلایا۔ "یہ تو میٹر رسید بکس ہے۔ لیکن کاغذ اس نے کون سا نکالا ہے، یہ پتا نہیں چل رہا ہے"۔

"ارے...... وہ دیکھو سیکورٹی گارڈ، اس بار اولیور بولا۔

گارڈ آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک اندھیرے میں سے کوئی چیز ان پر لپکی، اور وہ ڈھیر ہو گیا۔

"یہ...... یہ کیا تھا؟"۔ روبن نے پوچھا۔

"کوئی شخص تھا جس نے ماسک لگایا ہوا تھا"۔ اولیور نے کہا، چلو، ان میں کوئی ایک تو اتنا عقل مند ہے کہ جس نے اپنا چہرہ سامنے نہیں آنے دیا"۔

"لیکن یہ نہ رنکے تھا، اور نہ ہی اس کا ساتھی"۔ ملٹن نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تیسرا آدمی بھی ہے کوئی"۔ اولیور نے پرخیال لہجے میں کہا: "لیکن یہ ہمارے پاس ان کے خلاف بڑا مضبوط ثبوت......"۔

ملٹن کے سیل فون کے بزر کی آواز کی وجہ سے وہ اپنی بات پوری نہ کر سکا۔

ملٹن نے فون ریسیو کیا۔ "ہائی چیسٹی"۔

لیکن دوسری طرف کوئی مردانہ آواز تھی۔

ملٹن کے چہرے کا تاثر بدل گیا۔ کیا......؟ او مائی گاڈ، یہ تم کیسی باتیں کر رہے......"۔

اولیور نے جھپٹ کر فون اس سے لے لیا۔ "چیسٹی؟"۔

"میرا خیال ہے کہ موجودہ صورت حال میں حساب برابر ہو گیا۔ اگر تم ہمارے خلاف کچھ نہیں کرو گے تو ہم اس کے خلاف کچھ نہیں کریں گے"۔ دوسری طرف سے مردانہ آواز نے کہا۔ اور پھر رابطہ منقطع ہو گیا۔

اولیور نے ملٹن کی طرف دیکھا، جو بہت دہشت زدہ لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگی تھیں، مجھے افسوس ہے ملٹن، اس نے آہستہ سے کہا۔

☆☆☆

کیٹ نے اگلی صبح سے سہ پہر تک کا وقت ملٹن، روبن اور کیلب کے بارے میں ریسرچ کرتے ہوئے گزارا۔ گوگل پر اسے ملٹن کے نفسیاتی عارضے کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ لیکن اولیور اسٹون اب بھی ایک معمہ تھا۔ اس کے بارے میں کچھ پتا نہیں چلا۔

کیٹ کو ایک بات کا یقین تھا...... یہ کہ ان لوگوں نے پیٹرک جانسن کے قاتل کو دیکھ لیا تھا۔ کشتی پر لگا ہوا فون اور گولی کا کیا ہوا سوراخ ثابت کرتا تھا کہ قاتل نے ان لوگوں پر بھی فائرنگ کی تھی۔

یہ معلومات اکٹھی کرنے کے بعد وہ ماؤنٹ زیون قبرستان گئی۔ خوش قسمتی سے اولیور وہاں موجود تھا۔ وہ ایک قبر پر کام کر رہا تھا۔

"ہیلو اولیور، میں کیٹ ایڈمز ہوں۔ اس رات ہماری مختصر سی ملاقات ہوئی تھی"۔

"مجھے یاد ہے"۔ اولیور کے لہجے میں بے اعتنائی تھی۔

تم خیریت سے تو ہو؟ کچھ فکر مند لگ رہے ہو"۔

"کوئی خاص بات نہیں"۔

"تمہیں پتا ہے نا کہ ایلکس شہر سے باہر گیا ہوا ہے۔ مجھے امید تو ہے کہ تمہیں یہ بات معیوب نہیں لگے گی، اور اس کی وجہ سے تم میرے بارے میں کوئی بری رائے قائم نہیں کرو گے۔ کیونکہ میں آج رات تمہیں ڈنر کی دعوت دینے آئی ہوں"۔

"ڈنر؟"۔ اولیور نے بے حد حیرت اور بے یقینی سے دہرایا۔

"میرے گھر پر"۔ کیٹ نے کہا۔ پھر جلدی سے وضاحت کی۔ "میرا گھر تو نہیں۔ دراصل میں ایک مکان کے کیرج ہاؤس میں رہتی ہوں اور وہ مکان لوسیلا وھنٹی ہاؤس مین کا ہے۔ تم جانتے ہو انہیں؟"۔

"نہیں، میں نہیں جانتا"۔ اولیور نے بے دھیانی سے کہا۔

"اور میں چاہتی ہوں کہ تم اپنے ساتھ اڈلفیا کو...... بلکہ اپنے دوسرے دوستوں کو بھی لاؤ"۔

"یہ تمہاری مہربانی، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ...... الیور نے کہا۔ پھر کہتے کہتے چونک کر رکا اور کیٹ کو تیز نظروں سے دیکھنے لگا۔ "کن دوسرے لوگوں کی بات کر رہی ہو تم؟"۔

"روبن رہوڈز، کیلب شا اور ملٹن فارب کی۔ مجھے نایاب کتابوں کا شوق ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے، کیلب اس سلسلے میں میری مدد کر سکتا ہے۔ اور مجھے ملٹن کے نفسیاتی مسئلے میں بھی دلچسپی ہے۔ برسوں پہلے ڈی آئی اے میں ملٹن کی شان دار کارکردگی بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اور پھر سب سے بڑھ کر تم ہو...... وہ کہتے کہتے رک گئی۔ وہ بڑا معنی خیز توقف تھا۔ "مجھے یقین ہے کہ یہ بے حد کامیاب ڈنر ثابت ہوگا"۔ بالآخر اس نے سلسلۂ کلام جوڑا۔

کیٹ کا خیال تھا کہ اس طرح اولیور کا تجسس ابھارے گی تو وہ اس کی دعوت رد نہیں کر سکے گا۔

اولیور گھٹنوں کے بل جھک کر قبر کے گرد کی مٹی ہٹانے لگا۔ شاید اس طرح وہ اس کی باتوں پر غور کر رہا تھا۔ بالآخر وہ بولا: "جب کوئی اتنی محنت کر کے کسی کے بارے میں معلومات جمع کرتا ہے تو اس کی کوئی وجہ ہوتی ہے، جو عام طور پر دوسروں کے لئے اتنی کھلی اور واضح نہیں ہوتی"۔

"میں اس سے انکار نہیں کر سکتی"۔ کیٹ نے کہا۔

"تاہم میں نہیں سمجھتا کہ آج کی رات اس کے لئے مناسب ہے۔ ہمیں ابھی حال ہی میں ایک بہت بری خبر ملی ہے"۔

"مجھے یہ سن کر افسوس ہوا۔ حال ہی میں میرے اور ایلکس کے ساتھ بھی کچھ ہوا۔ پہلے تو ہم نے جارج ٹاؤن میں چٹانوں کے درمیان چھپائی گئی ایک کشتی دریافت کی، اس کے فوراً بعد کچھ لوگوں نے ہمیں قتل کرنے کی کوشش کی۔ اس کشتی میں فائرنگ کے نتیجے میں ہونے والا ایک سوراخ بھی تھا، اور کچھ خون بھی لگا ہوا تھا"۔

"اوہ...... اب میں سمجھا"۔

ایلکس اب بھی پُرسکون تھا۔ کیٹ کو احساس ہونے لگا کہ وہ درحقیقت ایک غیر معمولی آدمی ہے۔

"تو ٹھیک ہے۔ میں اپنے دوستوں سے تمہاری اس دعوت پر بات کروں گا"۔

"سات بجے کا وقت مناسب رہے گا۔ میں تمہیں پتا سمجھاؤں؟"۔

"بالکل، کیونکہ مسز وھنٹی بہر حال ایسے علاقے میں رہتی ہوں گی، جہاں سے ہم جیسے لوگوں کا گزرنا بھی ممکن نہیں"۔

کیٹ نے اسے پتا سمجھایا۔ اب میں اڈلفیا کو بتا دوں، تم لوگ اسے بھی ساتھ لے آنا"۔

"سنو کیٹ، میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہوگا"۔

"اور میرے خیال میں یہ ضروری ہے"۔ کیٹ نے مستحکم لہجے میں کہا۔

(جاری ہے)

علیم الحق حقی

"اس کی وجہ بھی بتادو"۔

"وجہ یہ ہے کہ اولیور، اس وقت تمہیں اپنے ہر دوست کی ضرورت ہے"۔

☆☆☆

ملٹن اور اڈلفیا کیلب کے ساتھ اسی گاڑی میں آئے۔ ان کے کاٹیج والے ایڈونچر کے نتیجے میں گاڑی کے انجر پنجر ڈھیلے ہوگئے تھے۔ وہ آوازیں اور دھواں، دونوں ہی ضرورت سے زیادہ نکال رہی تھی۔

روبن اور اولیور انڈین موٹر سائیکل پر الگ آئے تھے۔

کیٹ ان کی منتظر تھی۔ اس نے ان کے لیے دروازہ کھولا۔ "واہ...... بڑی زبردست بائیک ہے"۔ اس نے روبن سے کہا۔

روبن نے کیٹ کے سراپا کو سراہنے والی نظروں سے دیکھا۔ "کبھی میرے ساتھ چل کر دیکھنا، لطف آجائے گا"۔ اس نے کہا: "یہ سائیڈ کار بڑے کمال کی چیز ہے"۔

ملٹن کیٹ کے لیے گل دستہ لایا تھا۔ وہ اس نے اس کی طرف بڑھا دیا۔

"بہت شکریہ ملٹن، بہت خوبصورت پھول ہیں"۔

لیکن ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ملٹن کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ وہ بہت حیران ہوئی۔

اولیور سب کے بعد گھر میں داخل ہوا۔ وہ نئے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور اس کے ہاتھ میں ہیلمٹ تھا۔ "پہلے یہ بتاؤ کہ ایجنڈا کیا ہے؟"۔ اس نے وقت ضائع کیے بغیر دریافت کیا:

> زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
>
> دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
>
> لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

"کیوں ڈنر کا لطف خراب کرتے ہو"۔ کیٹ نے کہا۔

"ہم اس وقت کسی پُرلطف صورتحال سے دوچار نہیں ہیں"۔ اولیور نے جواب دیا۔

"ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن بے فکر رہو۔ تمہیں بہت کام کی معلومات حاصل ہونے والی ہیں"۔

اسی وقت لکی آگئی۔ وہ بڑے خوش گوار موڈ میں تھی۔ وہ مشروب سرو کرنے لگی۔ یوں ڈنر سے پہلے ایک گھنٹا بہت پُرلطف رہا۔

کھانے کا دور شروع ہوا۔ روبن اور کیلب بڑی رغبت سے کھا رہے تھے۔ اولیور، اڈلفیا اور ملٹن محض ٹونگ رہے تھے۔ لائبریری میں کافی سرو کی گئی۔ لکی نے سگار پیش کیے۔ صرف روبن نے ہی سگار سلگایا۔

لکی روبن کے برابر ہی بیٹھ گئی:

"مجھے سگار پینے والے مرد اچھے لگتے ہیں"۔ اس نے اس کا کندھا شفقت سے تھپتھپاتے ہوئے کہا: "تم بہت شاندار آدمی ہو"۔

روبن نے اسے الجھن بھری نظروں سے دیکھا۔

کیٹ بڑی ترتیب سے گفتگو کا رخ انٹیلی جنس کی طرف موڑنے میں کامیاب ہوگئی۔

روبن باتیں کرتا رہا۔ کیلب کتابوں کا جائزہ لینے لگا۔ لکی اس کے ساتھ لگ گئی۔ وہ اسے کتابوں کے بارے میں بتا رہی تھی۔

کیلب کی خوشی کی کوئی حد نہیں تھی۔ وہ نایاب کتابوں کا رسیا تھا اور یہاں ان کی کمی نہیں تھی۔ وہ کتابوں کے سوا سب کچھ بھول گیا۔ وہ لکی کو پرانی کتابوں کو محفوظ کرنے کی ترکیبیں بتا رہا تھا۔ لکی بھی خوش تھی۔

"تم میرے لیے یہ کام کردو گے؟"۔

"بڑی خوشی سے"۔ کیلب نے جواب دیا۔

"لکی" بالآخر کیٹ نے مداخلت کی: "اب ہم کیرج ہاؤس میں جائیں گے۔ مجھے تمہارے دوستوں سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں"۔

"ٹھیک ہے ڈیئر"۔ لکی نے کہا۔ پھر کیلب کا بازو تھپتھپایا: "تم دوبارہ آؤ گے نا ڈیئر؟"۔

"اب تو آپ چاہیں بھی تو مجھے اس لائبریری سے دور نہیں رکھ سکتیں"۔

وہ کیٹ کے ساتھ باہر آئے اور کیرج ہاؤس کی طرف چل دیئے۔ وہاں ایک بڑی میز کے گرد وہ بیٹھ گئے۔

"میرا خیال ہے، تم نے اپنے دوستوں کو بتا دیا ہوگا۔ کہ ہم نے تمہاری کشتی ڈھونڈ لی تھی"۔ کیٹ نے بات شروع کی۔ وہ اولیور سے مخاطب تھی۔

"ہاں، میں بتا چکا ہوں"۔ اس نے کن انکھیوں سے اڈلفیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "بلکہ میں نے انہیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ بعض نامعلوم وجوہات کی بنا پر تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے اس بوٹ پر سفر کیا اور ہم جزیرے میں بھی تھے"۔

"یہ میرا خیال نہیں ہے۔ میں یہ بات یقینی طور پر جانتی ہوں اور اب میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ جزیرے میں تم نے کیا دیکھا"۔ کیٹ نے کہا۔

"اس بات کا کوئی ثبوت ہے کہ ہم نے وہاں کچھ دیکھا"۔

اولیور نے تیز لہجے میں کہا: "اگر اڈلفیا نے تمہیں یہ بتا ہی دیا کہ یہ ہمارا پیچھا کرتے ہوئے دریائے تک آئی اور اس نے ہمیں کشتی میں بیٹھ کر جزیرے کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم نے وہاں اس شخص کو مرتے ہوئے بھی دیکھا"۔

"مجھے یقین ہے کہ تم نے سب کچھ دیکھا اور میرا خیال ہے کہ پیٹرک جانسن کے قاتل کو وہاں تمہاری موجودگی کا پتا بھی چل گیا تھا۔ اسی لیے تمہیں بھاگنا پڑا۔ یہ مان لیں، تبھی تو کشتی میں گولی کا سوراخ سمجھ میں آتا ہے اور خون کا دھبہ بھی۔ مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ تم لوگوں نے سیدھے جا کر پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی"۔

"تمہارے لیے یہ کہنا بہت آسان ہے"۔ روبن اچانک ہی بولا:

"تم ہوتیں ہماری جگہ تو وہ یقین کر لیتے، لیکن ذرا ہمیں دیکھو۔ ہم نفسیاتی مسائل سے دوچار لوگ، پولیس ہماری سنتی؟"۔

"تو تم اعتراف کر رہے ہو کہ تم نے وہاں قتل ہوتے دیکھا؟"۔

کیلب کچھ کہنے ہی والا تھا، مگر اولیور نے اسے روک دیا:

"ہم نے کوئی اعتراف نہیں کیا اور نہ ہی ہمارے پاس اعتراف کرنے کو کچھ ہے"۔ اس نے کہا۔

"اولیور، میں تم لوگوں کی مدد کرنے کی کوشش کر رہی ہوں"۔ کیٹ نے کہا۔ "اور یہ نہ بھولو کہ جب میں نے اور ایلکس نے تمہاری چھپائی ہوئی وہ بوٹ دریافت کی تو اس کے فوراً بعد ہم پر قاتلانہ حملہ ہوا"۔

روبن نے اولیور کو الجھن بھری نظروں سے دیکھا۔ "اولیور تم نے ہمیں یہ بات نہیں بتائی"۔

"اور چیسٹی کا کیا ہوگا۔ اسے جوان لوگوں نے اغوا کر لیا ہے"۔ ملٹن ہڑبڑا کر بولا۔ قاتلانہ حملے کا سن کر وہ خوف زدہ ہو گیا تھا۔

سب ملٹن کی طرف متوجہ ہوگئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کی آنکھیں بھر آئیں اور آنسو اس کے رخساروں پر بہنے لگے۔

"اگر کوئی اغوا ہوا ہے تو اس کی اطلاع فوری طور پر پولیس کو دینی چاہیے"۔ کیٹ نے کہا۔

"یہ اتنا سادہ اور آسان معاملہ نہیں ہے"۔ کیلب نے اولیور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اولیور اب نظریں جھکائے بیٹھا تھا۔ "بات یہ ہے کہ ہم اس معاملے میں پولیس سے مدد نہیں لے سکتے"۔

"اولیور، ہم ایک ٹیم کی طرح کام کر سکتے ہیں"۔ کیٹ نے کہا: "کوئی حل تو نکلے گا"۔

"ہاں، کیوں نہیں"۔ روبن نے اولیور سے کہا: "دیکھو نا، ان کی سرکاری حیثیت ہے، محکمہ انصاف سے تعلق ہے ان کا۔ ہم تو بے حیثیت لوگ ہیں۔ اپنی الجھنیں بڑھانے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتے"۔

"یہ بات ٹھیک ہے۔ کیلب نے اس تائید کی۔ "تمہیں مل کر کام کرنا چاہیے"۔

مگر اولیور، اب بھی خاموش تھا۔

روبن نے اپنا سگار ایش ٹرے میں مسل دیا۔ "پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ ہمارے لیڈر کے پاس کہنے کو کچھ بھی نہیں ہے، لہٰذا میں کیمل کلب کا ہنگامی اجلاس فوری طور پر طلب کر رہا ہوں اور میں قرارداد پیش کرتا ہوں کہ ہمیں کیٹ کو سب کچھ بتا دینا چاہیے۔ ہے کوئی میری بات کی تائید کرنے والا؟"۔

"میں تائید کرتا ہوں"۔ کیلب نے بلا تاخیر کہا۔

روبن نے بھی ہاتھ اٹھا کر تائید کی۔

وہ سب اولیور کو گھور رہے تھے۔

"تو یہ کیمل کلب کا متفقہ فیصلہ ہے"۔ روبن نے کہا۔

"یہ کیمل کلب کیا ہے؟"۔ کیٹ کے لہجے میں الجھن تھی۔

"میں بتاتا ہوں......"۔ بالآخر اولیور نے سر اٹھاتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

"کیا...... کیا کہا تم نے؟ کیا کر دیا......؟"۔ ایلکس کی آواز معمول سے زیادہ بلند تھی۔ کیٹ نے اس کے موبائل فون پر کال کیا تھا۔ وہ صبح کا وقت تھا، اور وہ ریوالور کو ہولسٹر میں رکھ رہا تھا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم پریشان ہو جاؤ گے۔ اسی لیے میں نے تمہیں فون کرنے کے لئے صبح کا انتظار کیا۔ دوسری طرف سے کیٹ نے کہا:

"تو تمہیں مجھ سے داد کی توقع تھی، کیا کہوں میں...... واہ کیٹ، تم نے تو کمال کر دیا۔ اور یہ کہ مجھے بہت خوشی ہے کہ تم ابھی تک زندہ ہو۔ لاش نہیں بنیں!"۔

"میں نے تمہیں بتایا تو تھا کہ میں اولیور اسٹون اور اس کے دوستوں کو چیک کروں گی۔ اور تم نے اعتراض نہیں کیا تھا"۔

"اس وقت مجھے یہ علم نہیں تھا کہ وہ اس قتل کے عینی شاہد ہیں اور میں نے تم سے یہ صاف طور پر کہا تھا کہ پیٹرک جانسن کے قتل والے معاملے سے دور ہی رہنا"۔

"تو یہ تو مجھے بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ پیٹرک جانسن کے قتل کے عینی شاہد ہیں۔ اب پلیز، سکون سے میری بات سنو، مجھے تمہیں بہت کچھ بتانا ہے"۔ کیٹ نے کہا، اور کئی منٹ تک بولتی رہی۔ رات اولیور نے اسے جو کچھ بتایا تھا، وہ سب اس نے ایلکس کو سنا دیا۔

اس کے خاموش ہونے کے بعد ایلکس نے بے یقینی سے اپنے سر کو جھٹکا۔ "اوکے...... اوکے...... تم مجھے یہ بتا رہی ہو کہ انہوں نے جانسن کو قتل ہوتے دیکھا، اور وہ یہ سوچ کر پولیس کے پاس نہیں گئے کہ پولیس یہ نہ سمجھ لے کہ وہ اس میں ملوث ہیں؟"۔

"ہاں۔ اولیور پولیس کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتا۔ ممکن ہے، اپنے ماضی کے کسی معاملے کی وجہ سے"۔

"پھر انہوں نے قاتلوں میں سے ایک کے بارے میں معلومات بھی حاصل کر لیں اور اس کے گھر میں بھی جا گھسے، جہاں وہ خود قتل ہونے سے بال بال بچے؟"۔

"ہاں"۔

"اور جس وقت وہ قاتل کے گھر کو کھنگال رہے تھے، عین اسی وقت قاتل اپنے ساتھی کے ہمراہ ملٹن فارب کے گھر میں گھسا ہوا تھا۔ اور اس دوران ایک پوشیدہ کیمرا ان کو شوٹ کر رہا تھا؟"۔

"ہاں۔ لیکن وہ اسی فلم کو لے کر پولیس کے پاس نہیں جا سکتے۔ کیونکہ قاتلوں نے ملٹن کی گرل فرینڈ کو اغوا کر لیا ہے"۔

"انہوں نے بھی قاتلوں کے نام نہیں بتائے؟"۔

"میرا خیال ہے، انہیں ان میں سے صرف ایک کا نام معلوم ہے"۔

"لیکن فلم میں انہیں دیکھ کر تو تم انہیں پہچان سکتی ہو"۔

"انہوں نے مجھے فلم نہیں دکھائی ہے"۔

"کیوں بھئی؟"۔

"وہ پہلے تمہیں دکھانا چاہتے ہیں"۔

"زبردست، کیونکہ میں یہاں اتنی دور بیٹھا ہوں اور یہاں سے ہل نہیں سکتا۔ کیونکہ صدر صاحب کل یہاں پہنچ رہے ہیں"۔

"میں نے بہت کوشش کی انہیں قائل کرنے کی۔ لیکن وہ آمادہ نہیں ہوئے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ تمہیں جانتے ہیں، مجھے نہیں، جو کچھ انہوں نے مجھے بتایا، وہ بھی میری سرتوڑ کوشش کا نتیجہ تھا۔ اولیور کو تم پر بھروسہ ہے، مجھے نہیں"۔

ایلکس اپنا سر سہلانے لگا: "چلو ٹھیک ہے۔ اب یہ بتاؤ، تمہارے پاس کوئی منصوبہ ہے؟"۔

"میں سوچتی ہوں کہ کیوں نہ ہم سب کل تم سے ملنے کے لیے وہاں آجائیں"۔

"کل...... کل کا تو دن ہی صدر صاحب کا ہے۔ خود سوچو......"۔

"جانتی ہوں۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ کل تمہاری ملاقات کیمل کلب سے ہو جائے"۔

"کیا...... کیا کہا تم نے؟"۔

"اوہ...... میں تمہیں بتانا بھول گئی، اولیور اور اس کے دوست اپنے گروپ کو کیمل کلب کہتے ہیں۔ یہ ایک تنظیم ہے، جو سازشوں پر نظر رکھنے کے لیے برسوں سے کام کر رہی ہے۔ برسوں پہلے سیکریٹری دفاع کا اسکینڈل یہی لوگ منظر عام پر لائے تھے، جو کچھ دفاعی معاہدوں اور سودوں میں رشوت لیتے رہے تھے اور انہوں نے جس طرح اس بدعنوانی کا سراغ لگایا، وہ حیرت انگیز تھا"۔

ایلکس اپنے بیڈ پر دراز ہوگیا، اور آنکھیں بند کر لیں۔ "کیمل کلب؟ مجھے تو یہ مذاق لگتا ہے، کہہ دو کیٹ کہ یہ مذاق ہے"۔

"اس بات کو چھوڑو، یہ اہم نہیں ہے"۔ کیٹ نے کہا۔

ایلکس اچھل پڑا۔ "اہم نہیں ہے!"۔

"ایلکس پلیز، میری بات سنو، ان لوگوں نے اس کیس کے بارے میں بھی ناقابل یقین تحقیقاتی کام کیا ہے"۔

ایلکس سنجیدہ ہوگیا۔ "ٹھیک ہے۔ تم لوگ یہاں آجاتے ہو، پھر؟"۔

"ہم تقریب میں شرکت کریں گے، پھر مل بیٹھیں گے۔ وہ لوگ تمہیں فلم دکھائیں گے اور تمہیں اس قاتل کا نام بتائیں گے، پھر ہم آگے کی سوچیں گے"۔

"مقصد یہ کہ مجھے اس معاملے کو سیکرٹ سروس کی طرف لے جانا ہوگا؟"۔

"ہاں۔ تمہارے پاس نام بھی ہوگا اور فلم بھی، یہ ٹھوس ثبوت ہیں۔ ہمیں چیسٹی کو بازیاب کرانا ہوگا۔ ملٹن کی حالت دیکھی نہیں جاتی"۔

"یہ چیسٹی کون بلا ہے؟"۔

"سوری، میں بتانا بھول گئی۔ یہ ملٹن کی گرل فرینڈ ہے، اسے قاتلوں نے اغوا کر لیا ہے"۔

"اغوا کا کیس تو ایف بی آئی ڈیل کرتی ہے اور میرے خیال میں ہرگز رتے لمحے کے ساتھ اس لڑکی کی زندہ واپسی کا امکان معدوم ہوتا جائے گا"۔

وہ کوئی عام اغوا کنندگان نہیں ہیں۔ ان کا بہت کچھ داؤ پر لگا ہوا ہے۔ وہ ملٹن کو فون کر کے ہر دو تین گھنٹے کے بعد چند لمحوں کے لیے چیسٹی سے اسی کی بات کراتے ہیں...... یہ ثابت کرنے کے لیے کہ وہ زندہ ہے، میں نہیں سمجھتی کہ وہ چیسٹی کو کوئی نقصان پہنچائیں گے۔ کم از کم فی الوقت نہیں۔ اسی وقت بازی زچ ہے"۔

"پیٹرک جانسن اس میں کہاں فٹ ہوتا ہے؟"۔

"اس سلسلے میں انہوں نے کھل کر بات نہیں کی۔ مجھے یقین ہے کہ تمہیں وہ کھل کر بتائیں گے۔ مجھے جو تھوڑا بہت انہوں نے بتایا ہے، اس سے مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ سب کچھ جان چکے ہیں"۔

ایلکس نے ایک گہری سانس لی۔ وہ اس کے لیے ایک بے حد مصروف دن تھا۔ سیکرٹ سروس کے ایجنٹ کی حیثیت سے اس کی پوری توجہ اپنے کام پر مرکوز ہونی چاہیے تھی۔ مگر یہاں تو کیمل کلب اس کے دماغ پر سوار تھا۔

"ایلکس...... فون پر موجود رہا یا نہیں؟"۔

"موجود ہوں"۔ اس نے بھنا کر کہا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے، آجائیں ہم؟"۔

"ٹھیک ہے، آجاؤ"۔

"اڈلفیا کو بھی ساتھ لے آئیں، وہ اولیور کی طرف سے بہت فکر مند رہتی ہے"۔

اب ایلکس کی برداشت جواب دے گئی۔ "ہاں ہاں، کیوں نہیں، وہ پھٹ پڑا۔ "اڈلفیا کو بھی لاؤ۔ اس کے علاوہ کوئی منکی کلب یا زرانہ کلب میسر ہو تو وہ بھی گھسیٹ لاؤ۔ بلکہ وائٹ ہاؤس سے صدر صاحب کو بھی اٹھا لاؤ۔ ایسے انوکھے کلب کو دیکھ کر دل خوش ہو جائے گا ان کا بھی۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ خوش ہو کر تمہارا سفر بھی آسان کر دیں...... تمہیں اپنے طیارے میں لا کر اور انہیں میرا نام بتا دینا، تاکہ انہیں لاتیں رسید کرنے کے لیے مجھے ڈھونڈنا نہ پڑے"۔

کیٹ کو بھی غصہ آگیا تھا، تاہم اس نے پرسکون لہجے میں کہا: "میں سمجھ گیا۔ اب بات کرنا بے کار ہے، ویسے بھی کل تو ملاقات ہوگی ہی"۔

فون ڈیڈ ہوگیا۔ ایلکس نے اپنے سر پر دوہتڑ رسید کیا۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ "چلو فورڈ، کام کا وقت شروع، تیار ہو تم" اس کے اسکواڈ لیڈر نے پکارا۔

ایلکس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔

اسکواڈ لیڈر نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور پُرتشویش لہجے میں پوچھا: "فورڈ...... تم ٹھیک تو ہو"۔

"ٹھیک نہیں، بہترین"۔

☆☆☆

اندھیرا پھیل رہا تھا۔

ٹام ہیمنگ وے فرینکفرٹ سے ایک گھنٹے کی مسافت پر واقع ایک چھوٹے سے قصبے کی سڑک پر تھا۔ وہ شاپنگ ایریا تھا۔ کچھ فاصلے پر پرانے انداز کا ایک چرچ تھا۔ وہاں سے وہ ایک سائیڈ اسٹریٹ پر مڑا۔

چند منٹ بعد وہ ایک اپارٹمنٹ بلڈنگ میں داخل ہوا۔ لفٹ میں بیٹھ کر وہ تیسری منزل پر گیا اور ایک دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ"۔

اندر روشنی نہیں تھی، لیکن ٹام کی نظر فوراً ہی کمرے کے اس کارنر کی طرف اٹھی، جو مکمل تاریکی میں تھا۔

"تمہاری چھٹی حس اب بھی ویسی ہے ٹام"۔ اس اندھیرے کارنر سے ایک شخص ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے اس کی طرف بڑھا۔

وہ عرب تھا، سوٹ پہنے ہوئے تھا، لیکن سر پر پگڑی تھی۔ اس نے میز کے قریب رکھی کرسی کی طرف اشارہ کر کے گویا اسے بیٹھنے کی دعوت دی۔ پھر وہ خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

ٹام کو وہاں اور لوگوں کی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا۔ لیکن اس نے کہا کچھ نہیں۔

عرب نے اپنا ہاتھ کرسی کے ہتھے پر رکھا۔ "تمہارے والد بہت شاندار آدمی تھے ٹام"۔ اس نے کہا۔ "میں اور وہ تقریباً تیس سال تک دوست رہے۔ وہ ہمیں سمجھتے تھے، جانتے تھے، انہوں نے ہماری زبان سیکھی ہمارے مذہب، ہمارے تمدن کی آگہی حاصل کی۔ بدقسمتی سے اب ایسا کوئی شخص موجود نہیں"۔

"وہ خاص آدمی تھے"۔ ٹام نے دھیرے سے کہا: "خاص الخاص"۔

عرب نے میز پر رکھی پیالی اٹھا کر پانی پیا۔ "پانی پیو گے؟"۔ اس نے ٹام سے پوچھا۔

"جی نہیں۔ شکریہ"۔

عرب نے ایک کاغذ اس کی طرف بڑھایا۔ "جو طے پایا تھا، اس کے مطابق"۔

ٹام نے دیکھے بغیر اسے جیب میں رکھ لیا۔ "مجھے یقین ہے کہ آپ نے اس پر بہت سوچا ہوگا"۔ اس نے کہا۔

"میری پوری زندگی انہی باتوں پر سوچتے گزری ہے"۔

"آپ یہ یقین دہانی کرا رہے ہیں کہ اس کی ذمہ داری کوئی قبول نہیں کرے گا۔ کوئی دعویٰ نہیں کرے گا"۔

عرب نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ "اس کی فکر نہ کرو۔ اور مجھے امید ہے کہ تم میرے آدمیوں کے کام سے مطمئن ہو گے"۔

"یہ ان کی آپ سے وفاداری کا ثبوت ہے کہ ان سے جو کچھ بھی کہا گیا، وہ انہوں نے بلا تردد کیا"۔

"وہ انہوں نے نہ میری خاطر کیا، نہ تمہاری خاطر"۔ عرب نے کہا۔ "الظواہری جیسے لوگوں کو تمہارے ملک نے رجھایا اور خراب کر دیا تھا۔ انہوں نے اسلام سے ناتا توڑ لیا تھا"۔ وہ کہتے کہتے رکا اور پھر چند لمحوں کے توقف کے بعد بولا۔ "کل کے بارے میں پر اعتماد ہو تم؟"۔

"جی ہاں"۔

"کسی سپر پاور پر حملے کو آسان نہیں سمجھا جا سکتا"۔

"سپر پاورز بھی افراد ہی سے بنتی ہیں"۔

عرب نے نفی میں سر ہلایا۔ "ہم بہت مختلف لوگ ہیں۔ اور یہ بات تمہارے ملک کی سمجھ میں نہیں آتی، نہ ان سے ہضم ہوتی ہے"۔

"کتنے ہی مختلف ہوں۔ لیکن ایک بات مشترک ہے۔ امن سبھی چاہتے ہیں"۔

"میں یہ کہنے پر پہلے معذرت کر لوں، لیکن یہ حقیقت ہے۔ یہ امن کا راگ نری بکواس ہے تم لوگوں کی"۔ عرب نے کہا، اور پھر پیالی سے ایک اور گھونٹ پانی پیا۔ "پوری دنیا کے ممالک مل کر سالانہ جتنے فوج پر اخراجات کرتے ہیں، اس سے زیادہ اکیلا امریکا کرتا ہے۔ یہ امن کی خواہش کا ثبوت ہے؟ نہیں بھئی، یہ تو جنگی عزائم ہیں۔ فوج کو مضبوط جنگ کے لیے بنایا جاتا ہے، امن کے لیے نہیں۔ تباہ کن بم اور دور مار میزائل امن قائم کرنے کے لیے نہیں بنائے جاتے۔ ان کا مقصد دوسروں کو ملیامیٹ اور تباہ کرنا ہوتا ہے۔ تمہارا صدر ایک بٹن دبا دے تو پورا مشرق وسطیٰ پوری عرب دنیا دھواں بن کر اڑ جائے"۔

"لیکن ہمیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے"۔ ٹام نے بے حد تحمل سے کہا۔ "مشرق وسطیٰ میں بڑے اہم اقدامات کئے گئے ہیں۔ آمریت کی جگہ جمہوریت لے رہی ہے"۔

"ہاں...... لیکن امریکا کی زبردستی، امریکا کی مدد اور امریکا کی مرضی سے۔ مجھے ایک بات بتاؤ، تم لوگ جمہوریت کی بات کرتے ہو، لیکن اختلاف رائے برداشت نہیں کرتے۔ تم یہ کیوں چاہتے ہو کہ ساری دنیا تمہاری پیروی کرے۔ تمہارے سیاسی اور معاشی نظام کو اپنائے۔ یہ کیسی امن کی خواہش ہے کہ تم فیصلے کرو کہ دوسروں کو کس طرح جینا چاہیے، کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آمریت کی جگہ جمہوریت آتی ہے، وہ پہلے سے کہیں بڑھ کر امریکا سے نفرت کرتی ہے۔ تم نے تو عراق کی تاریخ کو سمجھا اور نہ کلچر کو، اور گھس گئے وہاں، نتیجہ کیا نکلا، خود دیکھ لو۔ صدام حسین کا عراق بہتر تھا یا یہ تمہارا جمہوری عراق، لوگوں پر بمباری کر کے تم جمہوریت قائم نہیں کر سکتے۔ نظام زمین پر جنم لیتے ہیں، آسمان سے نہیں اترتے۔ لوگوں کے گھر اجڑ گئے عراق میں، گھرانے کے گھرانے ختم ہو گئے۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ وہ تم سے محبت کریں گے"۔

"میرے ملک کو یہ باور کرانا ضروری ہے کہ مسائل حل کرنے کے اور طریقے بھی ہیں۔ ہم اپنے نکتہ نظر کو سب سے بہتر سمجھنے کے عادی ہو چکے ہیں"۔ ٹام نے کہا۔

عرب نے پانی کا ایک اور گھونٹ لیا۔ "تمہارا جذبہ قابل قدر ہے ٹام۔ اللہ کا محض ایک اشارہ پلک جھپکتے میں تمہاری فوجی طاقت کو تہس نہس کر سکتا ہے۔ لیکن ہم عرب لوگ، کمزور لوگ تمہاری دولت، تمہارے ہتھیاروں اور تمہاری فوج کو شکست نہیں دے سکتے۔ تم لوگ کہتے ہو کہ تم ساری دنیا کی آزادی کے قائل ہو۔ یہ بتاؤ، کیا یہ حقیقت نہیں کہ افریقہ میں مشرق وسطیٰ سے کہیں زیادہ ڈکٹیٹر موجود ہیں۔ وہاں قتل و غارت گری بھی زیادہ ہے۔ لیکن افریقہ میں مجھے امریکی ٹینک زمین کو روندتے نظر نہیں آتے۔ وجہ صاف ہے۔ مشرق وسطیٰ میں تیل کی دولت ہے، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم بے وقوف، سادہ لوح امریکا کے حقیقی عزائم کو نہیں سمجھ سکتے۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ آزادی جمہوریت، انسانیت اور امن کے کھوکھلے لفظوں کے پیچھے صرف غاصبانہ مقاصد ہیں۔ نہیں ٹام ہمیں اتنا بے وقوف بھی نہ سمجھو"۔

"آزادی بڑی نعمت ہے میرے دوست اور امریکا دنیا کا سب سے آزاد ملک ہے"۔

"کیا واقعی؟ وہ ملک جہاں ڈھائی سو سال غلاموں کی تجارت ہوتی رہی۔ سو برس سے سیاہ فام وہاں غلاموں سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں۔ جہاں کے اصل باشندے اپنی سرزمین پر جینے کے حق سے محروم کر دیئے گئے، اسے تم آزاد ملک کہتے ہو۔ اب سے 50 سے زائد برس پہلے ایران میں ایک منتخب جمہوری وزیر اعظم تھا، جو اپنی قوم کے مفاد میں پیٹرولیم انڈسٹری کو قومیانے کے حق میں تھا۔ امریکا کی تیل کمپنیاں اس سے خاموش تھیں۔ سو تمہاری سی آئی اے نے اس کی حکومت گرائی اور کٹھ پتلی شاہ کو لا بٹھایا۔ جب تمہارا مفاد آمریت میں ہو تو خود جمہوریت کا گلا گھونٹ دیتے ہو۔ اپنے مفاد کے لیے اس دور میں بادشاہت بھی قبول کر لیتے ہو۔ پھر نتیجہ بھی دیکھو، تمہارے کٹھ پتلی شاہ ایران کی مغربی طور طریقوں سے محبت کی وجہ سے ایران میں انقلاب آیا۔ نہیں بھئی، پوری دنیا امریکا کے لیے کھیل کا میدان ہے۔ چلی سے لیکر پاکستان تک تم کھیلتے پھرتے ہو۔ مغربی دنیا کی پالیسیوں کے نتیجے میں دنیا بھر میں خون ریزی ہوئی ہے۔ لاکھوں افراد قتل ہوئے ہیں"۔

وہ کہتے کہتے رکا اور اس نے ٹام کو غور سے دیکھا۔ "یہ بتاؤ کہ عراق میں موجودہ حکومت امریکا پسند کی ہے یا نہیں؟"۔

"بہرحال، میں جانتا ہوں کہ تم آزادی پر یقین رکھتے ہو"۔ ٹام نے نرم لہجے میں کہا۔ "مجھے یاد ہے۔ اپنے لڑکپن کے عرصے میں، میں تمہیں اور اپنے والد کو یہ سب باتیں کرتے سنا کرتا تھا"۔

"یہ درست ہے کہ میں پوری زندگی آزادی کے لیے لڑا ہوں"۔ عرب نے کہا۔ "لیکن امریکا کی مادر پدر بے لگام آزادی کے لیے نہیں۔ میں اس آزادی کے لیے لڑا ہوں، جو اللہ کے حکم کے مطابق ہے، جو اللہ کے احکامات کی پابندی قبول کرتی ہے۔ کچھ عرب ممالک میں عورتوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے، بس اسے ناپسند کرتا ہوں۔ اور جھونپڑیوں کے سامنے بننے والے محلات سے بھی مجھے نفرت ہے۔ مسلم دنیا میں بہت سے مسائل ہیں، جنہیں حل کرنا ہے۔ لیکن میں اسے آزادی نہیں مانتا، جو دوسرے ہمیں بتائیں کہ یہ آزادی ہے۔ ایک بات بتاؤ ٹام، آبادی کے اعتبار سے امریکا دنیا کی آبادی کا پانچ فیصد بھی نہیں۔ لیکن دنیا کی توانائی کا 25 فیصد امریکن استعمال کرتے ہیں۔ غریب ممالک کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں۔ وہاں لوگ مر جاتے ہیں، کیونکہ امریکی اسراف کرتے ہیں۔ ان کا حق غصب کرتے ہیں۔ اور رہی بات آزادی کی، تو سب کا تصور اپنا اپنا ہے، ضروری ہے سب ایک جیسے ہو جائیں؟"۔

"اگر آپ اتنے ہی تند ہیں تو پھر میری مدد کیوں کر رہے ہیں؟"۔ ٹام نے پوچھا۔

عرب نے بے پروائی سے کندھے جھٹکے:

"سادہ سی بات ہے۔ ایک امریکی مرتا ہے تو اس کی پاداش میں سینکڑوں عرب مار دیتے ہیں۔ اب مسلمان خودکش بمباروں کا سیلاب آیا ہوا ہے۔ وہ ہزاروں کی تعداد میں اپنے ہی بھائیوں کو ختم کر رہے ہیں۔ ہر خودکش دھماکے کے ذریعے ہم خود کو کمزور کر رہے ہیں۔ ہم امریکا کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ یہ مغرب ہی ہے، جو انہیں باور کراتا ہے کہ اس طرح وہ شہید ہو کر جنت میں جائیں گے۔ جبکہ اللہ فرماتا ہے کہ جان بچانا افضل کام ہے۔ ایک انسان کی جان بچانا انسانیت کو بچانا ہے۔ جنت میں جانے کے لیے کسی کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں۔ آدمی ایمان کے ساتھ اچھی، صاف ستھری زندگی گزارے تو جنت اللہ کا وعدہ ہے۔ اب مغربی دنیا میں بچے پُرامن ماحول میں پل کر جوان ہوتے ہیں۔ کیا یہ ہمارے بچوں کا بھی حق نہیں؟"۔

"کیوں نہیں"۔

"تم جانتے ہو، تمہارا ملک وہ تقاضے کرتا ہے، جنہیں پورا کرنا ممکن نہیں۔ 70ء کے امریکا کے توانائی بحران سے پہلے امریکا کے نزدیک مشرق وسطیٰ بے حیثیت تھا۔ وہ صرف اسرائیل کی وجہ سے مشرق وسطیٰ کو اہمیت دیتا تھا۔ نائن الیون کے بعد تم نے طالبان سے جنگ لی۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن تمہاری جگہ میں ہوتا تو پہلے اس واقعہ کی ڈھنگ سے تفتیش کرتا۔ یہ دیکھتا کہ درحقیقت یہ کس کا کام ہے اور اس کے پیچھے کیا محرکات ہیں۔ مگر تمہارے صدر نے صلیبی جنگ کہہ کر واضح کر دیا کہ یہ جنگ مسلمانوں کے خلاف ہے۔ گویا یہ سب طے شدہ تھا۔ تم نے تو یہ دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کی کہ کوئی تیسرا فریق اپنے مقاصد کے لیے تمہیں استعمال تو نہیں کر رہا ہے......"۔

"ہمارے ملک میں آکر کوئی دہشت گردی کرے تو یہ ہمارے خلاف اعلان جنگ ہی ہوا نا"۔

"پھر وہی افضلیت کی بات، سی آئی اے دوسرے ملکوں میں حکومت گرائے، سربراہان مملکت کو قتل کرائے، تو یہ جائز ہے۔ وہی دوہرا معیار اور وعظ امن اور انسانیت کا۔ یہ منافقت ہے۔ اب تم کہتے ہو کہ تمہارا مقصد مشرق وسطیٰ میں قیام جمہوریت ہے۔ تم چاہتے ہو کہ یہ کام راتوں رات ہو جائے۔ یہ تو پاگل پن ہے۔ جو کچھ تم نے صدیوں میں حاصل کیا، ہم سے محض چند برسوں میں کرانا چاہتے ہو"۔ اس نے کچھ توقف کیا۔ پھر بولا:

"یہ مغرب اور اسلام کی لڑائی نہیں۔ عربوں نے ہزاروں برسوں میں اپنی ثقافت اور رسوم و رواج کو مرتب کیا ہے۔ وہ صحرائی لوگ ہیں، جن کے پاس بہت تھوڑے قدرتی وسائل ہیں۔ قبائلی قوانین پرانے معاشرے کی اساس ہے۔ مدتوں امریکا نے اس سے تعرض نہیں کیا۔ لیکن اب اچانک وہ یک لخت ہمیں تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور اس فوری تبدیلی کے لیے وہ زبردستی کر رہے ہیں۔ اب غور کرو، ایک لاکھ سے زیادہ عراقی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ملک افراتفری کا شکار ہو گیا۔ اب میں اس کارکردگی پر امریکا کی، تالیاں بجاؤں، داد دوں؟ نہیں ٹام، یہ کیسے ممکن ہے"۔

"میں تو ایک کوشش کر رہا ہوں...... بہترین کوشش، ناکام ہو گیا تو کیا نقصان ہوگا؟"۔

"کچھ بھی نہیں، کچھ اور انسانی جانیں ضائع ہو جائیں گی"۔ عرب نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"اور یہ تو اب بھی ہو رہا ہے۔ تو نقصان تو کچھ نہیں ہوا نا؟"۔

"تمہارے پاس ہر بات کا جواب ہے ٹام، اپنے والد کی طرح، وہ بیجنگ میں ہی مارے گئے تھے نا"۔

"جی ہاں"۔

"لیکن انہیں کسی چینی نے قتل نہیں کیا ہوگا۔ چینی بے وقوف نہیں ہیں"۔

ٹام نے کندھے جھٹک دیئے۔ میرے اپنے کچھ شبہات ہیں۔ ویسے سرکاری طور پر یہ کیس حل نہیں ہو سکا"۔

"یہ چینی بڑے دلچسپ لوگ ہیں۔ ایک دن وہ امریکا کی جگہ دنیا کی سب سے بڑی معاشی قوت کہلائیں گے۔ ان کی فوج تم سے دس گنا بڑی ہے اور ان کی طاقت دن بہ دن بڑھ رہی ہے۔ یہ شور نہیں مچاتے۔ ڈینگیں نہیں مارتے۔ چپکے چپکے محنت کرتے ہیں۔ ٹیکنالوجی کے میدان میں یہ بہت تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ وہ امریکا کے خلاف نیوکلیئر اسلحہ استعمال کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ہی کروڑوں لوگوں کو غلام بنا رکھا ہے۔ لیکن امریکا پھر بھی انہیں دوست قرار دیتا ہے۔ امریکا خود عربوں کو آزادی دلانے کے نام پر عرب دنیا کو کچل رہا ہے۔ ہم عرب کیا کہتے ہیں، ہم کہتے ہیں، جاؤ اور اپنے چینی دوستوں کو آزادی دلاؤ۔ لیکن امریکا ایسا نہیں کرتا۔ کیوں؟ اس لیے کہ چینی کمزور نہیں۔ وہ ان کے ہم پلہ ہیں۔ یہ ہے تمہاری طاقت کا حال، کمزوروں کو دباتے ہو اور طاقت ور کو دوست کہتے ہو۔ موت سے اتنا ڈرتے ہو تم"۔

"آپ جانتے ہیں کہ میرے والد کے نظریات مختلف تھے"۔

"ہاں"۔ وہ عقل مند اور اچھے انسان تھے۔ اور اب وہ بہتر جگہ ہیں"۔

"میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کہاں ہیں۔ کیونکہ میں دہریہ ہوں"۔

عرب نے اداس نظروں سے اسے دیکھا۔ "اللہ پر ایمان نہ رکھنا تمہاری اپنی توہین ہے ٹام"۔

"میں صرف خود پر یقین رکھتا ہوں"۔

"جب یہ وجود نہیں رہے گا تو تم کہاں ہو گے۔ جبکہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ہوگا"۔

"یہ میری آزادی ہے۔ میری اپنی چوائس ہے"۔

عرب ساتھ کھڑا ہوا: "گڈ بائی ٹام اینڈ گڈ لک اب ہم کبھی نہیں ملیں گے۔ الوداع"۔

چند منٹ بعد ٹام ہیمنگ وے سڑک پر تھا۔

اپنی کرائے پر حاصل کی ہوئی کار میں بیٹھ کر اس نے اس کاغذ کا جائزہ لیا، جو عرب نے اسے دیا تھا، وہ سب کچھ عربی میں تھا، اس نے ذہن میں اس کا ترجمہ کیا۔ وہ اسے سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ عرب نے ہر بات پر بہت محتاط انداز میں غور کیا تھا...... سب کچھ ملحوظ رکھا تھا۔

اس رات اس نے فرینکفرٹ سے فلائٹ لی۔ آٹھ گھنٹے بعد اسے نیویارک پہنچنا تھا۔ اس نے آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہوئے سوچا کہ کیا خداؤں کی تعداد بھی اتنی ہے، جتنے ستارے ہیں، کچھ مذاہب کے مطابق تو ایسا ہی ہے۔

مگر اس سے اسے کچھ فرق نہیں پڑتا تھا۔ اس کی دعا تو کسی خدا نے بھی نہیں سنی تھی۔ کسی نے اس کی دعا کو قبولیت نہیں بخشی تھی۔ اور یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ کہیں کوئی خدا نہیں ہے۔

☆☆☆

چند ہزار میل دور، اوقیانوس کے اس پار کیپٹن جیک بھی اسی آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اگلے دن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سب تیاریاں مکمل تھیں۔ بس جمیز برینن اینڈ کمپنی کی آمد کا انتظار تھا۔ آخری اقدام کے طور پر آپریشن میں شریک ہونے والے تمام اراکین کے لیپ ٹاپ تباہ کر دیئے گئے تھے۔

اس رات وہ پٹس برگ انٹرنیشنل ایئرپورٹ کے پارکنگ لاٹ میں گاڑی چھوڑ کر وہ ٹرمینل میں چلا گیا۔ اس کا سفر کا منصوبہ سیدھا اور صاف تھا۔ پٹس برگ سے شکاگو، شکاگو سے ہونولولو اور وہاں سے امریکن ساموآ۔ وہاں سے اسے اپنے قیمتی جزیرے پر پہنچنا تھا۔

برینن میں اس کا کام مکمل ہو چکا تھا۔ مشن کے لیے اس کی موجودگی ضروری نہیں تھی۔ بلکہ وہ تو اس کے لیے بھی خطرناک ہوتا۔ اس کا کام بظاہر ختم ہو گیا تھا۔ لیکن ایک اور اعتبار سے وہ نکتہ آغاز تھا۔ اسے اب منصوبے کے دوسرے پہلو پر کام کرنا تھا۔ ٹام ہیمنگ وے کے ساتھ اس کی شراکت سرکاری طور پر ختم ہو گئی تھی۔

لیکن ٹام کو اس بات کا علم نہیں تھا۔ بہت مزہ آیا تمہارے ساتھ کام کر کے ٹام، اس نے زیر لب کہا۔ اور اب میں شمالی کوریا والوں کے لیے کام کر رہا ہوں۔

(جاری ہے)

علیم الحق حقی

کیپٹن جیک نے اپنی فلائٹ کے لیے چیک ان کیا۔ مگر اپنا بیگ اپنے پاس ہی رکھا۔ وہ اتنا چھوٹا تھا کہ فلائٹ کے دوران ساتھ رکھا جاسکتا تھا۔ پھر وہ ایک ڈرنک کے لیے بار میں گیا۔ اس کے بعد وہ ریسٹ روم گیا۔ وہاں وہ ٹہلتا ہوا ایئرپورٹ گیا اور سیکورٹی لائنز کی طرف بڑھا۔ لیکن سیکورٹی کے مراحل گزرنے کے بجائے وہ ایئرپورٹ سے باہر آیا، ایک دوسرے پارکنگ لاٹ میں گیا۔ وہاں ایک کار اس کی منتظر تھی۔

کار میں بیٹھ کر وہ جنوب کی طرف چل دیا۔

☆☆☆

جمیلہ اپنے اپارٹمنٹ میں کچن کی میز پر بیٹھی تھی۔ اس نے اپنے جرنل میں اپنی موت کا تاریخ اور وقت درج کیا۔ وہ یہ سوچ رہی تھی کہ ضروری نہیں کہ یہ درست ہی ہو۔ کچھ فرق بھی پڑسکتا ہے۔

اگر کل وہ مرجاتی ہے تو یہ جرنل ان لوگوں کو ملے گا۔ اور کیا پتا اس کے پورے نام کے ساتھ یہ اخبارات میں شائع ہو، جو اس نے اپنی موت کے وقت کے آگے جلی حروف میں لکھا تھا۔ مگر کچھ سوچ کر اس نے اپنا نام مٹادیا۔ کیا ایسا کوئی امکان ہے کہ کل وہ موت سے بچ جائے؟۔

وہ کھلی کھڑکی میں جا کر کھڑی ہوئی اور باہر دیکھنے لگی۔ تازہ ٹھنڈی ہوا میں گھاس کی مہک تھی۔ یہ جگہ کسی طور پر سکون ہے۔ نہ یہاں بم دھماکے ہیں، نہ ہم فائرنگ کی آواز، لوگ ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ باتیں کر رہے ہیں۔ ایک بوڑھا شخص بلڈنگ کے سامنے چبوترے پر بیٹھ کر سگریٹ پی رہا ہے۔ اس کے ہاتھ میں بیئر کا ڈبہ بھی ہے۔ قریبی کھیل کے میدان سے بچوں کے قہقہے سنائی دے رہے ہیں۔

یہ زندگی ہے، وہ زندگی، جس کا بس خواب دیکھا جاسکتا ہے۔

زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔

دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔

لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

جمیلہ صحت مند تھی، جوان تھی۔ اس کے سامنے پوری زندگی تھی جینے کے لیے۔ لیکن نہیں...... اس نے کھڑکی بند کی اور خود کو اپنے اپارٹمنٹ کی تاریکی میں لے آئی۔

"میرے اللہ، مجھے ناکام نہ ہونے دینا"۔ اس نے پکارا۔ میرے اللہ۔

☆☆☆

جمیلہ کے اپارٹمنٹ سے بیس منٹ کے فاصلے پر عدنان الرحیمی نے عشا کی نماز مکمل کر کے سلام پھیرا۔ پھر اس نے بھی اللہ سے دعا کی۔ پھر اس نے جاء نماز تہ کر کے ایک طرف رکھ دی۔

وہ صرف دو نمازیں پڑھتا تھا، فجر کی اور عشا کی روزے بھی وہ پورے نہیں رکھتا تھا۔ برسوں کی بھوک نے اسے حریص بنادیا تھا۔ پیٹ بھر کے کھانا اس کے لیے بڑی خوشی تھی۔ کبھی کبھی وہ سگریٹ بھی پی لیتا تھا اور کبھی ایک جام شراب بھی۔ وہ استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے حج بھی نہیں کر سکا تھا۔

اس کے باوجود وہ خود کو بہت اچھا مسلمان سمجھتا تھا۔ کیونکہ وہ محنت کر کے رزق حلال حاصل کرتا تھا۔ ضرورت مندوں کی مدد کرتا تھا، کوئی برا کام نہیں کرتا تھا۔ کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔

ہاں، اس نے قتل ضرور کیے تھے۔ لیکن اللہ کی راہ میں، دین کی خاطر، اپنے ایمان کو بچانے کے لیے۔

کبھی وہ سوچتا کہ اس کی زندگی کے محض تین عناصر ہیں۔ محنت کرنا، نماز پڑھنا اور لڑنا اور وہ بہت محنت کرتا تھا، تا کہ اس کے بچوں کو اس کی طرح نہ لڑنا پڑے۔ دوسروں پر اپنا وجود ثابت کرنے کے لیے اڑانا نہ پڑے۔

لیکن اس کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود وہ انہیں محفوظ نہ رکھ سکا۔ اس کے بچے مرچکے تھے۔

اب اس کے سامنے ایک ہی کام تھا۔

اپنے اپارٹمنٹ میں آنکھیں بند کر کے اس نے اسپتال کا تصور کیا۔ وہ کاری ڈور میں چلتا ہوا ہال تک گیا، ڈائیں جانب مڑا اور 14 قدم آگے جا کر پھر دائیں جانب مڑا۔ دروازہ کھول کر وہ آٹھ سیڑھیاں اترا اور لینڈنگ پر پہنچا۔ وہاں سے مڑ کر وہ مزید 8 سیڑھیاں اترا۔ نچلے ہال میں باہر نکلنے والا دروازہ کیا۔

تصور میں اس نے یہی مشق کئی بار کی۔

کچھ دیر بعد اس نے قمیص اتار کر اپنے جسم کا جائزہ لیا۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑا تھا۔ بظاہر اس کا جسم اب بھی قابل رشک حد تک متاثر کن تھا، لیکن اندر کا حال تو بس وہ ہی جانتا تھا۔ جسم پر موجود زخموں کے نشان بتاتے تھے کہ وہ زخم کتنے گہرے رہے ہوں گے۔

بیڈ پر بیٹھ کر اس نے اپنا بٹوا نکالا۔ اس میں سے دس تصویریں نکال کر اس نے اپنے سامنے پھیلائیں۔ وہ اس کے گھر کے لوگ تھے۔ بوسیدہ اور مڑی تڑی تصویریں وہ ایک ایک تصویر کو دیکھ کر بیتے لمحوں کو یاد کرتا رہا۔ سکون اور محبت کے لمحے، مگر پھر دہشت ناک لمحے بھی تو تھے، ان میں وہ لمحہ بھی تھا، جب ایک اخلاقی جرم کی پاداش میں سعودیوں نے اسی کے باپ کی گردن اڑادی تھی۔ گردن اڑانے میں تلوار کے دو وار لگتے ہیں۔ لیکن اس کے باپ کر گردن موٹی تھی۔ اس لیے تلوار کے تین وار کرنا پڑے۔ وہ اس وقت صرف آٹھ سال کا تھا۔ لیکن اسے وہ منظر دیکھنے پر مجبور کیا گیا تھا۔

لوگ ایسے منظر یاد کر کے رو پڑتے ہیں۔ لیکن عدنان کی آنکھیں خشک رہی تھیں۔ لیکن جب اس نے اپنے مرحوم بچوں کی دھندلی ہوئی تصویروں کو چوما تو اس کی انگلیاں لرز رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد اس نے قمیص اور کوٹ پہنا اور اپارٹمنٹ سے نکل آیا۔ اس کی بائیک کا رخ ڈاؤن ٹاؤن کی طرف تھا۔ اپنی موٹر سائیکل لاک کرنے کے بعد وہ پیدل چلنے لگا۔

مرسی اسپتال کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے اسپتال پر سرسری نظر ڈالی، جہاں وہ ملازم تھا۔ پھر اس نے سڑک کے اس پار اپارٹمنٹ بلڈنگ کی طرف دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہاں دو افغان اپنے ہتھیاروں کو چیک کر رہے ہوں گے۔ وہ بڑے مستعد اور دھن کے پکے ہیں۔ اسنائپرز ایسے ہی ہوتے ہیں۔

وہ چلتا رہا۔ ایک سڑک پر مڑا، پھر دوسری پر، پھر وہ ایک گلی میں گھس گیا۔ اس نے ایک دروازے پر دو بار دستک دی۔ ادھر اُدھر کوئی نہیں تھا۔ دروازے کے پیچھے بھی کوئی آہٹ نہیں تھی۔

اس نے فارسی میں پکارا۔ قدموں کی چاپ ابھری، اور پھر احمد کی آواز آئی "کیا چاہتے ہو عدنان؟"۔

"بات کرنی ہے"۔

"میں مصروف ہوں"۔

"سب کچھ مکمل ہوجانا چاہیے احمد کوئی مسئلہ تو نہیں؟"۔

دروازہ کھلا احمد کے چہرے پر ناگواری تھی۔ "کوئی مسئلہ نہیں"۔ احمد نے کہا۔ تاہم اس نے ایک طرف ہٹ کر عدنان کو گیراج میں داخل ہونے کے لیے راستہ دیا۔

"میں ہر چیز کو ڈبل چیک کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔ عدنان نے کہا اور قریب پڑے اسٹول پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے گاڑی کا جائزہ لیا، جس پر کام ہونا تھا۔ اگلے روز اس گاڑی کو بہت اہم کام انجام دینا تھا۔ اس نے ستائشی انداز میں سر ہلایا: "تم نے بہت اچھا کام کیا ہے احمد"۔

"یہ تو کل پتا چلے گا؟"۔

بیس منٹ تک وہ دونوں کام کے بارے میں بات کرتے رہے۔

"مجھے اپنے لوگوں کی فکر نہیں۔ احمد نے کہا۔ میں اس عورت کی طرف سے پریشان ہوں۔ وہ ہے کون؟ کچھ تربیت بھی دی گئی ہے اسے؟"۔

"تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ منتخب کی گئی ہے تو اسی یقین پر کہ وہ اپنا کام ٹھیک سے کرے گی"۔

"عورتوں کا کام بس بچے پالنا، کھانا پکانا اور گھر صاف رکھنا ہے"۔

"تم ماضی میں جی رہے ہو دوست"۔ عدنان نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہمارا ماضی شاندار تھا۔ ہمارے پاس جو کچھ تھا، بہترین تھا"۔

"اب دنیا بہت آگے جاچکی ہے احمد، کھوئی ہوئی عظمت حاصل کرنے کے لیے ہمیں وقت کے ساتھ چلنا ہوگا۔ ہمیں دنیا کو دکھانا ہے کہ ہم کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ہم سب کچھ کر سکتے ہیں"۔

احمد نے نفرت سے فرش پر تھوک دیا۔ "یہ ہے میرے نزدیک دنیا کی حیثیت، وہ ہمیں ہمارے حال پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے"۔

"کل پتا چل جائے گا کہ کس کی بات درست ہے"۔

احمد نے نفی میں سر ہلایا: "تم ہر بات پر یقین کر لیتے ہو۔ تم امریکا پر بھی اعتبار کر لیتے ہو۔ حالانکہ دیکھ رہے ہو کہ وہ ہمیں کہاں لے جارہے ہیں"۔

"وہ امریکی ہے، لیکن بہادر ہے۔ وہ جانتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے"۔ عدنان نے کہا۔ اب وہ اسے گھور رہا تھا۔

"میں بہرحال اپنا کام کروں گا"۔

"وہ تو تم کرو گے ہی"۔ عدنان نے کہا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ "کیونکہ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے میں وہاں موجود ہوں گا"۔

"تم کیا سمجھتے ہو کہ میرے کام کرنے کے لیے میرے سر پر کسی عراقی کا سودا ہونا ضروری ہے"۔ احمد نے تپ کر کہا۔

"کل ہم میں کوئی نہ عراقی ہوگا، نہ ایرانی اور نہ ہی افغانی، ہم سب مسلمان ہوں گے...... ایک اللہ کو ماننے والے"۔ عدنان نے کہا۔

"میرے ایمان پر شک نہ کرنا عدنان"۔ احمد کے لہجے میں تنبیہ تھی۔

"میں کسی پر شک نہیں کرتا، صرف اللہ ہی دلوں کا حال جانتا ہے، اور ہم سب اسی کو جواب دہ ہیں"۔ عدنان نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ دروازے پر پہنچ کر وہ پلٹا۔ "اب تم سے کل ملاقات ہوگی احمد"۔

"اب ہم جنت میں ملیں گے"۔ احمد نے کہا۔

☆☆☆

دو پہر ایک بجے صدارتی طیارے ایئر فورس ون نے پٹس برگ انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر لینڈ کیا۔ ایئرپورٹ کو خالی کرالیا گیا تھا۔ صدر کی واپسی تک نہ وہاں کسی جہاز کو اترنا تھا، نہ پرواز کرنی تھی۔

باہر کاروں کی طویل قطار روانگی کے لیے تیار تھی۔

صدر کے بیٹھتے ہی صدارتی قافلہ روانہ ہوگیا۔

جس سڑک پر یہ قافلہ سفر کر رہا تھا، اسے ٹریفک کے لیے، بہت پہلے بند کیا جاچکا تھا۔ صدارتی کار میں صدر جیمز برینن کے علاوہ ان کی بیوی، ان کا چیف آف اسٹاف، پنسلوانیا کا گورنر اور کارٹر گرے بھی تھے۔

قافلہ تقریب کے مقام پر پہنچا تو گراؤنڈ میں دس ہزار افراد جمع ہو چکے تھے۔ بے شمار بینرز لہرا رہے تھے۔ میڈیا والوں کے ٹرک جنگلے کے باہر کھڑے کیے گئے تھے۔ مختلف چینلز کے اینکر پرسن وہاں موجود تھے، انہیں پوری قوم کو، بلکہ پوری دنیا کو اس تقریب کا احوال سنانا تھا۔ دکھانا تھا، اپنے اپنے انداز میں۔

ایلکس فورڈ اسٹیج کے قریب کھڑا تھا، مگر پھر وہ اسی ایریے میں چلا گیا، جس کی رسیوں کے ذریعے حد بندی کر دی گئی تھی، تا کہ صدر کی جھلک دیکھنے والے بے قابو نہ ہوجائیں۔

اسی وقت صدارتی کاروں کا قافلہ جنگلے سے پار گراؤنڈ میں داخل ہوا۔

اچانک اس کی نظر کیٹ پر پڑی اور اس کا جسم کچھ تن سا گیا۔ اس کے ساتھ اڈلفیا بھی تھی اور کیمل کلب کے اراکین بھی۔ وہ ہجوم کے بیچ میں تھے، لیکن راستہ بناتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔

پھر کیٹ نے اسے دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ اس نے جواباً ہاتھ ہلانے کے بجائے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی۔ پھر وہ اپنے کام میں مصروف ہوگیا، جو بظاہر کوئی کام نہیں تھا۔ اسے بس ہر طرف سے چوکنا رہنا تھا۔ اتنے بڑے مجمع میں گڑبڑ ہوسکتی ہے، یہ تو کوئی اندازہ لگا ہی نہیں سکتا، تاہم ہر احتیاطی تدبیر اختیار کی گئی تھی۔ چل کر آنے والوں کے لیے داخلے کے ہر مقام میگنیٹو میٹر نصب کر دیئے گئے تھے کہ کوئی اسلحہ لے کر اندر نہ آنے پائے۔ ایلکس نے نظر جما کر درختوں کی اس قطار کو دیکھا، جہاں اسے معلوم تھا کہ اسنائپرز تعینات کئے گئے ہیں، اگر چہ وہ انہیں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اگر کوئی گڑبڑ ہو تو مس نہ کرنا دوستو، وہ بڑبڑایا۔

صدر صاحب نمودار ہوئے تو وہ مکمل طور پر اپنی حفاظتی اے ٹیم کے حصار میں تھے۔ ایلکس جانتا تھا کہ وہ لوگ کنکریٹ کی دیوار کی طرح ہیں۔

صدر برینن اسٹیج کی طرف بڑھے۔ راستے میں انہوں نے کچھ اہم لوگوں سے ہاتھ ملائے۔ پھر وہ اسٹیج پر چڑھے۔ ان کی بیوی، چیف آف اسٹاف، پنسلوانیا کا گورنر اور کارٹر گرے پوڈیم کے عقب میں رکھی کرسیوں پر بیٹھ گئے، ایک منٹ بعد صدر بھی ان سے جاملے۔

پروگرام شیڈول کے مطابق شروع ہوا۔ پہلے میئر اور مقامی انتظامیہ کے کچھ عہدیداروں نے تقریریں کیں، سب نے صدر کی اور اپنے قصبے کی مدح سرائی میں ایک دوسرے کو پیچھے چھوڑنے کی کوشش کی تھی۔ پھر گورنر نے کچھ زیادہ ہی لمبی تقریر کی، جس سے شیڈول متاثر ہونا شروع ہوا۔ اس کے نتیجے میں چیف آف اسٹاف قدرے مضطرب نظر آنے لگی۔ صدر کی اگلی منزل لاس اینجلس تھی، جہاں صدارتی انتخاب کی مہم کے لیے فنڈ اکٹھا کرنے کا مرحلہ تھا، جو اس کے نزدیک اس تقریب سے کہیں زیادہ اہم تھا۔

ایلکس کی نگاہیں مسلسل مجمع کو ٹٹول رہی تھیں۔ اس نے دیکھا، اسی کے پار پہلی قطار میں بڑی تعداد ان لوگوں کی تھی، جو ریگولر آرمی کی یونیفارم میں تھے، ان میں کچھ معذور بھی تھے، کوئی ہاتھ سے، کوئی ٹانگ سے معذور، شاید وہ لوگ تھے، جو مشرق وسطیٰ میں اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران معذور ہوئے تھے۔ چند ایک نیشنل گارڈز بھی تھے۔ ان میں ایک ایسا بھی تھا، جس کے ہاتھ کی جگہ ایک ہک تھا۔

ان کی قربانی کے بارے میں سوچ کر ایلکس نے افسردگی سے سر جھٹکا۔ اسے یقین تھا کہ صدر برینن اپنی تقریر کے بعد ان لوگوں کی طرف ضرور جائیں گے اور ان کی قربانی کو سراہیں گے۔ یہ ان کا معمول تھا۔ ایسے لوگوں کو دیکھ کر وہ انہیں نظرانداز کبھی نہیں کر سکتے تھے۔

چہروں کے اس سمندر کو دیکھتے ہوئے، ایلکس کو کچھ ایسے چہرے نظر آئے، جو مشرق وسطیٰ کے لوگوں کے تھے۔ اگر چہ ان کا لباس مغربی ہی تھا۔ ان کے ہاتھوں میں بینر تھے، جن پر لکھا تھا، صدر جیمز برینن کو دوبارہ منتخب کرانا ہے۔ وہ عام سے لوگ تھے، عام امریکیوں جیسے...... محب وطن، عام امریکیوں کی طرح اپنے صدر کی ایک جھلک دیکھ کر خوش!

لیکن ممکن تھا کہ ان میں کوئی ایک ایسا نہ ہو...... وہ ناخوش ہو، دشمن ہو، لیکن اسے جاننے کا ایلکس کے پاس کوئی طریقہ نہیں تھا۔

☆☆☆

کیپٹن جیک کے آدمی مجمع میں بکھرے ہوئے تھے۔ مختلف مقامات پر یہ حکمت عملی ان کی فائرنگ رینج بڑھانے کے لیے تھی، وہ جہاں تھے وہاں پوڈیم صاف دکھائی دیتا تھا۔ ان سب کی نظریں ہاتھ کی جگہ ہک والے نیشنل گارڈ پر تھیں، جو رسیوں کے پاس سب سے آگے کھڑا تھا، اس بات کا منتظر کہ صدر اس کے پاس ضرور آئے گا۔

اور اس کے بعد جیک کے آدمیوں کے لیے آسانی ہی آسانی تھی۔

وہ سب جیمز برینن ہی کے منتظر تھے!۔

☆☆☆

جس وقت صدر برینن کا طیارہ پٹس برگ ایئرپورٹ پر لینڈ کر رہا تھا، عین اسی وقت نیو یارک شہر کے ڈاؤن ٹاؤن کے ایک ہیلی پیڈ سے ایک سیاہ ہیلی کاپٹر اڑا۔ اس کا رخ جنوب کی طرف تھا۔

پائلٹ کے برابر جو شخص بیٹھا تھا، وہ فلائٹ سوٹ پہنے تھا۔ عقب میں ایک نشست پر ٹام ہیمنگ وے بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پورٹبل ٹی وی سیٹ تھا۔ وہ بڑی یک سوئی سے اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔

مجمع بہت بڑا تھا، گراؤنڈ کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ یہ بات ٹام کے لیے پریشان کن تھی۔

اس نے گھڑی میں وقت دیکھا اور پائلٹ کو رفتار بڑھانے کا اشارہ کیا۔

☆☆☆

پچھلے دو گھنٹوں سے جمیلہ بچوں کے ساتھ آؤٹنگ پر تھی۔ وین کو فرینکلنز کے ڈرائیووے میں لے جاتے ہوئے اس کا ارادہ لنچ کا تھا، پھر اس کے بعد کام شروع ہونا تھا۔

اس نے دروازہ کھول کر چھوٹے بچے کو گود میں اٹھایا۔ دوسرے دونوں بچے اس کے ساتھ تھے۔ مگر اگلے ہی لمحے وہ بت بن کر رہ گئی۔ وہ شاک ایسا تھا کہ چھوٹا بچہ اس کی گود سے گرتے گرتے بچا۔

برآمدے میں لوری فرینکلن فون پر کسی سے بات کر رہی تھی، وہ اس وقت بھی ٹینس کے لباس میں تھی، مگر ننگے پیر، اس نے مسکراتے ہوئے جمیلہ کو دیکھا اور اشارے سے کہا کہ بس اسے ایک منٹ اور لگے گا بات کرنے میں۔

لوری نے فون رکھا تو جمیلہ نے جلدی سے کہا: "مس، آپ نے کہا تھا کہ آپ ٹینس کلب جارہی ہیں اور لنچ وہیں کریں گی"۔

لوری نے جھک کر بچوں کو ایک ایک کر کے لپٹایا اور پیار کیا، پھر چھوٹے بچے کو جمیلہ کی گود سے لے لیا۔ "میرا ارادہ بدل گیا جمیلہ، میں نے کچھ دوستوں کو فون کیا تھا۔ وہ صدر کی تقریب میں جارہے ہیں۔ میں نے بھی وہیں جانے کا فیصلہ کرلیا"۔ پھر وہ بڑے بچوں کی طرف مڑی۔ "اور تم لوگ بھی چلو گے میرے ساتھ"۔

جمیلہ نے گہری سانس لی۔ "آپ بچوں کو بھی لے جائیں گی؟"۔

"ہاں...... تم صدر کو دیکھنا چاہتے ہونا"۔ لوری نے بڑے بیٹے سے کہا۔ پھر وہ جمیلہ کی طرف مڑی۔ بہت مزہ آئے گا۔ صدر کوئی روز روز تو نہیں آتے یہاں"۔

"آپ وہاں جائیں گی؟"۔ جمیلہ کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"کیوں نہیں، میں نے ووٹ بھی اسی کو دیا تھا۔ حالانکہ جارج کے خیال میں وہ احمق ہے"۔

"لیکن مس، وہاں تو بہت ہجوم ہوگا۔ میں نے اخبار میں پڑھا ہے۔ کیا بچوں کو وہاں لے جانا مناسب ہوگا؟"۔

"جانتی ہوں، میں نے بھی یہی سوچا تھا، مگر پھر مجھے احساس ہوا کہ بچوں کے لیے یہ بہت شاندار تجربہ ہوگا۔ یہ ان کے لیے یادگار رہوگا۔ بڑے ہو کر وہ کہیں گے کہ ہم بھی وہاں موجود تھے۔ اچھا اب میں جلدی سے جا کر شاور لے لوں۔ میں نے سوچا ہے کہ لنچ......"۔

"کیا آپ مجھے بھی ساتھ لے جانا چاہتی ہیں مس؟"۔

"ظاہر ہے۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہوگی۔ میں اکیلی تو نہیں سنبھال سکتی انہیں۔ تم نے ٹھیک کہا کہ ہجوم بہت ہوگا۔ بچے کھو بھی سکتے ہیں۔ اس لیے تمہیں ساتھ لے جانا اور ضروری ہے"۔

"لیکن مجھے تو یہاں بہت کچھ کرنا ہے"۔

"احمقانہ باتیں مت کرو، یہ تمہارے لیے بھی ایک یادگار تجربہ ہوگا۔ تمہیں پتا چلے گا کہ یہ اتنا عظیم ملک کیوں کہلاتا ہے۔ ذرا سوچو، عجب نہیں کہ صدر صاحب سے ملنے کا موقع بھی مل جائے تمہیں"۔

لوری شاور اور چینج کے لیے اوپر چلی گئی۔ جمیلہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ خود کو اس جھٹکے سے سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

سب سے بڑا لڑکا اس کی آستین کھینچ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ ان کے ساتھ پلے روم میں چلے۔ جمیلہ پہلے تو اسے ٹالتی رہی، مگر پھر اس کے ساتھ چلی گئی۔ باتھ روم کی طرف سے شاور کی آواز آرہی تھی۔ اس کے پاس سوچنے کی تھوڑی سی مہلت تھی۔ اس نے چھوٹے بچے کو پلے پین میں لٹایا، اور کچھ وقت بڑے بچوں کے ساتھ گزارا، پھر اس نے باتھ روم میں جا کر منہ پر پانی کے چھپکے مارے، دوسرے باتھ روم سے اب بھی شاور کی آواز آرہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ مسز فرینکلن باتھ روم سے بھی جلدی نہیں نکلتیں۔

بالآخر جمیلہ کی سمجھ میں آگیا کہ اس کے سامنے کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ وہ اپنا پرس لینے کے لیے چلی گئی۔

"طوفان آرہا ہے۔ اس نے خود کلامی کی۔ یہ اسے اپنے موبائل فون پر کہنا تھا اور وہ اس کی پریکٹس کر رہی تھی۔ بس اسے یہ الفاظ ادا کرنے تھے اور پھر اس کا مسئلہ حل ہوجاتا۔ لیکن اس کی جلد کے نیچے جیسے چیونٹیاں سی رینگ رہی تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ لوری فرینکلن کے لیے یہ آسان نہیں ہوگا۔ کیسی عجیب بات تھی۔ اسے اپنے بچوں کے ساتھ وقت گزارنے کا خیال آج ہی آنا تھا۔

مگر اس کا دل جیسے دھڑکنا ہی بھول گیا۔ اس کا پرس تو نیچے فرش پر پڑا تھا۔ یہ اس کی حماقت تھی کہ وہ اسے کہیں اوپر رکھنا بھول گئی تھی اور اسے کرسی پر چھوڑ گئی تھی۔

وہ فرش پر بیٹھ کر بکھری ہوئی چیزوں کو ٹٹولنے لگی۔ سیل فون کہاں ہے اس کا؟۔

وہ پلے روم کی طرف بھاگی۔ بڑے لڑکے ٹمی کی یہ عادت تھی کہ وہ اس کے پرس میں سے چیزیں نکالتا۔ اس کی وجہ سے وہ اپنا پرس کہیں اوپر رکھتی تھی۔ اس کی پہنچ سے دور۔

اس نے بچے کو کندھوں سے تھاما۔ اور اپنا لہجہ نرم رکھنے کی کوشش کی: "ٹمی، شریر بچے، میرا فون کہاں ہے؟ تم نے لیا ہے؟"۔

لڑکے نے اقرار میں سر ہلایا اور مسکرانے لگا۔ جیسے اپنی کارکردگی پر خوش ہو۔

"لاؤ، مجھے دو، مجھے اس کی ضرورت ہے"۔

لیکن لڑکے کو یہ یاد ہی نہیں تھا کہ فون اس نے کہاں رکھا ہے، وہ دونوں دس منٹ تک فون ڈھونڈتے رہے۔ لڑکا کبھی اسے اِدھر لے جاتا، کبھی اُدھر، جمیلہ کی دہشت بڑھتی گئی، حوصلہ جواب دینے لگا۔

اور پھر اس نے سنا، شاور کی آواز تھم گئی تھی۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا، اسے اب فوراً چل دینا تھا، ورنہ وہ لیٹ ہوجاتی۔ وہ تیزی سے سوچنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پھر اس کی سمجھ میں حل آگیا۔ گھر کے فون سے اپنا نمبر ملائے تو اس کا سیل فون مل جائے گا۔

اس نے اپنا نمبر ملایا اور ریسیور پر رکھ کر اپنے فون کی آواز سننے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن کہیں کوئی آواز نہیں تھی۔ ممکن ہے، ٹمی نے اسے سائیلنٹ پر کر دیا ہو، پھر اسے ایک اور خیال آیا، کیوں نہ وہ گھر کا فون استعمال کرے۔

مگر نمبر ڈائل کرتے ہوئے اسے احساس ہوگیا کہ یہ بات بننے والی نہیں۔ وہ جسے فون کر رہی تھی، وہ یہ اجنبی فون ہرگز ریسیو نہیں کرے گا، اسے تو صرف جمیلہ کا فون ریسیو کرنے کو کہا گیا ہے اور جمیلہ کا فون نمبر اس کے نام کے ساتھ اسی کے فون میں موجود ہے۔

وہ کھڑکی کی طرف لپکی اور باہر دیکھا، شاید وہ اسے نظر آجائے۔ لیکن اسے کوئی نظر نہیں آیا۔

اوپر سے لوری کے چلنے پھرنے کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ وہ کچن کی طرف لپکی اور دراز کھولا۔ دراز میں سے اس نے گوشت کاٹنے والا بڑا چاقو نکال لیا۔ پھر وہ اوپر گئی اور اس نے مسز فرینکلن کے دروازے پر دستک دی۔

"یس"۔

"مس؟"۔

"آؤ...... اندر آجاؤ"۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی، دروازہ بند کیا اور پھر لاک کر دیا۔ مسز فرینکلن اپنے جسم پر تولیا لپیٹے تھی۔ اس کا لباس بیڈ پر رکھا تھا۔

"لڑکے تیار ہوگئے؟"۔ لوری نے پوچھا۔

"مس، بہتر یہی ہے کہ آپ اکیلی چلی جائیں، بچے یہاں میرے ساتھ رہیں گے"۔

"پاگل ہوگئی ہو، ہم سب چلیں گے، یہ بتاؤ، سبز ڈریس اچھا رہے گا یا نیلا؟"۔

"نیلا......"۔ جمیلہ نے بے دھیانی سے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال تھا، اور شوز؟"۔ لوری جوتوں کی تلاش میں کوٹھری میں گھس گئی۔

"مس، میں پھر کہہ رہی ہوں کہ آپ اکیلے جانا ہی مناسب ہے۔

لوری کوٹھری سے نکلی تو اس کے چہرے پر خفگی کا تاثر تھا۔ "جمیلہ، میں تم کو مجبور نہیں کر سکتی۔ لیکن بچے میرے ساتھ ہی جائیں گے، اس نے کہا۔ مجھے بتاؤ، تمہیں کوئی دشمنی ہے ہمارے صدر سے؟ تم اسے ناپسند کرتی ہو"۔

"ایسی کوئی بات نہیں...... میں تو......"۔

"میں جانتی ہوں کہ تم لوگ امریکا کو پسند نہیں کرتے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم ہمارے لیڈر کی عزت نہ کرو، دیکھو نا، یہاں آئی ہو تم، یہاں تمہیں عزت روزگار ملا ہے۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ تم لوگ کھاتے ہمارا ہو، اور ہمیں ہی برا بھی کہتے ہو۔ اگر تم ہم سے نفرت کرتے ہو تو وہیں کیوں نہیں رہتے، جہاں سے آئے ہو۔ یہاں کیوں آتے ہو؟"۔

"مس، مجھے اس ملک سے نفرت نہیں ہے، جو کچھ انہوں نے میرے ملک کے ساتھ کیا ہے، اس کے باوجود میں نفرت نہیں کرتی ان سے"۔

یہ کہتے کہتے جمیلہ کو احساس ہوگیا کہ اس سے غلطی ہوگئی ہے۔

"کیا کیا ہے ہم نے سعودی عرب کے ساتھ، میرے ملک نے مشرق وسطیٰ پر بہت دولت اور وقت صرف کیا ہے۔ ہم نے انہیں آزادی دلانے کی کوشش کی ہے۔ آمریت سے نجات دلانے کی اور اس کے نتیجے میں ہمارے عام لوگوں پر بوجھ پڑا ہے، ٹیکسوں کی صورت میں۔ لوری ہانپنے لگی تھی۔ دیکھو، میں بحث تکرار نہیں چاہتی، میں نے سوچا ہے کہ ہم اچھا سا لنچ کریں گے اور پھر صدر کی تقریب میں چلیں گے، پھر اگر وہاں زیادہ بھیڑ ہوئی تو ہم واپس آجائیں گے۔

اب تم جا کر بچوں کو تیار کرو، میں بیس منٹ میں نیچے آؤں گی"۔

جمیلہ نے اپنا حوصلہ مجتمع کرتے ہوئے اپنی جیب سے چاقو نکالا، وہ ایک قدم آگے بڑھی، مگر پھر اپنی جگہ جم کر رہ گئی۔ لوری فرینکلن اچانک باہر آگئی تھی اور اب حیرت سے منہ کھولے اسے گھور رہی تھی۔ "جمیلہ، یہ کیا......؟ وہ ہکلائی، پھر اس نے کوٹھری کا دروازہ بند کرنے کی کوشش کی۔

لیکن جمیلہ اس سے زیادہ پھرتیلی ثابت ہوئی، اس نے لوری کے بال مٹھی میں جکڑے اور چاقو کی نوک اس کی گردن پر رکھ دی۔

"تم یہ سب کیوں کر رہی ہو"۔ لوری نے ہسٹریائی انداز میں کہا۔ "تم میرے بچوں کو مارنا چاہتی ہو۔ تم نے انہیں چھوا بھی تو میں تمہیں ختم کر دوں گی"۔

"میں قسم کھاتی ہوں، میں انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی"۔

"تو پھر یہ کیا کر رہی ہو تم؟"۔

"بس تم صدر کو دیکھنے نہیں جاؤ گی"۔ جمیلہ پھنکاری، اب تم فرش پر لیٹ جاؤ، ورنہ اپنے بچوں کو جوان ہوتے نہیں دیکھ سکو گی"۔

لوری فرینکلن پیٹ کے بل فرش پر لیٹ گئی۔ "میرے بچے کو چھونے کی جرأت نہ کرنا"۔

جمیلہ نے ہاتھ بڑھا کر ٹیلی فون کا تار کاٹ دیا۔ پھر اس کی مدد سے اس نے لوری کے ہاتھ اس کے پیروں کے ساتھ ملا کر باندھ دیئے۔ اب وہ حرکت نہیں کر سکتی تھی۔ پھر اس نے بیڈ کی چادر پھاڑ کر اس کے منہ میں ٹھونس دی۔

وہ فارغ ہوئی ہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی اور ٹمی نے پکارا، ماما...... آنا"۔

"ٹمی، میں ابھی آتی ہوں۔ تم بھائیوں کا خیال رکھو"۔ جمیلہ نے اپنی آواز کو پرسکون رکھنے کی کوشش کی۔

چند لمحے وہ جاتے ہوئے قدموں کی چاپ سنتی رہی۔ پھر اس نے جیب سے ایک شیشی نکالی۔ اس میں سے کچھ سیال اس نے ایک تولیے پر گرایا اور تولیے کو لوری کے منہ اور ناک سے لگا دیا۔

لوری نے چند لمحے ہاتھ پاؤں مارے پھر بے ہوش ہوگئی۔ جمیلہ اسے گھسیٹ کر کوٹھری میں لے گئی۔ پھر باہر نکل کر اس نے کوٹھری کا دروازہ بند کر دیا۔ پھر اس نے لڑکوں کو تیار کیا اور انہیں لے جا کر وین میں بٹھا دیا۔ اب کھیل شروع ہو چکا تھا۔ اب اسے سوچنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اب اسے وہ کچھ کرنا تھا، جس کی وہ مشق کرتی رہی تھی۔

وین کے گھر سے نکلنے کے ایک منٹ بعد نچلی منزل پر فون کی گھنٹی بجی۔ اور بجتی ہی رہی۔

اپنے آفس میں جارج فرینکلن نے رابطہ منقطع کیا، پھر اس نے اپنی بیوی کے سیل فون کا نمبر ڈائل کیا۔ وہاں ناکام ہونے کے بعد اس نے جمیلہ کا نمبر ملایا۔ اس کال کے ردعمل میں کچن کی ایک دراز میں رکھا جمیلہ کے سیل فون پر روشنی جلنے بجھنے لگی۔ بغیر کسی آواز کے۔

جارج نے فون رکھ دیا۔ وہ فکرمند نہیں تھا۔ لیکن اسے غصہ آرہا تھا۔ یہ پہلا موقع نہیں تھا کہ وہ اپنی بیوی سے بات کرنے میں ناکام ہوا تھا۔ البتہ جمیلہ ہمیشہ اس کا فون ریسیو کر لیتی تھی۔

اس نے اپنی بیوی کو ایک چیز آفس پہنچانے کے لیے فون کیا تھا کہ جو وہ گھر بھول آیا تھا اور وہ چیز بہت ضروری تھی۔ اگر جلد ہی گھر میں کسی سے اس کا رابطہ نہیں ہوا تو اس صورت میں اسے وہ چیز لانے کے لیے خود گھر جانا ہوگا۔ اس نے یہ فیصلہ کیا، اور پھر میز پر رکھے کاغذات کی طرف متوجہ ہوگیا۔

☆☆☆

جیمز برینن نے اپنی تقریر ختم کی تو قصبے کے میئر نے اسے قصبے کی علامتی چابی پیش کی۔ لوگ دیوانہ وار تالیاں بجا رہے تھے۔ چند منٹ بعد مسکراتے اور ہاتھ ہلاتے ہوئے صدر اسٹیج سے اترا، نیچے اترتے ہی اسے ایجنٹوں نے اپنے حصار میں لے لیا۔

بیس گز دور، صدر کی کار کے پاس کھڑا ایلکس اب بھی ٹٹولنے والی نگاہوں سے مجمع کا جائزہ لے رہا تھا۔

صدر اب اپنے اور عوام کے درمیان حائل اسی کی جانب جارہا تھا۔ وہاں موجود سینئر ایجنٹ نے پہلی قطار میں کھڑے لوگوں سے کہا:

"جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا، اب آپ لوگ اپنے ہاتھ سامنے رکھیں۔ جہاں صاف دیکھے جاسکیں"۔

صدر برینن پہلے فوجیوں کی طرف بڑھا۔ ان میں بیشتر معذور تھے۔ اس نے ان سے ہاتھ ملائے اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ وہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔ تصویریں بنائی جاتی رہیں۔ پھر وہ وھیل چیئر پر بیٹھے ایک معذور فوجی سے ہاتھ ملانے اور خیریت دریافت کرنے کے لیے جھکے۔ ارد گرد موجود سیکرٹ سروس ایجنٹوں کی نظریں مضطربانہ انداز میں گرد و پیش کو ٹٹولنے لگیں۔ صدر کو کسی بھی طرف سے کوئی خطرہ لاحق ہوسکتا تھا اور ہر طرف سے چوکنا رہنا ان کی ذمہ داری تھی۔

صدر صاحب ہاتھ ملا کر آگے بڑھے اور پھر وہ معذور نیشنل گارڈزمین کے سامنے رکے۔

صدر برینن نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ گارڈ مین کے مصنوعی ہاتھ کی گرفت کافی مضبوط تھی۔ صدر کو خیال بھی نہیں تھا، وہ مصنوعی ہاتھ ہے، لیکن لمس نے ان پر یہ بات واضح کر دی۔ ان کی نگاہوں میں الجھن لہرائی، مگر صرف ایک لمحے کے لیے۔ انہیں اپنے ہاتھ پر نمی کا احساس ہوا۔ انہوں نے اس نمی کو دور کرنے کے لیے دوسرے ہاتھ سے اسی ہاتھ کو رگڑا۔

"تم نے ملک و قوم کے لیے جو کچھ کیا، میں اسے سراہتا ہوں"۔

گارڈ نے انہیں سیلوٹ کیا، اور ہک والا ہاتھ استعمال کیا۔

صدر کو اس پر بھی ہلکی سی حیرت ہوئی، تاہم وہ اس کے ساتھ آگے بڑھے اور انہوں نے ایک اور نیشنل گارڈزمین کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک بوڑھے آدمی اور ایک جوان عورت سے ہاتھ ملایا۔ ایک بوڑھی عورت نے ان کے رخسار کو بوسہ دیا۔

اس دوران خاتون اول گورنر اور چیف آف اسٹاف کے ساتھ آہستہ آہستہ اسٹیج سے اتر رہی تھیں اور وہ عوام کو دیکھ کر ہاتھ بھی ہلا رہی تھیں۔ کارٹر گرے بھی اپنی کرسی سے اٹھ گیا تھا اور رسی کے ساتھ کھڑے لوگوں کے چہروں کو نظروں سے ٹٹول رہا تھا۔ اس طرح کا ہجوم اس کے لیے نیا نہیں تھا۔

مگر پھر اس کی نظریں اولیور اسٹون پر جم گئیں، جو اس ہجوم میں موجود تھا۔

اولیور کو دیکھے جانے کا احساس نہیں ہوا تھا۔

کارٹر کے ہونٹ ہلے لیکن کوئی آواز نہیں نکلی۔

صدر کے بائیں جانب موجود ایجنٹ نے سب سے پہلے اس بات کو محسوس کیا کہ صدر برینن کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ان کی پیشانی پر پسینے کے قطرے تھے، پھر انہوں نے ہاتھ سے سر کو تھاما اور ان کا دوسرا ہاتھ اپنے سینے پر بائیں جانب گیا۔

"سر، آپ ٹھیک تو ہیں؟"۔ ایجنٹ نے صدر سے پوچھا۔

"میں...... میں......"۔ صدر صاحب کہتے کہتے رک گئے۔ ان کی سانس تیز ہوگئی تھی، اور ان کے چہرے پر خوف اور گھبراہٹ تھی۔

ایجنٹ نے فوراً کلائی پر بندھے مائیک میں صدر کا کوڈ نیم استعمال کرتے ہوئے کہا: "ریون کلا بیمار ہے، میں پھر دہرا رہا ہوں...... ریون کلا......"۔ وہ اپنی بات پوری نہیں کر سکا، کیونکہ وہ زمین پر گر گیا تھا، اور وہی نہیں، صدر کو گھیرے میں لیے ہوئے مزید چھ ایجنٹ اور پانچ پولیس والے بھی اس کی طرح ڈھیر ہوگئے تھے۔

اسی وقت فائرنگ کی ابتدا ہوئی۔

ہجوم میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے، اور کس طرف ہو رہا ہے۔ چاروں عرب شوٹرز کو درختوں میں چھپے ہوئے کاؤنٹر اسنائپرز نے صرف چند سیکنڈ میں ختم کر دیا تھا۔

اگلے مرحلے میں ہجوم میں موجود تین فدائین حرکت میں آئے۔ وہ گاڑیوں کے صدارتی قافلے کی طرف لپکے، ان میں سے ہر ایک نے ماچس کی دیا سلائی جلائی اور اپنے کوٹوں کی اندرونی جیب میں رکھے چھوٹے سے پیک پر لگادی۔ اگلے ہی لمحے وہ تینوں آگ میں گھرے نظر آئے۔ ان میں سے ایک بڑی تیزی سے ایمبولینس کے نیچے جا گھسا اور ایمبولینس فوراً ہی شعلوں میں گھر گئی۔

لوگ دھماکے کے ڈر سے وہاں سے بھاگے، کیونکہ آگ گیس ٹینک کے قریب پہنچ رہی تھی۔

ایک درجن ایجنٹ صدر کی طرف دوڑے، اور اس کے گرد حفاظتی گھیرا بنا دیا۔ صدر صاحب زمین پر گرے ہوئے تھے، ان کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ ہاتھ سینے پر تھا۔

فائرنگ کی دوسری لہر نے پانچ اور ایجنٹوں کو شکار کیا۔ جو باقی بچے، انہوں نے صدر صاحب کو اٹھا کر ان کی گاڑی کی طرف دوڑ لگادی۔ ان کے انداز میں ایسی ہمواری اور ہم آہنگی تھی، جیسے انہوں نے زندگی بھر صرف یہی ایک کام کیا ہو۔ ان کا انداز مشینی تھا۔

دو اور ایجنٹ شکار ہوئے اور وہ صدر کے ڈاکٹر کے قریب گرے، جو پہلے ہی حملے میں نشانہ بن گیا تھا اور اب زمین پر ساکت و صامت پڑا تھا۔

صدر کو لے کر ان کی گاڑی تک پہنچتے پہنچتے صرف دو ایجنٹ ایسے تھے، جو اپنے پیروں پر کھڑے تھے۔ ان کی مدد کے لیے پولیس کی نفری بڑھی۔ لیکن تقریباً تمام کے تمام اگلے برسٹ میں ڈھیر ہوگئے۔ باقی پولیس والے ہجوم کو کنٹرول کرنے میں مصروف تھے، جو اَب جنگلے پھلانگ کر باہر نکلنے والے دروازوں کی طرف لپک رہا تھا۔ وہ سب خوف سے چلّا رہے تھے۔ مردوں اور عورتوں کو اپنے بچوں کی فکر تھی۔ وہ انہیں لے کر جلد از جلد اس ڈراؤنے خواب سے نکل جانا چاہتے تھے۔

تین اور شوٹرز گرادیے گئے۔ کاؤنٹر اسنائپرز نے ان کے سروں کو نشانہ بنایا تھا اور اب کاؤنٹر اسنائپرز صدر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ لیکن بے قابو ہجوم کی وجہ سے ان کی رفتار بہت سست تھی۔

فدائین کے دوسرے گروہ نے اپنا کام کر دکھایا۔ اب صدارتی قافلے کی بیشتر گاڑیاں آگ کی لپیٹ میں تھیں۔

کارٹر گرے اسٹیج پر کھڑا تھا۔ وہ بت بن کر رہ گیا تھا۔ اولیور اسٹون کو ہجوم میں دیکھ کر جو اسے حیرت کا جھٹکا لگا تھا، وہ اب اسے پوری طرح بھول چکا تھا۔ جو کچھ اس کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا تھا، اس نے اس کے ہوش اڑا دیئے تھے۔ خاتون اوّل اپنے شوہر کو پکار رہی تھی، مگر ہجوم کی چیخ پکار میں اس کی آواز صدا بہ صحرا تھی۔ چیف آف اسٹاف اور کارٹر گرے خود اس کے ساتھ تھا۔ ان کے گرد تین سیکرٹ ایجنٹ تھے، جنہوں نے ریوالور ہاتھ میں لیے ہوئے تھے اور وہ بہت چوکس تھے۔ گورنر بے چارہ بدقسمتی سے اسٹیج سے اتر چکا تھا اور اب ہجوم کے ساتھ تھا۔ اپنی مرضی سے کہیں جا بھی نہیں سکتا تھا۔ جس طرف ہجوم کا رخ ہو، اسے وہیں جانا تھا اور یہ بات بے حد خطرناک تھی۔

ہزاروں لوگ جان بچا کر بھاگنے کی کوشش میں اسٹیج سے الجھ رہے تھے۔ اسٹیج کسی بھی لمحے ڈھیر ہوسکتا تھا۔

صدر کی تقریر کے دوران کیٹ، اڈلفیا اور کیمل کلب کے اراکین مسلسل آگے بڑھتے رہے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریر ختم ہوتے ہوتے وہ رسیوں کے پاس کھڑے لوگوں سے محض دو قطار پیچھے رہ گئے۔

جس وقت وہ ڈراما شروع ہوا، اتفاق سے شوٹرز کے پہلے گروپ میں سے ایک شخص روبن کے قریب کھڑا تھا۔ اس کے باوجود اسے اس وقت کچھ اندازہ نہیں ہوا، جب تک اس نے فائر کی آواز نہیں سنی۔ وجہ یہ تھی کہ وہ میدان میں نصب بہت بڑی اسکرین پر صدر کو لوگوں سے ہاتھ ملاتے دیکھ رہا تھا۔

اور جب اس نے دیکھا تو وہ چلّایا۔ "گن!"۔ اور اس شخص کا ہاتھ تھام کر گن گرانے کے لیے زور لگانے لگا اور اسی لمحے ایک گولی اس شخص کے سر میں لگی اور وہ آواز نکالے بغیر ڈھیر ہوگیا۔

"کم آن، کم آن"۔ اولیور اسٹون نے کہا۔ "بس تھوڑا سا فاصلہ اور ہے"۔

کیٹ نے پلٹ کر صدارتی کار کی طرف دیکھا کہ شاید ایلکس نظر آجائے اور اسے اس کی طرف سے اطمینان ہوجائے۔

مگر وہ اسے کہیں نظر نہیں آیا۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

''آفیسر نے دروازے بند کرتے ہوئے کہا: ''گڈ لک، اب تم جاؤ''۔
اس کے ایک منٹ بعد بالآخر جارج فرینکلن کا نہایت مصروف 911 ریسکیو سے رابطہ ہوگیا۔ اس نے جمیلہ، بچوں کا حلیہ اور وین کے بارے میں بتاتے ہوئے اس واقعے کی رپورٹ درج کرادی۔
لیکن اس تفصیل کے نشر ہونے تک جمیلہ اس خفیہ مقام تک پہنچ چکی تھی، جہاں پہنچنا اس کی ذمہ داری تھی۔

☆☆☆

دس منٹ بعد سیاہ ہیلی کاپٹر تقریب کے میدان میں پارکنگ لاٹ پر اترا۔ ایک دروازہ کھلا اور ٹام ہیمنگ وے باہر آیا اور کارٹر گرے کی طرف بڑھا، جو کچھ فیڈرل ایجنٹوں کے ساتھ کھڑا باتیں کررہا تھا۔
''مائی گاڈ سر، میں نے تو پرواز کے دوران یہ خبر سنی صدر صاحب زندہ تو ہیں نا؟''۔ ٹام نے پوچھا۔
''ہمیں ابھی پتا چلا ہے کہ صدر صاحب کو اغوا کرلیا گیا ہے''۔ کارٹر گرے نے کہا: ''اور مجھے جلد از جلد واشنگٹن پہنچنا ہے''۔
ایک منٹ بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوا اور جنوب کی سمت پرواز کرگیا۔

☆☆☆

جمیلہ خفیہ مقام سے جارج فرینکلن کے گھر کی طرف جارہی تھی۔ صدر کو اس کی وین سے حتمی روانگی کے لیے منتقل کردیا گیا تھا۔ سب کچھ منصوبے کے عین مطابق ہوا تھا۔ اس منتقلی میں بہ مشکل ایک منٹ لگا ہوگا۔
اس نے لڑکوں کے رونے کی آواز دبانے کے لیے پوری آواز میں ریڈیو کھول دیا تھا۔ ہر ریڈیو اسٹیشن سے خبریں نشر ہورہی تھیں۔ صورتحال اتنی تیزی سے بار بار بدلتی تھی کہ مبصرین بوکھلاتے ہوئے تھے۔ کسی کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ بہت سے لوگ مارے گئے تھے، لیکن سب کو صدر کی فکر تھی، جس کے بارے میں خبر تھی کہ اسے اسپتال لے جایا گیا ہے۔
وہ جانتی تھی کہ اگلی خبر اس سے یکسر مختلف ہوگی۔

> زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
> دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
> لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

جمیلہ سوچوں میں یوں گم تھی کہ اسے وین کے پیچھے آنے والی پولیس کی کروزر کا پتا نہیں چلا۔ جو تیز رفتاری سے اپنے اور اس کی وین کے درمیان فاصلہ کم کر رہی تھی۔
بالآخر عقب نما میں اس نے اسے دیکھا۔ پر پیچھے آنے والی گاڑیوں میں سے کسی نے پبلک ایڈریس سسٹم پر اس سے بات شروع کردی۔
''وین کو ایک طرف روکو، اور فوراً گاڑی سے نکل آؤ''۔
اس کا نہ تو اس ہدایت پر عمل کرنے کا ارادہ تھا، نہ ہی رفتار کم کرنے کا۔ اس نے وین کی رفتار اور بڑھادی۔
سب سے آگے والی گاڑی میں بیٹھے افسروں کے درمیان نگاہوں کا تبادلہ ہوا۔ لگتا ہے، بچے اب بھی گاڑی میں موجود ہیں''۔
دوسرے نے اثبات میں سر ہلایا۔ ہاں، ہمیں اس کو قائل کرنے کی کوشش کرنی ہے''۔
''ٹھیک ہے، لیکن وہ نہیں مانتی، تو فوری طور پر اسنائپر زیونٹ کو طلب کرلینا۔
''میں نہیں سمجھتا کہ کوئی اسنائپر دستیاب ہوسکے گا۔ سوچو تو، یہاں چار سال میں قتل کی ایک سادہ سی واردات تک نہیں ہوئی تھی۔ اور اب ایک دن میں اتنا کچھ ہوگیا۔
آدھا میل آگے ایک اور کروزر نے سڑک بلاک کردی۔ جمیلہ نے اسے دیکھا تو گاڑی کچے میں اتار دی۔ گاڑی روک کر وہ سیٹ پھلانگ کر وین کے عقبی حصے میں چلی گئی۔
''اب کیا کررہی ہے''۔ ایک پولیس والے نے کہا: ''کیا یہ بچوں کو نقصان پہنچائے گی''۔
''کون جانے، تم نے اسنائپر کی بات کی؟''۔ دوسرا بولا۔
''کی تھی، مگر ڈسپیچر مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنسنے لگا۔ اس سے خود ہی اندازہ لگالو''۔
''بچوں کی موجودگی میں ہم لوگ تو فائر کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے''۔
''تو پھر کرنا کیا ہے؟''۔
''ارے...... وہ دیکھو، وین کا سائیڈ والا دروازہ کھل رہا ہے''۔
ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک ہاتھ باہر آیا اور چھوٹے بچے کو اس کی کار کی سیٹ سمیت باہر بٹھادیا گیا، پھر دو بڑے بچے بھی باہر آگئے۔
''یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی''۔ پولیس والے کے لہجے میں تشویش تھی۔
''تیار رہو''۔ اس کے ساتھی نے کہا: ''اگر وہ بچوں کو وین سے روندنے کی کوشش کرے تو ٹائروں کو نشانہ بنانا۔ میں اس عورت کے سر کا نشانہ لینے کی کوشش کروں گا''۔
وہ دونوں کروزر سے نکل آئے۔ ایک نے پستول نکال لیا تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں شاٹ گن تھی۔
لیکن جمیلہ کا تو ایسا کوئی ارادہ ہی نہیں۔ اس نے ایک نظر ان دونوں پر ڈالی اور پھر دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر جابیٹھی۔ پھر اس نے بچوں کو دیکھا اور الوداعی انداز میں ہاتھ لہرایا۔ ''بائی بائی ٹمی''۔ اس نے بڑے لڑکے کو پکارا۔ ''شریر بچے، اپنا خیال رکھنا''۔
''نانو...... بائی بائی''۔ بچے نے بھی ہاتھ لہرایا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرگئی تھیں۔
جمیلہ لوری فرینکلن کو بہت ناپسند کرتی تھی، لیکن خوشی کی بات یہ تھی کہ اسے اس کو قتل نہیں کرنا پڑا۔ بچوں کے لیے مائیں ضروری ہوتی ہیں۔
جمیلہ نے اس کے پرس سے کاغذ نکالا، اس پر کچھ لکھا اور اسے تہہ کرکے اپنی مٹھی میں رکھ لیا۔ پھر اس نے گیئر تبدیل کیا اور گاڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔ اب وہ سڑک پر تھی۔
پولیس کی ایک اور گاڑی اس بیڑے میں شامل ہوگئی تھی۔ جمیلہ نے گاڑی ان دونوں پولیس والوں پر دوڑادی، جو گاڑی سے نکل کر راستہ روکنے والے انداز میں سڑک پر کھڑے ہوگئے تھے۔
''گاڑی روکو''۔ ان میں سے ایک نے چیخ کر کہا۔
جمیلہ نے ایکسیلیٹر پر دباؤ اور بڑھادیا۔
''گاڑی روکو، ورنہ اب ہم فائر کھول دیں گے''۔
دونوں افسروں نے گنیں سیدھی کرلیں، عقب سے آنے والی ایک اور کروزر بچوں کے پاس رکی اور اس میں موجود پولیس والوں نے بچوں کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔
''ٹائروں پر فائر کرو''۔ ایک پولیس والے نے چیخ کر کہا۔
دونوں نے اگلے ٹائروں پر فائر کیے۔ لیکن گاڑی آگے بڑھتی رہی۔ یہ الگ بات کہ وہ نشے میں دھت کسی شرابی کی طرح ڈگمگارہی تھی، لیکن اس کا رخ دونوں پولیس والوں کی طرف تھا۔
''یہ پاگل ہے''۔ ان میں سے ایک چلایا: ''یہ تو ہمیں روند ڈالے گی''۔
''گاڑی روکو''۔ دوسرا چلایا۔
عقب سے گاڑی کے پچھلے ٹائروں پر فائر کیے گئے۔ لیکن گاڑی نہیں رکی۔
جمیلہ نے کچھ نہیں سنا۔ وہ بلند آواز میں کلمۂ شہادت پڑھ رہی تھی...... میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ احمد کے بارے میں سوچ رہی تھی، جس نے اس کا دل جیت لیا تھا۔ لیکن اس کا کہنا تھا کہ وہ اسے نہیں جانتا۔ احمد مرچکا تھا۔ کیا اب وہ جنت میں ہوگا؟
پھر وہ جنت کے بارے میں سوچنے لگی۔ جنت جو اس دنیا سے کروڑوں گنا خوب صورت ہوگی...... نعمتوں اور آسائشوں سے آراستہ جنت!
اس نے ایکسیلیٹر پر دباؤ اور بڑھایا۔ گاڑی پچکے ہوئے ٹائروں کے ساتھ جھٹکے لیتی، اچھلتی آگے بڑھی۔
شارٹ گن اور پستول نے ایک ساتھ شعلے اگلے۔ ونڈ شیلڈ ٹوٹی، شیشہ اندر کی طرف گیا۔ گاڑی لہرائی اور ایک درخت سے جاٹکرائی۔
وین کا ہارن بجے جارہا تھا۔ پولیس والے وین کی طرف لپکے اور بڑی احتیاط سے ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ کھولا۔ جمیلہ کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، مگر کچھ بھی نہیں دیکھ رہی تھیں۔ پولیس والے الٹے پاؤں پیچھے ہٹے۔ اسی لمحے وین میں سے ایک کاغذ پھڑ پھڑاتا ہوا باہر زمین پر آیا۔ ایک پولیس والے نے اسے اٹھالیا:
''کیا لکھا ہے اس میں؟''۔ اس کے ساتھی نے پوچھا۔ ''خودکشی کا نوٹ ہے؟''۔
پہلے پولیس والے نے کاغذ کو دیکھا، کندھے جھٹکے اور اسے اپنے ساتھی کی طرف بڑھادیا۔ ''اجنبی زبان میں ہے۔ میں تو نہیں پڑھ سکتا''۔
وہ تحریر عربی زبان میں تھی اور جمیلہ نے اس کاغذ پر اپنی موت کی تاریخ اور درست وقت لکھا تھا۔

☆☆☆

واشنگٹن کے سفر کے دوران کارٹر گرے خاموش رہا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا، ٹام ہیمنگ وے نے بھی مداخلت کی کوشش نہیں کی۔ اس کے اپنے پاس بھی سوچنے کو بہت کچھ تھا۔
ہیلی کاپٹر این آئی سی پر اترا۔ کارٹر گرے باہر آیا۔
''آپ گھر جانا چاہتے ہیں سر؟''۔ ٹام نے پوچھا۔
کارٹر نے اسے اچنبھے سے دیکھا: ''ہمارا صدر کھو گیا ہے۔ مجھے کام کرنا ہے''۔
یہ کہہ کر وہ این آئی سی میں ہیڈ کوارٹر چلا گیا۔ ہیلی کاپٹر دوبارہ پرواز کے لیے بلند ہوا۔ ٹام نے ہیڈ سیٹ پر پائلٹ سے کچھ کہا۔
''جی سر بہت بہتر''۔ ٹائلر رنگنے نے کہا اور حکم کی تعمیل میں ہیلی کاپٹر کا رخ مغرب کی طرف کردیا۔
ٹام نے ہیلی کاپٹر کے فرش پر نگاہ ڈالی۔ ایک فٹ نیچے کارگو کمپارٹمنٹ میں صدر امریکا پرسکون نیند لے رہا تھا۔

☆☆☆

برینن، پنسلوانیا میں ان دنوں جو کچھ ہوا، اس کی خبر دنیا کے افتادہ ترین حصوں تک پہنچ گئی۔
سیکورٹی سروس نے سرکاری پلان پر عمل درآمد شروع کردیا۔ سیکریٹری آف اسٹیٹ اور امریکی نائب صدر سمیت تمام اہم افراد یکجا ہوگئے۔
امریکی آئین کی 25 ویں ترمیم کے تحت نائب صدر بین ہملٹن نے چیف ایگزیکٹو کا عہدہ سنبھال لیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ امریکی صدر کے اغوا کے نتیجے میں یہ آئینی ترمیم کام آرہی تھی۔
لیکن یہ ایکٹنگ صدر بے حد ناخوش تھا۔
بین ہملٹن نے سیکرٹ سروس کے ڈائریکٹر کی بہت اچھی طرح خبر لی تھی۔ اس کے بعد ہر ایجنسی کے سربراہ کو وائٹ ہاؤس میں طلب کرکے انہیں بتایا گیا کہ وقت پڑنے پر وہ ذمہ دار ثابت نہیں ہوئے ہیں۔
صدر کی بازیابی کے لیے آپریشن پر بات کی گئی۔
سب جانتے تھے کہ بین ہملٹن کا خواب امریکی صدارت کا حصول ہے۔ لیکن امریکی صدر کے اغوا کے بعد اس طرح کی صورت حال میں یہ عہدہ سنبھالنا اس کے لیے کسی بھی طرح سے فائدہ مند نہیں تھا۔
اس نے کارٹر گرے کو اسی رات اوول آفس میں پیش ہونے کا حکم دیا۔
کارٹر گرے نے بڑی خاموشی اور وقار سے ہملٹن کی زبانی گولا باری کا سامنا کیا۔ سب کچھ سننے کے بعد اس نے پُرسکون لہجے میں کہا: ''ابھی تک آپ نے صدر صاحب کی بازیابی کے سلسلے میں کچھ نہیں سوچا''۔
باہر رازداری کی اس گفتگو کی سن گن لینے والوں کا کہنا تھا کہ ہملٹن نے جواب میں جو کچھ کہا، چھاپنا تو بہت دور کی بات، اسے دہرایا بھی نہیں جاسکتا۔

☆☆☆

کیٹ کی دعوت پر اڈلفیا اور کیمل کلب کے تمام اراکین کیرج ہاؤس میں یکجا ہوئے۔ وہ سب برینن سے واپس آچکے تھے، لیکن اڈلفیا کے چہرے پر اب بھی وحشت تھی۔
''ایلکس خیریت سے ہے، لیکن میں ابھی تک اس سے مل نہیں سکی ہوں''۔ کیٹ نے انہیں بتایا: ''بس اس سے فون پر چند منٹ بات ہوئی''۔
''اس کو منہ بند رکھنے کی ہدایت کی گئی ہوگی''۔ روبن نے کہا: ''وہ عملی طور پر سب سے آگے تھا۔ اس کے پاس یقیناً ایسی معلومات ہوں گی، جو مددگار ثابت ہوسکتی ہیں''۔
''پہلے ہم اس کے بارے میں تو سوچیں، جو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کوئی ایسی بات، جو مددگار ثابت ہوسکے''۔
اولیور بولا:
''ہم نے زبردست فائرنگ دیکھی، لوگوں کو مرتے اور کاروں کو جلتے دیکھا''۔ کیلب نے کہا۔
''اور تم نے دیکھا کہ صدر کو لے جایا گیا''۔ ملٹن نے اضافہ کیا۔
''لیکن اس سے پہلے ہی کچھ گڑبڑ ہوئی تھی صدر کے ساتھ''۔ کیلب نے کہا: ''میں نے بڑے ٹی وی پر دیکھا تھا۔ صدر اپنے سینے کو مسل رہے تھے''۔
''ہارٹ اٹیک؟''۔ روبن نے خیال آرائی کی۔
''عین ممکن ہے''۔ اولیور نے کہا۔
''بہرحال فائرنگ کرنے والے عرب تھے، ان میں سے ایک کو گولی لگی تھی۔ اس کے ہاتھ سے میں نے اس کی گن لے کر دیکھی تھی''۔ روبن نے کہا۔
''یہ طے ہے کہ جو کچھ ہوا، بہت مربوط منصوبہ بندی کے تحت ہوا''۔ اولیور نے کہا۔ ''اتنی بھگدڑ کے باوجود یہ بات میں نے واضح طور پر محسوس کی۔ پہلے شوٹرز سامنے آئے، پھر خودسوزی کرنے والے اور پھر مزید شوٹرز، سب کچھ سوچا سمجھا تھا، جیسے خوب ریہرسل کی گئی ہو''۔
''بہرحال صدر کی لیموزین تو نکل گئی''۔ کیٹ نے نشان دہی کی۔ ''یہ الگ بات کہ آگے جاکر صدر صاحب اغوا ہوگئے''۔
''میرے خیال میں منصوبہ ساز چاہتے بھی یہی تھے کہ صدر کی لیموزین کے لیے کوئی رکاوٹ ہو''۔ اولیور نے کہا۔ ''دیکھو نا، اسے پورے صدارتی قافلے سے تو کاٹ ہی دیا گیا نا''۔ وہ ملٹن کی طرف متوجہ ہوا، جو اپنے لیپ ٹاپ پر تیزی سے ٹائپ کررہا تھا۔ ''کوئی نئی بات ملٹن؟''۔
''صرف اتنا کہ صدر صاحب کے اغوا کی حتمی تصدیق ہوگئی ہے۔ برینن میں اس ہاسپٹل کے سامنے زبردست فائرنگ ہوئی ہے''۔
''مرسی ہاسپٹل''۔ اولیور نے پرخیال لہجے میں کہا۔ سوچو، اگر صدر بیمار ہو تو اسے اسپتال لے جانا ضروری ہوگا۔ یہی مروجہ طریق کار ہے''۔
''اور انہوں نے ایمبولینس کو آگ لگادی تھی''۔ کیٹ نے کہا۔
''یہ بھی منصوبے کا حصہ تھا''۔
''مطلب؟''۔ کیلب نے انہیں دیکھا۔
''ہمیں ایلکس سے بات کرنی ہے۔ اسے وہ فلم دکھانی ضروری ہے''۔ کیٹ نے کہا۔
''لیکن مجھے یقین ہے کہ اس وقت وہ بہت مصروف ہوگا''۔ روبن نے تبصرہ کیا۔
''اس کے گھر آتے ہی میں اس سے ملوں گی''۔ کیٹ نے کہا۔ ''اسے ہماری مدد کرکے خوشی ہوگی''۔
لیکن اولیور اس سلسلے میں اتنا پُراعتماد نہیں تھا۔

☆☆☆

سیکرٹ سروس ہیڈ کوارٹر میں کرائسز روم بھن بھناہٹوں سے گونج رہا تھا۔ سرکاری طور پر تفتیش ایف بی آئی کررہی تھی، لیکن سیکرٹ سروس اس کیس سے پیچھے نہیں ہٹ سکتی تھی۔
ایلکس فورڈ کے بازو پر پٹی بندھی تھی اور پسلیوں پر ٹیپ لگا تھا۔ اب تک وہ دس سے زائد بار تفصیل بیان کرچکا تھا۔
''ہاسپٹل کا سیکورٹی گارڈ پکڑا گیا ہے''۔ سیکرٹ سروس کے ڈائریکٹر وائن مارٹن نے بتایا:
''ایمبولینس میں موجود دیگر دو افراد ہلاک ہوگئے''۔
''اور صدر صاحب؟''۔ ایلکس نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا۔
''ان کا ابھی تک کچھ پتا نہیں چلا۔ ہمارا خیال ہے کہ انہیں کسی اور گاڑی میں منتقل کردیا گیا ہوگا۔ اس کام میں ممکنہ طور پر جمیلہ سالم نامی ایک عورت ملوث تھی۔ وہ جارج فرینکلن نامی ایک شخص کے ہاں آیا کی حیثیت سے کام کرتی تھی۔ اس نے مسز فرینکلن کو باندھ دیا تھا اور خود بچوں کو لے کر نکل گئی تھی۔ بعد میں اس نے بچوں کو چھوڑ دیا اور خود پولیس کے ہاتھوں ماری گئی''۔
''صدر صاحب سے اس کا کیا تعلق؟''۔ ایک ایجنٹ نے سوال کیا۔
''ہمارا خیال ہے کہ اس نے روڈ بلاکس سے گزرنے میں آسانی کے لیے بچوں کو استعمال کیا۔ اپنی آیا کے ساتھ تین روتے بلکتے بچوں سے تو بس ہمدردی ہی کی جاسکتی ہے۔ ان پر شک کون کرسکتا ہے؟''۔
''میری سمجھ میں تو اب بھی نہیں آیا''۔ اسی ایجنٹ نے کہا۔
''جو وین وہ چلا رہی تھی، اس کا معائنہ کرنے پر اس کے عقبی حصے میں ایک خفیہ کمپارٹمنٹ کا پتا چلا۔ وہ مولڈ کرکے بنایا گیا تھا اور بالکل صدر صاحب کی جسامت کے مطابق تھا۔ وہیں ایک چھوٹا کمپارٹمنٹ آکسیجن ٹینک کے لیے بھی تھا۔ مسز فرینکلن نے بتایا کہ اس نے اپنا اصل پروگرام کینسل کرکے بچوں کے ساتھ تقریب میں جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس نے یہ بات جمیلہ کو بتائی تو جمیلہ پریشان ہوگئی۔ اس کے نتیجے میں پورا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ جاتا۔ چنانچہ اس نے مسز فرینکلن پر قابو پاکے اسے باندھ دیا اور بچوں کو لے کر نکل کھڑی ہوئی۔ بچوں کے بغیر وہ کوئی روڈ بلاک عبور نہ کرپاتی''۔
''یہ بتائیں، سیکورٹی گارڈ سے کچھ معلومات حاصل ہوئیں؟''۔
''وہ ایف بی آئی کی تحویل میں ہے''۔ یہ کہتے ہوئے مارٹن کا لہجہ تلخ ہوگیا۔ ''لیکن اس کے پرنٹس فیڈ کئے گئے تو بے نتیجہ ثابت ہوئے''۔
''مسٹر، میں اتنا بتادوں کہ نہ وہ کوئی عام آدمی ہے، نہ ہی یہ اس کی پہلی مہم ہوگی۔ وہ پروفیشنل ہے''۔ ایلکس فورڈ نے کہا۔
''میں تم سے متفق ہوں، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کبھی پکڑا نہیں گیا''۔
تب ایلکس نے وہ سوال کیا، جس سے وہ ڈر رہا تھا۔ ''کتنے آدمی مارے گئے سر؟''۔
مارٹن نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا۔ ''تقریب کے مقام پر اور ٹاؤن میں کل 21 دہشت گرد مارے گئے''۔
''میں اپنے لوگوں کے متعلق پوچھ رہا ہوں سر''۔
مارٹن نے وہاں موجود تمام لوگوں پر نگاہ ڈالی اور پھر بولا:
''ابھی یہ بات عام نہیں کی گئی ہے اور نہ کی جائے گی، جب تک ہم یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ گورکھ دھندا ہے کیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارا بالکل جانی نقصان نہیں ہوا۔ کوئی ایک آدمی بھی نہیں مارا گیا''۔
ایلکس اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ ''کیا بات کررہے ہیں سر؟ میری آنکھوں کے سامنے کتنے ہی لوگ گرے تھے، جا بجا بکھرے ہوئے تھے، میں وہاں موجود تھا سر، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ پھر جانی نقصان چھپانے کا مطلب؟ کیا اپنی نااہلی اور رسوائی پر پردہ ڈالنا ہے''۔
''پرسکون ہوجاؤ فورڈ، میں جانتا ہوں کہ تمہیں بہت ساری مسکن دوائیں دی گئی ہیں۔ تم اچھی حالت میں نہیں ہو۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں بیٹے کہ تم مجھ سے اس طرح بات کرو''۔ مارٹن کے لہجے میں تنبیہ تھی۔
ایلکس نے ایک گہری سانس لی اور بیٹھ گیا۔
''ہمارے 25 آدمیوں کو شوٹ کیا گیا۔ اس کے علاوہ پندرہ باوردی اور ڈاکٹر بیلانی بھی تھے، جنہیں شوٹ کیا گیا''۔ مارٹن کہتے کہتے رکا، پھر بولا: ''لیکن ان پر ٹرنکولائزر میں بجھے ڈارٹ فائر کیے گئے تھے، اب وہ سب کے سب ہوش میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دہشت گرد میگنیٹو میٹرز سے بغیر دشواری کے گزر گئے۔ ڈارٹ گنیں دھات کی نہیں تھیں، لیکن خیال رہے، یہ بات اس کمرے سے باہر نہیں جانی چاہیے''۔
کمرے میں موجود تمام ایجنٹوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ایلکس نے آہستہ سے کہا۔ ''ٹرنکولائزر گیس! یعنی وہاں اسپتال کے باہر تو سچ مچ کی فائرنگ ہورہی تھی''۔
''وہاں بھی دو ایجنٹ ایسے ہیں، جن پر ڈارٹس فائر کی گئیں۔ ایمونیشن وہ محض اوٹ رکھنے کے لیے استعمال کررہے تھے، ورنہ سوچو، وہ بلندی پر تھے اور دنیا کی بہترین اسنائپر رائفلوں سے لیس تھے۔ ایمونیشن کی بھی کمی نہیں تھی ان کے پاس۔ مگر ہمارا کوئی ایجنٹ زخمی تک نہیں ہوا۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ وہ بس ہمارے لوگوں کو ہاسپٹل سے زیادہ دیر دور رکھنے کی کوشش کررہے تھے اور اب یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ انہوں نے جان لینے کے ارادے سے کوئی فائر نہیں کیا۔ حالانکہ جس پوزیشن میں وہ تھے، ہمیں بھاری جانی نقصان پہنچا سکتے تھے۔ یہ حقائق ہیں۔ میں یہ دعوا البتہ نہیں کرسکتا کہ یہ میری سمجھ میں بھی آگئے ہیں''۔
ایلکس نے اپنے زخمی بازو کو چھوتے ہوئے کہا: ''مجھ پر تو اصلی گولیاں چلائی گئیں''۔
''یہ تمہارے لیے بڑا اعزاز ہے۔ تم واحد ایجنٹ ہو، جس پر اصلی گولیاں چلائی گئیں۔ اس کی وجہ میری سمجھ میں آتی ہے۔ انہیں توقع نہیں تھی کہ تم اسپتال میں گھس کر ان کے منصوبے کے لیے خطرہ بن جاؤ گے''۔
''مگر میں کچھ بھی تو نہیں کرسکا''۔ ایلکس نے افسردگی سے کہا۔
''تمہاری جگہ کوئی بھی ہوتا، وہ اس سے زیادہ نہیں کرسکتا تھا''۔
ایلکس اس ستائش کے جواب میں کچھ کہہ نہیں سکا۔
''منصوبہ یہی تھا کہ صدر صاحب اس حال میں ہاسپٹل پہنچیں کہ اپنے حفاظتی دستے سے محروم ہوں''۔ مارٹن نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''انہیں ہمارے قواعد وضوابط اور طریق کار کے بارے میں مکمل معلومات حاصل تھیں۔ انہوں نے ان سے پوری طرح فائدہ اٹھایا۔ لیکن انہوں نے کسی کی جان نہیں لی۔ یہ غیر معمولی بات ہے، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ صدر صاحب کو بھی بہ آسانی ختم کرسکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا''۔
''اس کا مطلب ہے کہ وہ تاوان طلب کریں گے اور وہ صرف ڈالرز میں نہیں ہوگا''۔ ایک ایجنٹ نے قیاس آرائی کی۔
''امکان تو یہی ہے۔ اب یہ خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کیا مانگیں گے''۔
''لیکن سر، انہوں نے یہ مہربانی کیوں کی ہم پر کہ ہمارے ایجنٹوں کو مارا نہیں؟''۔ ایلکس نے پوچھا۔ ''میرا مطلب ہے، یہ لوگ تو ہیں ہی قاتل، نائن الیون اس کی مثال ہے، لیکن یہاں انہوں نے مارنے کے بجائے اپنی جانیں قربان کردیں۔ کیوں؟''۔
''یہ تو میری سمجھ میں بھی نہیں آتا۔ یہ پورا معاملہ بالکل انوکھا ہے۔ ایک نئی بات، ایک نیا میدان''۔ مارٹن کے لہجے میں بے بسی تھی۔ اس نے ریموٹ کنٹرول اٹھایا اور اس کا رخ دیوار پر نصب بڑے اسکرین والے پلازما ٹی وی کی طرف کیا۔ ''یہ ویڈیو ابھی کچھ دیر پہلے آئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ سب پوری توجہ سے اسے دیکھیں۔ کوئی بات عجیب اور غیر معمولی نظر آئے تو بتائیں''۔
ایلکس اسکرین کی طرف متوجہ ہوگیا۔ برینن کا خوف ناک واقعہ صوری طور پر دہرایا جارہا تھا۔
انہوں نے اس ویڈیو کو تین بار دیکھا۔ کچھ ایجنٹوں نے تبصرے کیے، لیکن لاحاصل۔ ویڈیو سے صرف ایک بات پوری طرح ثابت ہوتی تھی کہ دہشت گرد بے حد منظم تھے اور انہوں نے ڈسپلن کا زبردست مظاہرہ کیا۔
''انہوں نے ڈاکٹر اور ایمبولینس کو نشانہ بنایا تاکہ صدر کو علاج کے لیے ہاسپٹل لے جانا ناگزیر ہوجائے''۔ مارٹن نے کہا: ''پھر انہوں نے ایک ٹریکٹر ٹرالر سے واٹر ٹاور گرایا، تاکہ پولیس کی نقل وحرکت دشوار تر ہوجائے۔ میں تو شکر ادا کرتا ہوں کہ رینالڈ ریگن کے معاملے میں ہمارا اس طرح کے لوگوں سے سابقہ نہیں پڑا۔ اسے بھی ہاسپٹل چند ہی ایجنٹ لے کر گئے تھے، وہاں اسے بڑی آسانی سے نشانہ بنایا جاسکتا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اس سلسلے میں تبدیلیاں سوچنی پڑیں گی''۔
''لیکن صدر صاحب بہت بیمار لگ رہے تھے''۔ ایلکس نے کہا۔ ''مجھے یاد ہے، انہوں نے سینے پر ہاتھ رکھا تھا، جیسے دل میں تکلیف ہو اور جب ہم ہاسپٹل پہنچے تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ مررہے ہیں۔ میں نے ان کی نبض چیک کی۔ مجھے تو وہ نارمل لگی۔ لیکن میں بہرحال ڈاکٹر تو نہیں ہوں''۔
''ہاسپٹل کے اسٹاف نے بتایا کہ وہاں ایک ڈاکٹر نے انہیں کوئی انجکشن لگایا، جس کے بعد وہ بے ہوش ہوگئے''۔ مارٹن نے بتایا۔
''اب یہ تو ممکن نہیں کہ انہوں نے اس مفروضے پر کام کیا ہو کہ تقریب کے دوران یا پھر صدر صاحب بیمار ہوں گے اور انہیں مرسی ہاسپٹل لے جایا جائے گا''۔ ایلکس نے کہا۔ ''صدر صاحب کی طبیعت کی خرابی میں انہی کا ہاتھ ہوگا۔ انہوں نے اس کے لیے کچھ کیا ہوگا''۔
''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم کہ انہوں نے یہ کیسے کیا''۔
''ممکن ہے، ان پر بھی ڈارٹ آزمائی گئی ہو''۔ ایک ایجنٹ نے کہا۔
''یہ ممکن ہے۔ ڈارٹ گن بے آواز ہوتی ہے۔ لیکن ابتدائی فائرنگ سے پہلے کوئی گن دیکھی ہی نہیں گئی۔ ہم یہ فلم سو سے زائد بار دیکھ چکے ہیں۔ صدر صاحب کے چہرے پر ایک ثانیے کے لیے بھی کوئی ایسا تاثر نہیں دیکھا گیا، جو پھانس چبھنے پر بھی نظر آتا ہے۔ دیکھو نا، ڈارٹ پیوست ہونے پر جسم ردعمل تو ظاہر کرتا ہے''۔
اس وقت جیری سائکس ایک کاغذ ہاتھ میں لیے وہاں آیا۔ ''یہ ابھی آیا ہے سر''۔ اس نے مارٹن سے کہا۔
مارٹن نے کاغذ کا جائزہ لیا اور پھر سر اٹھا کر ایجنٹوں کی طرف دیکھا۔ ''برینن کے ہاسپٹل سے اطلاع آئی ہے کہ وہاں پانچ ایسے مریض آئے، جنہیں سانس لینے میں دقت ہورہی تھی، اور ان میں ہارٹ اٹیک کی علامات موجود تھیں۔ انہوں نے ان مریضوں کے بارے میں تفصیلی معلومات بھی فراہم کی ہیں۔ ان سب کا علاج ہوا، ٹیسٹ لیے گئے، مگر ان سے پتا چلتا تھا کہ ان کے ساتھ کوئی مسئلہ نہیں ہے''۔
''ممکن ہے، فضا میں کوئی ایسی چیز پھیلائی گئی ہو''۔ جیری سائکس نے کہا۔
''یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنے بڑے مجمع میں اس کا اثر صرف صدر صاحب اور ان پانچ افراد پر ہوا ہو''۔ مارٹن نے اعتراض کیا۔
ایلکس کی نظریں ٹی وی اسکرین پر جمی تھیں۔ ''کیا ہاسپٹل جانے والے ان پانچ افراد میں ایک نیشنل گارڈز مین، دو بوڑھے مرد، ایک جوان عورت اور ایک بوڑھی عورت تھے؟''۔ اس نے سوال کیا۔
مارٹن نے کاغذ سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ ''تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟''۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔
ایلکس نے اسکرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''ذرا اس سیکوینس کو سلوموشن میں چلوا کر دیکھیں''۔
انہوں نے دیکھا۔ صدر برینن رسیوں کے اس طرف کھڑے لوگوں سے ہاتھ ملا رہے تھے۔
''اوکے، بس یہاں روک دو''۔ ایلکس اچانک چلایا۔
مارٹن نے اس شاٹ کو فریز کردیا۔
''اس آدمی کے ہاتھ کو دیکھو''۔ ایلکس نے نیشنل گارڈز مین کی طرف اشارہ کیا۔
''یہ مصنوعی ہاتھ ہے فورڈ''۔ جیری سائکس نے کہا۔ ''یہ بات کئی ایجنٹوں نے نوٹ کی تھی؟''۔
''یہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں''۔ ایلکس نے کہا۔ ''اس نے صدر سے دایاں ہاتھ ملایا جو مصنوعی ہے اور اس کے بعد غور سے دیکھو صدر نے پانچ مزید افراد سے ہاتھ ملایا ہے۔ اب ٹیپ آگے بڑھائیں''۔
نیشنل گارڈز مین صدر کو سیلوٹ کرتا نظر آیا۔
''اب پھر روکیں۔ دیکھیں، اس نے سیلوٹ الٹے ہاتھ سے کیا ہے۔ ہاتھ کیا، ہک ہے یہ، یعنی ایک ہاتھ اور ایک ہک''۔
''ممکن ہے، دوسرا مصنوعی ہاتھ تیاری کے مرحلے میں ہو''۔ مارٹن نے کہا۔
''لیکن ہاتھ سیدھا ملانا اور سیلوٹ بائیں سے کرنے کا کیا مطلب؟''۔
''بیشتر لوگ سیدھے ہاتھ سے کام کرتے ہیں۔ میں کھبا ہوں۔ میں ہمیشہ ہاتھ سیدھا ملاتا ہوں۔ لیکن سیلوٹ کبھی کبھی بائیں ہاتھ سے بھی کرتا ہوں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟''۔ جیری سائکس نے کہا۔
''ٹھیک ہے بھئی اور کچھ نظر آیا ہو کسی کو تو بتاؤ''۔
ایلکس اپنے ہاتھ کا جائزہ لے رہا تھا۔ ''آپ اس کے ہاتھ کو زوم ان کرسکتے ہیں؟''۔
مارٹن اور سائکس نے اسے ناپسندیدگی سے دیکھا۔
''میری خاطر''۔ ایلکس نے اپیل کی۔ ''دیکھیں نا اور کچھ تو ہے نہیں آپ کے پاس''۔
مارٹن نے بٹن دبایا اور اسکرین پر مصنوعی ہاتھ چھا گیا۔
''اب اسے چیک کریں''۔ ایلکس نے اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔
''کیا چیک کریں''۔ مارٹن نے جھنجھلا کر کہا۔
''اس کی ہتھیلی پر نمی نظر آرہی ہے آپ کو؟''۔
سائکس نے الجھن بھری نظروں سے ایلکس کو دیکھا۔ ''یہ تو پسینہ ہے۔ یہ گرم دن تھا''۔
''بے شک۔ لیکن مصنوعی ہاتھ کو پسینہ نہیں آتا''۔
''ٹھیک کہتے ہو''۔ مارٹن نے چیخ کر کہا، اس کا انداز ہیجانی تھا۔

☆☆☆

کچھ دیر بعد جب ایجنٹ نکل رہے تھے تو مارٹن نے ایلکس کو روک لیا۔
ایلکس نے حیرت سے اسے دیکھا۔
''تم کبھی شرمندہ نظر نہ آنا فورڈ۔ تم صحیح معنوں میں ہیرو ہو''۔
''نہ تو اس بات پر خود آپ کو یقین ہے، نہ ہی مجھے''۔ ایلکس نے کہا۔
تمہیں نہیں ہوگا۔ لیکن میں یہ اعلان کرسکتا ہوں''۔

☆☆☆

24 گھنٹے گزر چکے تھے۔ پورا امریکا اپنے کھوئے ہوئے صدر کے بارے میں کسی اچھی خبر کا منتظر تھا۔
نیشنل گارڈز مین کا ایڈریس معلوم کیا گیا، مگر جب وہ لوگ وہاں پہنچے، وہ اس سے بہت پہلے وہاں سے جاچکا تھا۔ پانچوں مریض البتہ مل گئے۔ وہ ایک ایسے محلول کے زیر اثر تھے جو جلد کے ذریعے اندر اتر جاتا ہے۔ ٹیسٹ کئے گئے تو پتا چلا کہ اس کے اثرات میں ہارٹ اٹیک جیسی علامات، جزوی اور وقتی فالج اور مایوسی شامل ہیں۔
ہاسپٹل والوں نے اس محلول کی شناخت کے لیے سی آئی اے کے سائنس دانوں، ٹیکنیشنز سے مدد مانگی۔ سی آئی اے نے فوری طور پر مطلع کیا کہ انہوں نے کبھی کسی پر اس طرح کا محلول نہیں آزمایا۔
یہ بہرحال اچھی خبر تھی کہ یہ دوا ہلاکت خیز نہیں، بلکہ اس کا نقصان وقتی ہوتا ہے۔ اس میں حیرت کی بات بھی نہیں تھی، کیونکہ دہشت گردوں کو اگر صدر کو ختم کرنا ہوتا تو وہ تو تھے ہی ان کے رحم وکرم پر۔
اب یہ بات طے تھی کہ ان پانچ مریضوں پر محلول کا اثر صدر سے ہاتھ ملانے کے نتیجے میں ہوا تھا۔
برینن کے ڈاؤن ٹاؤن علاقے کے ایک گیراج میں ایک لاش ملی تھی۔ اسے ایلکس نے ایمبولنس کے ڈرائیور کی حیثیت سے شناخت کیا تھا۔ وہ گیراج ایک امریکی بزنس مین کی ملکیت تھا۔ لیکن اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔
لاش کے معائنے سے ظاہر ہوا کہ اس کی موت جس گولی سے واقع ہوئی، وہ اسی گن سے فائر کی گئی تھی، جس سے ایلکس پر فائر کیا گیا تھا۔ گولی ایلکس کے بازو کو چھو کر گزری تھی اور قریبی دروازے میں پیوست ہوگئی تھی۔
یہ نتیجہ نکالنا بھی دشوار نہیں تھا کہ صدر کو ہاسپٹل سے گیراج لے جایا گیا تھا اور وہاں انہیں جمیلہ کی وین کے خفیہ کمپارٹمنٹ میں منتقل کردیا گیا تھا اور جمیلہ کی وین کے ذریعے انہیں برینن سے باہر لے جایا گیا تھا۔
قائم مقام صدر نے کئی بار عوام سے خطاب کرکے انہیں یقین دلایا تھا کہ امریکا کی سالمیت اور استحکام کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے، اور قیادت کا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ نیز یہ کہ جنہوں نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے، انہیں نشان عبرت بنادیا جائے گا۔ انہوں نے اغوا کرنے والوں کو تنبیہ کی تھی کہ وہ فوری طور پر صدر جیمز برینن کو صحیح وسالم واپس کردیں۔ ورنہ وہ جو کوئی بھی ہوں اور جو ملک بھی ان کی مدد کررہا ہے، امریکا کے دشمن نمبر ایک تصور کیے جائیں گے، اور انہیں صفحۂ ہستی سے مٹادیا جائے گا۔
لیکن اغوا کی اس واردات نے پورے امریکا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اسٹاک مارکیٹ پر برا اثر پڑا تھا۔ لوگ اپنے گھروں سے نکلتے ہوئے ڈر رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ امریکا ساکت ہوگیا ہے۔ اس پر ستم یہ ہوا کہ کچھ انتہا پسند تنظیموں کی طرف سے اغوا کرنے والوں کو کہا گیا کہ وہ امریکی صدر کو ختم کردیں اور اس کی لاش دنیا کو دکھادیں۔
افواج امریکا سپر الرٹ پوزیشن میں ہوئی تھیں۔ 62ء میں کیوبن میزائل کرائسز کے بعد پہلی بار ایسا ہورہا تھا۔ نائن الیون کے بعد بھی اس سطح کا ردعمل دیکھنے میں نہیں آیا تھا اور ابھی یہ معاملہ لیول ون پر بھی پہنچ سکتا تھا۔
انٹیلی جنس والے اغوا کنندگان کی شناخت حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کررہے تھے۔ سفارتی سطح پر بھی کوششیں کی جارہی تھیں۔
پنٹاگون نامعلوم دشمن پر حملہ کرنے کے لیے بے تاب ہورہا تھا۔
مسلح افواج کی کمیٹی کی میٹنگ میں ایک جنرل نے ایک سینیٹر سے کہا: ''ہم ان لوگوں سے تنگ آچکے ہیں۔ اب لڑائی زمین پر نہیں ہوگی۔ اس بار ہم میزائلوں سے ان کی کمر توڑ دیں گے''۔
سینیٹر اس سے اختلاف نہیں کرسکتا تھا۔
اسلامی دنیا اور امریکا کے درمیان کشیدگی پہلے ہی آخری حدوں کو پہنچی ہوئی تھی۔ بہرحال اس معاملے میں کسی بھی دہشت گرد تنظیم نے اس کی ذمہ داری قبول نہیں کی۔ دوسری طرف برینن میں مارا جانے والا ہر دہشت گرد عرب تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ ان کے پرنٹس اور دیگر معلومات کو انٹیلی جنس کے ڈیٹا بیس میں ڈالا گیا تھا تو وہاں سے ان کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہوسکا تھا۔ یہ بات ناقابل یقین تھی کہ امریکی ریکارڈ میں ان کے بارے میں کچھ بھی نہ ہو۔
لوگوں کی ایک ہی خواہش تھی...... اپنے صدر کی واپسی اور اس کے بعد وہ ان سوالوں کے جوابات جاننا چاہتے تھے، جنہوں نے اس واقعہ کے رونما ہونے کے بعد ان کے ذہنوں میں جنم لیا تھا۔

☆☆☆

واردات کے اگلے روز کیٹ ایڈمزرات کے وقت ایلکس سے ملنے اس کے گھر گئی۔ اندر سے گٹار کی آواز سنائی دے رہی تھی، جو اس کی دستک کے نتیجے میں معدوم ہوگئی۔ پھر قریب آتے آتے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ ''کون ہے؟''۔
''ایلکس، یہ میں ہوں کیٹ''۔
ایلکس نے دروازہ کھولا۔ اس کی شیو بڑھی ہوئی تھی، بال الجھے ہوئے تھے۔ وہ ایک میلی ٹی شرٹ اور جینز میں تھا۔ آنکھیں سرخ ہورہی تھیں۔ اس کی سانسوں میں شراب کی بو تھی اور ہاتھ میں گٹار۔
''تم میری کالز ریسیو نہیں کررہے تھے۔ میں بہت پریشان ہوگئی''۔
''سوری، میں مصروف تھا''۔ ایلکس نے بے رخی سے کہا۔
کیٹ نے گٹار کو دیکھا اور پھر اس کے بازو پر بندھی پٹی کو۔ ''اس زخم کے ساتھ تم گٹار کیسے بجارہے ہو''۔
''وِہسکی میں بڑی طاقت ہوتی ہے''۔
''مجھے اندر نہیں بلاؤ گے؟''۔
اس نے کندھے جھٹکے اور پیچھے ہٹ کر اسے راستہ دیا۔ پھر اس کے اندر آنے کے بعد دروازہ بند کردیا۔
''مجھے حیرت ہے کہ تم میڈیا والوں کے گھیرے میں نہیں ہو''۔
''انہیں میرا نام نہیں دیا گیا ہے۔ بس یہ بتایا گیا ہے یہ ایک سیکرٹ ایجنٹ نے سب کچھ گڑبڑ کردیا اور امریکی صدر اس کے نتیجے میں اغوا ہوا۔ ایلکس نے تلخ لہجے میں کہا۔
وہ اسے کمرے میں لے گیا، جہاں وہ دونوں بیٹھ گئے، کمرے میں فرنیچر برائے نام تھا۔ کیٹ کو اسے دیکھ کر ایسا لگا، جیسے مکین ابھی وہاں شفٹ ہوا ہو یا وہاں سے کہیں اور شفٹ ہونے کے مرحلے میں ہو۔
کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر ایلکس نے کہا۔ ''کچھ پیو گی؟''۔
''تمہیں اس حال میں دیکھنے کے بعد کچھ پینے کی ہمت نہیں''۔
وہ اٹھا، کمرے سے گیا، واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں کوک کا گلاس تھا۔
''مجھے جیک ڈینیئل ہی دے دو''۔
''سوری، کل پوری بوتل تھی میرے پاس، اور آج ایک بوند بھی نہیں ہے''۔
''تو یہ ہے تمہارا منصوبہ...... پیتے پیتے جان سے گزر جانا!''۔
''ہاں''۔
''یہ کوئی اچھا منصوبہ تو نہیں''۔
''تو تم کچھ اور تجویز کردو''۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

علیم الحق حقی

تم نے اولیور اور اس کے ساتھیوں سے ملنے کا وعدہ کیا تھا"۔

"ارے ہاں...... وہ کیمرا کلب"۔ ایلکس غائب دماغ ہو رہا تھا۔

"نہیں...... کیمل کلب"۔ کیٹ نے تصحیح کی۔

"جو بھی ہو"۔ ایلکس نے بے پروائی سے کہا، اور گٹار کے تار چھیڑے۔

کیٹ نے کمرے کا جائزہ لیا۔ اس کی نظر ایک فوٹو پر رک گئی۔ اس نے اسے اٹھالیا۔ وہ ایک دبلے پتلے، دراز قد شخص کی تصویر تھی، جس کے ہاتھ میں گٹار تھا اور ہونٹوں میں سگریٹ دبی تھی۔ "یہ تمہارے والدین......؟"۔

"ہاں۔ ون اینڈ اونلی روڈ فورڈ"۔

کیٹ نے فوٹو رکھ دیا اور پلٹ کر دیکھا۔

"یہ زندگی تو نہیں لگتی نا تمہیں"۔ وہ اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ "ایک سیکرٹ سروس ایجنٹ اپنے گھر سے واسطہ کم ہی رکھتا ہے"۔ وہ مسکرائی۔ "میں تمہاری دولت حاصل کرنے کے چکر میں تمہارے پیچھے نہیں پڑی ہوں۔ اس طرف سے بے فکر رہو"۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے"۔

وہ بیٹھی، کرسی سے ٹیک لگا کر کوک کا ایک طویل گھونٹ لیا، اور بولی۔ "تمہیں اولیور سے ملنا چاہیے ایلکس، یہ مت بھولو کہ یہ ایک عورت کے اغوا کا معاملہ ہے"۔

> زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
>
> دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
>
> لیکن جب دیدۂ بینا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

"تو ایف بی آئی کو کال کرو۔ مگر اس وقت تو وہ اغوا کی ایک بہت بڑی واردات میں الجھے ہوئے ہیں"۔

"بالکل"۔

"بل شٹ"۔

"پلیز ایلکس، ان سے مل لو"۔

"نہیں، میں نہیں ملوں گا"۔

"کیوں؟"۔

"میں نہ کسی اور کو جواب دہ ہوں، اس سلسلے میں اور نہ ہی تمہیں"۔

کیٹ نے گلاس خالی کر کے رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ "اگر تم ایسے سوچتے ہو تو مجھے افسوس ہے"۔

وہ جانے کے لیے پلٹی۔ مگر ایلکس نے کندھوں سے تھام کر اسے اپنی طرف گھما دیا۔ "میں نے سب تباہ کر دیا کیٹ۔ میں اپنا فرض بھی انجام نہ دے سکا"۔

"اس میں تمہارا کیا قصور، تم تو ان کے ہاتھوں مرتے مرتے بچے ہو"۔

"نہیں کیٹ، انہوں نے مجھے ایسے بے وقوف بنایا، جیسے میں کوئی ننھا سا بچہ ہوں۔ میں دھوکا کھا گیا۔ وہ سیکورٹی گارڈ یوں ہاسپٹل سے نکلا، جیسے اپنی جان پر کھیل کر باہر آیا ہو۔ اور اس نے مجھے مدد کی پیش کش کی اور میں نے اپنے صدر کو اس کے سپرد کر دیا۔ خود اپنے ہاتھوں سے"۔

"لیکن پھر تم ان کا کھیل سمجھ ہی تو گئے۔ تم نے انہیں روکنے کی کوشش بھی تو کی"۔

"ہاں، مگر میں ساٹھ سیکنڈ لیٹ ہو گیا۔ اور میری فیلڈ میں یہ جرم ہے"۔ ایلکس نے کہا، اور دیوار سے ٹیک لگالی۔ "تمہیں یاد ہے، کینیڈی کے محافظ کلنٹ ہل نے مجھ سے کیا کہا تھا؟"۔

"یہ کہ تم کبھی اس جیسے نہیں بننا چاہو گے، اس لیے کہ اس نے اپنے صدر کو کھو دیا تھا"۔

"ہاں، اور اس کی بات، اس کے جذبات میں اب سمجھ سکتا ہوں"۔

☆☆☆

صدر کے اغوا کے بعد کارٹر گرے برائے نام ہی سو سکا تھا۔ لیکن اس کی ہر کوشش بے نتیجہ ثابت ہو رہی تھی۔ صدر کے اغوا کو 36 گھنٹے گزر چکے تھے اور وہ این آئی سی کی کانفرنس ٹیبل پر موجود تھا۔ اس کے سامنے ایک شخص کرسی سے بندھا بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں تھیں۔ دو تحیم شحیم گارڈ اس کے دائیں بائیں موجود تھے۔ وہ اپنا نام مرید شاہ بتاتا تھا اور کاغذات اس کی تائید کرتے تھے۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ جھوٹ ہے۔

اس نے بڑی مشکل سے لڑ جھگڑ کر فرید شاہ کو اپنی تحویل میں لیا تھا۔ ایف بی آئی کے ڈائریکٹر کو بلیک میل کر کے۔

"فرید شاہ فرام انڈیا، اس نے کہا۔ "لیکن تم انڈین نہیں ہو"۔

"میرا باپ انڈین تھا اور ماں سعودی۔ میں اپنی ماں پر پڑا ہوں"۔ قیدی نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"ایک ہندو نے ایک مسلمان سے شادی کی"۔

"اب یہ ایسی ان ہونی بھی نہیں ہے، انڈیا میں ایسا ہوتا رہتا ہے"۔

"تم انڈیا سے امریکا کیسے آئے؟"۔

"آہ امریکا...... ترقی کی منزل"۔

"تو اب مسلمان دہشت گردی کے لیے ہندوؤں کو بھرتی کر رہے ہیں؟"۔

"سنو، میں ایک سچا مسلمان ہوں۔ تم نے مجھے اپنی کوٹھری میں نماز ادا کرتے دیکھا ہو گا"۔

"ایک بات بتاؤں مسٹر شاہ، تم مجھے جانے پہچانے لگتے ہو"۔

"میں نے دیکھا ہے، امریکیوں کو ہم سب ایک جیسے ہی لگتے ہیں"۔

"میں کوئی عام امریکی نہیں ہوں۔ اچھا، یہ بتاؤ، تمہیں ہاسپٹل میں سیکورٹی گارڈ کی جاب کیسے ملی؟"۔

قیدی اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اور یہ لوگ کون ہیں؟"۔ کارٹر گرے نے میز پر پھیلی ہوئی تصویروں کی طرف اشارہ کیا۔ "کیا یہ تمہاری فیملی ہے؟"۔

قیدی نے اب بھی جواب نہیں دیا۔

"یہ تمہارے اپارٹمنٹ سے ملی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ تم انہیں جانتے ہو۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہر تصویر کے پیچھے عربی میں ایک تاریخ درج ہے۔ یہ تاریخ پیدائش، تاریخ وفات اور کچھ اور معلومات ہیں"۔ کارٹر گرے نے ایک ٹین ایج لڑکے کی تصویر اٹھائی۔ "اس پر لکھا ہے کہ یہ سولہ سال کی عمر میں مرا اور یہ ایران عراق جنگ کا عرصہ تھا۔ اب بتاؤ، یہ تمہارا بھائی تھا اور ایران عراق جنگ میں یہ کس کی طرف تھا...... اور تم کس کی طرف تھے؟"۔

کارٹر نے جواب کا انتظار نہیں کیا۔ وہ جانتا تھا کہ جواب نہیں ملے گا۔ اس نے ایک اور تصویر اٹھائی۔ وہ ایک عورت کی تصویر تھی۔

"اس پر لکھا ہے، کہ یہ عراق پر امریکا کی پہلی فوج کشی کے دوران ماری گئی۔ شاید یہ پرشین گلف وار کی طرف اشارہ ہے، جب عراق نے کویت پر قبضہ کیا اور امریکا کویت کی امداد کے لیے آیا۔ خیر، چھوڑو اسے، یہ بتاؤ، یہ تمہاری بیوی تھی؟ تم صدام حسین کی طرف سے لڑے تھے؟"۔

اس بار بھی جواب نہیں ملا۔

گرے نے ایک ٹین ایج لڑکی کی تصویر اٹھائی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا، اور پڑھا، "عراق پر امریکا کی دوسری فوج کشی کے دوران ماری گئی۔ کیا یہ تمہاری بیٹی تھی؟"۔

قیدی نے اب بھی اپنے ہاتھوں کو گھور رہا تھا۔

"ان جنگوں میں تم نے بہت کچھ کھو دیا۔ اپنی فیملی، اپنے دوست، مسلمانوں سے مسلمانوں کی جنگ، مسلمانوں کی امریکا سے جنگ، کیا یہ سب کچھ اسی لیے ہے؟"۔ کارٹر آگے کی طرف جھکا۔ "کیا یہ انتقام ہے؟"۔

جواب نہیں ملا۔

کارٹر نے تصویریں سمیٹ لیں اور اس نے گارڈز کو اشارہ کیا، کارٹر گرے جانے کے لیے اٹھا، پھر اس نے پلٹتے ہوئے قیدی سے کہا، میں جلد ہی واپس آؤں گا، اور تب تم مجھے سب کچھ بتا دو گے"۔

☆☆☆

خبروں کے نام پر افواہیں اس قدر پھیلیں کہ عوام کو حقائق سے مطلع کرنا ضروری ہو گیا۔ چنانچہ باضابطہ طور پر اعلان کر دیا گیا کہ صدر امریکا کے اغوا کے دوران دہشت گردوں نے ٹرینکولائزر گیس استعمال کی تھی اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ مجمع میں بھگدڑ کی وجہ سے درجنوں لوگ زخمی ہوئے تھے۔ لیکن کوئی امریکی ہلاک نہیں ہوا تھا۔ 21 عرب ضرور مارے گئے تھے۔

اس خبر پر پوری دنیا حیرت میں ڈوب گئی۔

نیویارک ٹائمز نے سرخی لگائی...... خودکش قاتل، جنہوں نے اپنے سوا کسی کی جان نہیں لی!

واشنگٹن پوسٹ نے اپنے تجزیے میں یہ خیال ظاہر کیا کہ شاید حقیقی گنیں اس لیے استعمال نہیں کی گئیں کہ ان کی وجہ سے دہشت گرد پکڑے جاتے۔ لیکن سوال یہ تھا کہ اسپتال کے سامنے والی عمارت میں موجود اسنائپرز نے ٹرینکولائزر گنوں پر کیوں اکتفا کیا، انہیں اصلی گولیاں چلانے سے کون روک سکتا تھا!۔

نیویارک پوسٹ کی سرخی سوالیہ تھی...... یہ آخر ہو کیا رہا ہے؟۔

پھر اسی صبح وائٹ ہاؤس کو ایک چونکا دینے والی خبر ملی۔ امریکا کے تمام بڑے نیٹ ورکس کو الجزیرہ ٹی وی کی طرف سے مطلع کیا گیا تھا کہ اغوا کرنے والوں کے مطالبات ان تک پہنچ چکے ہیں اور وہ بھی چونکا دینے والے ہیں۔ لیکن وہ بریکنگ نیوز کے طور پر نشر ہوں گے، یعنی امریکی عوام اور حکومت کو ایک ہی وقت میں یہ معلومات حاصل ہوں گی۔

قائم مقام صدر ہملٹن اس کے سوا کیا کر سکتا تھا کہ کابینہ کا ہنگامی اجلاس طلب کرتا۔ سو اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے علاوہ تمام مشیر اور ملٹری کمانڈرز بھی اس اجلاس میں شریک تھے۔

"لیکن ہم یہ یقین کیسے کر لیں کہ صدر برینن ان کے قبضے میں ہیں"، نیشنل سیکورٹی ایڈوائزر نے کہا:

"بالکل"۔ ڈیفنس سیکریٹری جوڈیکر نے اس کی تائید کی، وہ اپنی مستعدی کی وجہ سے ہمیشہ سراہا جاتا تھا۔ سیاست اس کے لیے شطرنج کا کھیل تھی، جسے وہ بڑی ہوشیاری سے کھیلتا تھا۔ اور وہ امریکا کی خوبی طاقت کا عملی مظاہرہ کرنے کے حق میں ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ برینن کی کابینہ میں اسے مرد آہن قرار دیا جاتا تھا۔ اس بحران میں ہملٹن اس پر سب سے زیادہ انحصار کر رہا تھا۔

قائم مقام صدر ہملٹن نے اپنی جیب سے کاغذ کا ایک پرزہ نکالا۔ "یہ نیٹ ورکس کی جانب سے بھیجا گیا ہے۔ اس کے ساتھ مطالبات بھی ہیں"۔

وہ کیا ہیں جناب؟"۔

"اس میں وہ نیوکلیئر کوڈ موجود ہیں، جو صدر برینن کے پاس تھے، یہ تو طے ہے کہ اب یہ کوڈ بے کار ہو گیا؟"۔

دو منٹ بعد ڈیفنس سیکریٹری نے تصدیق کر دی کہ کوڈ بالکل درست ہے۔

وہاں موجود سب لوگوں کی نظریں جھک گئیں۔ وہ ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے، وہ سب ایک ہی بات سوچ رہے تھے کہ امریکا سے وہ مطالبہ کیا جائے گا، جو وہ پورا نہ کر سکے۔ یعنی صدر جیمز برینن کی بچت ممکن نہیں۔

دیوار پر نصب پلازما اسکرین پر اینکر پرسن نمودار ہوا۔

"دعا کرو کہ یہ صدر صاحب کی گردن مارنے کی فلم نہ دکھا دے"۔ ہملٹن نے کہا۔

باقی سب بھی یہی سوچ رہے تھے، لیکن کہنے کی ہمت کسی میں نہیں تھی۔

نیوز اینکر کچھ اپ سیٹ لگ رہا تھا۔ تاہم اس نے پُرسکون لہجے میں بولنا شروع کیا۔ "سب سے پہلی شرط تو یہ ہے کہ امریکا اور ساری دنیا کو اسلام کی عظمت کو تسلیم کرنا چاہیے، اور اسے وہ احترام دینا چاہیے، جس کا وہ مستحق ہے۔ دوسری بات یہ کہ امریکا جتنی امداد اسرائیل اور مصر کو دیتا ہے، اتنی ہی امداد فلسطین کو بھی دے تا کہ وہاں اقتصادی خوش حالی آئے۔ تیسری شرط عراق اور افغانستان سے اتحادی افواج کا مکمل انخلا ہے۔ البتہ اقوام متحدہ کی فوج وہاں رہ سکتی ہے، چوتھی شرط یہ ہے کہ افغانستان میں تمام فوجی اڈے فوری طور پر بند کیے جائیں۔ پانچویں شرط میں فراہم کرنے والے ممالک پر سے دباؤ ہٹایا جائے اور جس ملک کی تنصیبات ہیں، وہ انہیں واپس کی جائیں، چھٹی شرط...... عرب ممالک میں جو غیر ملکی فرمیں کاروبار کر رہی ہیں، ان میں بڑا حصہ عربوں کا ہونا چاہیے اور آئندہ بیس سال تک ان سے حاصل ہونے والے منافع کو اسی ملک میں ری انویسٹ کیا جائے، تا کہ وہاں بے روزگاری کم اور انفرا اسٹرکچر مضبوط ہو۔ ساتویں شرط یہ ہے کہ امریکا اور اتحادی اس بات کی ضمانت دیں کہ جب تک ان پر براہ راست حملہ نہ ہو یا ان کے پاس ٹھوس ثبوت نہ ہوں، وہ مزید کسی ملک پر فوج کشی نہیں کریں گے۔ آٹھویں شرط یہ ہے کہ امریکا اپنی فوجی قوت کے بل بوتے پر ساری دنیا پر اور بالخصوص مشرق وسطی پر اپنی مرضی کا نظام اور ثقافت تھوپنے کی کوشش نہ کرے۔ نویں شرط، امریکا اعتراف کرے کہ مشرق وسطی کے بیشتر مسائل اس کے غلط اور غیر منصفانہ خارجہ پالیسیوں کی وجہ سے ہیں۔ ان کی اصلاح کی جائے۔

جیسے جیسے شرائط سامنے آتی گئیں، اجلاس کے شرکا کے موڈ خراب ہوتے گئے۔

"وہی پرانی خرافات"۔ ایک جنرل نے کہا: "مجھے مایوسی ہوئی کہ کوئی اور مثبت بات سامنے نہیں آئی ہے"۔

"ہم بلیک میل نہیں ہو سکتے"۔ صدر ہملٹن نے کہا۔ پھر اس نے تائید طلب نظروں سے ادھر اُدھر دیکھا۔

"ہرگز نہیں"۔ این ایس اے نے کہا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا"۔ ڈیکر نے تائید کی۔

سب لوگ سامنے رکھے پیڈز پر لکھ رہے تھے۔ جنرلز اور ایڈمرلز ایک کونے میں جمع ہو کر عسکری نکتہ نگاہ سے باہم مشورے کر رہے تھے۔

سکریٹری آف اسٹیٹ اینڈریا مائرنے کہا: "ایک منٹ، کیا ہم صدر جیمز برینن کی موت کا فیصلہ کرنے جا رہے ہیں؟"۔

پنٹا گون گروپ نے بڑی بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"تو تم سمجھتی ہو کہ وہ صدر صاحب کو ہمیں واپس کر دیں گے؟"۔ ان میں سے ایک نے تیز لہجے میں کہا۔

سب اپنی اپنی کہے جا رہے تھے۔ ایسے میں کارٹر گرے کی بلند آہنگ آواز ابھری۔ اس واقعے نے اس کا ناقابل تسخیر ہونے کا تصور مجروح کر دیا تھا۔ مگر پھر بھی اس کی ایک حیثیت تھی۔ "میرا خیال ہے، ہمیں باقی شرائط بھی سن لینی چاہئیں"۔ اس نے اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

نیوز اینکر نے کھنکھار کر گلا صاف کیا۔ "اور یہ دوسرا حصہ ہے"۔ اس نے کہا: "جو ترقی یافتہ ممالک اپنے جدید اسلحے کے زور پر اپنی بات منواتے ہیں، وہ خود کو مہذب کہتے ہیں، لیکن در حقیقت دہشت گرد ہیں۔ انہیں کوئی حق نہیں کہ وہ دوسرے ممالک کو بم بنانے سے روکیں، جب آپ آگ سے کھیلیں گے تو جلیں گے بھی"۔ اینکر نے توقف کیا اور پھر بولا: "اور اب اس پیغام کا سب سے عجیب حصہ...... وہ کہتے ہیں: ہمارے مطالبات مانے جائیں یا نہ مانے جائیں، صدر برینن کو آج سے ٹھیک ایک ہفتے بعد صحیح و سلامت ایک محفوظ مقام پر چھوڑ دیا جائے گا، اور امریکی حکومت کو اس مقام کے بارے میں مطلع کر دیا جائے گا، تاہم دنیا کو ہمارے مطالبات کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا چاہیے، کیونکہ ان پر عمل کیے بغیر دنیا میں امن قائم ہونا ممکن نہیں"۔

اب وہ سب شاک میں بیٹھے اسکرین کو گھورے جا رہے تھے۔

"یہ کیا بکواس ہے"۔ ہملٹن نے کہا۔

"صدر کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ مطالبات مانے جائیں یا نہ مانے جائیں"۔ کارٹر گرے نے کہا۔

"بکواس...... ہمیں بے وقوف سمجھتے ہیں یہ لوگ"۔ ڈیکر چلایا۔ "میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ یہ واردات کرنے کے لیے دہشت گردوں نے کہاں سے بھرتی کیے؟"۔

کارٹر گرے نے اسے بدمزگی سے دیکھا۔ "روئے زمین پر ایک ارب سے زیادہ مسلمان موجود ہیں"۔ اس نے خشک لہجے میں کہا۔ "اور وہ اپنے ایمان اور عقائد پر مستحکم ہیں، وہ اپنی جانیں بھی قربان کر سکتے ہیں اور جو ہم ان لوگوں کو سے بر سر پیکار ہیں۔ اگر تم اپنے دشمنوں کی طاقت کو نہیں سمجھتے تو میرے نزدیک تم محکمہ دفاع کے قابل ہرگز نہیں ہو"۔

"یہ تم مجھ سے......؟"۔

کارٹر گرے نے اس کی بات کاٹ دی۔ "تم احمقانہ اور بچکانہ سوال اٹھا رہے ہو۔ جو اہم سوال، جس پر غور کرنا چاہیے، یہ ہے کہ اس کی منصوبہ بندی کس نے کی۔ کیونکہ میں جانتا ہوں، کسی دہشت گرد تنظیم میں اس طرح کی اہلیت نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے، کوئی ان کی مدد کر رہا ہے اور یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کون ہے؟"۔

☆☆☆

مطالبات سامنے آنے کے بعد کارٹر گرے پہلے سے زیادہ تن دہی سے اپنے کام میں لگ گیا۔ این آئی سی کے ریکارڈ فرید شاہ کا کوئی وجود نہیں تھا۔ ایف بی آئی کے ریکارڈ میں چیک کیا گیا، مگر بے سود۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ اصلی نام نہیں ہے۔

گرے ہیلی کاپٹر کے ذریعے برینن پہنچا۔ وہاں اس نے تمام دہشت گردوں کی لاشوں کا معائنہ کیا۔ ان میں صرف مری ہاسپٹل کا ڈاکٹر ہی جانا پہچانا لگتا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ این آئی سی کی فائلوں میں موجود دہشت گردوں کی تصاویر پانچ سے پندرہ سال پرانی تھیں اور اتنے عرصے میں تو آدمی کی شخصیت بدل سکتی تھی۔

اس نے برینن کے تمام متاثرہ مقامات کو کھنگالا، لیکن کچھ حاصل نہیں ہوا۔ البتہ وہ اس ماسٹر مائنڈ کو سراہنے پر مجبور ہو گیا، جس نے وہ پورا نقشہ ترتیب دیا تھا، مگر سوال پھر وہی تھا، وہ آخر ہے کون؟۔

واپسی کے سفر میں اس نے وہ تصویریں نکالیں، جو فرید شاہ کے اپارٹمنٹ سے ملی تھیں۔ اچانک اسے ایک خیال آیا۔ اس نے پائلٹ کو منزل تبدیل کرنے کی ہدایت دی، اب ہیلی کاپٹر کا رخ لینگلے کی طرف تھا۔ سی آئی اے ہیڈکوارٹر!۔

وہاں اس نے فرید شاہ کی تصویر کے ساتھ دوسری تصویروں کو بھی ڈی آئی سی میں چیک کرنے کے لیے دے دیا۔

اس شام وہ اپنے آفس میں تھا کہ لینگلے سے کال آئی۔

انہوں نے ایک عرب مخبر سے رابطہ کیا تھا، مخبر کا خیال تھا کہ ان میں سے ایک کو وہ پہنچانتا ہے۔ وہ لڑکی تھی۔ وہ ایک ایسے شخص کی بیٹی تھی، جو عراق میں مخبر کے ساتھ لڑا تھا۔ پہلے تو صدام حسین کے خلاف اور بعد میں امریکی فوج کے خلاف اور جب اسی مخبر نے فرید شاہ کی تصویر دیکھی تو فوراً اسے پہچان لیا۔ وہ کچھ تبدیل تو ہوا تھا، لیکن وہی اس لڑکی کا باپ تھا۔

"لڑکی کے باپ کا کیا نام تھا؟"۔ کارٹر نے پوچھا۔

"عدنان الریمی"۔ سی آئی اے کے ڈائریکٹر نے جواب دیا۔ "لیکن یہ ممکن نہیں، کیونکہ وہ مر چکا ہے"۔

کارٹر نے اس کا شکریہ ادا کیا اور فون رکھ دیا۔

فوراً اس نے ڈیٹا بیس کا رخ کیا اور عدنان الریمی کی تصویر نکالی۔ پھر اسے فرید شاہ کی تصویر سے ملایا۔ کچھ مشابہت تو تھی، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ دونوں ایک ہی آدمی ہیں۔

کارٹر نے تصویر کو میز پر رکھ دیا۔ این آئی سی کے ڈیٹا بیس میں گڑبڑ کی گئی تھی۔ تصویریں اور پرنٹس تبدیل کر دیئے گئے تھے۔ پیٹرک جانسن نے یہ کام کیا تھا اور بعد میں اسے قتل کر دیا گیا تھا۔ یہ بات سمجھ آتی تھی، مگر اس سے حاصل کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔

وہ باہر نکل آیا، اور فوارے کے پاس پہنچ کر بیٹھ گیا۔ این آئی سی کی عمارت کو دیکھتے ہوئے اس نے سوچا...... یہ دنیا کی سب سے بڑی انٹیلی جنس ایجنسی ہے، لیکن اس وقت یہ بھی اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ یہ اندر کا کام ہے، اسے پہلے سے شبہ تھا کہ دہشت گردوں کو ریکارڈ میں ہلاک کر دیا جاتا ہے، اور پھر انہیں دوبارہ زندگی دی جاتی ہے، نئی شناخت کے ساتھ اور اس کا شبہ سچ ثابت ہو رہا تھا۔ لیکن یہ اندر کا غدار، گھر کا بھیدی ہے کون؟ اور یہ سلسلہ کہاں تک پھیلا ہوا ہے۔

بے تحاشا وسائل کے باوجود کارٹر گرے اس وقت خود کو بہت تنہا محسوس کر رہا تھا!

☆☆☆

ٹام ہمنگ وے کنکریٹ کے فرش پر آسن جمائے بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور نبض اور سانس اتنی موہوم تھی کہ پہلی نظر میں وہ کسی کو زندہ نہیں لگ سکتا تھا۔

پھر وہ اٹھا اور ہال وے سے گزر کر ایک اور کمرے میں گیا۔ اس نے ایک بھاری دروازہ کھولا۔ اس سے گزرا۔ ایک اور دروازہ کھولا اور پھر اندر چلا گیا۔

وہ ایک چھوٹا کمرہ تھا۔ اس میں ایک چارپائی تھی۔ چارپائی پر جیسیٹی اس طرح دراز تھی کہ اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں زنجیروں کی مدد سے دیوار سے جکڑے گئے تھے۔ اس کی ہموار سانسیں گواہی دے رہی تھیں کہ وہ سو رہی ہے۔

ہیمنگ وے وہاں سے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ جہاں اس کا دوسرا قیدی...... زیادہ اہم قیدی...... اور وہ بھی سکون سے سو رہا تھا۔ ٹام ہیمنگ وے دروازے میں کھڑا صدر جیمز برینن کو دیکھتا رہا، وہ گزرے ہوئے تازہ واقعات کو ذہن میں دہرا رہا تھا۔

اس نے دنیا کو حیرت سے دوچار کر دیا تھا۔ حیرت، جو ہوتی ہی غیر متوقع ہے۔

جب دنیا میں ہر کسی کو خدشہ تھا کہ امن تہہ و بالا ہو گا، تو اس نے دنیا کو سیلف کنٹرول سے متعارف کرایا تھا۔ جب سب یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمانوں کی روایتی دیوانگی اور وحشت کا اعادہ ہو گا تو اس نے انہیں متوازن ثابت کر دیا تھا۔ یہ عدم تشدد کا فلسفہ تھا، لیکن اس کی دو مثالیں پہلے سے موجود تھیں۔ سب سے پہلے گوتم بدھ نے یہ کر کے دکھایا تھا اور بعد میں گاندھی نے اس کو تحریک کی شکل دی تھی۔ یہ ٹام کا اپنا طریقہ تھا، ایک تھپڑ کھانے کے بعد دوسرا رخسار پیش کرنے کا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ کامیاب ہو گا یا نہیں۔ لیکن اسے آزمانا ضرورت تھا، نفرت اور تشدد سے دہکتی اس دنیا کو محبت سکھانے کی کوشش ضروری تھی۔

ٹام کو یہ الجھن رہی تھی کہ عربوں کو اس مشن کے بارے میں کس حد تک بتایا جائے۔ پھر یہ بھی تھا کہ وہ احکامات مانیں گے بھی یا نہیں، کیونکہ ان کی جانیں تو جا رہی تھیں۔ لیکن ان کے دشمنوں کا کوئی جانی نقصان نہیں ہونا تھا، لیکن آخر میں اس نے فیصلہ کیا کہ جان دینے والوں کو یہ حق ملنا چاہیے۔ انہیں علم تو ہونا چاہیے کہ وہ کس مقصد کے لیے جان دے رہے ہیں۔

اور یہ درست تھا۔ برینن میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والوں کو معلوم تھا کہ ان کے دشمن محفوظ رہیں گے اور یہ سچ ہے کہ ٹام نے ایسی بے غرض شجاعت کا مظاہرہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ ان کے ایمان کا نتیجہ تھا۔

اس نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ ابھی کچھ دیر میں دنیا تک ایک اور پیغام پہنچے گا۔ یہ کہ امریکی صدر کو کس مقام پر واپس کیا جائے گا اور پچھلے پیغام کی طرح یہ بھی دنیا پر سکتہ طاری کر دے گا۔

☆☆☆

کیٹ نے اولیور اسٹون کے کاٹیج میں کلب کے اراکین سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ ایلکس فورڈ کے معاملے میں وہ ناکام رہی ہے۔

"صدر کے ساتھ جو کچھ ہوا، وہ خود کو اس کا ذمہ دار اور قصوروار سمجھتا ہے"۔ اس نے کہا۔

"میں برسوں سے اسے جانتا ہوں اس لیے مجھے اس پر کوئی حیرت نہیں ہے"۔ الیور نے کہا۔ "وہ ایک ایمان دار شخص ہے اور اپنے کام کے معاملے میں بے حد مخلص ہے"۔

"لیکن کبھی کبھی یہ خوبی، خرابی بھی بن جاتی ہے"۔ کیٹ نے کہا۔

"بہر حال مسئلہ یہ ہے کہ وقت ہمارے ہاتھ سے پھسلا جا رہا ہے، ملٹن بولا۔ اس نے اپنے کمپیوٹر کی اسکرین کی طرف اشارہ کیا: "صورتحال بہت خراب ہوتی جا رہی ہے"۔

وہ سب اس کے گرد جمع ہو گئے اور اسکرین کو دیکھنے لگے۔

"مطالبات کے ساتھ اس یقین دہانی کے باوجود کہ صدر کو بہ حفاظت واپس کر دیا جائے گا۔ تشدد کے واقعات قابو سے باہر ہو رہے ہیں۔ ساری دنیا میں لوگ گروہوں کی شکل میں مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں اور مسلمان بھی جواب میں ایسا ہی ردعمل ظاہر کر رہے ہیں۔ کویت میں پانچ امریکی مار دیئے گئے اور عراق پھر سے سیاسی اعتبار سے غیر مستحکم ہو رہا ہے"، ملٹن نے کہا۔

"اور اب تو اعتدال پسند مسلمان بھی اغوا کنندگان سے کہہ رہے ہیں کہ صدر کے بدلے میں بھاری قیمت وصول کی جائے"۔ اولیور بولا۔

"ایک گروپ ایسا ہے، جو صدر کی رہائی کے بدلے جوہری ہتھیار طلب کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے"۔ کیلب نے کہا۔ "خدا کی پناہ، لگتا ہے کہ دنیا ختم ہونے والی ہے۔ یہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ سکون سے بیٹھ کر اچھے اور معقول انسانوں کی طرح کتابیں پڑھتے ہوئے انتظار نہیں کر سکتے؟"۔

روبن نے اس احمقانہ بات پر محض بھویں اچکانے پر اکتفا کیا۔ "امریکی فوج پوری طرح تیار ہے...... اور مشتعل بھی...... بس ایک اشارے کی منتظر"۔

"یوں تو پوری اسلامی دنیا سے جنگ چھڑ جائے گی"۔ کیلب نے خیال آرائی کی۔

"کچھ لوگ تو چاہتے ہیں کہ جنگ ہو"۔ اولیور نے کہا اور دل میں سوچا، جیسے کارٹر گرے!

"لیکن صدر کو رہا کر دیا جاتا ہے تو......"۔ کیٹ نے کہا۔

"اس سے فرق نہیں پڑتا"۔ اولیور نے اس کی بات کاٹ دی۔ "اس منقسم دنیا میں ایک چنگاری آگ بھڑکانے کے لیے کافی ہے"۔

"اور اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کام کس کا ہے؟"۔ کیٹ پُرامید نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ہم؟ ہماری اتنی اوقات ہے کہ ہم یہ معلوم کر سکیں؟"۔ روبن نے کہا۔

"تم غلطی پر ہو روبن"۔ اولیور کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

وہ سب بہت غور سے ٹٹولنے والی نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

"ایلکس فورڈ ایک بار یہاں آیا تھا۔ یہ وقت ہے کیمل کے میدان عمل میں اترنے کا"۔

☆☆☆

کارٹر گرے این آئی سی بلڈنگ میں اس ہال وے میں تھا، جہاں قید تنہائی کیلئے کوٹھریاں تھیں۔ اس نے گارڈ کو اشارہ کیا، اور گارڈ نے کوٹھری کا دروازہ کھول دیا۔

"مسٹر الریمی، کیا ہم اب بات کر سکتے ہیں"۔ کارٹر گرے نے کہا۔

قیدی بیڈ پر لیٹا تھا۔ اس کی طرف سے کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا۔ اس کا چہرہ بھی چادر میں چھپا تھا۔

کارٹر نے گارڈز کو اشارہ کیا۔ وہ گارڈز نے عدنان الریمی کو کندھوں سے تھام کر اٹھانے کی کوشش کی۔

"اوشٹ"۔ ان میں سے ایک نے بے ساختہ کہا۔

کارٹر جلدی سے لپکا اور لاش کا جائزہ لیا۔ عدنان نے اپنے زخمی بازو پر بندھی پٹیوں اور ٹیپ کو اپنے حلق میں ٹھونس لیا تھا اور باقی کام اس کی چادر نے کیا تھا۔ اس کا جسم سرد ہو چکا تھا۔ یعنی اسے مرے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔

کارٹر نے کارنر میں لٹکے ہوئے ویڈیو کیمرے کی طرف دیکھا اور چلایا۔ "ایک قیدی نے میڈیکل ٹیپ کے ذریعے خودکشی کر لی احمقو، اور تمہیں نظر بھی نہیں آیا؟"۔

پھر اس نے اپنے ہاتھ میں موجود فائل کوٹھری میں اچھال دیں۔ تصویریں عدنان الریمی کے مردہ سینے پر بکھر گئیں۔

اگر عدنان الریمی زندہ ہوتا تو جاتے ہوئے شکست خوردہ کارٹر گرے کو دیکھ کر مسکرائے بغیر نہ رہ جاتا۔

☆☆☆

آدھے گھنٹے بعد کارٹر گرے کا ہیلی کاپٹر وائٹ ہاؤس پر اترا۔ قائم مقام صدر ہملٹن سے اس کی یہ ملاقات آسان نہیں تھی، یہ وہ جانتا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس بدترین صورتحال کا سامنا کرنا ہی ہو گا۔

کارٹر گرے اور ہملٹن کے درمیان کبھی اچھا تعلق نہیں رہا تھا۔ ہملٹن اور برینن کا سیاسی ساتھ بہت پرانا تھا اور ہملٹن اپنے چیف کے کارٹر گرے سے قریبی تعلقات کو ابتدا سے ہی ناپسند کرتا تھا اور یہ بات ہملٹن کو اچھی نہیں لگی تھی کہ صدر برینن نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے کارٹر کو اپنے ساتھ برینن چلنے کی دعوت دی تھی۔

لیکن اس واقعہ ہی نے ان کے باہمی تعلق کو یکسر بدل ڈالا تھا۔ اب ہملٹن کو بالادستی حاصل تھی۔ کارٹر کا خیال تھا کہ ہملٹن اسے فارغ کرنے کے لیے بس ایک بہانے کی تلاش میں ہے اور کارٹر اسے یہ موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔

اس نے ہملٹن کو قیدی کی خودکشی کے بارے میں بتایا، لیکن اس کی حقیقی شناخت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ وہ یہ راز کسی پر بھی فاش نہیں کرنا چاہتا تھا...... مرتے دم تک

"بہر حال جناب، ہم پیش قدمی کر رہے ہیں"۔ اس نے کہا۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو گرے"۔ ہملٹن نے سخت لہجے میں کہا۔ اس نے ایک عربی اخبار اٹھا کر لہرایا۔ "تم عربی پڑھنا تو جانتے ہو نا؟"۔

کارٹر نے شہ سرخی کا ترجمہ کر کے سنایا: "بالآخر وہ اب اپنے گناہوں کی فصل کاٹ رہے ہیں"۔

ہملٹن نے ایک اور اخبار اٹھایا۔ وہ ایک برطانوی اخبار تھا، یہ کہتے ہیں۔ اسلام نے دوسرا رخسار پیش کر کے فتح حاصل کر لی۔ اب سوچو، ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ہمارا صدر اس وقت کہاں ہے۔ عالمی پریس اس سب کو ہماری غلطیوں اور زیادتیوں کا نتیجہ قرار دے رہا ہے"۔ اس نے ایک کاغذ اٹھایا، جو در حقیقت ایک خاصی طویل فہرست تھی، پچھلے بیس منٹ کے دوران، مجھے اطلاع ملی ہے کہ نیویارک میں دن دیہاڑے ایک مسلمان کیب ڈرائیور کو گھسیٹ کر اس کی کیب سے اتارا گیا اور مارا گیا، یہاں تک کہ وہ ختم ہو گیا اور جانتے ہو، وہ ایسا شخص تھا، جس نے چھ سال ہماری فوج میں خدمات انجام دی تھیں اور ریاض میں دو امریکیوں کو ان کے ہوٹل سے اغوا کیا گیا۔ بعد میں ان کی مسخ شدہ لاشیں ایک تاریک گلی میں ملیں۔ ان کی لاشوں پر امریکا مردہ باد لکھا تھا۔ آج اسی طرح کے بارہ واقعات ہو چکے ہیں۔ پنٹاگون ایٹمی ہتھیار استعمال کرنے کے لیے بے تاب ہے اور میرے حکم کی منتظر اور ہمارے انٹیلی جنس والے لگتا ہے کہ انٹیلی جنٹ ہیں ہی نہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ صدر برینن اس وقت کہاں ہو سکتے ہیں؟"۔ یہ کہہ کر وہ کارٹر گرے کو گھورنے لگا۔

کارٹر گرے کو ہملٹن پر ترس آنے لگا۔ کسی نے اتنے خراب حالات میں صدر کا عہدہ کبھی نہیں سنبھالا تھا۔ صدر کے اغوا کے بعد سے ہملٹن کچھ ہی گھنٹوں میں اپنی عمر سے بڑا لگنے لگا تھا۔ شاید وہ پہلا صدر ہو گا، جو سیاہ بالوں کے ساتھ وائٹ ہاؤس میں آیا اور رخصت ہوا تو اس کے سارے بال سفید تھے۔

"یہ سب جیسے بھی ہوا اور بین الاقوامی میڈیا جو کچھ بھی کہے، اس سے قطع نظر جب ہونی ہو گی تو ہمارے پاس ہر جواز موجود ہو گا"۔ کارٹر نے کہا، ہملٹن نے میز پر پوری قوت سے گھونسا مارا۔ "مجھے جیمز برینن زندہ سلامت چاہیے۔ مجھے اس کی پروا نہیں کہ تم نے اس سے پہلے اس ملک کے لیے کیا کچھ کیا ہے۔ یہ سب کچھ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوا ہے اور میں تمہیں اس کا ذمہ دار ٹھہراتا ہوں۔ مٹھی بھر عربوں نے امریکا کی ایسی توہین کی ہے کہ ساری دنیا ہم پر ہنس رہی ہے۔ صدر کی صحیح و سلامت واپسی تک تم اس ملک کی انٹیلی جنس کے سربراہ نہیں ہو۔ سمجھ گئے؟"۔

"بالکل سمجھ گیا"۔ کارٹر نے بے پروائی سے کہا، وہ جانتا تھا کہ یہ خالی خولی بات ہے۔ ایک قائم مقام صدر، ایسے شدید بحران کے عرصے میں اپنے انٹیلی جنس چیف کو برطرف کرنے کا متحمل ہو ہی نہیں سکتا۔ "لیکن میں یہ واضح کر دوں کہ اغوا کرنے والوں کا کوئی ایک مطالبہ بھی ایسا نہیں، جس پر یہ ملک سنجیدگی سے غور بھی کر سکے۔ کم از کم ہماری موجودہ خارجہ پالیسی کے تحت تو یہ ممکن ہی نہیں اور ہم ایک ہفتے تک صدر کی رہائی کا انتظار بھی نہیں کر سکتے۔ امریکی عوام یہ برداشت نہیں کر سکتے، تو اس وقت تک تشدد کے واقعات تو ہوتے رہیں گے"۔

"تو تمہیں صدر کو اپنے طور پر تلاش کر نا بازیاب کرانا ہو گا، ہملٹن کے لہجے میں سختی کم نہیں ہوئی۔

کارٹر نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ سیاست دانوں کی سوچیں پڑھنے کا وہ ماہر تھا۔ ہملٹن کو دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اس عہدے کی آرزو تھی، جو اس واقعہ نے خلاف توقع پوری کر دی تھی۔

سوال یہ تھا کہ کیا وہ اس عہدے کے قابل بھی ہے۔ کارٹر گرے کے نزدیک تو وہ نائب صدر کی اہلیت بھی نہیں رکھتا تھا۔

اچانک چیف آف اسٹاف کمرے میں گھس آیا، اس کے ساتھ سیکرٹ سروس کا ایک ایجنٹ بھی تھا۔ "سر...... یہ خبر ابھی الجزیرہ نے دی ہے"۔ اس نے ہیجانی لہجے میں کہا۔ "اغوا کرنے والوں نے اس مقام کی نشان دہی کر دی ہے، جہاں صدر صاحب کو چھوڑا جائے گا"۔

"کہاں؟"۔ کارٹر نے پوچھا۔

"مدینہ"۔

"مدینہ!"۔ وہ لوگ صدر کو امریکا سے باہر کیسے لے گئے اور وہ بھی سعودی عرب"۔ ہملٹن نے تپ کر کہا۔

"پرائیویٹ جہاز، پرائیویٹ ایئر پورٹ"۔ کارٹر نے کہا۔ "یہ ایسا دشوار تو نہیں"۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

علیم الحق حقی

ایلکس ہملٹن کا چہرہ تمتما اٹھا۔ ''ہم ایئرپورٹ اور بارڈر سیکورٹی پر اربوں ڈالر خرچ کرتے ہیں اور پھر بھی وہ ہمارے صدر کو اغوا کر کے مڈل ایسٹ لے گئے''۔ وہ کارٹر گرے کو گھور رہا تھا۔

''بات سمجھ میں آتی ہے۔ مدینہ مسلمانوں کا دوسرا سب سے مقدس شہر ہے...... مکہ کے بعد''۔

ہملٹن نے اپنے چیف آف اسٹاف کو دیکھا۔ ''سعودیوں سے رابطہ کر کے کہہ دو کہ اب مدینہ ہماری زد میں ہے۔ صدر کے بخیر و عافیت ملنے تک''۔ پھر وہ کارٹر کی طرف مڑا۔ ''اس علاقے میں موجود ملٹری انٹیلی جنس کے تمام وسائل کی توجہ مدینہ پر مرکوز کر دی جائے''۔

''او کے سر''۔ کارٹر نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ جلد از جلد وہاں سے نکل لینا چاہتا تھا۔

☆☆☆

کیپٹن جیک اپنی کرسی پر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ اس کے پاس مسکراہٹ کا بہت اچھا جواز تھا۔ اپنے آخری منصوبے کو روبہ عمل لانے کا پاس ورڈ اس وقت اس کے ہاتھ میں تھا۔ ان کے قیدی نے ان کی توقع سے کہیں بڑھ کر تشدد جھیلا تھا۔ حالاں کہ اس کے شمالی کوریائی حلیف تشدد کر کے معلومات اگلوانے کے ماہر تھے، لیکن بہرحال قیدی کی مزاحمت بالآخر دم توڑ گئی۔ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

کیپٹن جیک نے عربی کی وہ عبارت پڑھی اور مسکرا دیا۔

اس نے ایک ایسے نمبر سے، جسے ٹریس نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایک کال کی۔ رواں عربی میں اس نے وہ کچھ کہا، جو کہنا تھا اور پھر وہ حقیقی پاس ورڈ استعمال کیا۔ اس سے دوسری پارٹی کو یہ پتا چل گیا کہ وہ کیپٹن جیک سے ہی بات کر رہے ہیں۔

اب یہ خبر ساری دنیا تک پہنچ جائے گی۔

کیپٹن جیک نے رابطہ منقطع کیا اور اس کاغذ کو لائٹر کے شعلے کی لو پر رکھ دیا۔ ٹام ہیمنگ وے کا خیال تھا کہ وہ دنیا پر سکتہ طاری کرنے والا ہے۔ اب دیکھنا تھا کہ اس کے پرانے دوست کا کیا ردعمل ہوتا ہے۔

☆☆☆

سکریٹری آف ڈیفنس جوڈ یکر قائم مقام صدر کے روبرو بیٹھا تھا۔ چند لمحے پہلے انہیں الجزیرہ کے ذریعے ملنے والی تازہ ترین اطلاع فراہم کی گئی تھی اور وہ اور ہملٹن غصے سے بے حال ہو رہے تھے۔

''یہ ہماری واحد چوائس ہے سر''۔ ڈریکر نے کہا۔ ''ہمارے پاس وہاں تنے فوجی دستے نہیں کہ تعینات کیے جا سکیں۔ اور اگر ہوتے اور ہم ایسا کرتے تو بھی یہ مناسب نہیں ہوتا۔ یہ ایک اور عراق بن جاتا ہمارے لیے، جس کے ہم متحمل نہیں ہو سکتے''۔

سکریٹری آف اسٹیٹ اینڈریا مائز، جو وہاں ٹہل رہی تھی، ان کی طرف آئی۔ ''سکریٹری ڈیکر نے جو تجویز پیش کی ہے سر، وہ ہمارے ایک معاہدے کے صریح خلاف ورزی ہوگی، ہم ایسا نہیں کر سکتے''۔

''ہم کر سکتے ہیں''۔ ڈیکر نے کہا۔

''کیسے؟''۔ ہملٹن نے سخت لہجے میں پوچھا۔

''ہم نے یہ واضح کر دیا تھا کہ ہمارے خلاف بڑی تباہی پھیلانے والے کسی بھی نوعیت سے ہتھیاروں کا استعمال جو بھی کرے گا، اس کے متعلق ہم اس معاہدے سے آزاد ہوں گے''۔

''لیکن شام نے ہم پر حملہ نہیں کیا ہے''۔ اینڈریا نے جلدی سے کہا۔

''شریعت گروپ نے صدر برینن کے اغوا کے ذمہ داری قبول کر لی ہے جناب۔ اور اس گروپ کی مالی مدد شام فراہم کرتا ہے اور ان کا مرکز بھی شام ہی ہے۔ تو یہ صدر کا اغوا حملہ ہی تو ہے اور انہوں نے صدر کو اغوا کرنے کے دوران کیمیاوی ہتھیار استعمال کیے۔ شام کے خلاف ہمارے پاس اور ثبوت بھی ہیں، ہم ان پر حملہ کر سکتے ہیں''۔

اینڈریا نے بے یقینی سے نفی میں سر ہلایا۔ ''شام کوئی ایسی طاقت نہیں، جس سے امریکا کو یا دنیا کے امن کو خطرہ لاحق ہو، پھر اس دلیل کے تحت ہم نے عراق پر فوج کشی کی، اور ہتھیار ملنے پر ہمیں خفت اٹھانا پڑی''۔

''اتنا کافی ہے کہ شام ہمارا دوست ملک نہیں ہے''۔ ڈیکر اپنی بات پر ڈٹا رہا۔

''وہ ہم سے دشمنی بھی نہیں کرتے۔ ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔ ہم لیبیا کو بھاری مالی امداد دیتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ وہ نیوکلیئر بم بنانے سے دست بردار ہو گئے۔ حالانکہ وہاں آمریت ہے، سعودی عرب میں انسانی حقوق کی کتنی خلاف ورزی ہوتی ہے اور عورتوں کے ساتھ تو وہاں بہت زیادتی ہو رہی ہے۔ لیکن ہم انہیں اپنا اچھا دوست شمار کرتے ہیں۔ جناب، اگر ہماری خارجہ پالیسی میں اس طرح کے تضادات ہوں گے تو عرب ممالک ہم پر کیسے اعتبار کریں گے، اینڈریا نے ایک گہری سانس لی اور اپنی بات جاری رکھی۔ ''شام میں تبدیلیاں آ رہی ہیں۔ اپوزیشن مضبوط ہو رہی ہے۔ وہ جمہوریت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ لیکن بڑی تبدیلیوں میں وقت لگتا ہے، میں پچھلے چار برس سے صدر برینن کو یہی سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں''۔

''شام میں اپوزیشن کے زیادہ تر گروپ بائیں بازو سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں کمیونسٹ بھی ہیں۔ یہ ہم کیسے قبول کر سکتے ہیں''۔

ہملٹن نے سی آئی اے کے ڈائریکٹر کی طرف دیکھا۔ ''ایلن، کیا تم ڈیکر کے موقف کی تائید کرتے ہو؟''۔

''یہ مسئلے کا حل تو نہیں۔ لیکن اس سے بہتر کوئی تجویز سامنے نہیں ہے''۔ ڈائریکٹر نے کہا۔

''اور اقوام متحدہ میں جا کر وقت برباد کرنے یا اتحاد بنانے کی ضرورت ہی نہیں''۔ ڈریکر بولا۔ ''ہمارا صدر ان کے قبضے میں ہے۔ یہ جواز ہمارے لئے بہت کافی ہے اور ہم اکیلے ہی کارروائی کر سکتے ہیں۔ دیکھئے جناب، ہم دنیا کی واحد سپر پاور ہیں، اور ہمیں یہ بات دنیا کو بتا دینی چاہئے...... عملاً''۔

''اور جم برینن؟''۔ ہملٹن نے کہا۔

''اگر وہ اب بھی زندہ ہے تو اسے واپس لانے کی یہی واحد ممکنہ صورت بھی ہے''۔

ہملٹن چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر بولا: ''او کے جینٹل مین، نیٹ ورکس کو میرے خطاب کے لئے کال کرو...... فوراً۔ میں عوام کو اس سلسلے میں بتانا چاہتا ہوں''۔ پھر وہ ڈیکر کی طرف مڑا۔ ''اور اگر ہم غلط قدم اٹھا رہے ہیں تو خدا ہی ہمارا مددگار ہے''۔

ایلکس فورڈ نے دروازہ کھولا تو کیٹ اور کیمل کلب کے اراکین کو وہاں موجود پایا۔ ''اوہیل'' اس نے غصے سے کہا۔

''ایلکس پلیز، ہمیں تم سے بات کرنی ہے''۔

''صورت حال بہت خراب ہے ایجنٹ فورڈ''۔ روبن نے کہا۔

''کیا کہنا چاہتے ہو؟''۔

اولیور نے جواب دیا: ''بہت بڑے معاملات سر اٹھا رہے ہیں''۔

''مثلاً؟''۔

''ایک دہشت گرد تنظیم نے صدر کے اغوا کی ذمہ داری قبول کر لی ہے''۔ کیٹ نے جلدی سے کہا۔

''شریعت گروپ نے...... اور اس کا تعلق شام سے ہے''۔ اولیور نے اسے بتایا۔

''تمہارا ٹی وی کہاں ہے۔ دو منٹ میں صدر کا خطاب شروع ہونے والا ہے''۔

ایلکس انہیں اندر لے گیا۔ ٹی وی آن کر دیا گیا۔ چند منٹ بعد قائم مقام صدر بین ہملٹن اسکرین پر نظر آیا۔ وہ بہت سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے ملکی صورتحال بتانے کے بعد کہا: ''ہم ایک کشادہ دل قوم ہیں۔ پریشانی میں سب کے کام آنے والے۔ دو عالمی جنگوں میں ہم نے اپنے دوستوں کا ساتھ نبھایا۔ ہم نے دنیا کی آزادی کے لئے جنگیں لڑیں۔ ہم عزت والے خوددار لوگ ہیں۔ لیکن جب ہم پر حملہ کیا جائے، تو ہم پلٹ کر وار کرتے ہیں۔ میرے ہم وطنو، یہ حقیقت ہے کہ ہم پر حملہ کیا گیا ہے۔ شریعت گروپ نے ہمارے صدر کے اغوا کی ذمہ داری قبول کر لی ہے، اور اس تنظیم کی سرپرستی شام کرتا ہے، جو امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف دہشت گردی کو فروغ دینے میں پیش پیش ہے۔ ہم نے شام سے اپنے تمام لوگ نکال لئے ہیں۔ وہاں موجود عام امریکی شہریوں کو پہلے ہی خبردار کر دیا گیا تھا۔

''صدر کی آزادی کے لئے ناقابل قبول مطالبات پیش کئے گئے، لیکن ہم دہشت گردوں سے ڈکٹیشن لینے کے قائل نہیں۔ سو میں نے آپ کے کمانڈر ان چیف کی حیثیت سے فیصلہ کر لیا ہے اور اس فیصلے میں سکریٹری آف ڈیفنس اور پنٹاگون سے بھی مشاورت کی گئی ہے......''۔

''اوشٹ''۔ ایلکس اور کیٹ نے بہ یک آواز کہا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ اب کیا سامنے آنے والا ہے۔

''اب ہم اغوا کرنے والوں کے سامنے اپنے مطالبات رکھ رہے ہیں''۔ ہملٹن نے کہا اور ایک لمحے کا توقف کیا۔ اس کے کندھے تن گئے۔ ''اگر اس لمحے سے آٹھ گھنٹے کے اندر اندر جیمز برینن کو بہ حفاظت واپس نہیں کیا گیا تو میرے حکم کے مطابق میرے ملٹری کمانڈر دمشق پر ایک محدود نیوکلیئر اسٹرائیک کر دیں گے۔ دمشق کو اس تباہی سے بچانے کی واحد صورت یہ ہے کہ آٹھ گھنٹے گزرنے سے پہلے امریکی صدر کی بخیر و عافیت واپسی ممکن بنائی جائے۔ اگر صدر برینن مدینہ میں ہیں تو انہیں سعودی عرب میں امریکی سفارت خانہ پہنچا دیا جائے۔ اسی صورت میں بھی ہم ایٹمی حملہ روک دیں گے اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ خدا دشمن کے لوگوں پر رحم فرمائے۔ کیونکہ ہم اس معاملے میں مذاکرات بالکل نہیں کریں گے۔ میں شریعت گروپ کے اراکین کو ان کا وعدہ یاد دلا دوں کہ انہوں نے کہا تھا، صدر برینن کو زندہ و سلامت واپس کر دیا جائے گا۔ وہ وعدہ آٹھ گھنٹے گزرنے سے پہلے پورا کر دیں، ورنہ ان کے جرائم کا خمیازہ دمشق کے شہری بھگتیں گے''۔ ہملٹن نے پھر تھوڑا سا توقف کیا۔ ''میرے امریکی ہم وطنو، گاڈ بلیس یو اینڈ گاڈ بلیس امریکا''۔

ایلکس فورڈ کے کمرے میں سب لوگ ساکت و صامت بیٹھے تھے۔ صدر کا خطاب ختم ہو چکا تھا۔ لیکن وہ لوگ جیسے سانس لینا بھی بھول گئے تھے۔ امریکا اور دنیا کے لاکھوں گھروں میں سب لوگ اسی کیفیت میں ہوں گے۔

کیٹ نے متوحش نگاہوں سے ایلکس کو دیکھا۔ ''لگتا ہے، دنیا کے اختتام کا آغاز ہونے والا ہے''۔

''اگر یہ ہوا تو پھر یہی ہوگا''۔ اولیور نے پرسکون لہجے میں کہا۔ ''مگر یوں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے اور دمشق کی تباہی کا انتظار کرنے سے کچھ نہیں ہوگا''۔

''مگر ہم کیا کر سکتے ہیں اولیور؟''۔ ایلکس نے کہا۔

''ہمیں صدر برینن کو تلاش کرنا ہے''۔ اولیور نے جواب دیا۔

''کیسے؟''۔ ایلکس نے غصے سے کہا: ''وہ مدینہ میں ہے''۔

''میں اس پر یقین نہیں کرتا اور میرے خیال میں تم بھی''۔ ایلکس نے کہا اور پھر ملٹن سے بولا۔ ''اسے وہ ڈی وی ڈی دکھاؤ''۔

ملٹن نے اپنا لیپ ٹاپ کھولا: ''یہ وہ ویڈیو ہے، ایجنٹ فورڈ، جو میرے گھر میں گھسنے والوں کو دکھاتی ہے''۔

''اس سے اس معاملات کا کیا تعلق''۔ ایلکس نے چیخ کر کہا۔ ''آٹھ گھنٹے میں ایک شہر پر ایٹمی حملہ ہونے والا ہے اور تم ایک نقب زنی کی واردات کی ویڈیو دکھا رہے ہو مجھے۔ میں اسے کیا سمجھوں''۔

''دیکھو تو لو ایلکس''۔ کیٹ نے التجا کی۔

ایلکس نے بے بسی سے کندھے جھٹک دیے۔

مگر ویڈیو دیکھنے کے بعد اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ ''یہ تو ٹائلر رنکے اور وارن پیٹرز ہیں۔ ان کا تعلق این آئی سی سے ہے''۔

''میرا خیال تھا کہ تم بھی این آئی سی کے ملازم ہو''۔ اولیور نے کہا۔

''یہ تم نے کس بنیاد پر سمجھا؟''۔

''یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے پیٹرک جانسن کو قتل کیا تھا''۔

ایلکس چند لمحوں کے لئے تو بت بن کر رہ گیا۔ پھر سنبھل کر بولا۔ ''لیکن کیوں؟''۔

''کیونکہ وہ این آئی سی کی فائلوں میں گڑبڑ کر رہا تھا۔ ان لوگوں کو مردہ ثابت کر رہا تھا ریکارڈ میں، جو در حقیقت مرے نہیں تھے اور میرا خیال ہے کہ کوئی اس کام کے لئے اسے بھاری معاوضہ دے رہا تھا۔ اب ممکن ہے کہ جانسن بلیک میلنگ پر اتر آیا ہو، زیادہ کی لالچ میں''۔

''یہ کیا کہہ رہے ہو تم!''۔

''ہمارا خیال ہے کہ برینن، پنسلوانیا میں کارروائی ایسے ہی لوگوں نے کی۔ کیونکہ اخبارات میں آیا ہے کہ عرب دہشت گرد جو مارے گئے، ان میں سے کوئی ایک بھی این آئی سی کے ریکارڈ میں موجود نہیں ہے۔ یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں۔ اور یہ تمام صدر برینن کے اغوا میں آلۂ کار تھے۔ انہیں چارے کے طور پر استعمال کیا گیا۔ ہم نے رنکے کے گھر کی تلاشی لی، تو پتا چلا کہ اس نے بھاری رقوم قرض لے کر سرمایہ کاری کی، اس امید پر کہ اسٹاک مارکیٹ نیچے آئے گی اور اس وقت یہی کچھ ہو رہا ہے''۔

''تم یہ کہہ رہے ہو کہ یہ سب کچھ محض اسٹاک مارکیٹ سے مال کمانے کے لئے کیا گیا ہے؟''۔

''نہیں۔ یہ اس سے کہیں گہرا معاملہ ہے''۔

ایلکس نے غور سے اولیور کو دیکھا: ''تمہیں اندازہ ہے کہ اس کے پیچھے کون ہے؟''۔

''این آئی سی کا کوئی بڑا آدمی''۔ اولیور نے کہا۔ ''کوئی بڑا عہدہ دار''۔

''مجھے یہ ویڈیو ایک بار اور دکھاؤ''۔

رنکے اور پیٹرز بھی اسکرین پر نظر آئے۔ پھر سیکورٹی کمپنی والا اور اس کے سر پر وار کرنے والا نقاب پوش۔ اس نے پوری قوت سے اس پر وار کیا تھا۔ اصولاً اسے یہ چیک کرنے کے لئے کہ کہیں یہ مر تو نہیں گیا، اس کی نبض چیک کرنی چاہیے تھی۔

روبن نے اچانک اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور کھڑکی کی طرف بڑھا۔ کھڑکی پر پردہ پڑا تھا، مگر کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔

اب ان سب کو قدموں کی وہ چاپ سنائی دی۔

ایلکس نے اولیور کی طرف دیکھا۔ نگاہوں کے اس تبادلے میں ایک پیغام تھا۔ اولیور نے روبن کو ایلکس کی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ باقی لوگ پہلے کی طرح باتیں کرتے رہے، جیسے سب وہیں موجود ہوں۔

ایلکس نے اپنی گن نکالی اور آہستگی سے داخلی دروازہ کھولا۔ باہر نکل کر وہ بائیں جانب چلا، جبکہ روبن کا رخ داہنی جانب تھا۔ وہ دونوں گھوم کر مکان کے عقبی حصے کی طرف جا رہے تھے۔

ایک منٹ بعد انہیں ہاتھا پائی اور چلانے کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ دروازہ کھلا اور ایلکس اندر آیا۔ اس کے پیچھے روبن تھا، جو کسی کو گن پوائنٹ پر اندر لا رہا تھا۔

اور وہ جیکی سمپسن تھی، جو بہت ناخوش لگ رہی تھی۔

☆☆☆

''تم یہاں کیا کر رہی ہو جیکی؟''۔ ایلکس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

''میں تمہیں مسلسل کال کر رہی تھی۔ تم نے کال ریسیو کی، نہ جوابی کال کی''۔ جیکی نے بہت خراب لہجے میں۔ ''چنانچہ میں تم سے ملنے یہاں چلی آئی اور پتہ چلا کہ یہاں تو کوئی سازش ہو رہی ہے۔ یہ سب کیا ہے ایلکس؟''۔

اولیور ٹکٹکی باندھے جیکی کو دیکھے جا رہا تھا۔ ''ہم یہ سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ایف آئی سی میں کیا گورکھ دھندا چل رہا ہے''۔

''جانتی ہوں۔ اتنا تو میں نے سن لیا تھا اور یہ بھی کہ رنکے اور پیٹرز کسی کے گھر میں گھسے تھے''۔ جیکی نے ایلکس کی طرف دیکھا۔ ''اگر تمہیں صدر کے اغوا کے بارے میں کچھ معلوم ہے تو تمہیں سروس کو مطلع کرنا چاہیے۔ یہ معلومات چھپا کر تم اپنے لئے بڑی خرابی پیدا کر رہے ہو''۔

اولیور نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''میں اسے مناسب نہیں سمجھتا''۔

جیکی نے اسے بدمزگی سے دیکھا: ''تم ہو کون؟''۔

اولیور نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ''اولیور اسٹون''۔

''کیا کہا؟''۔ جیکی نے بے یقینی سے کہا۔

''اسی کا نام اولیور اسٹون ہے''۔ ایلکس نے مداخلت کی۔ ''اور یہ اس کے دوست ہیں، روبن، ملٹن اور کیلب۔ اور کیٹ ایڈمز سے تو تم مل ہی چکی ہو''۔

''اور تم جیکی سمپسن ہو...... الاباما کے سینیٹر راجر سمپسن کی اکلوتی بیٹی اور سکریٹری آف انٹیلی جنس کارٹر گرے کی گاڈ ڈاٹر''۔ اولیور نے کہا۔

''تمہیں کوئی پرابلم ہے اس سے''۔ جیکی نے سرد لہجے میں کہا۔

''بالکل نہیں۔ لیکن مس سمپسن، اسی مرحلے پر اعلیٰ حکام سے رابطہ ایک بڑی غلطی ہوگا''۔

''سنو اولیور اسٹون...... یا تم جو کوئی بھی ہو۔ میں پولیس میں ہوں اور جو مناسب سمجھوں گی، وہ کروں گی۔ سمجھ گئے؟ اور......''۔

''اور تم ذہین بھی ہو۔ اس لئے میری بات کی اہمیت بھی سمجھ رہی ہو''۔ اولیور نے کہا۔

''کچھ وضاحت بھی ہو جائے''۔ جیکی کا لہجہ طنزیہ تھا۔

''اگر ہم نے درست سمجھا ہے اور این آئی سی کے کمپیوٹرائز ڈ ریکارڈ میں گڑبڑی کی گئی ہے، تو یہ بھی طے ہے کہ اس طرح عرب دہشت گردوں کو برینن جانے کا موقع فراہم کیا گیا اور یوں صدر کو اغوا کیا گیا۔ یعنی یہ بات تمہارے والد اور گاڈ فادر، دونوں کے خلاف جاتی ہے۔ ایک این آئی سی کا چیف ہے اور دوسرا سینیٹ کی انٹیلی جنس کمیٹی کا چیئرمین۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم ان دونوں کے کیریئر کو دھچکا پہنچانا چاہو گی''۔

سب جیکی کی طرف متوجہ تھے اور جیکی اور اولیور پلکیں جھپکائے بغیر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

بالآخر جیکی کی نظریں جھک گئیں۔ پھر اس نے مدد طلب کرنے والی نظروں سے ایلکس کو دیکھا۔ ''ایلکس، یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہئے''۔

''ہم اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جب تک بات پوری طرح سمجھ میں نہیں آتی، ہم کسی کو کچھ بتا نہیں سکتے''۔ یہ ایلکس نے کہا۔

کیلب نے اپنی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ ''بات سنو، اب ہمارے پاس صدر کو تلاش کرنے اور دنیا کو تباہی سے بچانے کے لئے صرف سات گھنٹے اکتالیس منٹ کی مہلت رہ گئی ہے''۔

''بس تو انگلیوں سے سے صلیب کا نشان بناؤ۔ یہ وقت دعا ہے''۔ روبن نے کہا۔

''او مائی گاڈ''۔ ایلکس نے بے ساختہ کہا۔ ''انگلیاں!''۔

''کیا...... کیا کہہ رہے ہو؟''۔ کیٹ بوکھلا گئی۔

ایلکس نے ملٹن سے کمپیوٹر لیا اور ڈی وی ڈی کو پھر سے چلایا۔ ''وہ دیکھو...... غور سے دیکھو''۔ وہ اچانک چلایا۔

ان سبھوں نے دیکھا اور الجھ گئے۔ کیونکہ ایلکس کی انگلی ان کے اور پیٹرز کی طرف اشارہ نہیں کر رہی تھی۔ وہ اس نقاب پوش کی طرف اشارہ کر رہا تھا، جس نے سیکورٹی گارڈ کے سر پر وار کیا تھا۔

اولیور نے الجھن بھرے لہجے میں کہا۔ ''ایک شخص، جو نقاب لگائے ہوئے ہے اور وہاں کیا ہے دیکھنے کو''۔

ایلکس نے منظر کو فریز کر دیا۔ پھر انگلی سے اشارہ کیا۔ ''یہ دیکھو یہ''۔

وہ سب غور کرنے لگے۔ پھر جیکی بولی۔ ''سیکورٹی گارڈ کی گردن؟''۔

ایلکس نے کہا۔ ''نہیں۔ اس گردن پر موجود سیدھا ہاتھ۔ گارڈ کی نبض چیک کرنے کے لئے اس نے دستانہ اتارا تھا''۔

روبن نے کندھا جھٹک دیا۔ ''تو؟''۔

''ارے اس کے ہاتھ تو دیکھو۔ کیا یہ جانا پہچانا نہیں؟''۔

کیٹ بولی۔ ''ہاتھ کوئی کیسے پہچان سکتا ہے؟ کیسی بات کر رہے ہو تم؟''۔

''میں نے کہا تھا نا کیٹ کہ ہاتھ میری اسپیشلٹی ہیں۔ یہ بڑے بڑے مہرے اور اتنے موٹی طاقت ور انگلیاں''۔ اس نے ایک بٹن دبایا اور زوم ان کے ذریعے ہاتھ اور نمایاں ہو گیا۔ ''یہ انگوٹھے کا ناخن، جس پر اوپری سمت بائیں جانب ایک تکونا سیاہ نشان ہے۔ پہلے جب میں نے اسے دیکھا تھا تو مجھے یہ Tatto لگا تھا۔ یہ تو بہت غیر معمولی ہاتھ ہے۔ اسے میں کیسے بھول سکتا ہوں''۔

''کیا کہہ رہے ہو؟ کب دیکھا تھا پہلے''۔

''بار میں اسی رات، جب تم نے ٹام ہیمنگ وے سے میرا تعارف کرایا تھا۔ پھر دوبارہ میں اس سے این آئی سی میں ملا تھا''۔

کیٹ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ ''تم یہ کہہ رہے ہو کہ یہ ٹام ہیمنگ وے کا ہاتھ ہے؟''۔

''ہاں کیٹ، اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ ہاتھ میرے لئے فنگر پرنٹس کی حیثیت رکھتے ہیں''۔

''میرا خیال ہے، ایلکس ٹھیک کہہ رہا ہے''۔ جیکی نے کہا۔ ''یہ ٹام ہیمنگ وے کا ہی ہاتھ ہے''۔

''اس کا مطلب ہے کہ اسی ٹام ہیمنگ وے نے صدر کو اغوا کیا ہے۔ لیکن کیوں؟ اولیور نے پرخیال لہجے میں کہا۔

''کون جانے''۔ ایلکس نے کہا: ''لیکن میرا خیال ہے کہ ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ صدر کو کہاں رکھا گیا ہے اور یہ ہمیں کیٹ بتا سکے گی''۔

''میں؟''۔ کیٹ نے حیرت سے کہا۔

''تم نے مجھے بتایا تھا کہ تم اور ٹام ایک پروجیکٹ پر کام کر رہے ہو؟''۔

''ہاں، مجھے یاد ہے''۔

''جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، تم نے ایک پرانی عمارت کا تذکرہ کیا تھا''۔

''ہاں...... واشنگٹن، ورجینیا کے قریب''۔ کیٹ سوچ کر، آہستہ بول رہی تھی۔ ''وہ عمارت سی آئی اے کی ملکیت تھی۔ مگر کافی پہلے اسے چھوڑ دیا گیا تھا۔ این آئی سی اسے غیر ملکی قیدیوں سے تفتیش کے لئے استعمال کرنا چاہتی تھی۔ مگر تم اس کا کیوں پوچھ رہے ہو؟''۔

''میرا خیال ہے، صدر کو وہیں رکھا گیا ہوگا۔ مجھے اس کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ کیٹ''۔

''میرے خیال میں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں''۔ اولیور نے کہا۔

''کیوں بھئی؟''۔ ایلکس نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''کیونکہ میں اس عمارت سے بہت اچھی طرح واقف ہوں''۔

''کون ہے یہ شخص؟''۔ جیکی بری طرح بھڑکی۔

''شٹ اپ جیکی''۔ ایلکس نے اسے ڈپٹ دیا۔ پھر وہ اولیور کی طرف مڑا۔ ''اولیور، کیا واقعی؟''۔

''ورجینیا میں سی آئی اے کی ایک ہی پرانی عمارت ہے''۔

''ایلکس، تم یقین کر رہے ہو ان باتوں پر؟''۔ جیکی نے احتجاج کیا۔

ایلکس نے اسے نظر انداز کر دیا۔ ''تم مجھے وہاں پہنچا سکتے ہو اولیور؟''۔

''ہاں۔ لیکن کیا تم واقعی وہاں جانا چاہتے ہو؟''۔

''صدر صاحب جب اغوا ہوئے تو وہ میری تحویل میں تھے۔ انہیں واپس لانے کے لئے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں''۔

''یہ آسان نہیں ہوگا۔ ایک تو اسے آسانی سے دیکھا نہیں جا سکتا۔ دوسرے اسے اس طرح سے بنایا گیا ہے کہ بہت تھوڑے لوگ بہت بڑی فوج کے مقابلے میں ہفتوں اس کا دفاع کر سکتے ہیں''۔

''کیا عمارت ہوگی وہ؟''۔ روبن نے کہا۔

''وہاں سی آئی اے کے خاص الخاص ایجنٹوں کو تربیت دی جاتی تھی''۔ اولیور نے کہا۔

ایلکس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ''ہم دو گھنٹے میں وہاں پہنچ سکتے ہیں''۔

''نہیں۔ زیادہ وقت لگے گا۔ وہ عام راستے سے بہت ہٹ کر ہے''۔ اولیور نے کہا۔

''ہم ایف بی آئی کو مطلع نہ کر دیں؟''۔ ملٹن نے تجویز پیش کی۔

اولیور نے نفی میں سر ہلایا۔ ''ہم نہیں جانتے کہ کرپشن کہاں تک پہنچا ہوا ہے۔ ہم کسی پر بھی اعتبار نہیں کر سکتے۔ اس ٹائم ہیمنگ وے نے اپنے جاسوس ہر طرف پھیلائے ہوئے ہوں گے''۔

''اور ہم یہ وثوق سے بھی نہیں کہہ سکتے کہ صدر کو وہیں رکھا گیا ہوگا اور یہ ایٹمی کاؤنٹ ڈاؤن کا معاملہ ہے''۔

''میرے پاس وین ہے''۔ کیٹ نے کہا: ''ہم سب اس میں جا سکتے ہیں''۔

ایلکس نے اسے گھور کر دیکھا۔ ''تم ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گی کیٹ۔ ہرگز نہیں''۔

''تو پھر تم بھی نہیں جاؤ گے''۔ کیٹ نے سخت لہجے میں کہا۔

اولیور نے مداخلت کی۔ ''تم نہیں جا سکتیں کیٹ اور کیلب اور ملٹن بھی نہیں جا سکتے''۔

اس پر کیلب اور ملٹن بھی احتجاج کرنے لگے۔

اولیور نے ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''اس عمارت کا غیر سرکاری مرڈر ماؤنٹین ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ نام اس کی خوف ناک کے ساتھ انصاف کرتا ہے''۔ اس نے ایک لمحہ توقف کیا۔ پھر بولا۔ ''بس ایلکس اور روبن میرے ساتھ جائیں گے۔ اور کوئی نہیں''۔

''تین آدمیوں کے لئے یہ نسبتاً آسان ہوگا۔ فوج کی صورت تو ہم پہلے ہی دیکھ لئے جائیں گے''۔ ایلکس نے کہا۔

''تین نہیں، چار''۔ جیکی بولی۔ ''یہ مت بھولو کہ میں سیکرٹ سروس کی ایجنٹ ہوں''۔

☆☆☆

ٹینیسی نامی ایٹمی آبدوز کو شن پر میزائل فائر کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ 560 فٹ لمبی، تقریباً 17 ہزار ٹن وزنی آبدوز کنگز بے، جارجیا کے علاقے میں اپنے بیلسٹک میزائل سب فلیٹ کے ساتھ موجود تھی۔ وہ امریکی ملٹری کے طاقت ور ترین ہتھیاروں میں سے تھی۔ اس کی انتہائی صلاحیت ایسی تھی کہ نیوکلیئر وارہیڈ کے ایک ہی حملے میں کسی بھی ایک قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتی تھی۔

یہ سمندر میں سینکڑوں فٹ گہرائی میں تھی۔ وہاں سے وہ D5 میزائل کے ذریعے دمشق کو نشانہ بنانے والی تھی۔ D5 میزائل کی قیمت تین کروڑ ڈالر کے لگ بھگ تھی۔ اس کی لمبائی 44 فٹ اور وزن 60 ٹن سے متجاوز تھا۔ اس کی مار بارہ ہزار کلومیٹر تک تھی۔ ماخ 20 کی صلاحیت والے اس میزائل کا رفتار کنکرڈ طیارے سے دس گنا زیادہ تھی۔ دنیا کا کوئی ملٹری جیٹ طیارہ رفتار میں اس کا ہم پلہ نہیں تھا۔

اس آبدوز پر 155 افراد سوار تھے۔ وہ اگرچہ چار ہفتے سے سمندر میں تھے، مگر تازہ ترین صورت حال سے بھی پوری طرح باخبر تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ انہیں کیا ذمہ داری سونپی گئی ہے، اور وہ پوری طرح اس کے لئے تیار تھے۔ انہیں یہ اندازہ بھی تھا کہ اس حملے کے بعد دنیا ممکنہ طور پر کن خطرات سے دوچار ہو سکتی ہے۔

ان کی نظریں کمپیوٹر اسکرین پر جمی تھیں۔

ہملٹن کے خطاب کے بعد پہلے گھنٹے میں تمام عرب ممالک شام کا ساتھ دینے کے لئے آگے بڑھے تھے۔ سعودی عرب، اردن، کویت اور پاکستان نے امریکا کو اس اقدام سے باز رکھنے کی سفارتی کوششوں کا آغاز کر دیا تھا۔ دمشق شہر کو خالی کرایا جا رہا تھا تو دوسری طرف مسلم ممالک کے سیاسی اور عسکری قائدین سر جوڑ کر بیٹھے سوچ رہے تھے کہ ان کا کیا ردعمل ہونا چاہئے۔ مشرق وسطیٰ کی تمام عسکری تنظیموں نے امریکا کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا تھا اور ان کے لیڈر جوابی کارروائیوں کے بارے میں صلاح مشورے کر رہے تھے۔

یہ طے تھا کہ اگر دمشق پر یہ حملہ ہوا تو یہ انسانی تاریخ کی اب تک کی سب سے خوف ناک تباہی ہوگی۔ دمشق دنیا کے گنجان آبادی والے شہروں میں نمایاں شہر تھا۔ اس کی آبادی 60 لاکھ سے زیادہ تھی۔ مہلت اتنی کم تھی کہ شہری دس فی صد سے زیادہ آبادی کا انخلا ممکن نہیں تھا، یعنی 50 لاکھ سے زیادہ انسانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹ جانا تھا۔

اور یہ دنیا کا قدیم ترین آباد شہر تھا!

شام اور شریعت گروپ نے فوری طور پر تردید کر دی تھی کہ وہ صدر برینن کے اغوا میں ملوث ہیں۔ لیکن وہ مغربی سفارتی حلقوں کو اس کا یقین نہیں دلا سکتے تھے۔ پچھلے ایک سال میں دہشت گردی کی کارروائیوں میں شریعت گروپ سب سے آگے نکل گیا تھا اور الجزیرہ ٹی وی کو فون کرنے والے نے شریعت گروپ کا خفیہ پاس ورڈ استعمال کیا تھا۔ یہ پاس ورڈ تواتر سے تبدیل کئے جاتے تھے، اور تنظیم کے گنے چنے سرکردہ لوگوں کے سوا کوئی ان سے واقف نہیں ہوتا تھا۔

شریعت گروپ نے بیان جاری کیا تھا کہ ان کا ایک لیڈر جو اس پاس ورڈ سے آگاہ تھا، گزشتہ دو ہفتوں سے لاپتہ ہے۔ لیکن اس وضاحت کو دنیا میں کسی نے بھی سنجیدگی سے نہیں لیا۔

اقوام متحدہ نے امریکا سے اپیل کی تھی کہ وہ یہ انتہائی قدم نہ اٹھائے۔ سلامتی کونسل کے تمام اراکین نے بھی ہنگامی سفارتی رابطوں کے ذریعے امریکا سے یہ مطالبہ کیا تھا۔

لیکن امریکا کا جواب صاف اور دوٹوک تھا کہ اغوا کرنے والوں سے کہا جائے کہ وہ صدر برینن کو صحیح و سلامت واپس کر دیں۔ مقررہ وقت گزرنے کے بعد امریکا اپنی دھمکی پر عمل کر کے رہے گا۔

اسرائیل میں ہنگامی صورت حال نافذ کر دی گئی تھی۔ اسرائیلی جانتے تھے کہ ردعمل کا سامنا امریکا کو نہیں، انہیں کرنا ہوگا۔ دوسری طرف شام کے نزدیک ہونے کی وجہ سے یہ خطرہ بھی تھا کہ اسرائیل تابکاری اثرات سے بھی متاثر ہو سکتا ہے۔ اسرائیلی وزیر اعظم نے اس سلسلے میں صدر ہملٹن سے وضاحت طلب کر لی تھی۔ لبنان نے بھی امریکی حکومت سے اسی سلسلے میں رابطہ کیا تھا۔ لیکن امریکا نے دونوں ممالک کو ایک ہی جواب دیا تھا...... یہ تمہارا دردِ سر ہے۔ جو احتیاطی تدبیر چاہو، اختیار کرو۔

وائٹ ہاؤس میں قائم مقام صدر اپنے ملٹری کمانڈرز کے ساتھ میٹنگ میں تھا۔ ان کے علاوہ وہاں نیشنل سیکورٹی کونسل، ڈیفنس سیکریٹری ڈیکر، سیکریٹری آف اسٹیٹ مائز اور کابینہ کے چند اراکین بھی موجود تھے، لیکن کارٹر گرے کا وہاں موجود نہ ہونا تعجب خیز تھا۔

ایٹمی اسلحے کے استعمال کا حکم آسان نہیں تھا۔ قائم مقام صدر ہملٹن اس کے بوجھ تلے دبا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی رنگت پیلی تھی اور چہرہ ستا ہوا۔ وہ برسوں کا بیمار لگ رہا تھا۔ اس نے اپنے لئے گلاس میں پانی نکالا۔ اس دوران دوسرے لوگ دھیمی آواز میں باہم گفتگو کرتے رہے۔

وہ سب اس وقت اوول آفس میں تھے!۔

بالآخر جوڈ ریکر نے ہملٹن کو مخاطب کیا: ''سر، آپ جس فیصلے کا بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں، میں اسے محسوس کر سکتا ہوں''۔ اس نے کہا: ''لیکن میں آپ کو یاد دلا دوں کہ ہم اس سے کہیں زیادہ کر گزرنے کی اہلیت رکھتے ہیں''۔

''میں اسی منحوس شہر کے لئے فکرمند نہیں ہوں، میں اس کے لئے پریشان ہوں، جو اس کے بعد ہوگا''۔

''شام برسوں سے دہشت گرد پال رہا ہے جناب، دمشق میں بعث پارٹی کے بڑے بڑے ہیوی ویٹ جمع ہیں، جو عراق میں انقلاب لانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ دمشق کی مسجدوں میں دہشت گرد بھرتی کئے جا رہے ہیں۔ یہ ہمارے لئے کوئی اقدام کرنے کا مناسب ترین وقت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ عراق کی طرح شام کو بھی عبرت کی مثال بنا دیں۔ اسی کے نتیجے میں سب لوگ سبق حاصل کریں گے......''۔

''لیکن تابکاری کا مسئلہ؟''۔

''یہ تو ہوگا جناب۔ لیکن دمشق کے محل وقوع کو پیش نظر رکھیں تو ہمارے حلیفوں کو بہت نقصان نہیں ہوگا''۔

''مگر نقصان تو ہوگا''۔ ہملٹن نے معترضانہ لہجے میں کہا۔

''جناب صدر، آپ نے درست فیصلہ کیا ہے۔ جو کچھ ہوا ہے، اسے خاموشی سے برداشت کرنا ہمارے لئے تباہ کن ہوتا۔ دہشت گردوں کے حوصلے اور بڑھتے، ہمیں ان کو روکنا تھا۔ اگر عراق کے بعد ہم شام میں بھی اپنی فوج اتارتے تو عددی کمی کا سامنا کرنا پڑتا۔ اور جناب، اب جب انہیں احساس ہوگا کہ ہم بلف نہیں کر رہے ہیں تو وہ صدر کو رہا کر دیں گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایٹمی حملے کی نوبت آئے گی''۔

''کاش تمہاری بات درست ہو''۔ ہملٹن نے سرد آہ بھر کے کہا۔ ''اب کتنا وقت رہ گیا ہے؟''۔

''چھ گھنٹے گیارہ منٹ چھتیس سیکنڈ''۔

''شیعہ گروپ کی طرف سے کوئی اور خبر؟''۔

''وہ تو یہی کہہ رہے ہیں کہ صدر ان کے پاس نہیں ہیں''۔ اینڈریا مائز نے جواب دیا۔ ''اور جناب صدر، یہ سوچیں کہ اگر وہ سچ بول رہے ہیں تو کیا بنے گا۔ عین ممکن ہے کہ کسی نے الزام لگا کر شام کو پھنسایا ہو۔ اور ہم وہی کچھ کر رہے ہیں، جو سازشی لوگ چاہتے ہیں''۔

''دیکھو، میں یہ مان سکتا ہوں کہ کسی کو کس طرح تنظیم کا پاس ورڈ مل گیا ہو''۔

ڈریکر نے جلدی سے مداخلت کی: ''لیکن یہ مت بھولو کہ پیغام نشر کرانے والے کے پاس اغوا کی تمام تفصیلات اور جزئیات موجود تھیں، جو صرف اغوا کرنے والے پاس ہی ہو سکتی ہیں اور ویسے بھی یہ لوگ اپنی شہرت کے لئے ذمہ داری قبول کرتے ہیں، کسی دوسرے کو یہ موقع کبھی نہیں دیتے۔ اب وہ گھبرائے اس لئے ہیں کہ انہوں نے سوچا بھی نہیں ہوگا کہ بات ایٹمی حملے تک جا پہنچے گی۔ اس لئے اب وہ پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ لیکن صدر صاحب ہیں انہی کے پاس''۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہملٹن نے ڈریکر کو گھور کر دیکھا۔ ''اور اگر یہ مفروضہ غلط نکلا تو، اور ہم نے دمشق کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا؟''۔ اس نے سر جھکا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔

باہر سے لوگوں کے نعرے...... ایٹم بم کا استعمال نامنظور...... صاف سنائی دے رہے تھے۔ امریکی عوام اپنی حکومت کو صاف اور دوٹوک فیصلہ سنا رہے تھے۔ لیکن اب کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ فیصلہ کیا جا چکا تھا، حکم دیا جا چکا تھا۔

کارٹر گرے وائٹ ہاؤس کی اس میٹنگ میں شریک نہیں ہوا۔ وہ 60 لاکھ شامیوں کی موت کا نظارہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چناں چہ وہ این آئی سی کے ہیڈکوارٹرز میں موجود رہا۔

وہ پیٹرک جانسن کے کیبن کے سامنے رکا اور کمپیوٹر کی سادہ اسکرین کو گھورنے لگا۔ پھر وہ جانسن کی کرسی پر بیٹھ گیا اور اس نے کیبن کا جائزہ لیا۔ میز پر جانسن کی منگیتر این جیفریز کی تصویر اب بھی موجود تھی۔ اس نے تصویر کو اٹھا کر اس کا جائزہ لیا۔ جوان لڑکی تنہا تو نہیں رہے گی۔ اپنے لئے کوئی اور رفیق سفر ڈھونڈ لے گی، اس نے سوچا۔ جانسن اپنے میدان میں بہت قابل آدمی تھا، لیکن نجی سطح پر ایک غلیظ کیڑا تھا۔

مگر اور لوگ بھی ہوں گے۔ وہ اکیلا تو نہیں ہوسکتا تھا۔ مردہ دہشت گردوں کے ذریعے امریکی صدر کے اغوا کا منصوبہ ایک طاقتور انٹیلی جنس ایجنسی کی عمارت میں بنایا گیا تھا، ناقابل یقین بات لگتی تھی۔ مگر تھی حقیقت۔

> زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
> دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
> لیکن جب دیدۂ بینا ر ہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

اور اس کے نتیجے میں دنیا اب تباہی کے دہانے پر کھڑی تھی۔

گرے نے ڈیٹا بیس کو پوری طرح سے چیک کیا تھا۔ جس نے بھی کمپیوٹر فائلوں میں ردوبدل کیا تھا، اس نے کوئی الیکٹرونک سراغ نہیں چھوڑا تھا۔ جانسن کی پیشہ ورانہ مہارت کے پیش نظر یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں تھی۔ کچھ اس لئے بھی کہ وہ اسی ڈیٹا بیس کے معماروں میں شامل تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کیا چھپانا ہے اور کس طرح چھپانا ہے۔ لیکن سوال یہ تھا کہ اس سے یہ کام لینے والا کون تھا اور جانسن نے جو مہنگا مکان اور مہنگی کار خریدی تھی، اس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا تھا کہ اسے مال خوب دیا گیا تھا۔ اتنا کہ وہ اس سے منہ موڑ ہی نہیں سکتا تھا۔ اس کام سے انکار نہیں کرسکتا تھا وہ۔

اور سوچنا یہ بھی تھا کہ امریکی صدر اس وقت کہاں ہے۔ اسے دور نہیں، کہیں نسبتاً قریب ہی موجود ہونا چاہیے۔ کارٹر گرے کا ذہن صدر برینن کی مدینہ میں موجودگی تسلیم نہیں کر رہا تھا۔ کوئی مسلمان امریکی صدر کو اغوا کر کے اپنے ایسے مقدس شہر میں نہیں رکھ سکتا تھا، جہاں غیر مسلموں کو داخلے کی اجازت ہی نہیں تھی۔

وہ اس دن کے بارے میں سوچنے لگا، جب جیکی سمپسن اپنے اس ساتھی ایجنٹ کے ساتھ این آئی سی آئی تھی۔ ان کے ساتھ اس کے اپنے دو آدمی بھی تھے۔ کیا نام تھا ان میں سے ایک کا...... رینالڈ؟ نہیں...... رنکے۔ وہ لمبا اور دبلا پتلا تھا اور دوسرا پستہ قد اور موٹا تھا...... ہاں، اسی کا نام پیٹرز تھا۔ بالکل درست!۔

اور ٹام ہیمنگ وے نے اسے بتایا تھا کہ ان دونوں کو پیٹرک جانسن کے قتل کی تفتیش پر مامور کیا گیا ہے۔

کارٹر گرے نے فون اٹھایا اور ان دونوں ایجنٹوں کے بارے میں معلوم کیا کہ وہ اس وقت کہاں ہیں۔

جواب اس کے لئے حیران کن تھا!۔

اسے بتایا گیا کہ آج وہ ڈیوٹی پر نہیں آئے ہیں۔

اس نے ایک اور استفسار کیا اور اس کے جواب میں اس کی حیرت اور بڑھ گئی۔ اور وہ سوچنے لگا کہ یہ سوال اس نے پہلے کیوں نہیں کیا تھا۔

گرے کو بتایا گیا کہ ٹام ہیمنگ وے نے ان دونوں کو پیٹرک جانسن کیس پر مامور کیا تھا۔ اب گرے کو یہ تو معلوم تھا کہ ہیمنگ وے کہاں ہے۔ اسے بہت ہی خفیہ طریقے سے گہری چھان بین کے لئے مشرق وسطیٰ بھیجا گیا تھا، تاکہ وہ صدر کے اغوا کے بارے میں معلومات حاصل کر سکے۔ اس کام کے لئے خود ہیمنگ وے نے اپنی رضا کارانہ خدمات پیش کی تھیں۔ لیکن وہ ہیمنگ وے سے رابطہ نہیں کرسکتا تھا۔ ہیمنگ وے خود ہی رابطہ کرتا تو کرتا۔ انہیں اس کے رابطہ کرنے کا انتظار کرنا تھا!

کارٹر گرے نے جانسن کا کمپیوٹر کھولا۔ اس نے ایک کمانڈ ٹائپ کی۔ فوراً ہی اس کا نتیجہ سامنے آیا۔ ٹام ہیمنگ وے بھی جانسن کا کمپیوٹر کھول چکا تھا اور جب اس نے اس کا وقت معلوم کیا تو وہ وہی وقت تھا، جب ہیمنگ وے جیکی اور ایلکس سے ملا تھا۔

کارٹر کے ذہن میں کوئی بات رہ رہ کر چبھ رہی تھی۔ ہیمنگ وے کا جانسن کے کمپیوٹر میں گھسنے کا کیا کام، کیا جواز ہوسکتا ہے۔ بلکہ اسے تو کسی بھی ڈیٹا سپروائزر کے کمپیوٹر میں گھسنے کا حق نہیں تھا۔

کارٹر آہستہ سے کرسی سے اٹھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ بہت بوڑھا ہوگیا ہے اور اب اس جاب کا اہل نہیں رہا۔ تمام وقت حقیقت اس کی آنکھوں کے سامنے ناچتی رہی تھی، اور وہ اسے دیکھ نہیں سکا تھا۔

اب سوال یہ تھا کہ کہاں! اور اس کا جواب فوراً ہی ذہن میں آگیا۔

گرے نے فون پر حکم دیا کہ اس کے لئے فوری طور پر ہیلی کاپٹر تیار کیا جائے۔ اس کے بعد اس نے اپنے سب سے بڑھ کر قابل اعتبار ایجنٹوں کی ٹیم فون پر ترتیب دی۔ وہ سب اس کے وفادار تھے۔ پھر وہ جانشین کے کیبن سے نکل آیا۔

☆☆☆

اب حقیقت جاننے کے لئے اسے کسی ڈیٹا بیس کے سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کی چھٹی حس نے کبھی اس کی غلط رہ نمائی نہیں کی تھی۔

وہ ایلکس کی کار میں روٹ نمبر 29 پر رواں دواں تھے۔ ایلکس اور اولیور فرنٹ سیٹ پر تھے اور جیکی اور روبن پچھلی سیٹ پر۔ ایلکس کن انکھیوں سے اولیور کو دیکھ رہا تھا۔ اس وقت وہ ایک ایسا سیکرٹ ایجنٹ تھا، جوان لوگوں سے ٹکرانے کے لئے جا رہا تھا، جنہوں نے امریکا کے صدر کو اغوا کیا تھا اور اس کے ساتھی کون تھے؟ ایک ناتجربہ کار سیکرٹ ایجنٹ، جو کہ لڑکی تھی اور ایک دیوقامت شخص، جس کی عمر ساٹھ سے متجاوز تھی اور پھر اولیور اسٹون تھا، جو ایک قبرستان میں کام کرتا تھا اور وہ انہیں اس جگہ لے جا رہا تھا، جو مرڈر ماؤنٹین کہلاتی تھی۔

اور مشن؟

مشن ایسا تھا کہ اگر وہ ناکام ہوگئے تو دنیا جہنم بن جائے گی!

ایسی تین رکنی ٹیم کے ساتھ وہ کامیابی کے امکانات کے بارے میں سوچنے کی ہمت بھی نہیں کر پا رہا تھا۔

ہم سب مرنے والے ہیں، اس نے دل میں سوچا۔

روٹ نمبر 29 سے ہائی وے 211 پر آئے، انہیں تقریباً 35 منٹ ہو چکے تھے۔ اولیور ان کی رہ نمائی کر رہا تھا۔ اب ان کا سفر پہاڑ پر چڑھائی کا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ مہذب دنیا سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ پکی سڑک کی جگہ پہلے تو بجری لی سڑک نے لی، اور اب وہ کچے راستے پر تھے۔ یقین نہیں آتا تھا کہ وہ امریکی دارالحکومت سے محض دو گھنٹے کے فاصلے پر ہیں۔

''یہ مرڈر ماؤنٹین ہے کیا بلا؟''۔ عقب سے جیکی نے پوچھا۔

اولیور نے پلٹ کر استعجابیہ نظروں سے اسے دیکھا اور پھر پلٹ کر سامنے دیکھنے لگا۔ ''ایلکس، اب دائیں جانب لے لو اور سڑک سے اتار لو گاڑی کو''۔

''سڑک! کیسی سڑک!''، ایلکس نے جھنجھلا کر کہا۔ ''پچھلے بیس منٹ سے مجھے تو کوئی سڑک نظر نہیں آئی۔ میری گاڑی کے انجر پنجر ڈھیلے ہوگئے ہیں۔ یہ آوازیں سن رہے ہو گاڑی کی؟''۔

اب وہ پہاڑوں کے درمیان تھے اور اردگرد کے گھنے تاریک جنگلوں کے سوا انہیں کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔

اولیور نے پھر پلٹ کر جیکی کو دیکھا۔ ''میں بتا چکا ہوں کہ یہ سی آئی اے کے خاص الخاص ایجنٹوں تک ٹریننگ سینٹر تھا''۔

''یہ تم نے بتایا تھا اور میں نے سنا بھی تھا۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ اسے مرڈر ماؤنٹین کیوں کہتے ہیں؟''۔

''اس کا مختصر ترین جواب یہ ہے کہ وہاں انہیں لوگوں کے ساتھ کچھ اچھا کرنے کی تربیت نہیں دی جاتی تھی''۔

''یعنی تم یہ کہہ رہے ہو کہ امریکا کی ایک سرکاری ایجنسی وہاں قاتلوں کی تربیت کرتی تھی۔ یہی کہہ رہے ہو نا تم؟''۔ جیکی نے سخت لہجے میں کہا۔

اولیور نے آگے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''ایلکس، وہاں گاڑی روک دو۔ آگے ہمیں پیدل جانا ہوگا''۔

ایلکس نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ پھر اس نے میگنیفائیڈ فلیش لائٹ لی اور گھوم کر ڈگی کی طرف گیا۔ ڈگی سے چیزیں نکال کر وہ دوسروں کی طرف بڑھانے لگا۔ ان چیزوں میں گنیں بھی تھیں اور نائٹ وژن کیمرے بھی۔

روبن اور اولیور نے گنیں ماہرانہ انداز میں تھامیں۔

ایلکس کی متجسس نظروں کے جواب میں روبن نے کہا۔ ''ویت نام کے تین دورے کئے میں نے اور پھر ڈی آئی اے۔ ان کھلونوں سے میری بہت پرانی دوستی ہے''۔

ایلکس اولیور کی طرف مڑا، جو اپنی گن کو چیک کر رہا تھا۔ ''تم اس سے نامانوس تو نہیں ہو اولیور؟''۔

''تم فکر نہ کرو''۔ اولیور نے کہا۔ لیکن اتنے برسوں کے بعد گن ہاتھ میں لیتے پر وہ اندر سے ہلا ہوا تھا۔

''اگر کسی بھی وجہ سے ہم بچھڑ جائیں تو اس کے لئے سب کے پاس ایک ایک سیل فون ہے؟''۔ ایلکس نے پوچھا۔

''میرا خیال ہے، یہاں سگنل نہیں ملیں گے''۔ روبن نے کہا۔

''اور بلڈنگ کے اندر تو کسی قسم کا بھی ٹرانسمیشن ممکن نہیں ہوگا''۔ اولیور نے کہا۔ ''اس کی تعمیر میں تانبا اور سیسہ استعمال کیا گیا ہے''۔

''بہت خوب''۔ ایلکس نے کہا۔ ''اوکے اولیور، اب تم ہماری رہ نمائی کرو گے''۔

وہ جنگل کی طرف چل دیئے۔

''کسی کو غاروں کے ساتھ تو کوئی مسئلہ نہیں''۔ اولیور نے اچانک پلٹ کر پوچھا۔ وہ پہاڑی سائیڈ میں ایک غار کے دہانے کے سامنے کھڑے تھے۔

''مجھے ہے''۔ ایلکس نے کہا۔ ''میں غار میں بھٹکنے اور مرنے سے ڈرتا ہوں''۔

''یہاں یہ مسئلہ نہیں۔ البتہ کہیں کہیں راستہ بہت تنگ ہو جائے گا''۔

''کتنا تنگ؟''۔ روبن نے پوچھا۔

''اتنا تنگ نہیں ہوگا کہ تم پھنس جاؤ''۔ اولیور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ایلکس نے تاریک دہانے کو غور سے دیکھا۔ ''کیا یہ عمارت میں داخل ہونے کا دروازہ ہے؟''۔

''سرکاری طور پر نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ تمام باضابطہ راستوں پر نظر رکھی جا رہی ہوگی۔ اچھا، اب چل دو۔ میرے قریب قریب رہنا''۔

جیکی سب سے آخر میں غار میں داخل ہوئی، اور وہ کچھ خوش نہیں تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو اس کے جسم میں تھرتھری سی دوڑ گئی۔ بہرحال وہ دوسروں کے پیچھے چلنے لگی۔

اولیور اسٹون کے ہاتھ میں فلیش لائٹ تھی، جس کی روشنی میں وہ آگے بڑھ رہے تھے۔

وہ خمیدہ راستہ تھا۔ دو جگہ انہیں رک کر ملبہ ہٹا کر راستہ بنانا پڑا۔ کئی مقامات پر آگے بڑھنے کے لئے انہیں رینگنا پڑا۔ اوپر غار کی چھت سے کبھی کبھی چٹخنے کی آواز سنائی دیتی تو وہ گھبرا کر اپنی رفتار تیز کر دیتے کہ کہیں ان پر چھت گر نہ جائے۔

پھر آگے ایک ایسی جگہ آئی، جو کانوں میں ہوتی ہے۔ وہاں سے انہیں اوپر چڑھنا تھا۔ اوپر چڑھنے کے لئے چٹانی دیوار میں مناسب فاصلوں سے قدم جما کر رکھنے اور ہاتھ سے گرفت کرنے کے لئے قدمچے سے نکلے ہوئے تھے۔ وہ چٹان کو تراش کر بنایا گیا تھا۔

اولیور سب سے پہلے چڑھا۔ اوپر پہنچ کر اس نے فلیش لائٹ روشن کی، تاکہ وہ لوگ آسانی سے دیکھ اور چڑھ سکیں۔

اوپر ایک دیوار تھی، جس پر دباؤ ڈالا گیا تو وہ جگہ دینے لگی۔ درحقیقت وہ چٹان نہیں تھی، لکڑی کی بنی ہوئی تھی، اور اس پر سیاہ رنگ کر کے اسے چٹان ہونے کا تاثر دیا گیا تھا۔

ایلکس نے اولیور کا ہاتھ ہٹایا اور لکڑی کی دیوار میں راستہ بن گیا۔

''اب عقل مندی اس میں ہے کہ ہم سب اپنی گنیں تیار رکھیں''۔ اولیور نے سرگوشی میں کہا۔ ''کسی بھی وقت کسی سے ہمارا سامنا ہوسکتا ہے''۔

وہ سب دیوار کے رخنے میں سے گزر گئے۔ اب وہ عمارت میں تھے۔

انہیں احساس ہو رہا تھا کہ عمارت بہت بڑی ہے، اور وہ برسوں پرانی بھی ہے۔ انہیں تو لگا کہ وہ وقت میں سفر کر کے پیچھے آگئے ہیں۔

چند لمحے بعد جانے کہاں سے انہیں گونجتی ہوئی بلند آوازیں سنائی دیں۔ اولیور کے سوا سب چوکنے ہوگئے۔ سب کی انگلیاں ٹریگر پر جا رکیں۔

''یہ پرندے ہیں، جو اندر گھس آئے ہیں''۔ اولیور نے وضاحت کی۔ ''پرانے دنوں میں بھی ایسا ہوتا تھا''۔

لیکن یہ الفاظ کہتے کہتے اولیور کو اپنا جسم فریز ہوتا محسوس ہوا۔ پرانے دن! یہ عمارت بارہ ماہ اس کا گھر رہی تھی۔ ایک سال! اور ایک سال کے 365 دن، اور ہر دن کے 24 گھنٹے۔ وہ یہاں گھر کی طرح رہا تھا۔ یہاں اس نے لوگوں کو قتل کرنے کے نت نئے طریقے سیکھے تھے۔ ان دنوں وہ جوان تھا اور اس نے اس طرح کے ہر کام میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ وہ دوسرے تمام لوگوں سے ہر میدان میں آگے نکل گیا تھا۔ اسپیشل فورسز کا سپاہی تو وہ پہلے ہی سے تھا۔ سی آئی اے کے ایجنٹ میں تبدیل ہونا اس کے لئے دشوار ثابت نہیں ہوا۔ بہت جلدی سی آئی اے میں وہ ایک دیومالائی حیثیت اختیار کر گیا۔

وہ آگے بڑھتے رہا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کے اندر کیسی یادیں امنڈ رہی ہیں۔ ہر منظر، ہر مہک اور دور سے آنے والی ہر آواز ماضی کی خوف ناک یادوں کی پیامبر ثابت ہو رہی تھی۔

سب لوگ اسے آگے رکھنے کی کوشش کرتے تھے، اسے اپنا قائد تسلیم کرتے تھے، اپنے تحفظ کے لئے۔ لیکن اسے لوگوں کو بچانے کی نہیں، ختم کرنے کی تربیت دی گئی تھی۔

اس کے چہرے سے پسینہ پھوٹ نکلا۔ وہ تین ایسے افراد کو مرنے کے لئے یہاں لے آیا تھا، جن کی زندگی کی اسے بہت زیادہ پروا تھی، جن سے وہ محبت کرتا تھا۔ وہ انہیں یہاں لے آیا تھا...... مرڈر ماؤنٹین!

☆☆☆

رنکے اور پیٹرز نے جب شریعت والوں کا دعویٰ سنا کہ صدر برینن ان کے قبضے میں ہے اور اس کے جواب میں قائم مقام صدر کا اعلان، تو انہوں نے مرڈر ماؤنٹین کا رخ کیا۔

انہوں نے اپنی کار مسطح قطعہ زمین پر کھڑی کی اور پھر جنگل کی طرف دوڑنے لگے۔ درختوں کے درمیان ایک چٹانی چھجے پر سے گزرتے ہوئے وہ ایک کھلے ایریا میں پہنچے۔ وہاں بے ترتیب جھاڑیوں کے پاس ایک گری ہوئی چٹان کا ملبہ پڑا تھا۔ انہوں نے اس کے گرد گھومتے ہوئے اس رکاوٹ کو عبور کیا۔ پھر اچانک ہی وہ دروازہ ان کے سامنے آگیا۔

مرڈر ماؤنٹین کو چٹانوں کے درمیان ایسے تعمیر کیا گیا تھا کہ وہ خود بھی چٹان ہی معلوم ہوتا تھا۔

پیٹرز نے ایک دھاتی کور کو گھمایا تو ایک بٹن اور لاؤڈ اسپیکر ظاہر ہوا۔ ''معاملات قابو سے باہر ہوگئے ہیں۔ اسی لئے میں اور رنکے یہاں آئے ہیں۔ جلدی کرو پلیز''۔ اس نے کور کو دوبارہ سیٹ کیا اور پیچھے ہٹ گیا۔

دروازہ ہلکی سی کلک کی آواز کے ساتھ کھلا۔ اور اسی لمحے گری ہوئی چٹان کے ملبے کے پیچھے سے تین سایوں نے پیٹرز اور رنکے پر چھلانگ لگائی۔ اگلے ہی لمحے ان کے گلے کاٹ دیئے گئے۔ انہیں آواز نکالنے کی بھی مہلت نہیں ملی تھی کہ وہ اندر موجود اپنے ساتھی کو خبردار کرتے۔

کیپٹن جیک نے آگے بڑھ کر ان کا جائزہ لیا اور طمانیت سے سر ہلایا۔

پھر کچھ اور لوگ ان سے آملے۔ کیپٹن جیک انہیں لے کر عمارت میں داخل ہوگیا۔

☆☆☆

کیپٹن جیک اپنے ساتھ گیارہ افراد لایا تھا۔ ان سب کا تعلق شمالی کوریا سے تھا اور وہ سفاک اور بے حد خطرناک قاتلوں کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ انہیں جنوبی کوریا کے شہری ظاہر کر کے امریکا لانا بے حد آسان ثابت ہوا تھا۔ ان کی چیکنگ میں عربوں جیسی سختی نہیں برتی گئی تھی۔ اپنے آدمیوں کی خطرناکی کے باوجود کیپٹن جیک بے فکر نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ٹام ہیمنگ وے کس قدر خطرناک ہے۔ چنانچہ اس نے عقل مندی سے کام لیتے ہوئے اپنے آدمیوں کے دو گروہ بنا دیئے۔ اس نے اپنے ساتھ صرف دو آدمی رکھے تھے۔ کیپٹن جیک ٹام ہیمنگ وے کی دوبدو لڑنے کی صلاحیت سے آگاہ تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک یمنی ڈیتھ اسکواڈ کے آٹھ افراد بدقسمتی سے ہیمنگ وے سے ٹکرائے تھے۔ کیپٹن جیک نے وہ لڑائی بہت محفوظ فاصلے سے دیکھی تھی۔ سخت جان اور ماہر لڑاکے آٹھوں یمنی جو کہ مسلح بھی تھے، صرف پانچ منٹ میں ہیمنگ وے کے ہاتھوں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے اور ہیمنگ وے نے اپنی گن کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ اس نے صرف اپنے ہاتھ پیر استعمال کئے تھے اور قوت اور رفتار کا ایسا مظاہرہ تھا کہ اسے آسمانی بجلی ہی قرار دیا جاسکتا تھا۔ ملک ملک سفر کرنے والے کیپٹن جیک نے ایسی تیزی اور مہارت کبھی نہیں دیکھی تھی۔

اس نے سوچا، اب تک ہیمنگ وے کو گڑبڑ کا احساس ہو چکا ہوگا، اور وہ ان کی تلاش میں نکل رہا ہوگا۔ اپنے آدمیوں کو دو گروپوں میں تقسیم کرنے سے کیپٹن جیک کا مقصد ہیمنگ وے کو تھکانا تھا۔ اس کے بعد اسے گھیر لینا قدرے آسان ہوتا اور یہ طے تھا کہ ان کے درمیان دست بہ دست لڑائی نہیں ہوگی۔ انہیں تو بس ہیمنگ وے کے جسم میں گولیاں اتارنی تھیں۔

اوپر پرانی فلوریسنٹ روشنیاں پلکیں جھپکا رہی تھیں۔ پھر ایک دھماکا سا ہوا، جس نے کیپٹن جیک اور اس کے ساتھیوں کو آنکھوں پر ہاتھ رکھنے پر مجبور کر دیا۔

اور جب کیپٹن جیک نے اپنی آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹایا تو بس اس نے ایک پاؤں کو متحرک دیکھا، جو شاید دیوار سے برآمد ہوا تھا، پھر اس نے دیوار سے ہتھوڑے کے ٹکرانے جیسے کوئی آواز، اور اس کے ساتھ ہی ایک طویل اور دردناک کراہ سنی اور اپنے ایک ساتھی کو سر کے بل فرش پر گرتے دیکھا۔ اور ایک لمحے بعد دوسرے آدمی کا بھی یہی حشر ہوا۔ وہ پیچھے کی طرف گیا اور دیوار سے ٹکرا کر اسی طرح واپس آیا تو ساتھ میں اسے بھی لے بیٹھا۔

اپنی تربیت کو بروئے کار لاتے ہوئے کیپٹن جیک نے اپنے اوسان خطا نہیں ہونے دیئے۔ فرش پر پیٹھ کے بل گرتے ہی اس نے گن نکالی اور کئی فائر کر دیئے۔ اور ساتھ ہی دوسرے ہاتھ سے اس نے دوسری گن نکال لی۔ پہلے پستول کا میگزین خالی ہوتے ہی اس نے اسی سمت میں دوسرے پستول سے فائرنگ کر دی۔

لیکن اس کی چلائی ہوئی گولیوں کا ہدف محض دیوار بنی تھی!

کیپٹن جیک اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ خودکار انداز میں اپنے پستول ری لوڈ کرنے میں مصروف ہوگئے تھے۔ ساتھ ہی وہ اپنی بے ترتیب سانس کو بحال کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس کا لوگوں کو قتل کرنے کا تجربہ بہت وسیع تھا۔ مگر یہ حملہ اس قدر اچانک اور قوت کے اعتبار سے اس قدر شدید تھا کہ اس نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس کے دونوں آدمی ابھی تک زمین سے نہیں اٹھے تھے۔

کیپٹن جیک نے اپنے پاؤں سے اس ساتھی کو ہلکی سی ٹھوکر لگائی، جو اس سے ٹکرایا تھا۔ اسے اندازہ ہوگیا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے۔ کیپٹن جیک نے اپنے حلق کو چھوا۔ وہ جانتا تھا کہ ہیمنگ وے چاہتا تو اسے بھی بآسانی ختم کرسکتا تھا۔

اس نے اپنے دوسرے ساتھی کو دیکھا۔ اس کی ناک ندارد تھی اور جبڑے کی ہڈی دماغ میں گھس چکی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ اس کے چہرے سے کسی انسان کی لات نہیں، بلکہ توپ کا گولا ٹکرایا ہے۔

''جیزز کرائسٹ''۔ وہ نروس انداز میں بڑبڑایا۔

اس نے خوف زدہ لہجے میں پکارا۔ ''ٹام؟''۔ پھر کچھ توقف کے بعد دوبارہ آواز دی۔ ''ٹام؟''۔ ''یہ تو زبردست کارکردگی ہے تمہاری۔ صرف چند لمحوں میں دو نہایت خطرناک لڑاکوں کو ٹھکانے لگانا''۔ مگر اسے کوئی جواب نہیں ملا۔

''ٹام، میرا خیال ہے، تم جانتے ہو کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں۔ تم اسے ہمارے حوالے کر دو۔ ہم تم سے تعرض کئے بغیر یہاں سے چلے جائیں گے۔ رنکے اور پیٹرز سے کوئی امید نہ رکھنا۔ ان کی لاشیں تمہیں دروازے پر پڑی ملیں گی۔ ان کے گلے کٹے ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب سمجھ رہے ہو۔ اس طرف ہم سب ہیں اور اُدھر اکیلے تم۔ تم ہم سب کو ختم نہیں کرسکتے''۔ لیکن یہ کہتے ہوئے وہ خود کو اعتماد سے محروم محسوس کر رہا تھا۔

پھر وہ اس طرف دوڑا، جدھر اس نے اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھیجا تھا۔ دل میں وہ بس یہ امید کر رہا تھا کہ ابھی وہ ٹام سے ٹکرا کر کم نہیں ہوئے ہوں گے۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کاش اپنے ساتھ زیادہ آدمی لایا ہوتا۔

☆☆☆

اس راہ داری سے ہٹ کر ایک کمرے میں ٹام ہیمنگ وے نے ہلالی ساخت کی دو تلواریں منتخب کیں۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور باہر نکل کر ایک طرف دوڑنے لگا۔ اسے یقین تھا کہ آج مرڈر ماؤنٹین اپنے نام پر پورا اترے گا۔

☆☆☆

انسانی آوازیں انہیں سنائی دیں تو ایلکس اور اس کے ساتھی مرکزی ہال سے ہٹ کر ایک عقبی کمرے میں چلے آئے۔

''یہ ہیمنگ وے کی آواز تو نہیں تھی''، جیکی نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن یہ جو کوئی بھی ہے، جانتا ہے کہ ہیمنگ وے یہاں موجود ہے اور ٹام اس کے دو آدمیوں کو ختم کر چکا ہے''۔ ایلکس نے کہا۔ ''اور ہیمنگ وے یہاں موجود ہے تو صدر برینن بھی موجود ہوں گے''۔

اولیور نے اپنی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ ''ہمارے پاس چار گھنٹے ہیں''۔ اس نے ان تینوں کو دیکھا۔ ''سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ ہم الگ الگ ہو جائیں۔ اس طرح ہم پر حملہ بھی ہوا تو وہ ہم سب کو بہ یک وقت شکار نہیں کرسکیں گے''۔

پھر اولیور ایلکس کو ایک طرف لے گیا۔ ''یہاں تربیتی کمرے ہیں۔ تمہیں ان کے بارے میں معلوم ہونا چاہئے''۔ اس نے کہا۔

''تربیتی کمرے...... ٹریننگ روم؟''۔ ایلکس نروس ہوگیا۔

''ایک فائرنگ رینج ہے یہاں اور ایف بی آئی کی ہوگن ایلی سے ملتا جلتا ایک سچویشن روم اور ایک بہت بڑی بھول بھلیاں''۔

''کیا بلا ہے یہ ٹریننگ سینٹر''۔

''اسے سمجھنے کے لئے ایک عمر چاہئے۔ مگر میں تمہیں ضروری نقشہ سمجھا رہا ہوں، دھیان سے سنو''۔ اولیور نے کہا۔ ''دیکھو...... تربیتی کمرے مرکزی راہ داری کے اطراف میں واقع ہیں۔ دو ایک طرف اور تین دوسری طرف۔ ایک سے گزر کر تم دوسرے تک پہنچو گے اور دوسرے سے تیسرے تک۔ یہاں تک کہ تمہیں ایک زینہ نظر آئے گا۔ وہ عمارت کے نچلے لیول کی طرف جاتا ہے، جہاں کوٹھریاں ہیں۔ قوی امکان یہ ہے کہ صدر کو وہیں رکھا گیا ہوگا''۔ وہ کہتے کہتے رکا۔ ''اور یاد رکھنا ایک بار تربیتی کمروں میں گھسنے کے بعد تمہیں ان سے ہی گزرنا ہوگا۔ باہر نکلنے کا کوئی اور راستہ نہیں ہے''۔

''مجھے تو لگتا ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی اس عمارت سے نہیں نکل پائے گا''۔ ایلکس نے بے دلی سے کہا۔

اولیور نے اس کی سنی ان سنی کر دی اور عقب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''کیونکہ ہم اسٹوریج ایریا سے اندر آئے ہیں، تو ہم مرکزی دروازے سے عمارت میں داخل ہونے والوں کی نسبت تربیتی کمروں سے زیادہ قریب ہیں۔ میں ان کی بات کر رہا ہوں، جن کی ہم نے ابھی آوازیں سنی تھیں''۔

ایلکس نے اپنے نائٹ ویژن گاگلز کو چھوا۔ لیکن روشنی کی موجودگی میں وہ بے کار تھے۔ اس نے اپنے عقب میں دیکھا۔ وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔

''روبن اور میں بائیں جانب والے تین کمروں میں گھسیں گے اور تم جیکی دائیں جانب والے دو تربیتی کمروں میں''۔ اولیور نے کہا۔ ''یاد رکھنا، دروازے صرف ایک جانب کھلتے ہیں۔ جب تم کسی کمرے میں جاؤ گے تو تمہارے عقب میں دروازہ خود بہ خود لاک ہو جائے گا، واپسی ناممکن ہوگی''۔

''بہت زبردست''۔ ایلکس نے جل کر کہا۔

''اور ایلکس! میرے خیال میں جیکی نوآموز ہے، تو پھر...... اصل میں میرے ضمیر پر بوجھ ہے کہ میں تم سب کو یہاں لایا ہوں''۔

''میں اس کا خیال رکھوں گا اولیور''۔ ایلکس نے اسے متجسس نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''شکریہ ایلکس۔ اب تمہیں ان کمروں کے بارے میں ضروری باتیں سمجھا دوں، جن میں تمہیں داخل ہونا ہے۔ یاد رہے کہ جو کچھ میں تمہیں بتاؤں گا، تمہیں اسی پر حرف بہ حرف عمل کرنا ہوگا''۔

''تم باس ہو اولیور۔ جیسے تم کہو گے، سب کچھ ویسے ہی ہوگا''۔

''تو سنو......''۔

ایلکس کو تفصیلی ہدایات دینے کے بعد اولیور روبن کی طرف بڑھا''۔ آؤ میرے ساتھ''۔

وہ مین ہال میں نکل آئے اور آگے بڑھنے لگے۔ کچھ آگے انہیں دروازہ نظر آیا۔ وہ دونوں اندر چلے گئے۔

کمرے میں روشنی بہت کم تھی۔ اولیور نے سرگوشی میں روبن سے کہا: ''یہ فائرنگ رینج ہے''۔

وضاحت کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہاں شوٹرز کے کیوبیکل بھی نظر آ رہے تھے اور مخالف سمت میں گولیوں سے چھلنی اہداف بھی۔

''تم داہنی سمت جاؤ۔ ہم وسط میں ملیں گے۔ تب ہمیں دوسرے کمرے کا دروازہ ملے گا''۔ اولیور نے کہا۔

وہ دونوں جدا ہوگئے۔ اولیور محتاط انداز میں بائیں جانب چل دیا۔ وہ بہ مشکل دس فٹ آگے گیا ہوگا کہ فائرنگ رینج کا دروازہ کھل گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ عقب سے کوئی کمرے میں داخل ہوا ہے۔

اولیور نے فوری طور پر اپنی لائٹ بجھائی اور نیچے جھک گیا۔ ساتھ ہی اس نے پستول نکال لیا۔ وہ خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تقریباً تیس سال بعد وہ اس کی عملی اور سنگین صورت حال سے دوچار ہو رہا تھا۔ جسم اور اعصاب دونوں اس کے عادی نہیں رہے تھے۔

سر اٹھا کر دیکھتے ہوئے اسے ایک سایہ سا گزرتا دکھائی دیا۔ مگر اتنی کم روشنی میں یہ دیکھنا ممکن نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ غلطی سے روبن پر فائر کر بیٹھے۔ بدقسمتی سے وہاں اندھیرا ابھی اتنا نہیں تھا کہ نائٹ ویژن گاگلز سے مدد ملتی۔

قدموں کی چاپ قریب آتی گئی۔ اولیور سینے کے بل لیٹ گیا اور آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اہداف کے پاس پہنچ گیا۔

لمحے دبے پاؤں گزرتے رہے۔ اولیور کو اپنے اندر ایک بہت بڑی کیمیاوی تبدیلی رونما ہوتی محسوس ہوئی۔ وہ تبدیلی ذہنی بھی تھی اور جسمانی بھی۔ اس کے ہاتھوں میں جیسے متحرک توانائی دوڑنے لگی تھی اور ذہن ایک نکتے پر...... صرف ایک نکتے پر مرکوز ہوگیا تھا...... اپنی بقا!

وہ رینگتا ہوا بائیں جانب بڑھا۔ اس کا جسم کسی چیز سے مس ہوا۔ اور اچانک اسے وہ خیال سوجھا......

☆☆☆

وہ شخص رینگتا ہوا دائیں جانب بڑھ رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں پستول تھی اور دوسرے میں پھینک کر مارا جانا والا چاقو۔ اسے ایسا لگا کہ جیسے اس نے کوئی آواز سنی ہے۔ لیکن وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔

وہ بڑی احتیاط سے فائرنگ رینج کے ایک ہدف کے راستے پر چل دیا۔

چند لمحے گزر گئے۔

پھر شمالی کوریائی کو ایک چیخ نے چونکا دیا۔ وہ پلٹا اور اس نے کسی کو اچھل کر اپنے اوپر آتے دیکھا۔ اسی نے فائرنگ کی اور گولیاں اندر اتر گئیں۔

اولیور نے جہاں سے فائر کا شعلہ نکلتے دیکھا، اسی سے ایک انچ اوپر فائر کیا۔ ایک چیخ سنائی دی اور شمالی کورین فرش پر گر گیا۔ اس نے جس چیز کو اپنے اوپر اچھلتے دیکھا تھا، وہ گتے کا ہدف تھا۔ اولیور اسٹون نے ایک طرف اپنی چیخ کے ذریعے اور دوسری طرف اس پر یہ ہدف اچھال کر اس کو فائرنگ کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور یوں اس کی پوزیشن ظاہر ہوگئی تھی۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر روبن کی سرگوشی سنائی دی۔ ''اولیور...... تم ٹھیک تو ہو نا''۔

چند منٹ بعد وہ دونوں شمالی کورین کی لاش کے پاس یک جا ہوئے۔ وہ یہ اطمینان حاصل کر چکے تھے کہ کمرے میں کوئی اور موجود نہیں۔

اولیور نے لائٹ روشن کی۔ شمالی کورین کے جسم میں دو سوراخ تھے۔ ایک دوسرے سے صرف ایک سینٹی میٹر کے فاصلے پر۔ اولیور نے لاش کے نقوش، لباس اور ہتھیاروں کا جائزہ لینے کے بعد اعلان کیا۔ ''یہ شمالی کورین ہے''۔

روبن حیرت سے لاش کے دونوں سوراخوں کو دیکھ رہا تھا۔ ''تم درحقیقت کیا کرتے تھے سی آئی اے میں؟''۔ اس نے اولیور سے پوچھا۔

''سرکاری طور پر مجھے ڈی اسٹیبلائزر کہا جاتا تھا۔ میں جو کچھ تھا، اس کے لئے یہ بہت ہلکا لفظ تھا''۔

اسی وقت فائرنگ رینج کے دروازے سے مشین گن کی گولیاں ٹکرائیں، بلکہ پار نکل آئیں۔ وہ دونوں تیزی سے فرش پر لیٹ گئے۔

پھر دروازہ دھڑ سے کھلا اور ایک اور شخص مسلسل فائرنگ کرتے ہوئے اندر آیا۔ وہ تقریباً دوڑ رہا تھا۔

اولیور نے ٹانگ اڑائی اور وہ منہ کے بل گرا۔ مشین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ روبن اس پر جھپٹا۔ پھر چلایا۔ ''میں نے اسے پکڑ لیا ہے اولیور''۔ اس نے حملہ آور کو بازوؤں میں بھینچا۔ ''ہونہہ...... گن کے بغیر تم کچھ بھی نہیں ہو......''۔

لیکن اگلے ہی لمحے روبن چیخنے پر مجبور ہوگیا۔ حملہ آور نے اپنی ایڑی روبن کے پیر پر ماری تھی۔ اس کے نتیجے میں روبن کی گرفت کمزور ہوئی۔ حملہ آور کے لئے اتنا کافی تھا۔ اس نے روبن کی تھوڑی پر دو گھونسے جمائے اور دو اس کے پیٹ پر۔ روبن گھٹنوں کے بل گرا۔ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور سانس لینا دشوار ہوگیا تھا۔

حملہ آور کا ہاتھ اوپر اٹھا۔ اس کے ہاتھ میں بلیڈ تھا۔ پھر وہ ہاتھ نیم قوسی شکل میں روبن کی گردن کی طرف گرنے لگا۔

مگر گولی اس کے دماغ میں دھنس گئی تھی، وہ گھٹنوں کے بل فرش پر گرا اور پھر ڈھیر ہوگیا۔

اولیور نے پستول بیلٹ میں اڑسا اور اپنے دوست کی طرف لپکا۔ ''روبن'' اس نے لرزتی آواز میں پکارا۔ ''روبن''

''لعنت ہو اولیور''۔ روبن کے لئے بولنا آسان نہیں تھا۔ پھر وہ دھیرے دھیرے اٹھا۔ اس کی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

''ہم یہاں کیا کر رہے ہیں اولیور۔ یہاں ہمارا کیا کام''۔ روبن نے اپنے منہ سے خون پونچھتے ہوئے کہا: ''اب ہم اس بلے گلے کے قابل نہیں رہے''۔

اولیور نے اپنے ہاتھ کی لرزش کو دیکھا اور جو ٹانگ اڑا کر اس نے حملہ آور کو گرایا تھا، وہ بھی دکھ رہی تھی۔ روبن غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ لیکن نہیں، تین سال بے کار زندگی گزارنے کے بعد آج اس نے دو آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ اس کا نشانہ پہلے جیسا ہی تھا۔

لیکن فرق نہ تو عمر کا تھا اور نہ بے عملی کا۔ فرق تو سوچ کا تھا۔ تیس سال پہلے وہ ایک ایسا شخص تھا، جس کے لئے کسی انسان کو، کسی بھی وجہ کے تحت، کسی بھی انداز میں قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ مگر اب وہ، وہ آدمی نہیں تھا۔

اس کے باوجود صورت حال کے کچھ تقاضے تھے۔ اگر اس وقت وہ اپنی قاتلانہ تربیت اور اپنی جبلت کو پوری طرح استعمال نہ کر پایا تو وہ خود اور اس کے ساتھی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ وہ اس وقت ایک قاتل عمارت میں پھنسے ہوئے تھے۔

''میں شرمندہ ہوں روبن، تمہیں یہاں لانے پر۔ مجھے بہت افسوس ہے''۔ اس نے دل کی گہرائی سے معذرت کی۔

روبن نے محبت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''نہیں اولیور، اگر یونہی مرنا ہے تو میں تمہارے ساتھ مرنے کو ترجیح دوں گا۔ لیکن اولیور، ہمیں یہاں سے زندہ واپس جانا ہے۔ سوچو، کیلب اور ملٹن ہمارے بغیر کیا کریں گے۔ انہیں ہماری ضرورت ہے''۔

(جاری ہے)

علیم الحق حقی

جیکی اور ایلکس ایک بڑے اور تاریک کمرے میں تھے، جہاں سیلن اور بدبو تھی۔ انہیں فائرنگ رینج میں ہونے والی فائرنگ کی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ کیونکہ وہ ساؤنڈ پروف تھا۔ ایلکس نے نائٹ ویژن گاگلز لگائے ہوئے تھے اور وہ رہ نمائی کر رہا تھا۔

سامنے ایک تنگ اور بلند راستہ تھا، جہاں پہنچنے کے لئے دھاتی سیڑھیوں پر چڑھنا تھا۔

ایلکس نے سرگوشی میں جیکی سے کہا: ''میں آگے جاؤں گا۔ تم میرے قریب رہ کر مجھے کور دینا''۔

''تم ہیرو کیوں بننا چاہتے ہو؟''۔

یہ کس نے کہا تم سے یہ ٹوٹیم گیم ہے۔ اگر میں کسی دشواری میں پڑوں تو تم جان پر کھیل کر مجھے بچاؤ۔ یوں ہیروئن تم بنوگی۔ مگر ایک بات سنو۔ اس راستے پر درمیان میں رہنا ہوگا۔ سائیڈ کی طرف ہرگز نہ جانا''۔

''کیوں؟ اس سے کیا ہوگا''۔

''یہ مجھے نہیں معلوم اور میں جاننا بھی نہیں چاہتا۔ اتنا کافی ہے کہ اولیور نے تاکید کی تھی، اس کے لئے اور ہمیں اس کی تعمیل کرنی ہے''۔

ایلکس بہت احتیاط سے چڑھتا رہا۔ بلند راستے پر پہنچ کر وہ درمیان میں، جھک کر چلنے لگا۔ دوسری طرف پہنچا تو اسے دوسرے کمرے کا دروازہ نظر آیا۔ تب اس نے دھیمی آواز میں پکارا''۔ راستہ صاف ہے۔ آجاؤ''۔

جیکی تیزی سے لپک کر اس کے پاس پہنچی۔ اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور پھر اس کے بند ہونے کی آوازسنائی دی۔ ایلکس اور جیکی بڑی پھرتی سے نیچے جھک گئے۔

گزشتہ سے پیوستہ

مغوی امریکی صدر برینن کی بازیابی کیلئے ایف آئی کے اہلکار بالآخر ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے، جو کہ کسی زمانے میں قیدیوں اور مجرموں کو اذیت ناک سزائیں دینے کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ اس دوران اس خوفناک مقام پر ایف بی آئی اہلکاروں کو ایک سایہ سا گزرتا دکھائی دیا، مگر کم روشنی میں اسے دیکھنا ممکن نہ تھا۔ قدموں کی چاپ مزید قریب آتی گئی۔ اس دوران ایک امریکی ایجنٹ اولیور سینے کے بل لیٹ گیا اور آگے بڑھتا گیا، یہاں تک کہ وہ اپنے ہدف تک پہنچ گیا۔ اسے اپنے اندر ایک بہت بڑی کیمیاوی تبدیلی محسوس ہونے لگی، جو کہ ذہنی بھی تھی اور جسمانی بھی۔ وہ رینگتا ہوا بائیں جانب بڑھا۔ اس دوران اس کا جسم کسی چیز سے مس ہوا۔ اس شخص کے ایک ہاتھ میں پستول تھی اور دوسرے میں پھینک کر مارا جانیوالا چاقو۔ اسے ایسے لگا جیسے اس نے کوئی آواز سنی ہے۔ لیکن وہ یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ بڑی احتیاط سے فائرنگ رینج کے ایک ہدف کی جانب چل دیا۔ پھر کیا ہوا، اس قسط میں ملاحظہ فرمائیں:

ایلکس نے چند لمحے صورت حال پر غور کیا اور پھر جیکی کے کندھے پر تھپکی دی۔ جیکی اس کی طرف متوجہ ہوئی تو اس نے دوسرے کمرے کے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ ''تم جاؤ۔ اس بار میں پیچھے رہوں گا''۔ اس نے کہا۔

جیکی آگے بڑھی اور ایلکس ریوالور تانے چوکنا، گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اسے دیکھتا رہا۔

جیکی دروازے پر پہنچ کر رکی اور اس نے پلٹ کر ایلک کی طرف دیکھا۔ ایلکس نے اثبات میں سرہلا دیا۔

جیکی نے دروازہ کھولا اور دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ لیکن وہ بے آواز ایسا نہیں کر سکی تھی۔ اس آواز نے کمرے میں موجود دوسرے شخص کو چونکا دیا اور وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر کیٹ واک پر آیا۔

ایلکس ایک قدم آگے بڑھی۔ مگر بدقسمتی سے اس کا جھکاؤ پہلو کی جانب ہو گیا۔ کلک کی آواز سنائی دی اور اچانک ہی اس کے نیچے سے فرش غائب ہو گیا۔ وہ نیچے گرا اور اس نے خود کو گھٹنوں گھٹنوں پانی میں پایا۔ ایک لمحے بعد دوسرا چھپا کا سنائی دیا۔ یعنی دوسرا شخص بھی نیچے گرا تھا۔ لیکن اب اندھیرا اتنا تھا کہ ایلکس خود کو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کے نائٹ ویژن گاگلز گر چکے تھے۔ اب وہ دل میں دعا کر رہا تھا کہ کاش دشمن کے پاس بھی نائٹ ویژن گاگلز نہ ہوں۔ ہوئے تو وہ سو فیصد مارا جائے گا۔

دوسرے شخص نے فائر کیا۔ گولی ایلکس کے سر سے بہت اوپر گزری اور تالاب کی دیوار سے ٹکرائی۔ ایلکس نے جھکتے ہوئے جوابی فائر کیا اور بہت تیزی سے وہاں سے دور ہو گیا۔ کیچڑ والے بدبودار پانی میں وہ سانس لینے سے گریز کر رہا تھا۔ گرنے کے نتیجے میں اس کا بازو زخمی ہوا تھا اور گردن اور پسلیاں بھی دکھ رہی تھیں۔ باقی وہ ہر طرح سے فٹ تھا۔

ان جسمانی تکالیف سے ہٹ کر ایک مسئلہ اور تھا۔ کیونکہ وہ گھٹنوں تک کیچڑ والے پانی میں تھا، اس لئے بے آواز حرکت کرنا اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ وہ اپنی جگہ موجود رہا۔

دوسری طرف اس کے دشمن کی بھی یہی پوزیشن تھی۔ وہ بھی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ اس صورت حال میں جو پہلے حرکت کرتا، وہ مارا جاتا۔ ایلکس کو اندازہ نہیں تھا کہ دشمن کہاں ہے۔ یہ صبر کی آزمائش تھی۔

چند منٹ ساکت رہنے کے بعد ایلکس کو اندازہ ہو گیا کہ اسے کوئی حکمت عملی بنانی ہوگی۔

اس نے بہت آہستگی سے ہاتھ بڑھایا، یہاں تک کہ اس کی انگلیاں تالاب کی دھاتی دیوار کو چھونے لگیں۔ پھر اس نے اپنی فلیش لائٹ نکالی۔ اس نے تیزی سے گردن کو جھٹکا دیا۔ چاقو اس کے بہت قریب سے گزرا، ٹینک کی دیوار اور تالاب میں گر گیا۔ لیکن ایلکس نے فائر نہیں کیا۔ اس کے دشمن کو اس سے یہی امید تھی۔

اس نے فلیش لائٹ کو بڑی احتیاط سے تالاب کی دھاتی دیوار سے ٹکایا۔ مقناطیسیت کی وجہ سے وہ اس سے چپک گئی۔ پھر اس نے فلیش لائٹ کا بٹن دبایا اور اپنے ریوالور کو فائر کے لئے تیار کر کے دل میں دعا کرنے لگا۔

فلیش لائٹ روشن ہوئی اور چند ثانیوں کے بعد دو فائر براہ راست اس سے ٹکرائے۔ اتنی دیر میں ایلکس فائروں کی سمت کا درست اندازہ کرتے ہی فائر کر چکا تھا اور اس کے فائر کارگر ثابت ہوئے۔

کیچڑ بھرے پانی میں کسی جسم کے گرنے کی آواز بہت واضح تھی۔

پھر اس نے اوپر کی سمت سے قدموں کی آہٹیں سنیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیسے ممکن ہے اور پھر کوئی اور دوڑا۔

وہ پوری قوت سے اوپر کی طرف چلا۔ اس کی دو کوششیں ناکام رہیں۔ لیکن تیسری بار ریلنگ اس کے ہاتھ کی گرفت میں آگئی۔ اس نے اسے تھام کر خود کو اٹھالیا۔

چند لمحے بعد وہ دروازے سے اندر چلا گیا!

☆☆☆

اولیور اور روبن جس جگہ کھڑے تھے، وہ ایف بی آئی سی ہوگن ایلی کی نقل تھی۔ اس کمرے میں سیٹ سا لگا تھا۔ کچھ عمارتیں تھیں، ایک فون بوتھ تھا، فٹ پاتھ تھے اور ایک چوراہا، جہاں ٹریفک لائٹ نصب تھی۔ سڑک پر ایک پرانی سیاہ سیڈان کھڑی تھی، جس کے ٹائر گل سڑ چکے تھے۔ یہ سب دیکھ کر گمان ہوتا تھا کہ وہ ماضی کے کسی منظر میں پہنچ گئے ہیں۔ سڑک اور فٹ پاتھ پر کچھ گڈے بھی تھے...... انسان......دو آدمی، تین عورتیں اور چند بچے۔ ان کے چہروں کا پینٹ جگہ جگہ سے اڑ گیا تھا، جس کی وجہ سے وہ بھوت لگ رہے تھے۔

روبن کو احساس ہوا کہ ان سبھوں کے سر میں گولیوں کے سوراخ تھے۔

زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔

دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔

لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

اولیور روبن کو ایک عمارت کے عقب میں لے گیا۔ وہاں چوبی سیڑھیاں تھیں، جن میں سے ہر ایک کی لینڈنگ پر کھڑکیوں کے کٹ آوٹ تھے۔

''یہاں اسنائپرز کو تربیت دی جاتی تھی''۔ اولیور نے کہا۔

''حمہیں کن لوگوں کے قتل کے لئے تیار کیا گیا تھا؟''۔ روبن نے پوچھا۔

''یہ نہ پوچھو تو بہتر ہے''۔ اولیور نے سرگوشی میں کہا اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

قدموں کی آہٹیں ان کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ اولیور نے اوپر ایک کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بہت احتیاط اور آہستگی سے اوپر چڑھنے لگے۔ وقتاً فوقتاً وہ چپکے سے جھانک بھی لیتے۔

تین شمالی کوریائی وہاں داخل ہوئے تھے۔ ان کے انداز سے پتا چلتا تھا کہ ان کی تربیت ایک یونٹ کی حیثیت سے ہوئی ہے۔ وہ سب ایک دوسرے کو کور کرتے ہوئے ماہرانہ انداز میں گرد و پیش کو ٹٹول رہے تھے۔

اولیور اور روبن کی انگلیوں کی گرفت اپنے ہاتھوں میں موجود ریوالوروں کے ٹریگرز پر سخت ہو گئی۔ اولیور نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے شست باندھی۔ مسئلہ یہ تھا کہ اندر آنے والوں کے پاس MP-S مشین گنیں تھیں۔ اگر اولیور اور روبن نے درست نشانے لگائے اور ان میں سے دو کو شکار کر لیا، تب بھی تیسرا باقی رہ جائے گا اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ ان کی پوزیشن سے بھی واقف ہو چکا ہوگا اور تجربہ کار آدمی کے ہاتھ میں ہو تو MP.S مشین گن کتنی تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے، یہ اولیور خوب جانتا تھا۔

''ہولی ٹیٹ''۔ روبن بڑبڑایا۔

شمالی کوریائی لوگوں میں سے ایک اچانک فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ ایک چاقو اڑتا ہوا آیا تھا اور اس کی گردن میں پیوست ہوا تھا۔ دوسرے دونوں نے ایک ثانیے کی تاخیر کے بغیر اس سمت میں فائرنگ کی، جہاں سے چاقو آیا تھا۔ پھر وہ دونوں آگے بڑھے۔ وہ دونوں پرانی کار کی آڑ لے رہے تھے۔ اب اسٹون اور روبن کی طرف ان کی پشت تھی۔ وہ بآسانی ان دونوں کو نشانہ بنا سکتے تھے۔ روبن نے الیور کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا بھی، لیکن اولیور نے نفی میں سرہلا دیا۔ وہ سوچے سمجھے بغیر کچھ کرنا نہیں چاہتا تھا۔

ایک شمالی کورین نے اپنی جیکٹ کی جیب سے کوئی چیز نکالی، پھر وہ پن کھینچتا نظر آیا اور اگلے ہی لمحے اس نے وہ چیز خنجر پھینکنے والے کی سمت میں اچھال دی۔

بم اگرچہ ان سے دور اچھالا گیا تھا، لیکن اولیور نے روبن کو دھکیل کر گرا دیا اور خود بھی سینے کے بل لیٹ گیا۔

دھماکے نے اس پورے سیٹ کو ہلا کر رکھ دیا۔ دھماکے کی گونج ختم ہوئی اور دھواں چھٹا تو ان دونوں نے سر اٹھائے۔ دونوں شمالی کوریائی انہیں آگے بڑھتے نظر آئے۔

اولیور ان کی جگہ ہوتا تو ابھی مزید انتظار کرتا، کیونکہ دھواں ابھی پوری طرح چھٹا نہیں تھا۔

ایک لحہ بعد اس دھویں میں سے ایک سایہ سا اچھلتا نظر آیا، جو سر سے پاؤں تک سیاہ لباس میں تھا۔ اس کی رفتار ناقابل یقین تھی۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ہلالی ساخت کی تلواریں تھیں۔

تلواریں حرکت میں آئیں اور پہلے ہی مرحلے میں شمالی کورین کے ہاتھوں سے مشین گنیں نکل گئیں۔ ان کے ہاتھ اپنے پستولوں کی طرف بڑھے تو تلواروں نے ان کے ہولسٹرز کاٹ ڈالے، جو فرش پر گر گئے۔

اور یہ سب کچھ ایک لمحے میں اس طرح ہوا جیسے بجلی کوندی ہو۔

پھر وہ سیاہ پوش دونوں شمالی کورین کے درمیان ٹھہر گیا۔ اس نے اپنا سیاہ خود اتارا، اسے زمین پر رکھا اور اس کے ساتھ ہی دونوں تلواروں کو بھی نیچے رکھ دیا۔

وہ ٹام ہیمنگ وے تھا، جو ان دونوں کو دعوت مبارزت دے رہا تھا۔

ٹام نے انہیں بہت غور سے دیکھا اور کوریائی زبان میں ان سے کچھ کہا۔

''کیا کہہ رہا ہے یہ؟''۔ روبن نے اولیور سے پوچھا۔

''اس نے کہا......سرنڈر کر دو یا مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ''۔

''میرا خیال ہے، یہ ہتھیار ڈال دیں گے''۔ روبن نے تبصرہ کیا۔

''نہیں، یہ شمالی کورین ہیں۔ ان کی درد اور اذیت سہنے کی بے پناہ صلاحیت ایسی ہے کہ دوسرے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے''۔ اولیور نے کہا۔

پھر ٹام ہیمنگ وے کو دیکھتے ہوئے سوچا کہ شمالی کورین پر یہ بہت کڑا وقت ہے۔

دونوں شمالی کوریئنز نے فوراً تائی کوانڈو کے آسن اختیار کیے۔ ان میں سے ایک نے پاؤں کی جھوٹی جھکائی آزمائی، لیکن ٹام اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔ اس نے پھر ان سے ان کی زبان میں بات کی۔

مگر ان دونوں نے نفی میں سرہلا دیے۔

پھر ان میں سے ایک نے ٹام پر کک آزمائی۔ ٹام نے ایک ہاتھ سے اس کا وہ پاؤں تھامتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اسے پیچھے دھکیل دیا۔ اس نے پھر کوریائی زبان میں کچھ کہا۔

''اس نے کہا ہے...... مجھے افسوس ہے کہ تم نے مجھے اس پر مجبور کر دیا ہے''۔ اولیور نے روبن کو بتایا، جس نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔ اور پھر وہ ایک سانس بھی نہیں لے سکے تھے کہ ٹام ہیمنگ وے حرکت میں آگیا۔ اس کے ایک گھونسے نے ایک شمالی کورین کا دفاعی حصار توڑ دیا اور اس کے سینے سے پوری قوت سے ٹکرایا۔ اس کی رفتار ایسی تھی کہ نگاہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ تو بس تحرک کی ایک لکیر سی تھی اور وہ بھی محض علامتی، ہیمنگ ایڑی پر گھوما اور اس کی کک دوسرے شمالی کورین کے سر کی سائیڈ سے ٹکرائی۔

اولیور اور روبن جہاں چھپے تھے، وہ جگہ کافی دور تھی۔ اس کے باوجود انہوں نے گردن ٹوٹنے کی آواز صاف طور پر سنی۔

دوسرا آدمی سڑک کی طرف لپکا۔ ٹام اس کے پیچھے تھا۔

پھر شمالی کورین پلٹا تو ٹام کو چاقو کی چمک نظر آئی۔ وہ پوری قوت سے اچھلا۔ شمالی کورین نے چاقو پھینکا، جو ٹام کے بازو میں پیوست ہو گیا، لیکن ٹام ہیمنگ وے کی رفتار میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑا۔

اس بار ٹام کی ایڑی شمالی کورین کی ٹھوڑی سے ٹکرائی۔ وہ الٹ کر پیچھے گرا۔

ٹام نے اپنے بازو سے بہتے ہوئے خون کو دیکھا۔ تیز رفتار ایکشن کی وجہ سے چاقو خود ہی گر گیا تھا۔ پھر وہ دوبارہ شمالی کورین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''یہ کوئی اچھا منظر نہیں ہوگا دیکھنے کے لئے''۔ روبن بڑبڑایا۔ اس کے لہجے میں بدمزگی تھی۔

ٹام ہیمنگ وے کے پہلے ہی وار نے شمالی کورین کو ختم کر دیا۔ اولیور نے یہ اتنی دور سے بھی دیکھ لی۔ اس نے اپنی زندگی میں بھی کسی کو اتنا قوی اور کاری وار کرتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ قوت تو بس طاقتور ریچھ کی یاد دلاتی تھی۔

اور اس کے باوجود ٹام ہیمنگ وے نے شمالی کورین کو گرنے نہیں دیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے اسے سنبھال رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے سر، سینے اور ناف کے نیچے ضربیں لگا رہا تھا۔ اور اس کی قوت اور رفتار، دونوں ہی متعجب کر دینے والی اور ناقابل یقین تھی۔ اور جب اس نے اسے چھوڑا اور وہ نیچے گرا تو وہ انسان تو ہرگز نہیں لگ رہا تھا۔ وہ تو جیسے ہڈیوں کی گٹھڑی تھی۔ شاید اس کے جسم کی کوئی ایک ہڈی بھی سلامت نہیں رہی تھی۔

ٹام ہیمنگ وے پیچھے ہٹا اور اس نے ایک گہری سانس لی۔ پھر اس نے باری باری تینوں لاشوں کا جائزہ لیا۔ پھر وہ تلواریں اٹھانے کے لئے بڑھا۔ اولیور نے اپنا پستول نکالا اور ٹام کے سر کے پچھلے حصے کی نشست باندھی۔

اچانک ہیمنگ وے کے جسم میں تناؤ سا محسوس ہوا، وہ بالکل سیدھا اور ساکت کھڑا ہوا اور اچانک اس نے پلٹ کر دیکھا۔ اور اس کی نگاہیں عین اس مقام پر تھیں، جہاں اولیور اور روبن چھپے تھے۔

وہ انہیں دیکھ تو نہیں سکتا تھا، لیکن یہ طے تھا کہ اسے ان کی وہاں موجودگی کا ادراک ہے۔ اور اب وہ تن کر کھڑا جیسے اس بات کا منتظر تھا کہ اس پر گولی چلائی جائے۔

اولیور نے پستول کی نال جھکالی۔

ٹام ہیمنگ وے چند لمحے اسی سمت دیکھتا رہا اور پھر پلک جھپکتے میں جیسے وہ غائب ہو گیا۔

☆☆☆

جیک سمپسن پوری طاقت کے ساتھ دوڑ رہی تھی۔ لیکن سمتوں کے احساس سے محرومی نے اسے شدید بے بسی میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ تو ایک بھول بھلیاں تھیں۔

''ایلکس؟''۔ اس نے گھبرا کر پکارا۔

''یس جیکی''۔ جواب ملا۔

وہ آواز کی سمت دوڑی۔

''جیکی، وہ یہیں کہیں موجود ہیں۔ احتیاط سے کام لو''۔

وہ فوراً ہی رکی اور نیچے جھک گئی۔ ابتدا میں تو اسے اپنی سانسوں کے سوا کچھ سنائی نہیں دیا۔ پھر اسے قدموں کی دبی دبی آہٹیں سنائی دیں۔ جیسے کوئی بے آواز چلنے کی کوشش کر رہا ہو۔ وہ کاری ڈور میں پیچھے ہٹتے ہوئے اس آواز سے دور جانے کی کوشش کرنے لگی۔ ساتھ ہی اس نے اپنا پستول بھی نکال لیا اور اسے فائرنگ پوزیشن میں لے آئی۔

''جیکی؟''۔

''اب میں یہاں ہوں''۔ اس نے سرگوشی میں جواب دیا۔

''ایلکس نے کارنر سے سر نکال کر اسے دیکھا اور اس کے پاس چلا گیا۔

اس نے دیکھا، ایلکس کے کپڑے گندے ہو رہے تھے۔ ''یہ تمہیں کیا ہوا؟''۔

''یہ مت پوچھو۔ بہت تکلیف دہ کہانی ہے۔ اور اصرار کرو گی تو میری برداشت جواب دے جائے گی''۔ ایلکس نے کہا۔ پھر بولا: ''یہ بتاؤ، دو آدمی مجھ سے پہلے یہاں آئے تھے۔ انہیں دیکھا ہے تم نے؟''۔

جیکی نے نفی میں سرہلایا۔ ''یہ بتاؤ، ہم یہاں سے نکلیں گے کیسے؟''۔

''سادہ سی بات ہے۔ ہمیں فرش کو چیک کرنا ہوگا''۔

''کیا......؟''۔

ایلکس نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ وہ کاری ڈور میں آگے بڑھا۔ اور جہاں وہ دوسرے کاری ڈور سے متصل تھا، وہاں اس نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر فرش کا جائزہ لیا۔ ''اوہ......ذرا دیکھو تو''۔ جیکی بھی اس طرف لپکی۔

''دیکھو......''۔ ایلکس نے فرش میں چھوٹی سی لکیر اور اس میں موجود چھوٹے سے نکتے کی طرف اشارہ کیا، جو صرف غور سے دیکھنے پر ہی نظر آ سکتی تھیں۔ ورنہ آدمی بغیر دیکھے ہی گزر جائے۔

''یہ سرخ نقطہ''۔ جیکی نے کہا: ''یہ کیا بتاتا ہے''۔

''یہ کہ ہمیں کس طرف مڑنا ہے''۔

''کیسے؟''۔

''اگر تم سیلر ہوتیں تو سمجھ جاتیں''۔

''نہیں ہوں نا۔ تو تم سمجھاؤ مجھے''۔

''سیلر جانتے ہیں کہ ایئر کا مطلب ہے پورٹ اور پورٹ کا مطلب ہے، لیفٹ''۔

وہ بائیں جانب مڑا اور کاری ڈور میں آگے بڑھا۔ کچھ آگے ایک اور انٹرسیکشن تھا۔ وہاں انہیں غور سے دیکھنے پر ایک اور نقطہ نظر آیا۔ مگر وہ سبز تھا۔

''سبز کا مطلب ہے اسٹار بورڈ اور اسٹار بورڈ کا مطلب......''۔

''رائٹ''۔ جیکی نے اس کی بات پوری کر دی۔

اس بار وہ دائیں جانب کے کاری ڈور میں مڑ گئے۔ جلد ہی وہ اس کے آخری سرے پر پہنچ گئے۔

''یہ بتاؤ، تمہیں ان لفظوں کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟''۔ جیکی نے تیز لہجے میں پوچھا۔

''مجھے اولیور نے بتایا تھا ان کے بارے میں''۔

''تو وہ واقعی اسی جگہ سے واقف ہے...... یہاں رہا ہے''۔ جیکی نے پُرخیال لہجے میں کہا۔

ایلکس اسے گھورنے لگا: ''مجھے تو اس میں کبھی شک نہیں تھا''۔ اس نے کہا اور سامنے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ ہال کے دوسرے سرے پر تھا۔ ''اولیور نے کہا تھا کہ اس طرف دو ہی کمرے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اس دروازے سے گزر کر......''۔

''ہم صدر تک جا پہنچیں گے''۔ جیکی نے کہا۔

''اور ٹام ہیمنگ وے تک بھی''۔ ایلکس کے لہجے میں گھمبیرتا تھی۔

''وہ فیڈرل ایجنٹ ہے ایلکس، اور اس لحاظ سے وہ ہمارا حلیف ہوا''۔

''جیکی، میری بات سنو۔ وہ غدار ہے۔ اور ہمیں ختم کرنا اس کے لئے بہت آسان ہے۔ اس لئے میرا مشورہ ہے کہ اگر وہ زد پر آئے تو پلیز...... بلا جھجک اسے شوٹ کر دینا''۔

''ایلکس!''۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں جیکی۔ میری بات پر عمل کرنا۔ اچھا، اب آؤ......''۔

☆☆☆

جس دوران ایلکس اور جیکی بھول بھلیاں میں الجھے ہوئے تھے، اولیور اسٹون اور روبن ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئے، جس میں ایک پنجرہ لٹکا ہوا تھا۔ دیواروں پر زنجیریں اور پلیاں تھیں، اور آپریشن کرنے والے آلات تھے......اور کچھ اور تھا، جو الیکٹرک چیئر سے مشابہ تھا۔

اولیور اس چیئر کو گھورتا رہا، پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔ ''اسے سچائی کا کمرا کہا جاتا تھا۔ یہاں آدمی کو توڑ دیا جاتا تھا۔ سچ یہ تھا کہ یہاں عملاً ہر شخص ٹوٹ جاتا ہے۔ میں بھی یہاں ٹوٹا تھا''۔ اس نے چیئر کی طرف اشارہ کیا۔ میں ایک شخص کے ساتھ یہاں ٹریننگ پر تھا۔ انہوں نے اس پر اتنی بجلی استعمال کی کہ اس کا دل بند ہو گیا۔ اس کے گھر والوں کو بتایا گیا کہ وہ کسی بیرون ملک مشن پر تھا اور وہاں اب اس کا پتا نہیں چل رہا ہے۔ جبکہ اس کی تدفین مرڈر ماؤنٹین پر کی گئی تھی''۔

''ممکن ہے، ہم بھی یہیں دفن کیے جائیں گے''۔ روبن کے لہجے میں سوگواریت تھی۔

''دوسرے کمرے میں چلو''۔ اولیور نے کہا۔ اس کمرے میں میری طبیعت ہمیشہ بگڑ جاتی ہے''۔ وہ کمرے سے باہر نکلنے کے لئے بڑھے ہی تھے کہ جس دروازے سے وہ اندر آئے، وہ ایک دم سے کھلا۔

''بھاگو''۔ اولیور نے چیخ کر کہا۔ ساتھ ہی اس نے کمرے میں داخل ہونے والے شمالی کورین پر فائر کیے۔ کورین نے جوابی فائر کیے۔ اس سے بچنے کے لئے اولیور کو الیکٹرک چیئر کے پیچھے چھلانگ لگانی پڑی۔

کمرے میں دھواں دھار فائرنگ ہو رہی تھی۔ اولیور کو بار بار پستول ری لوڈ کرنا پڑ رہا تھا۔ اچانک روبن چلایا: ''مجھے گولی لگی ہے اولیور...... مجھے گولی لگی ہے''۔

''روبن......''۔ اولیور نے پکارا اسی وقت دو گولیاں اس کے کان سے بہت قریب سے سنسناتی ہوئی گزریں۔ اس نے جوابی فائر کیا اور نیچے جھک گیا۔

اسی لمحے بائیں جانب سے کھٹ پٹ سنائی دی، جیسے کسی نے سرجیکل آلات کی ٹرے گرا دی ہو۔ پھر مزید آوازیں سنائی دیں۔ اولیور نے تیزی سے ایک فیصلہ کر لیا۔ اس نے پستول کا رخ چھت کی طرف کیا اور فائر کر کے تمام لائٹیں توڑ ڈالیں۔

اب وہاں اندھیرا تھا۔ اولیور نے اپنے نائٹ وژن گاگلز آنکھوں پر لگا لیے۔ اسے سب کچھ ہرا ہی ہرا نظر آنے لگا۔

اسے روبن کی فکر تھی۔ روبن کہاں ہے۔ آخر وہ اسے فرش پر گری ایک سرجیکل ٹرے کے پاس فرش پر گرا ہوا نظر آ گیا۔ وہ اپنا پہلو تھامے ہوئے تھا لیکن کورین کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ پورے کمرے کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس کی نظر ایک کارنر پر جم گئی۔ وہاں بے شمار آلات جراحی جو جلدی میں ڈھیر کر دیئے گئے تھے، ان کی ایک دیوار سی بن گئی تھی۔ وہی ایک جگہ تھی، جہاں کورین موجود ہو سکتا تھا۔

اولیور کی نگاہ اوپر کی طرف اٹھی اور اس کی سمجھ میں آ گیا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

وہ فرش پر پیٹھ کے بل لیٹا اور اس نے اپنے دونوں گھٹنے موڑتے ہوئے اپنے ریوالور کو ان کے درمیان دبایا۔ پھر اس نے احتیاط سے نشانہ لیا۔ اپنے پھیپھڑوں سے تمام ہوا نکال کر سانس روکی اور اپنے تمام عضلات کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ ایسا لگا کہ برسوں پرانی تربیت، جو انسانوں کو قتل کرنے کے لئے اسے دی گئی تھی، اشد ضرورت کے موقع پر پوری طرح اس کے پاس لوٹ آئی ہے۔

دن کی روشنی میں تو وہ شاٹ اتنا مشکل ثابت نہ ہوتا لیکن نائٹ گاگلز کی پُرفریب سبز دنیا میں وہ شاٹ بہت مشکل تھا...... خاص طور پر اس صورت میں کہ اس کے پاس غلطی کی...... دوسرے شاٹ کی گنجائش نہیں تھی۔

اس نے ٹریگر دبا دیا!

پنجرہ جس زنجیر سے بندھا ہوا تھا، وہ اس کے کامیاب نشانے کے نتیجے میں ٹوٹ گئی اور کورین عین اس کے نیچے چھپا بیٹھا تھا۔ زنجیر ٹوٹتے ہی ایک ٹن وزنی پنجرہ نیچے گرا۔

پستول سے سشت باندھے اولیور منتظر تھا۔ لیکن جو کچھ اسے نظر آیا، اسے دیکھ کر اس کی طبیعت بگڑ گئی۔ حالانکہ اس نے سب کچھ اسی ارادے کے ساتھ کیا تھا، اور اسی نتیجے کے لیے کیا تھا۔

کورین کو چیخنے کی مہلت بھی نہیں ملی۔ اب پنجرے کے نیچے سے بس اس کا ایک ہاتھ باہر نکلا نظر آ رہا تھا اور خون اور مغز کے چھینٹے ہر طرف بکھر گئے تھے۔ اولیور کی پرانی دنیا میں اسے ''پرفیکٹ کل'' کہا جاتا۔

''اولیور''۔ روبن نے اسے پکارا۔

اولیور پلٹا اور روبن کی طرف بھاگا، جو اب دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ وہ اب بھی اپنے پہلو کو تھامے ہوئے تھا۔ چاقو اب بھی اس کے جسم کے اندر تھا اور خون اس کی قمیص سے گزر کر فرش پر گر رہا تھا۔

''فکر نہ کرو۔ میں مروں گا نہیں۔ اس سے زیادہ بڑے زخم جھیلے ہیں میں نے''۔ روبن نے کہا۔ لیکن اس کا چہرہ راکھ کی رنگت اختیار کر گیا تھا۔

اولیور دیوار پر لگے شیلف کی طرف لپکا۔ شیلف کھول کر اس نے مرہم، دوائیں، پٹیاں اور ٹیپ نکالے۔ اسے لگا تھا کہ اب مرہم کسی کام کے نہیں رہے ہوں گے۔ لیکن پٹیاں اور بینڈ تیج یقیناً محفوظ اور صاف ستھرے ہوں گے۔

یہ سامان لے کر وہ روبن کے پاس پہنچا۔

روبن کی مرہم پٹی کرنے کے بعد اس نے سہارا دے کر اسے کھڑا کیا اور دوسرے کمرے میں لے گیا۔

وہ کمرے سے نکلے ہی تھے کہ درمیان کے کمرے کا دروازہ کھلا اور کیپٹن جیک نے محتاط نظروں سے اندر کا جائزہ لیا۔ پھر وہ اندر آیا۔ کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے اسے پنجرے کے نیچے اپنے آدمی کی لاش نظر آئی۔

''میں سمجھ گیا''۔ وہ بڑبڑایا۔ ''پسپا ہو جانے میں بہتری ہے تاکہ اگلی بار لڑ سکیں۔ مجھے امید ہے کہ کورین لڑکوں کو یہ بات سمجھانا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ بشرطیکہ ان میں سے کوئی بچا ہو''۔

وہ واپس گیا اور جس اسٹیل کے دروازے سے اندر آیا تھا، اسے باہر جانے کے لئے کھولنا چاہا۔ تب اسے پتا چلا کہ یہ دروازہ صرف باہر ہی سے کھلتا ہے۔ ''یہ تو میں بھول ہی گیا تھا''۔ وہ بڑبڑایا۔

وہ کھڑا سوچتا رہا کہ اب کیا کرے۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ کچھ دیر بعد کسی چیز کی بھی اہمیت نہیں رہتی تھی!

☆☆☆

اولیور اور روبن مرڈر ماؤنٹین کے نچلے لیول پر پہنچے اور اسی وقت ایلکس اور جیکی بھی آ گئے۔ دونوں گروپس نے معلومات کا تبادلہ کیا۔

''گویا اب تک تو چینی مارے جا چکے ہیں''۔ ایلکس نے تبصرہ کیا۔

''وہ چینی نہیں، شمالی کورین ہیں''۔ اولیور نے تصحیح کی۔

''شمالی کورین! یہ اس معاملے میں کہاں سے آ گئے؟''۔

''یہ تو میری سمجھ میں بھی نہیں آیا''۔ اولیور کے لہجے میں فکرمندی تھی۔ اس نے اپنے پستول کا رخ ہال وے کی طرف کیا۔ ''لیکن یہ میں ضرور جانتا ہوں کہ یہاں کوٹھریاں موجود ہیں، جہاں ان لوگوں کو رکھا جاتا تھا، جن سے تفتیش کرنی ہوتی تھی۔ میں یہ اپنے زمانے کی بات کر رہا ہوں اور میرا خیال ہے کہ صدر برینن کو ایسی ہی کسی کوٹھری میں رکھا گیا ہوگا''۔

ایلکس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ''ہمارے پاس بس تین گھنٹے کی مہلت رہ گئی ہے''۔ اس نے بے تابی سے کہا: ''اس عرصے میں ہمیں صدر برینن کو یہاں سے نکالنا ہے اور کسی ایسی جگہ پہنچ کر جہاں سگنل آتے ہوں، سیکرٹ سروس کو مطلع کرنا ہے، تاکہ وہ وائٹ ہاؤس سے رابطہ کر کے نیوکلیئر اسٹرائیک رکوا دیں''۔

''تمہارے خیال میں ابھی اور شمالی کورین موجود ہیں یہاں؟''۔ جیکی نے پوچھا۔

ایلکس نے کہا: ''جہاں میں ٹینک میں پھنس گیا تھا، وہاں سے میں نے دو آدمیوں کو آگے جاتے دیکھا تھا۔ اس کا مطلب......''۔ یہ کہتے کہتے وہ اچانک چلایا......

''ہوشیار، بم!''۔

وہ سب کور کے لئے مختلف سمتوں میں لپکے۔ اسی وقت وہ چیز سیڑھیوں سے لڑھکتی ہوئی ان کے قریب آ گری۔ لیکن وہ بہرحال بم نہیں تھا۔ وہ فلیش بینگ تھا، ایک ایسی ڈیوائس جو کان پھاڑ دینے والی آواز اور آنکھیں چندھیا دینے والی روشنی خارج کر کے آدمی کو سن کر دیتی تھی۔ یہ ایف بی آئی کی یرغمالیوں کی ریسکیو ٹیم کے لوگ کہتے تھے کہ یہ بہت مؤثر چیز ہے۔

اور وہ مؤثر ہی ثابت ہوئی!

سناٹا ہوا تو ان میں سے کوئی بھی ہلنے کے قابل تک نہیں تھا۔

دو شمالی کورین سیڑھیوں سے دوڑتے ہوئے اترے۔ انہوں نے کانوں میں بچاؤ کے لیے پلگ لگائے ہوئے تھے۔ اسی لیے دھماکے کا ان پر کچھ اثر نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے اولیور اور اس کے بے بس ساتھیوں پر گنیں تان لیں۔

اولیور اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن یہ اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔ جیکی کے ہاتھ اپنے کانوں پر تھے اور لگتا تھا کہ کسی بھی لمحے وہ بے ہوش ہو جائے گی۔ روبن ایک طرف بکھرا پڑا تھا۔ اس کے لئے سانس لینا بھی مشقت بن گیا تھا۔

ایک کورین نے چلا کر انگریزی میں صرف ایک لفظ کہا۔ ''مر جاؤ''۔

اس نے اپنی MP-S کے شاٹ سلیکٹر کو آٹو پر سیٹ کیا، پھر اس کا ہاتھ ٹریگر کی طرف بڑھا۔ وہ مشین گن میں موجود تیس راؤنڈ کے میگزین کو محض چند سیکنڈ میں خالی کر سکتا تھا۔

اور اگر وہ زندہ رہتا تو اسے یہی کچھ کرنا تھا۔ لیکن عقب سے جو پاؤں اس کی پشت سے ٹکرایا تو اس کی ریڑھ کی ہڈی کے ٹوٹنے کی آواز بہت صاف سنائی دی تھی۔ وہ فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اسی دوران اس کی انگلی نے ٹریگر کو دبا دیا اور چند راؤنڈ کنکریٹ کے فرش سے ٹکرا کر اس کے اپنے جسم میں پیوست ہو گئے۔ لیکن اس سے پہلے ہی وہ ہر تکلیف سے بے نیاز ہو چکا تھا۔

دوسرے کورین نے ٹام ہیمنگ وے پر فائر کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ٹام نے گن اس سے چھین کر اس کے سر پر ضرب لگائی۔ اور اگلے ہی لمحے اس کی انگلیوں نے اس کے پیٹ میں داخل ہو کر اس کے جگر کو چیر دیا۔

(جاری ہے)

گزشتہ سے پیوستہ

جیکی اور ایلکس ایک بڑے کمرے میں تھے، جہاں سیلن اور بدبو تھی، انہیں فائرنگ رینج میں ہونیوالی فائرنگ کی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ سامنے ایک تنگ اور بلند راستہ تھا، جہاں پہنچنے کیلئے انہیں دھاتی سیڑھیوں پر چڑھنا تھا۔ بے آواز حرکت کرنا ان کیلئے ممکن نہیں تھا۔ دوسری طرف دشمن کی بھی یہی پوزیشن تھی۔ اولیور اور روبن کی ٹریگرز پر گرفت مزید مضبوط ہوگئی۔ اس دوران بم نے وہاں موجود سیٹ کو بری طرح ہلا کر رکھ دیا۔ یہ سب ایک لمحے میں ہوا، جیسے بجلی کوندی ہو۔ اس دوران نامعلوم سمت سے آنے والے ایک شمالی کورین کو ٹام کے پہلے ہی وار نے موت کی وادی میں پہنچا دیا۔ دوسری جانب اولیو اور روبن مرڈر ماؤنٹین کے نچلے لیول پر پہنچے، اسی وقت جیکی اور ایلکس بھی یہاں آگئے۔ ان کا خیال تھا کہ صدر برینن کو یہاں کسی کوٹھری میں رکھا گیا ہوگا، جس کے بارے میں ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون سا حصہ ہے۔ ایلکس نے اپنی گھڑی میں ٹائم دیکھا اور ساتھیوں سے کہا کہ ہمارے پاس صرف تین گھنٹے باقی ہیں، جس میں ہمیں اپنا آپریشن مکمل کرنا ہے، اس عرصے میں ہمیں مغوی صدر کو ہر حال میں یہاں سے نکالنا ہو گا۔ تاکہ وہ وائٹ ہاؤس سے رابطہ کرکے نیوکلیئر اسٹرائیک کو رکوادیں۔ اسی دوران سیڑھیوں سے لڑھکتا ہوا ایک بم ان کے قریب آگرا، وہ سب مختلف سمتوں میں لپکے۔ بہرحال وہ بم نہیں فلیش بینگ تھا۔ ایک ایسی ڈیوائس جو کان پھاڑ دینے والی آواز اور آنکھیں چندھیا دینے والی روشنی خارج کرکے آدمی کو سن کر دیتی ہے۔ سناٹا ہوا تو ان میں سے کوئی بھی ہلنے جلنے کے قابل نہیں تھا۔ دو شمالی کورین سیڑھیوں سے دوڑتے ہوئے اترے۔ انہوں نے اپنے بچاؤ کیلئے پلگ لگائے ہوئے تھے اور اولیور اور اس کے بے بس ساتھیوں پر گنیں تان لیں۔ پھر کیا ہوا، اس قسط میں ملاحظہ فرمائیں۔

وہ فرش پر گرنے سے پہلے مرچکا تھا۔

اور پھر ٹام ہیمنگ وے غائب ہوگیا!

فلیش بینگ کے اثرات ختم ہونا شروع ہوئے تو ایلکس لڑکھڑاتا ہوا اٹھا اور اس نے جیکی کو سہارا دے کر کھڑا کیا۔ دوسری طرف اولیور اسٹون کھڑے ہونے میں روبن کی مدد کر رہا تھا۔

''یہ ہیمنگ وے کہاں گیا؟''۔ اولیو نے پوچھا۔

ایلکس نے ہال کی طرف اشارہ کیا: ''اس طرف...... اس دروازے سے، میں نے خود اسے غائب ہوتے دیکھا۔ کیسے؟ یہ مجھے نہیں معلوم، کیونکہ اس وقت میرے سر میں دھماکے ہو رہے تھے''۔

انہوں نے کورین لاشوں کا جائزہ لیا۔

''یہ شخص بہت خوفناک ہے''۔ ایلکس نے کہا۔ ''جیسے ایک ڈراؤنا خواب''۔

''اس نے ہم سب کی جان بچائی۔ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں''۔ جیکی نے سادگی سے کہا۔

''ہاں۔ لیکن شاید اس لئے کہ ہمیں اپنے ہاتھوں سے ختم کر سکے''۔ ایلکس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''تو تمہیں میری بات یاد رکھنی ہوگی۔ موقع ملتے ہی اسے شوٹ کر دینا ہے۔ یہ بات حتمی ہے''۔

اولیور نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ''ہم وقت سے پیچھے ہوتے جا رہے ہیں''۔ وہ بولا۔

☆☆☆

ہال کے اس کنارے پر ٹام ہیمنگ وے اکیلا کھڑا تھا۔ اس کے عقب میں وہ دو کوٹھریاں تھیں۔ ایک میں صدر برینن تھا اور دوسری میں چیسٹیٹی۔ وہ دونوں بے ہوش تھے۔ اس نے کچھ دیر پہلے ان کے کھانے میں بے ہوشی کی دوا ملا دی تھی۔ اس کے خیال میں ان دونوں کے لئے یہی بہتر تھا کہ انہیں یاد ہی نہ رہے کہ ان کے ساتھ کیا ہوا ہے۔

ہال کی دوسری جانب والا دروازہ کھلا تو ٹام نے خود کو سائے میں پوشیدہ کرلیا۔

ایلکس اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہال میں داخل ہوا اور اس نے پکارا: ''ہیمنگ وے''، ''ہم صدر کو لینے آئے ہیں''۔

ہیمنگ وے ساکت وصامت کھڑا رہا۔

''تمہیں علم نہیں ہوگا ٹام کہ کیا کچھ ہو چکا ہے''۔ ایلکس نے بلند آواز میں کہا: ''شریعت گروپ نے صدر کے اغوا کی ذمہ داری قبول کرلی تھی۔ اور اب صورتحال یہ ہے کہ امریکا دمشق پر نیوکلیئر اسٹرائیک کرنے والا ہے۔ ہمارے پاس پورے تین گھنٹے کی مہلت بھی نہیں ہے، اور ہمیں صدر کو جلد از جلد واپس لے جانا ہے۔ شاید رنکے اور پیٹرز تمہیں یہی بتانے کے لئے آئے تھے''۔

ہیمنگ وے نے ایک گہری سانس لی۔ لیکن کیا اب بھی کچھ نہیں۔

''ٹام'' میں تمہیں حقائق بتا رہا ہوں۔ پوری دنیا جنگ کے شعلوں میں گھرنے والی ہے۔ ہر مسلم آرمی اور ہر دہشت گرد تنظیم امریکا پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہی ہے۔ ذرا سی تاخیر ہوئی تو سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ سب کچھ''۔ ایلکس اچانک چلایا: ''ہمارے پاس بمشکل تین گھنٹے ہیں، دنیا کو بچانے کے لئے ٹام۔ ورنہ لاکھوں انسان مرجائیں گے''۔

بالآخر ٹام خود کو روشنی میں لے آیا۔ ''شریعت گروپ نے یہ ذمہ داری کیوں قبول کی؟''۔ اس کے لہجے میں تھکن تھی۔

''انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ یہ کام میں نے کیا ان کی طرف سے''۔ کیپٹن جیک نے کہا۔ وہ اچانک ہی دروازے سے گھسا تھا اور اس نے اپنی گن جیکی سمپسن کی کمر سے لگا دی تھی۔ پھر اس نے جیکی سے ریوالور لیا اور دوسروں پر تان لیا۔ ''تم لوگ اپنے ہتھیار زمین پر ڈال دو، ورنہ تمہیں خاتون کے بھیجے کا منظر فرش پر دیکھنے کو ملے گا''۔

سب لوگ چند لمحے ہچکچائے مگر پھر انہوں نے گنیں نیچے ڈال دیں۔

''یہ ہے وہ آدمی، جس کی آواز ہم نے سنی تھی''۔ روبن نے کمزور آواز میں اولیور سے کہا۔

لیکن اولیور سن نہیں سکا۔ وہ بڑے انہماک سے کیپٹن جیک کو دیکھ رہا تھا۔

کیپٹن جیک نے بھی ان کے چہروں پر اچٹتی ہوئی نظر ڈالی، پھر اس کی نگاہ دوبارہ اولیور اسٹون پر آرکی۔ اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں، جیسے وہ کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

''میرا خیال ہے، ہمارے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا''۔ ٹام نے کہا۔

کیپٹن جیک نے اولیور کے چہرے سے نگاہ اٹھائی اور ٹام کی طرف متوجہ ہوگیا: ''ہاں، تم نے ٹھیک کہا۔ لیکن پھر شمالی کوریا والوں کی طرف سے اور اچھی آفر آگئی اور تم جانتے ہو کہ میں صرف دولت کے لیے کام کرتا ہوں۔ یہ میں نے تمہیں بتا ہی دیا تھا۔ اب تم اس بات کی اہمیت نہیں سمجھ سکے، تو اس میں میرا کیا قصور''۔

> زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔
>
> دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔
>
> لیکن جب دیدۂ بینا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

''لیکن کیوں؟''۔ ٹام نے کہا: ''امریکا اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کرا کر شمالی کوریا کو کیا ملے گا؟''۔

''مجھے اس سے کوئی دل چسپی نہیں۔ وہ مجھے بہت اچھی قیمت ادا کر رہے تھے۔ اور یہ میرے لیے کافی تھا''۔

ایلکس نے کہا: ''امریکا دمشق پر ایٹم بم گرانے والا ہے''۔

کیپٹن جیک نے اسے بدمزگی سے دیکھا۔ ''میں شامیوں کے لیے بھی کام کر چکا ہوں۔ وہ بھی خون خرابے میں کسی سے کم نہیں۔ تو سچی بات یہ ہے کہ یہ ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں۔ وہ مستحق ہیں اس کے''۔

''60 لاکھ انسان، جن میں عورتیں اور بچے بھی لاکھوں کی تعداد میں ہیں''۔ ایلکس نے کہا۔

کیپٹن جیک نے سر جھٹکتے ہوئے کہا: ''تم میری بات سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہے ہو''۔

''یہاں جا بجا تمہارے کورین دوستوں کی لاشیں بکھری پڑی ہیں''۔ ٹام بولا: ''کیا اب بھی تم سمجھتے ہو کہ تمہارا منصوبہ کامیاب رہے گا؟''۔

''مجھے صفائی کرنے کے لیے بہت وقت ملے گا ٹام۔ یہاں ایک پرانی متروک کان بھی ہے۔ لاشیں وہاں پھینک دوں گا ساری...... ایک کے سوا۔ تاکہ اسے دنیا دیکھ سکے''۔

''ہاں۔ کام تو مکمل کرنا ہے نا''۔

''تو تم ہم سب کو ختم کر دو گے؟''۔ اسٹون نے اچانک کہا۔

کیپٹن جیک نے اس کی طرف دیکھا: ''تم مجھے بہت جانے پہچانے لگتے ہو''۔

''تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا''۔

''ہاں۔ میں تم میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑوں گا''۔ کیپٹن جیک نے کہا۔ پھر وہ ٹام سے مخاطب ہوا: ''تم نے دیکھا، منصوبے پر کتنی خوب صورتی سے عمل ہوا۔ برینن کو اٹھانا کتنا آسان ثابت ہوا''۔

''لیکن صدر کی موت کی صورت میں منصوبہ ناکام ہو جائے گا''۔ ٹام نے کہا: ''مجھے تو صدر صاحب کو ثابت وسالم لوٹانا ہے۔ یہی کہا تھا میں نے تم سے...... کہ میں ایسا ہی کروں گا''۔

''اگر بات دولت کی ہے تو وہ تمہیں شمالی کوریا کے مقابلے میں امریکا سے زیادہ مل سکتی ہے''۔ جیکی نے مداخلت کی۔

کیپٹن جیک نے نفی میں سر ہلایا۔ ''اب میں اتنا لالچی بھی نہیں ہوں۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ مجھے کچھ ملے گا تم سے۔ تم لوگ تو خود ساری دنیا سے قرض مانگتے پھر رہے ہو''۔

کیپٹن جیک نے ٹام کی بائیں ٹانگ پر فائر کیا۔ ٹام نے دانت پر دانت جمائے اور گھٹنوں کے بل گر گیا۔ پھر کیپٹن جیک نے اس کے سیدھے بازو پر گولی چلائی۔

''پلیز اسٹاپ''، جیکی نے چیخ کر کہا۔

''سوری ٹام، یہ ضروری تھا''۔ کیپٹن جیک نے کہا: ''میں نہیں چاہتا کہ تم میری بھی گردن توڑ دو''۔

''ممکن ہے کہ تمہیں اپنے منصوبے پر نظرثانی کرنی پڑے''۔ ٹام نے دانت پر دانت جمائے ہوئے کہا۔

''بھلا کیوں؟''۔

''کیونکہ کوٹھریوں کے دروازے بوبی ٹریپڈ ہیں''۔

''تو پھر ڈیوائسز کو ناکارہ بناؤ اور میرے لیے دروازے کھولو''۔

ٹام ہیمنگ وے نے انکار میں سر ہلایا۔

''نہیں کرو گے تو میں ایک ایک کرکے ان سب کو ہلاک کرنا شروع کر دوں گا''۔ کیپٹن جیک نے دھمکی دی۔

''دیکھتے ہیں کہ ان کی چیخیں تم پر کتنی اور کس حد تک اثرانداز ہوتی ہیں۔ تمہارے اندر ایک ہی تو کمزوری ہے ٹام...... اور وہ یہ کہ تم ضرورت سے زیادہ ہمدرد، نرم دل اور مہذب ہو''۔

اولیور کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح ٹام سے اس کی نظر ملے۔ پھر جب ایسا ہوا تو اس نے آنکھ سے کچھ اشارہ کیا۔ ٹام ہیمنگ وے نے سر کو اتنی خفیف سی جنبش دی کہ شاید کوئی بھی نہیں دیکھ سکا ہوگا۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ اس نے اولیور کا اشارہ سمجھ لیا ہے۔

''میرا نام جان کار ہے''۔ اولیور اسٹون نے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے۔ آہستہ سے کہا: ''تمہارا خیال درست تھا۔ میں اور تم...... ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں''۔ کیپٹن جیک کی گن قدرے جھک گئی۔ ''جان کار''۔ اس کے لہجے میں تعجب تھا۔ اس نے اولیور کو سر سے پاؤں تک اور پھر پاؤں سے سر تک دیکھا۔ ''او مائی گارڈ...... جان...... وقت نے تمہارے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا ہے''۔

''تم ولدالحرام، اس وقت بھی غدار تھے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اب بھی نہیں بدلے۔ وہی غدار کے غدار ہو''۔

''میں اپنی شرائط پر باہر نکلا، جب کہ تم یہ بات نہیں کہہ سکتے''۔ کیپٹن جیک نے زہریلے لہجے میں کہا۔ اب اس کی توجہ پوری طرح اولیور اسٹون پر تھی۔ وہ نہیں دیکھ سکا کہ ٹام ہیمنگ وے غیر محسوس انداز میں دیوار کی طرف بڑھ رہا ہے۔

اولیور ایک اور قدم آگے بڑھا اور یوں وہ کیپٹن جیک اور ٹام کے درمیان آگیا: ''تو تم پہلے مجھے کیوں نہیں مارتے۔ میری موجودگی میں تم ہمیشہ دو نمبر ہی رہے۔ نمبر ایک کو باہر کرتے ہوئے تمہیں خوشی نہیں ہوگی۔ تھرل محسوس نہیں کرو گے تم؟''۔ اس کے لہجے میں چیلنج تھا۔

''دماغ تمہارا اب بھی ویسا ہی ہے''۔ کیپٹن جیک غرایا۔

''یہ میرا حق ہے، جو میں نے کمایا ہے اور تم نہیں کما سکتے۔ تم اپنی تیزی طراری میں مار کھاتے تھے۔ تمہارا کیا دھرا ٹھیک کرنے کے لیے بھیجا جاتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ تم بس ایک دوسرے درجے کے نقب زن تھے''۔

کیپٹن جیک کے پستول کا رخ اولیور کی پیشانی کی طرف ہوگیا۔ ''اس بار معاملہ مختلف ہے۔ اب وہ کچھ نہیں ہوگا''۔

ہیمنگ وے اچھلا، اس کا ہاتھ روشنی کے سوئچ سے ٹکرایا اور وہاں گھپ اندھیرا ہوگیا۔

کیپٹن جیک نے گولی چلا دی۔

ماحول چیخوں اور ہاتھا پائی، جسموں کے ایک دوسرے سے ٹکرانے کی آوازوں سے بھر گیا۔ پھر ایک دل دوز چیخ سنائی دی اور کسی جسم کے گرنے کی آواز۔

دوبارہ روشنی ہوئی تو کیپٹن جیک فرش پر گرا نظر آیا۔ اب اس کے پاس کوئی گن نہیں تھی۔ اور اولیور اس کے سر پر کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چاقو تھا۔ یہ وہ سچ کے کمرے سے نکلتے ہوئے اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ چاقو خون میں لتھڑا ہوا تھا۔ کیپٹن جیک نے اپنی زخمی پنڈلی کو چھوتے ہوئے کہا: ''یو باسٹرڈ''۔ اب وہ ہلنے جلنے کے قابل نہیں تھا۔ ''تم نے مجھے ختم کیوں نہیں کر دیا منحوس آدمی''۔ اولیور نے بڑے اطمینان سے کہا۔

''میری بات سنو''۔ کیپٹن جیک نے تقریباً ہانپتے ہوئے کہا: ''اگر تم برینن کو ختم کر دو، تو تم میں سے ہر ایک کو دس ملین ڈالر کی آفر ہے میری''۔

ان سبھوں نے بڑی نفرت سے اسے دیکھا۔

''ارے وہ محض ایک آدمی ہی تو ہے نا''۔ کیپٹن جیک چلایا۔

''اب مزید بکواس کی تو میں قتل کر دوں گا تمہیں''۔ ایلکس نے خونخوار لہجے میں کہا۔

ٹام ہیمنگ وے دیوار کے سہارے سنبھل کر کھڑا ہوا: ''تم لوگ صدر برینن کو لے کر ایک خاص جگہ پہنچا دو، تاکہ یہ معاملہ راستی پر ختم ہو''۔ لیکن یہ سچ ہے کہ دنیا کو تم نے ایک بہت بڑی تباہی کے قریب پہنچا دیا تھا۔ لہٰذا میں تو صدر کو وہاں پہنچاؤں گا، جہاں انہیں ہونا چاہیے۔ اور راستے میں ہم رک کر ایک کال کریں گے تاکہ ساٹھ لاکھ انسانوں کو بچایا جائے جو صرف تمہاری اس حماقت کی وجہ سے مرتے مرتے بچیں''۔ اس نے پستول کا رخ ہیمنگ وے کی طرف کر دیا۔ ''اب تم کوٹھری کا دروازہ کھول دو، ورنہ میں تمہیں ختم کر دوں گا''۔

''تم یا کوئی میرے بارے میں کچھ بھی سوچے، مگر میں اپنے ملک کا غدار نہیں ہوں۔ میں نے یہ سب کچھ اپنے ملک اور اپنی دنیا کے لیے کیا''۔

''بس اب دروازے کھول دو''۔ ایلکس چلایا۔

ہیمنگ وے نے چابیوں کا ایک گچھا نکالا اور ایک دروازے کو غیر مقفل کیا۔

''تم نے تو کہا تھا کہ یہاں بوبی ٹریپ لگا ہے''۔ کیپٹن جیک غرایا۔

''میں نے جھوٹ بولا تھا''۔

اولیور اور ایلکس بے ہوش صدر کو کوٹھری سے باہر لائے اور اسے ایک دیوار کے ساتھ بٹھا دیا۔ پھر انہوں نے چیسٹیٹی کو بھی باہر نکالا اور صدر کے برابر بٹھا دیا۔ ایلکس نے اپنی جیب سے سیل فون نکالا۔ مگر فوراً ہی اسے یاد آگیا۔ ''او...... یہاں تو سگنل ہی نہیں ہیں۔ ہمیں واشنگٹن کال کرنے کے لیے یہاں سے نکلنا ہوگا اور......''۔

اسی وقت ایک مردانہ آواز نے کہا: ''میں نہیں سمجھتا کہ اس کی کوئی ضرورت ہے''۔ ان سب نے پلٹ کر دیکھا۔ وہاں کارٹر گرے چھ آدمیوں کے ساتھ کھڑا تھا، جن کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں''۔

''خدا کا شکر ہے''۔ جیکی سمپسن نے بے ساختہ کہا اور اپنے گاڈ فادر کی طرف بڑھی۔ لیکن کارٹر گرے کی توجہ کا مرکز ہیمنگ وے تھا۔ ''صدر صاحب اس ہیلی کاپٹر میں تھے، جس میں تم نے مجھے واشنگٹن پہنچایا تھا۔ ہے نا؟''۔

اس نے کہا، لیکن اسے جواب کی امید نہیں تھی اور نہ ہی ہیمنگ وے نے کوئی جواب دیا۔ ''تم نے میری فائلیں کرپٹ کیں۔ مردہ دہشت گردوں کی ایک فوج بنائی اور صدر کو اغوا کیا''۔ کارٹر گرے نے سر جھٹکا۔

''صدر صاحب خیریت سے ہیں کارٹر''۔ جیکی نے کہا: ''بس وہ مسکن دواؤں کے زیراثر ہیں''۔

''بہت خوب۔ تو بس اب معاملات ہم سنبھال لیں گے یہاں سے''۔ کارٹر نے کہا اور اپنے دو آدمیوں کو اشارہ کیا۔

''ایک منٹ''۔ ٹام ہیمنگ وے چلایا: ''ان کی واپسی میرے منصوبے کے مطابق ہونی چاہیے۔ وہ لوگ جنہوں نے پنسلوانیا میں جان دی، ان کی قربانی رائیگاں نہیں جانی چاہیے۔ انہوں نے اس دنیا کو ایک بہتر جگہ بنانے کے لیے قربانی دی تھی''۔

کارٹر گرے نے بدمزگی سے کہا: ''تم پاگل ہو''۔ پھر وہ اولیور اسٹون کی طرف متوجہ ہوا۔ ''ہیلو جان، میں بیان نہیں کر سکتا کہ تمہیں زندہ دیکھنا کتنا بڑا شاک ہے میرے لیے''۔ اس نے کہا۔ پھر اس نے کیپٹن جیک کو دیکھا، جو فرش پر اپنی زخمی ٹانگ تھامے بیٹھا تھا۔ ''دو پرانے دوست...... اور میں سمجھتا تھا کہ دونوں ہی مر چکے ہیں۔ یہ مردوں کا جی اٹھنا تو 21ویں صدی تھیم معلوم ہوتی ہے''۔

''میں تمہارے ٹائم ٹیبل کے مطابق مرنے کو تیار نہیں تھا کارٹر''۔ اولیور نے کہا۔

جیکی کبھی کارٹر کو دیکھتی تھی اور کبھی اولیور کو۔ ''یہ آپ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں''۔

''آپ لوگ میری بات سنیں۔ وقت ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے''۔ ایلکس نے مداخلت کی۔ ''ہمیں صدر صاحب کی بازیابی کی اطلاع وائٹ ہاؤس کو دینی ہے تاکہ نیوکلیئر اٹیک رکوا جا سکے''۔

کارٹر گرے نے اسے نظرانداز کر دیا: ''جیکی تم یہاں میرے پاس آجاؤ''۔

''میں اور تم یہاں سے ساتھ نکلیں گے اور جو کچھ تم نے آج یہاں دیکھا اور سنا ہے، اس کے بارے میں کبھی بات نہ کرنا۔ سمجھ گئیں؟''۔

جیکی نے ادھر ادھر دیکھا: ''آپ ہم سب پر اعتبار کر سکتے ہیں۔ ملک کو نقصان پہنچانے والی کوئی بات کبھی ہماری زبانوں پر نہیں آئے گی''۔

''مجھے ان سب کی نہیں، صرف تمہاری فکر ہے جیکی''۔

اولیور نے جیکی کو دیکھتے ہوئے کہا: ''تم کارٹر کا مطلب نہیں سمجھیں۔ یہاں سے تمہارے سوا کوئی زندہ واپس نہیں جائے گا۔ ایجنٹ سمپسن''۔ پھر وہ کارٹر کی طرف مڑا۔ ''اور اس میں صدر صاحب بھی شامل ہیں۔ ہے نا کارٹر؟''۔

''یہ کیا بات کر رہے ہیں آپ''۔ جیکی چلائی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے اپنے گارڈ فادر کو دیکھا۔ مگر جواب کارٹر کے چہرے پر لکھا تھا اور وہ اس کی توقع کے خلاف تھا...... جواولیور نے کہا تھا۔ اس نے بے ہوش برینن کی طرف انگلی سے اشارہ کیا: ''یہ کوئی عام آدمی نہیں، امریکہ کا صدر ہے''۔

''جانتا ہوں''۔ کارٹر نے بے پروائی سے کہا: ''اور اس وقت وائٹ ہاؤس میں بھی ایک شخص موجود ہے، اور وہ بھی اس ملک کا نظام کامیابی سے چلانے کی اتنی ہی صلاحیت رکھتا ہے۔ آگے خود سوچ لو''۔

جیکی کارٹر کے ساتھ کھڑے لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ ''یہ صدر امریکا کو قتل کرنے کی بات کر رہے ہیں۔ تمہیں ان کو روکنا ہوگا''۔ اس نے ان سے کہا۔

جواب کارٹر نے دیا: ''یہ لوگ صرف اور صرف میرے وفادار ہیں۔ ورنہ یہ یہاں میرے ساتھ نہ ہوتے''۔

''اگر ہم نے وائٹ ہاؤس فون نہ کیا تو ساٹھ لاکھ بے قصور انسان ختم ہو جائیں گے کارٹر''۔ جیکی اب گڑگڑا رہی تھی۔

جیکی نے کارٹر کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا: ''آپ پاگل ہو چکے ہیں''۔

''اس کھیل کی اہمیت ایک آدمی کی اہمیت سے کہیں بڑی ہے جیکی''۔ گرے نے پرسکون لہجے میں کہا: ''یہ صریحاً ایک جنگ ہے نیکی اور بدی کے درمیان اور ہمیں یہ اہتمام رکھنا ہے کہ ان دونوں کا تشخص قائم رہے۔ یہ باہم غلط ملط نہ ہونے پائیں۔ اور اس کے لیے قربانیاں دینی پڑیں گی۔ سب کی بہتری اور بھلائی کی خاطر۔ تو اس معاملے میں صدر کی بھی اتنی اہمیت نہیں ہے۔ یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے ہمیں لوگوں کو یقین دلانا ہوگا کہ اغوا کرنے والوں نے صدر کو قتل کر دیا ہے''۔ وہ کہتے کہتے ایک لمحے کے لیے رکا۔ پھر بولا: ''مجھے یقین ہے کہ تمہارے باپ کو اس میں کسی بات سے بھی اختلاف نہیں ہوگا''۔

''بکواس۔ وہ تو تمہیں جیل میں پھینکنے سے نہیں چوکیں گے اس پر''۔

''جیکی، تم یہاں آجاؤ میرے پاس''۔ کارٹر کے لہجے میں اب اضطراب تھا۔

''مجھے اس پر مجبور مت کرو جیکی''۔

''ارے...... پستول......''۔ اچانک ایلکس نے چیخ کر کہا اور پھر خود کو صدر برینن کی طرف گرا دیا۔

لیکن کوئی اور یہ کام اس سے بھی پہلے کر چکا تھا۔

فائر کی آواز گونجی۔ سب لوگ جیسے سلوموشن میں حرکت کر رہے تھے۔ چیخیں، افراتفری، دھکم پیل اور لوہے کے فرش سے ٹکرانے کی آواز۔ اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

جیکی پہلے تو گھٹنوں کے بل بیٹھی اور پھر فرش پر ڈھیر ہوگئی۔ برینن کو جس گولی کا نشانہ بننا تھا، وہ اس کے دل میں اتر گئی تھی۔ گرے کیپٹن جیک کے سر پر جا کھڑا ہوا، جس نے پنڈلی کے ہولسٹر سے پستول نکال کر صدر کو نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی، مگر جیکی نے اسے ناکام بنا دیا تھا۔

ایلکس نے جھک کر جیکی کی نبض دیکھی، پھر سر کو اوپر اٹھاتے ہوئے نفی میں ہلا دیا۔

''جیکی...... یہ کیا؟''۔ کارٹر گرے غم سے نڈھال نظر آ رہا تھا۔

اولیور اسٹون عجیب سی کھوئی ہوئی کیفیت میں تھا۔ وہ جیکی کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ ''بیٹی......''۔ اچانک اس نے زیر لب کہا۔

صرف ایلکس ہی اس سے اتنا قریب تھا کہ اس کی آواز سن سکتا تھا۔ اس نے حیرت سے اولیور کو دیکھا۔ ''بیٹی!''۔

کارٹر گرے نے اپنی گن کا رخ کیپٹن جیک کی طرف کیا۔ لیکن اسی وقت اولیور نے گونج دار آواز میں کہا: ''اگر تم نے اسے شوٹ کر دیا تو شمالی کوریا نے صدر کے قتل کا جو منصوبہ بنایا ہے، اس سے باخبر نہیں ہو سکو گے''۔

کارٹر کی انگلی ٹریگر پر جمی رہی۔ لیکن اس نے اسے دبایا نہیں۔

اولیور عجیب حالت سے دوچار نظر آیا۔ اس کے جسم میں واضح طور پر کپکپاہٹ دیکھی جا سکتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر رہے تھے''۔ ہم صدر صاحب کو مدینہ لے کر جائیں گے...... وہ جگہ جس کے بارے میں مسٹر ہیمنگ وے نے ہمیں بتایا ہے''۔

''یہ میرا آپشن نہیں ہے''۔ کارٹر نے غصے سے کہا۔

''تمہارے پاس اس کے سوا کوئی آپشن ہے ہی نہیں کارٹر''۔ اولیور نے جواب دیا۔ ''بغیر کسی وجہ کے تم ساٹھ لاکھ معصوم انسانوں کی جان نہیں لے سکتے''۔ کارٹر تیزی سے اس کی طرف مڑا۔ ''معصوم! ان شیطانوں نے مجھ سے میری فیملی چھین لی''۔ اس نے چیخ کر کہا۔ ''انہوں نے مجھے ہر اس چیز سے محروم کر دیا جو مجھے عزیز تھی''۔

''اور یہ میرے ساتھ میرے اپنے ملک نے ہی کیا''۔ اولیور نے سرد لہجے میں کہا۔

کارٹر گرے اور اولیور خاصی دیر تک ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔ اور دوسرے لوگ انہیں دیکھ رہے تھے۔

پھر اولیور نے جیکی کی لاش کی طرف دیکھا: ''تمہاری ہی طرح، میرا بھی سب کچھ لوٹ لیا گیا''۔ اس کی آواز لرز رہی تھی۔

''مجھے یقین ہے کہ مسٹر ہیمنگ وے جس مدینہ کی بات کر رہے ہیں، وہ بہت قریب ہے''۔

وہ سب ہیمنگ وے کی طرف متوجہ ہوگئے۔

''تمہارے پاس ہیلی کاپٹر ہے؟''۔ ٹام ہیمنگ وے نے کارٹر سے پوچھا۔

کارٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تو تم دو گھنٹے میں میرے مدینہ پہنچ سکتے ہو...... ڈیڈ لائن سے خاصا پہلے''۔

''ایک بات بتاؤ۔ یہ مدینہ جہاں کہیں بھی ہے، میں اپنے ہیلی کاپٹر سے فون کر کے انہیں یہ اطلاع دے سکتا ہوں کہ مجھے اس مقام سے صدر صاحب مل گئے ہیں''۔ کارٹر نے معترضانہ انداز میں کہا۔

''جب تک تم وہ جگہ دیکھو گے نہیں، اس کے بارے میں بتا بھی نہیں سکو گے۔ جب کہ پریس، بلکہ پورا امریکہ یہ جاننا چاہے گا اور اس کے بارے میں تم سے سوالات کیے جائیں گے۔ اور سب تفصیل جاننا چاہیں گے''۔

اولیور نے کارٹر کو دیکھتے ہوئے کہا: ''تم جناب صدر کی بازیابی کا کریڈٹ بھی لے سکتے ہو کارٹر۔ اور تم قومی ہیرو بن جاؤ گے''۔

''تم اسمارٹ آدمی ہو۔ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر یہ سب سوچ لینا اور طے کر لینا''۔

''مگر یہ شخص میری تحویل میں رہے گا''۔ کارٹر نے کیپٹن جیک کی طرف اشارہ کیا۔

''مجھے یقین ہے کہ اس سے تمام معلومات اگلوا لو گے''۔ اولیور نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

''اور ہیمنگ وے سے بھی''۔ کارٹر نے کہا۔

''بس اب چل دیں''۔ ایلکس نے بے نبری سے کہا۔

جب لوگ باہر جا رہے تھے، اولیور جاتے جاتے جیکی کی لاش پر جھکا۔ کارٹر اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

اولیور نے جیکی سے بال چھوئے اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ جواب بھی خاصا گرم تھا، پھر اس نے اس کے ہاتھ کو پلٹ کر دیکھا۔ ہتھیلی پر ہلال کی شکل کا زخم کا نشان موجود تھا۔ اسے یاد تھا، برسوں پہلے اس نے شرارت میں یہ زخم کھایا تھا۔ یہ نشان اس نے اس روز دیکھ لیا تھا، جب سڑک پر جھک کر اس کی گری ہوئی ریزگاری سمیٹ کر اسے دی تھی۔

آنسو بہتے ہوئے اس کے رخساروں پر آ گئے۔ وہ آنسو اس کے ڈراؤنے خواب کے تھے، جس میں اس نے اپنی محبوب بیٹی کو کھوتے دیکھا تھا، مگر اب وہ حقیقت میں اسے کھو چکا تھا، اور یہ دکھ حقیقی اور بہت بڑا تھا۔

پھر اس نے سر اٹھا کر کارٹر گرے کو دیکھا، جو اس کو دیکھ رہا تھا۔

''تمہیں اس کی تدفین کو یقینی اور باعزت بنانا ہے''۔ اولیور نے مضبوط لہجے میں کہا۔

کارٹر گرے نے مرے مرے انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔

اولیور اٹھا اور بغیر مزید کچھ کہے اس کے قریب سے گزر کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

باہر وہ سب کارٹر کے آدمیوں کے پیچھے ہیلی کاپٹر کی طرف چل دیے۔

وہ سوار ہو چکے تو پائلٹ نے پوچھا: ''جانا کہاں ہے؟''۔

''مدینہ''، ہیمنگ وے نے بلند آواز میں کہا۔

''کیا؟''۔ پائلٹ متوحش ہوگیا۔

''پتا میری شرٹ کی جیب میں موجود ہے''۔

ایک گارڈ نے اس کی جیب سے کاغذ نکالا اور اسے پڑھا۔ پھر اس نے عجیب سی نظروں سے ہیمنگ وے کو دیکھا۔ اولیور نے اس کے کندھے کے اوپر جھانک کر وہ پتا پڑھ لیا تھا، اس کا اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔

ہیمنگ وے کاپٹر کے عقبی حصے میں سکون سے بیٹھا۔ مگر اگلے ہی لمحے اس نے قریب ترین گارڈ کے ایسی ٹکر رسید کی کہ اس کی ناک کی ہڈی ٹوٹ کر اس کے رخسار میں دھنس گئی، پھر اس نے اگلی سیٹ پر اتنی قوت سے لات ماری کہ وہ گارڈ سمیت اڑ گئی، پھر اس نے کھلے دروازے سے چھلانگ لگائی اور زخمی ٹانگ کے باوجود تیز رفتاری سے دوڑنے لگا۔

ایلکس بھی پوری رفتار سے اس کے پیچھے دوڑا، جھاڑیوں، درختوں کی شاخوں سے کھرونچے لگتے رہے، ہیمنگ وے کا رخ جنگل کی طرف تھا۔ زخمی ٹانگ کے باوجود ایلکس اس تک نہیں پہنچ پا رہا تھا، اس پر اسے حیرت تھی۔

پھر اسے آگے کی جانب ایک چیخ سنائی دی، اور اس نے اپنی رفتار بڑھا دی، وہ درختوں کے جھنڈ سے نکلا، اور بہتر ہی ہوا کہ اس نے خود کو روک لیا، اس کے باوجود وہ اس ڈھلان پر کچھ دور پھسلا تھا، پھر وہ آگے بڑھا اور نیچے دیکھا۔

وہ بہت گہری کھائی تھی اور اگلے ہی لمحے اسے پانی میں کوئی بھاری چیز گرنے کی آواز سنائی دی۔ وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

اور گارڈز بھاگتے ہوئے آئے تو اس نے کھائی کی طرف اشارہ کر دیا۔

ٹام ہیمنگ وے ہر طرح کی اسیری سے رہائی پا چکا تھا!

☆☆☆

اوول آفس میں بڑی گہما گہمی تھی، قائم مقام صدر امریکا بین ہملٹن اسکرین کی طرف متوجہ تھا، جو فوٹیج دکھائی جا رہی تھی وہ کافی دھندلی اور جھٹکوں سے پر تھی۔

بہرحال اس فلم سے ظاہر ہو رہا تھا کہ دمشق میں اس وقت کس درجے کی افراتفری ہے، سڑکوں پر ٹریفک جام تھا، گلیوں میں، یوسی اور خوف زدہ لوگ بے مقصد ادھر ادھر بھاگتے نظر آ رہے تھے، خبر گرم تھی کہ دمشق ایئرپورٹ سے جو آخری پروازیں ٹیک آف کرنے والی ہیں، لوگ ان کی امید میں ایئرپورٹ کی طرف دوڑ رہے تھے۔ اب اس شہر میں نہ کہیں امن وامان تھا اور نہ ہی کوئی قانون، ہر شخص اس شہر سے نکل جانا چاہتا تھا، وہاں سے بہت دور چلا جانا چاہتا تھا، اور یہ بھی جانتا تھا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔

ہملٹن اور اس کے ساتھی یہ سب دیکھ رہے تھے۔

والدین اپنے بچوں کو گود میں اٹھائے دہشت کے مارے چلا رہے تھے، فوجی اور پولیس والے چیخ چیخ کر لوگوں کو شہر خالی کرنے کے لیے کہہ رہے تھے، یہ بتانے والا کوئی نہیں تھا کہ لوگ کہاں جائیں اور کس طرح جائیں۔

وہ بہت بدصورت صورت حال تھی!۔

امریکی ڈیڈ لائن ختم ہونے میں اب ایک گھنٹا بھی نہیں رہا تھا، شہر میں موجود کسی بھی ذی روح کے لیے اب زندگی کا کوئی امکان نہیں رہا تھا، لیکن انسانی فطرت ایسے میں بھی اپنے مکروہ روپ دکھا رہی تھی، ایسے لوگ بھی تھے جو خالی گھروں میں لوٹ مار کرنے میں مصروف تھے۔ دوسری طرف بے بس اور برہم شہری، جہاں بھی ہتھے چڑھتے، ان لٹیروں کی خبر لیتے، ان میں سے کتنے ہی مار بھی دیے گئے۔

کوئی نہیں سوچ رہا تھا کہ جہاں اجتماعی طور پر زندگی ختم ہونے والی ہے وہاں اشیا اور تفرقات کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔ یہی کہا جا سکتا تھا کہ خوف نے ذہنوں کو ماؤف کر دیا ہے۔

پھر ایک خوفناک منظر اسکرین پر نمودار ہوا!

بہت سے بچے تھے، چھوٹے بچے جو اس افراتفری میں اپنے ماں باپ سے بچھڑ گئے تھے۔ وہ اس بھگدڑ میں لوگوں کے پیروں تلے کچلے جا رہے تھے۔ ''خدا کے لیے یہ ٹی وی بند کر دو''۔ بین ہملٹن نے گھبرا کر کہا۔

سب کچھ دیکھنا کسی کے لیے بھی آسان نہیں تھا!۔ اسکرین تاریک ہوگئی۔

بین ہملٹن کے میز پر دنیا بھر کی حکومتوں کی طرف سے بھیجی گئی سرکاری اپیلیں تھیں کہ امریکا اپنے فیصلے پر نظرثانی کرے اور ایٹمی حملے کے حکم کو کم از کم مؤخر ضرور کر دے۔

ادھر خود امریکا کے لاکھوں شہری سڑکوں پر نکل آئے تھے۔ ان میں کچھ ایسے بھی تھے، جو ہملٹن کے فیصلے کی تائید کر رہے تھے۔ لیکن بیشتر اس کے فیصلے کے خلاف احتجاج اور اس کی مذمت کر رہے تھے۔

وائٹ ہاؤس کا سوئچ بورڈ ٹیلی فون کالز کی کثرت کی وجہ سے جام ہو چکا تھا۔ سیکریٹری برائے دفاع اپنے کمانڈر ان چیف کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ہملٹن نے مضطربانہ نظروں سے اسے دیکھا۔ جوڈ یکر نے محسوس کیا کہ اس کا باس اس پریشر کے سامنے ٹوٹ پھوٹ رہا ہے، اس نے جلدی سے کہا: ''میں جانتا ہوں جناب کہ اس طرح کا پریشر جھیلنا انسان کے بس کی بات نہیں، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ساری دنیا آپ کو کیا بتا رہی ہے، لیکن جناب صدر، اب ہم پیچھے ہٹ گئے تو ہماری کوئی عزت نہیں رہے گی، خاص طور پر دہشت گردوں کی نظروں میں، ہماری کمزوری ان کے حوصلے اور جرأتیں خوفناک حد تک بڑھا دے گی، اور یہ ایک بہت بڑی اور اہم جنگ ہارنے کے مترادف ہوگا''۔

''میں سمجھتا ہوں جو''۔ بین ہملٹن نے آہستہ سے کہا۔

''ایک اور ڈیولپمنٹ ہوئی ہے سر''۔

ہملٹن نے پرتشویش نظروں سے اسے دیکھا، وہ کیا؟''۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

علیم الحق حقی

عکس بد

گزشتہ سے پیوستہ

اوول آفس میں بڑی گہما گہمی تھی، قائم مقام صدر امریکا بین ہملٹن اسکرین کی طرف متوجہ تھا، جو فوٹیج دکھائی جارہی تھی وہ کافی دھندلی اور جھٹکوں سے پُر تھی۔

بہرحال اس فلم سے ظاہر ہورہا تھا کہ دمشق میں اس وقت کس درجے کی افراتفری ہے۔ وہ بہت بد صورت صورت حال تھی۔ امریکی ڈیڈ لائن ختم ہونے میں اب ایک گھنٹا بھی نہیں رہا تھا، شہر میں موجود کسی بھی ذی روح کیلئے اب زندگی کا کوئی امکان نہیں رہا تھا، لیکن انسانی فطرت ایسے میں بھی اپنے مکروہ روپ دکھا رہی تھی، ایسے لوگ بھی تھے جو خالی گھروں میں لوٹ مار کرنے میں مصروف تھے۔

پھر ایک خوفناک منظر اسکرین پر نمودار ہوا! بہت سے بچے تھے، چھوٹے بچے جو اس افراتفری میں اپنے ماں باپ سے بچھڑ گئے تھے۔ وہ اس بھگدڑ میں لوگوں کے پیروں تلے کچلے جارہے تھے۔ ''خدا کیلئے یہ ٹی وی بند کردو''۔ بین ہملٹن نے گھبرا کر کہا۔

سب کچھ دیکھنا کسی کیلئے بھی آسان نہیں تھا!۔ اسکرین تاریک ہوگئی۔

بین ہملٹن کے میز پر دنیا بھر کی حکومتوں کی طرف سے بھیجی گئی سرکاری اپیلیں تھیں کہ امریکا اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے اور ایٹمی حملے کے حکم کو کم از کم موخر ضرور کردے۔ اس کے بعد کا حصہ ملاحظہ کریں:

زیر نظر ناول دلچسپ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔ لیکن اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بدنام زمانہ نائن الیون کے بعد کے SCENARIO میں لکھا گیا فکشن ہے۔ اس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو ہدف بنانے کی سازش تھا۔ امریکہ میں لکھا گیا یہ ناول ثابت کرتا ہے کہ انسانی ضمیر کہیں اور کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، چاہے اس کی آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے۔

دل سے پڑھنے اور سراہے جانے کے لائق عالمی ادب سے ایک تحریر، جو ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں، اکابرین اور میڈیا کے نام نہاد دانشوروں اور تجزیہ کاروں کے لیے چشم کشا ہے۔ لیکن جب دیدۂ بینا رہا ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے!

''عین اس وقت بحر اوقیانوس کے علاقے میں بہت ہی غیر معمولی ماحولیاتی صورت حال پیدا ہورہی ہے، نیوی نے خبردار کیا ہے کہ اگلے چند منٹوں میں ٹینیسی سے سیٹلائٹ رابطہ منقطع ہو جائے گا۔

''اگر یہ بات ہے تو ہمیں میزائل فائر نہیں کرنا چاہیے''۔ ہملٹن نے کہا۔

ڈیکر نے نفی میں سر ہلایا: ''یہ صورت حال نیوکلیئر اسٹرائیک کے لیے رکاوٹ نہیں ہے سر۔ DS میزائل کا اپنا داخلی سسٹم ہے رہنمائی کا، مسئلہ صرف اتنا ہے کہ اس آبدوز سے ہمارا رابطہ نہیں رہے گا''۔

''تم کہنا کیا چاہ رہے ہو جو؟''۔ ہملٹن کے لہجے میں الجھن تھی۔

''میں یہ کہہ رہا ہوں کہ رابطہ منقطع ہونے سے پہلے ہمیں اس معاملے کو نمٹا دینا چاہیے''۔

''کیا؟ تمہارا مطلب ہے کہ ہم ابھی حملہ کر دیں؟''۔ ہملٹن نے گھڑی میں وقت دیکھا، ''جبکہ ابھی ہماری ڈیڈ لائن میں 52 منٹ باقی ہیں''۔

''اس سے کیا فرق پڑے گا جناب صدر۔ اگر انہیں صدر کو چھوڑنا ہوتا تو وہ اب تک چھوڑ چکے ہوتے، بلکہ اس مہلت میں تو انہیں یہ سوچنے کا وقت مل جائے گا کہ وہ ہمارے خلاف کیا کر سکتے ہیں، اگر ہم نے ابھی آرڈر نہ دیا تو پھر آبدوز ٹینیسی سے ہمارا رابطہ منقطع ہوجائے گا اور ہم کچھ کر نہیں سکیں گے''۔

''ہم کوئی اور نیوکلیئر اثاثہ استعمال نہیں کر سکتے؟''۔

''دمشق کو ہٹ کرنے کے اعتبار سے یہ آبدوز سب سے آئیڈیل پوزیشن میں ہے، اور یہ اس کام کے لیے پوری طرح تیار بھی ہے اور جہاں تک تعلق ہے دوسری آبدوزوں کا تو، اوقیانوس میں ان کے سات بھی یہی مسئلہ ہوگا''۔

''تو ٹھیک ہے، ٹینیسی سے رابطہ کر کے اسے ڈیڈ لائن کے مطابق ہٹ کرنے کا حکم دے دو، ان سے کہہ دو کہ اسٹرائیک صرف اس صورت میں روکا جائے، جب انہیں ہماری طرف سے اس طرح کا کوئی حکم ملے''۔

''ایٹمی ہتھیاروں کے معاملے میں یہ طریق کار نہیں ہوتا سر، انہیں تو جب حکم دیا جائے تبھی وہ اٹیک کرتے ہیں، ان کا کام کلاک پر نظر رکھنا اور وقت دیکھنا نہیں ہے، وہ تو بس حکم سنتے ہیں اور فوراً اس کی تعمیل کرتے ہیں اور جناب صدر، اگر ہم کسی متبادل کے بارے میں سوچیں گے تو ڈیڈ لائن نکل جائے گی اور اس صورت میں آپ جانتے ہی ہیں کہ ہماری ساکھ تباہ ہوجائے گی، دنیا بھر میں ہمارا مذاق اڑایا جائے گا کہ ہم صرف دھمکی دینا جانتے ہیں، اس پر عمل کرنا نہیں''۔

''تب اب کیا کھیل شروع ہونے والا ہے، یہی نا؟ کہ ہم انہیں ہٹ کریں گے اور وہ ہمیں ہٹ کریں گے، یہاں تک کہ وہ اور ہم سب ختم ہوجائیں''۔

''میں بصد احترام عرض کروں گا جناب کہ ان کا اور ہمارا کوئی مقابلہ نہیں۔ وہ کسی بھی طرح ہمارے ہم پلہ نہیں ہیں، ہماری ہٹ کرنے کی طاقت ان کی ہٹ کرنے کی طاقت سے کہیں زیادہ ہے، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بالآخر فتح ہماری ہی ہوگی''۔

بین ہملٹن نے سر اٹھا کر دیکھا، کمرے میں موجود تمام لوگوں کی نگاہیں اس پر مرکوز تھیں، خدا مجھ پر رحم کرے۔ اس نے دل میں دعا کی۔ پھر بولا: ''پہلے شام سے رابطہ کرو، انہیں ایک موقع اور ملنا چاہیے''۔

کمرے میں موجود لوگوں نے سر جھکا لیے اور بین ہملٹن نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

اچانک اینڈریا مائیز اٹھ کر کھڑی ہوئی:

''سر پلیز! ایک منٹ میری بات سنیے۔ اگر صدر صاحب ان کے پاس ہوتے تو وہ اس صورت حال کا سامنا کرنے کے بجائے انہیں واپس نہ کر دیتے، وہ اپنے لاکھوں معصوم لوگوں کو اس طرح نہیں مروا سکتے تھے''۔

ڈیکر نے سخت لہجے میں کہا: ''کیوں نہیں، وہ ایسا سب کچھ کر سکتے ہیں''۔

''کیوں؟''۔

''اس لیے کہ وہ دہشت گرد ہیں۔ ان کی سوچ یہی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے یہ سب لوگ مرتے ہی جنت میں داخل ہوجائیں گے۔ ان کے نزدیک یہ موت نہیں شہادت ہے اور ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ پہلے ہم پر حملہ انہوں نے کیا ہے، انہوں نے ہمارے صدر کو اغوا کیا اور مجھے یقین ہے کہ وہ اسے قتل کر چکے ہیں، وہ زندہ ہوتا تو وہ یقیناً اسے واپس کر دیتے، ہمارے پاس کوئی اور چارہ کار نہیں ہے، ہمیں ان پر حملہ کرنا ہی ہوگا، ان پر ثابت کرنے کے لیے ہمیں اپنے خلاف جارحیت کا جواب دینا آتا ہے، اب اگر ہم نرمی برتیں گے ان کے ساتھ تو وہ اور پھیلیں گے، ہم پر بڑھ چڑھ کر حملے کریں گے''۔

''نہیں جناب! ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال کے بغیر یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا، جاپان نے اس وقت ہتھیار ڈالے تھے جب ہم نے ان پر دو ایٹم بم گرائے تھے اور اس کے نتیجے میں کروڑوں انسانوں کی جان بچ گئی تھی''۔

اس نے یہ بتانے کی زحمت نہیں کی کہ کروڑوں جانوں کو کوئی براہ راست خطرہ لاحق نہیں تھا، البتہ ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹمی حملے کے نتیجے میں لاکھوں افراد کاکروچوں کی طرح مر گئے تھے اور جو زندہ بچے ان کی زندگی موت سے بدتر تھی اور دونوں شہر کئی دہائیوں تک ریڈی ایشن کی سزا اگ بھگتتے رہے۔

ہملٹن نظریں چرا رہا تھا۔

اینڈریا تھکے تھکے انداز میں اپنی کرسی پر ڈھیر ہوگئی۔

ہملٹن نے سر اٹھایا: ''تو پھر؟''۔

''ہوش مند تو یہی کہیں گے جو کچھ ہم کرنے جارہے ہیں خدا ہمیں اس کی پاداش میں تباہ کردے گا...... نام نہاد ہوش مند...... بنیاد پرست''۔ ڈیکر کے لہجے میں بلا کی حقارت اور نفرت در آئی۔ ''آپ مجھے کمانڈ اتھارٹی سے رابطہ کرنے کی اجازت دیجیے سر''۔

ہملٹن کی ہچکچاہٹ بے حد واضح تھی۔

سیکریٹری آف اسٹیٹ اینڈریا نے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔

اس دوران بھی ڈیکر ایک محفوظ فون پر شامی حکومت اور شریعت گروپ سے آخری بار صدر کی بازیابی کا مطالبہ کرنے کا حکم دے رہا تھا۔

''جناب صدر پلیز! آپ سوچیں تو سہی کہ آپ کیا کرنے جارہے ہیں۔ اگر ہم نے دمشق کو تباہ کر دیا تو پھر امن کبھی قائم نہیں ہوسکے گا، ذرا سوچیے اتنے بڑے المیے کے بعد امن اور محبت کے بارے میں کون سوچے گا، اگر ہم شامیوں کی جگہ ہوتے تو ایسے کسی اقدام کے بعد کیا امن اور محبت کا پرچار کرتے؟''۔

ڈیکر تیزی سے اٹھا: ''جناب صدر! امن تو اس وقت بھی نہیں ہے، لیکن آپ اگر ڈیڈ لائن پر عمل نہیں کرتے تو امریکا کی طاقت ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گی۔ ہم پوری دنیا میں مذاق کا نشانہ بنیں گے۔ میں جانتا ہوں سر کہ آپ یہ سب برداشت کرنے والے لیڈر نہیں ہیں''۔ اس نے چند لمحے توقف کیا، پھر بولا: ''تمہیں یہ قدم اٹھانا ہی ہوگا جناب''۔

ہملٹن نے ہتھیلیوں سے اپنی آنکھیں ملیں اور ایک نظر اینڈریا پر ڈالی۔ پھر وہ بھی ڈیکر کی طرف متوجہ ہوا: ''ٹھیک ہے، کمانڈ اتھارٹی کو کال کرو''۔ اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا، پھر وہ اٹھا اور کھڑکی میں جا کھڑا ہوا، دنیا کا سب سے طاقتور آدمی اس وقت دنیا کا سب سے بے بس اور کمزور انسان لگ رہا تھا۔

جو ڈیکر نے فون اٹھایا اور نیشنل کمانڈ اتھارٹی کو اسٹرائیک کا حکم دیا۔ کمانڈ اتھارٹی نے فوری طور پر آبدوز ٹینیسی سے رابطہ کیا، اب ذرا ہی دیر بعد ٹرائیڈنٹ میزائل فائر کیا جانے والا تھا، اپنے ارد گرد گیس کی حفاظتی دیوار لیے اس میزائل کو ناقابل بیان رفتار اور قوت سے سمندری گہرائی سے نکلنا تھا اور اس طرح کہ اس کی دھاتی سطح کو پانی کے ایک قطرے نے بھی نہ چھوا ہو، 14 ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اسے دمشق پہنچنے میں آدھا گھنٹا لگتا، اور اس حملے کے نتائج کو بیان کرنے کے لیے اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ کیٹگری 5 کے ایک ہزار طوفان دمشق کی زمین سے ٹکرائے ہوں۔

وہ ایک ناقابل تصور اور ناقابل بیان تباہی تھی، جو دنیا نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

پہلے تو فون کی گھنٹی کے بجنے کی آواز کسی نے بھی نہیں سنی، پھر ہملٹن نے آہستہ سے سر اٹھایا۔ فون...... وہ فون کی طرف لپکا اور جھپٹ کر ریسیور اٹھایا ''یس!''۔

دوسری طرف سے جو کہا جارہا تھا، اسے سن کر اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا اور اس کا ہاتھ اپنے سینے پر جم گیا۔ کمرے میں موجود سب لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ اس پر دل کا دورہ پڑنے والا ہے۔

پھر اچانک وہ سب لوگوں کی طرف رخ کر کے چلایا: ''وہ مل گیا ہے...... برینن مل گیا ہے''۔ پھر وہ ڈیکر کی طرف مڑا: ''حکم منسوخ کردو اور اسٹرائیک رکوادو''۔

ڈیکر جلدی جلدی دوسرے فون پر بات کر رہا تھا، وہ ٹینیسی کے لیے اسٹینڈ ڈاؤن کا حکم جاری کر رہا تھا۔ لیکن اچانک اس کا رنگ پیلا پڑ گیا: ''کیا...... کیا کہا...... ؟ یہ ناممکن ہے؟''۔

تمام لوگوں کی نگاہیں اس پر مرکوز تھیں۔

''بحر اوقیانوس میں موسمی صورت حال تیزی سے بگڑ رہی ہے''۔ ڈیکر نے کہا: ''سیٹلائٹ کے مواصلاتی رابطے منقطع ہورہے ہیں، آبدوز سے آخری پیغام میں حملے کے احکامات کی تصدیق کی گئی تھی، مگر اب ہمارا آبدوز سے رابطہ قائم نہیں ہو پا رہا ہے''۔

ہملٹن ڈیکر پر برس پڑا: ''میں کہہ رہا تھا نا کہ ہمیں انتظار کرنا چاہیے...... یو ایڈیٹ''۔ وہ چلایا۔

اینڈریا نے لرزتی آواز میں کہا: ''او مائی گاڈ''۔

ہملٹن نے ڈیکر سے فون چھینا اور ڈیکر کو پرے دھکیلا۔ فون پر اس نے کہا: ''میں قائم مقام صدر ہملٹن بات کر رہا ہوں، تمہیں ہر قیمت پر اس آبدوز سے رابطہ کر کے انہیں حملے سے روکنا ہے، یہ تم کیسے کرو گے، میں نہیں جانتا اور نہ مجھے اس کی پروا ہے۔ بس تمہیں یہ کرنا ہے''۔ اس نے میز کا کنارہ تھام کر سہارا لیا، اس کی ٹانگیں اب جواب دے رہی تھیں، بھوؤں سے بہتا ہوا پسینہ اس کی آنکھوں میں جارہا تھا۔

ڈیکر دیوار سے لگا کھڑا تھا، اسی جگہ جہاں ہملٹن نے اسے دھکیلا تھا۔

ہملٹن پھر ماؤتھ پیس میں چلایا: ''جو کر سکتے ہو کرو، مگر اس حملے کو رکوا دو۔ بس میں اور کچھ سننا نہیں چاہتا''۔

لمحے جیسے رک رک گزر رہے تھے، کمرے میں سانس لینے کی آواز بھی نہیں تھی۔ بالآخر ہملٹن نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور اپنی کرسی میں ڈھیر ہوگیا۔ اسے دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ کسی بھی لمحے بے ہوش ہوجائے گا۔

پھر دھیرے دھیرے اس نے سر اٹھایا اور سب لوگوں کو دیکھا: ''حملہ روک دیا گیا ہے''۔ اس نے بہ مشکل کہا اور ڈیکر کی طرف دیکھا ''صرف...... صرف ایک سیکنڈ کی تاخیر ہوجاتی تو......'' اس سے جملہ پورا نہیں کیا گیا۔

اوول آفس تالیوں سے گونج اٹھا۔

ادھر بحر اوقیانوس کی گہرائی میں ٹینیسی آب دوز پر موجود 155 امریکی سیلرز نے سکون کی سانس لی، ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے۔

☆☆☆

مدینہ، اوہائیو کے مضافات میں واقع ایک گودام پر صدر جیمز برینن کی بخیر و عافیت واپسی کی خبر نے دنیا کو ایک بار پھر ہلا کر رکھ دیا تھا، چودہ ہزار امریکی فوجی جو مدینہ سعودی عرب پر یلغار کیلئے تیار تھے دوبارہ اپنی پوزیشن پر واپس آ گئے تھے۔ صدر کی جیب سے ایک ٹائپ شدہ رقعہ برآمد ہوا تھا۔ جس پر لکھا تھا...... عظیم قربانیاں عظیم مواقع فراہم کرتی ہیں۔

یہ فرینکلن ہیمنگ وے کے الفاظ تھے...... تیس سال پرانے اور اس کے بیٹے ٹام ہیمنگ وے کے پاس امریکی صدر کے ذریعے بھیجنے کے لیے اس سے بہتر کوئی اور پیغام نہیں تھا۔

کارٹر گرے کو قومی ہیرو کا درجہ مل گیا تھا، یہ سہرا اس کے سر تھا کہ اس نے درست اندازہ لگایا کہ امریکی صدر کو کہاں سے اور کیسے پہنچایا جائے گا۔ اگرچہ اس کی بیان کردہ تفصیلات میں ابہام تھا، تاہم اس کا کہنا تھا کہ قابل اعتبار مخبروں، بے پناہ محنت اور سب سے بڑھ کر خوش قسمتی...... کامیابی ان تین عناصر کے ذریعے ملی ہے۔

''لیکن اغوا کرنے والوں کی بات سچی تھی''۔ اس نے کہا: ''کیونکہ صدر صاحب مدینہ ہی میں ملے، لیکن یہ مدینہ اس مدینہ سے ہزاروں میل کے فاصلے پر تھا، جس کے بارے میں ہم گمان کر رہے تھے''۔

کارٹر گرے نے رات سینیٹر سمپسن اور اس کی بیوی کو دلاسہ دیتے گزاری۔ جن کی اکلوتی بیٹی اس مہم کے دوران زندگی کی بازی ہار گئی تھی، لیکن سینیٹر کو یہ بتایا گیا کہ جیکی ہائی وے پر کار چھیننے کی ایک واردات کے دوران مزاحمت پر ماری گئی تھی اور مجرم فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اور ان کی شناخت نہیں ہوئی تھی۔

اس کے علاوہ این آئی سی کے تین ایجنٹ ضائع ہوئے تھے۔ کارٹر نے سوچا تھا کہ ان کو بھی جیکی کی طرح کسی افسانوی واردات یا حادثے میں کھپا دے گا، جب آپ انٹیلی جنس کے سربراہ ہوں تو کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

ایک مثبت خبر یہ تھی کہ کیپٹن جیک نے زبان کھول دی تھی، اس نے سب کچھ بتا دیا تھا...... سب کچھ وہ مسلسل بولتا رہا تھا اور اس کے نتیجے میں کارٹر کے پاس شمالی کوریا کے خلاف بہت کافی مواد جمع ہو گیا تھا۔

☆☆☆

جیمز برینن ایک فاتح کی شان سے وائٹ ہاؤس واپس آیا، باہر بہت بڑا مجمع تھا، جو تالیاں بجا رہا تھا۔

پھر اس نے ٹیلی وژن پر قوم سے خطاب کیا۔ اس نے کارٹر گرے کو اس کی بے مثال کارکردگی پر خراج تحسین پیش کیا۔ یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایک مرحلے پر کارٹر اسے قتل کرنے پر تلا ہوا تھا اور اس کا الزام شامیوں کے سر پر ڈالنا چاہتا تھا۔ برینن نے اپنے نائب صدر کی کارکردگی کو بھی سراہا اور آخر میں اس نے امریکی قوم کو خراج تحسین پیش کیا۔

باہر کسی کو نہیں معلوم تھا کہ صرف ایک لمحے کی تاخیر سے دنیا کتنی بڑی تباہی سے دوچار ہوسکتی تھی۔ صدر کی چیف آف اسٹاف خوش تھی، بحران ٹلنے کے بعد اب اس کی توجہ صدارتی الیکشن پر تھی۔ اس بحران کے نتیجے میں صدر برینن مرد بحران بن کر ابھرا تھا، تازہ ترین سروے کے مطابق 86 فی صد امریکی اسے سپورٹ کر رہے تھے۔

چار سال کی ایک اور میعاد کے لیے برینن کا بھاری اکثریت سے منتخب ہونا یقینی تھا۔

جو کچھ ہوا تھا، اس پر صدر برینن کو تفصیلی بریفنگ دی گئی۔ لیکن یہ انہیں کوئی نہیں بتا سکا کہ انہیں اغوا کرنے والے کون تھے۔ یہ بات تو واضح ہوگئی تھی کہ ان کے اغوا میں نہ تو شامی حکومت کا کوئی ہاتھ تھا اور نہ شریعت گروپ کا، بلکہ امریکا میں شریعت گروپ کی ایسی پوزیشن کبھی نہیں رہی تھی کہ وہ اتنا بڑا آپریشن اتنی کامیابی کے ساتھ کر سکتے۔

شریعت گروپ کے اہم لیڈر کی لاش مل گئی تھی۔ اسے زبردست تشدد کے بعد ہلاک کیا گیا تھا۔ یہ وہ شخص تھا جس سے شریعت گروپ کا میڈیا سے رابطہ کا پاس ورڈ اگلوایا گیا تھا تاکہ صدر کے اغوا کی ذمہ داری شریعت گروپ پر ڈالی جاسکے۔

اور کوئی اس بات کی بھی کوئی توجیہہ پیش نہ کر سکا کہ صدر کے اغوا کے لیے اس قدر ہنرمند عرب اور وہ بھی اتنے بڑی تعداد میں امریکا میں کیسے داخل ہوئے۔ امریکی انٹیلی جنس کے پاس اس کا کوئی ریکارڈ نہیں تھا۔

دمشق کی صورت حال اب بھی بہت ابتر تھی، لیکن کم از کم ایٹمی حملہ ہونے کے بعد کی صورت حال کے مقابلے میں تو اسے مثالی ہی قرار دیا جاسکتا تھا، صرف شام ہی نہیں، پوری عرب دنیا ابھی تک شاک کی حالت میں تھی۔ لیکن ڈراؤنے اور بدترین خواب جیسے انجام سے نکلنے کے بعد سوچنے کے انداز میں تبدیلی آرہی تھی۔ اب ہر طرف تعاون کی فضا تھی، دیکھنا یہ تھا کہ یہ سب عارضی ہے یا دیرپا۔

نائب صدر ہملٹن نے کچھ عرصے کے لیے سرکاری مصروفیات سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی۔ وہ ہیری ٹرومین کے بعد ایٹم بم گرانے کا حکم دینے والا پہلا امریکی صدر بننے سے بال بال بچا تھا۔ محض دو سیکنڈ کے فرق سے اور اس دباؤ نے اس کے اعصاب توڑ ڈالے تھے۔ اس کو سنبھلنے کے لیے کچھ وقت درکار تھا۔

صدر برینن کے لیے یہ اطلاع ورطہ حیرت میں ڈال دینے والی تھی کہ اغوا کے منصوبے میں حصہ لینے والے ہر عرب نے دانستہ طور پر موت کو گلے لگایا تھا اور موقع میسر ہونے کے باوجود امریکا کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا اور کوئی ایک امریکی بھی اس دوران نہیں مارا گیا تھا۔ وہ اس واردات پر ہونے والے ردعمل کو سمجھنے کے لیے اس عرصے میں ہونے والے ٹاک شوز کی ریکارڈنگ دیکھ رہا تھا۔

اب بھی بہت سے مصر اسے عربوں کا فریب سمجھنے پر تلے ہوئے تھے۔

صدر کی نظر اسکرین پر جمی تھی۔ وہ ایک پروگرام کی ریکارڈنگ دیکھ رہا تھا۔

''اور اگر صدر امریکا کو بخیر و عافیت واپس کر دیا جائے تو؟''۔ ٹاک شوز کے میزبان نے سوال اٹھایا۔

اور پروگرام میں شریک تمام سیاسی پنڈت بہ یک آواز بولے: ''تو اس میں بھی ان کی چال ہوگی''۔

''اور آپ کے خیال میں اس کے پیچھے ان کا کیا مقصد کارفرما ہوگا؟''۔ میزبان نے پوچھا: ''آپ یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ انہوں نے بیس سے زیادہ انسانی جانوں کی قربانی پیش کی اور یہ بھی یاد رکھیں کہ وہ اس دوران کسی بھی مرحلے پر بہ آسانی صدر صاحب کی جان لے سکتے تھے کسی بھی وقت۔ تو اب اگر وہ صدر صاحب کو ثابت و سالم واپس کردیتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قربانی سے انہوں نے کیا حاصل کیا؟''۔

''آپ ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں...... یہ کہ یہ لوگ کسی قیمت پر رکنے والے نہیں''۔ چار میں سے ایک سیاسی پنڈت نے کہا: ''پہلے تو انہوں نے امریکیوں کو جانی نقصان پہنچانے کی کوشش کی، مگر بات نہیں بنی، ہم نے ان پر جوابی حملے کیے اور اب صورت حال یہ ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہم فتح یاب ہورہے ہیں، یہ دیکھ کر انہوں نے اپنی حکمت عملی تبدیل کرلی ہے......''۔

''یعنی اب وہ ہمیں قتل کرنے سے گریز کر رہے ہیں؟''۔ میزبان مہمان کی منطق سے بوکھلا گیا۔

''بالکل یہی بات ہے''۔ جواب ملا۔

صدر برینن نے اغوا کنندگان کے مطالبات کی فہرست کی ایک نقل لی اور اپنے بیڈروم کی تنہائی میں اس کا جائزہ لیا۔ اس بات نے بھی اسے ہلا دیا تھا کہ امریکا کتنی آسانی سے ایک ملک کے خلاف انتہائی تباہ کن قدم اٹھانے والا تھا اور بڑی آبادی کے ایک شہر کو انسانوں سمیت صفحۂ ہستی سے مٹ جانا تھا۔ یہ کتنا بڑا سانحہ ہوتا اور اس کے کتنے بھیانک اثرات کہاں کہاں مرتب ہوتے۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ وہ ملک بعد میں بے قصور ثابت ہوتا۔

اس صورت میں امریکا کی شرمندگی کبھی ڈھل پاتی!۔

اسے اس بات پر بھی شاک لگا کہ نائب صدر ہملٹن کو کتنی آسانی سے اس انتہائی اقدام کے لیے رضامند کرلیا گیا تھا، تو کیا ہملٹن اس منصب کی اہلیت رکھتا ہے؟ کیا اس نے خود کو ذمہ دار ثابت کیا؟

جواب نفی میں تھا، چناں چہ اب صدر برینن کو اپنے لیے ایک اہل نائب صدر بھی تلاش کرنا تھا۔

صدر برینن نے طویل ملاقاتیں کیں، طویل مذاکرات کیے...... مغربی دنیا کے لیڈروں سے بھی، اسلامی دنیا کا مزاج سمجھنے والے سفارت کاروں اور دانش وروں سے بھی اور اپنی بیوی اور فیملی سے بھی۔ اس ایک ہفتے میں وہ کئی بار چرچ بھی گیا۔ شاید اسے احساس ہو گیا تھا کہ انسانیت کی فلاح کے لیے خدا کی رہنمائی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

اب جبکہ صدر کی واپسی ہوچکی تھی تو بین الاقوامی میڈیا پر کھل کر اغوا کنندگان کے مطالبات پر بات ہو رہی تھی۔

بالآخر صدر برینن نے اپنی کابینہ کا اجلاس طلب کیا۔ اس میں اس کی نیشنل سیکورٹی کے ارکین اور ملٹری کے ٹاپ کے ایڈوائزرز بھی شریک تھے۔ اس اجلاس میں اس نے اغوا کنندگان کے مطالبات پر بات کی۔

نیشنل سیکورٹی ایڈوائزر نے فوراً ہی احتجاج کیا: ''سر یہ احمقانہ ہیں، ان کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا''۔

''جناب صدر، ان مطالبات پر محض غور کرنا بھی امریکا کے لیے کمزوری دکھانے کے مترادف ہے''۔ سیکریٹری آف ڈیفنس جو ڈیکر نے کہا۔

''صرف ایک سیکنڈ کی تاخیر ہوجاتی تو ہم ساٹھ لاکھ معصوم انسانوں کی جان لے بیٹھتے...... اور وہ بھی بے حد ناکافی اور نہایت کمزور شہادت کی بنیاد پر۔ یہ بدترین غیر ذمہ داری ہوتی۔ اس سے پہلے ہم عراق پر ایک مفروضے کی بنیاد پر فوج کشی کر کے شرمندہ ہو چکے ہیں۔ لیکن دمشق پر ایٹم بم گرانا اس سے کہیں زیادہ سنگین ترین معاملہ ہوتا''۔ صدر نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔

''شروعات انہوں نے ہی کی تھیں اور سر اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں''۔ جو ڈیکر رکنے والا نہیں تھا۔

''سنو ہم اب دنیا کی واحد سپر پاور ہیں''۔ برینن نے سرد لہجے میں کہا: ''ہمارا ایٹمی اسلحہ پوری دنیا کو تباہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ یہ طاقت ہم سے ذمہ داری اور تحمل کا مطالبہ کرتی ہے۔ ہمیں بے لگام ہونا زیب نہیں دیتا''۔

صدر صاحب کی نظروں میں جو ڈیکر کے لیے جو ناپسندیدگی تھی، وہ بتاتی تھی کہ انہیں نائب صدر کے ساتھ نیا سیکریٹری آف ڈیفنس بھی تلاش کرنا ہے، صدر برینن نے اپنی جیب سے کاغذ کا ایک پرزہ نکالا۔ اغوا کرنے والوں نے یہ اس کی جیب میں چھوڑا تھا۔ ''عظیم قربانیاں عظیم مواقع فراہم کرتی ہیں''۔ اس نے باآواز بلند پڑھا۔ اور وہ تاریخ کے حوالے سے جانتا تھا کہ اس طرح کے حالات میں صدور کو عظمت حاصل ہوتی ہے۔ وہ خوش قسمت تھا کہ اس کو یہ موقع مل رہا تھا۔

وہ سیکریٹری آف اسٹیٹ اینڈریا کی طرف متوجہ ہوا: ''میرا خیال ہے، ہمیں تیزی سے کام کرنا ہوگا''۔ اس نے کہا۔

☆☆☆

شمالی ورجینیا کے ایک قبرستان میں سادہ سی تقریب میں جیکی سمپسن کی تدفین ہوئی۔ شرکا میں اس کے والدین اور فیملی کے قریبی دوستوں کے علاوہ چند سیاسی شخصیات، سیکرٹ سروس کے چند نمائندے اور کارٹر گرے موجود تھے۔ کارٹر گرے جو جیکی کا گاڈ فادر بھی تھا۔

کچھ فاصلے پر ایک درخت کی اوٹ میں خود کو پوری طرح چھپائے ہوئے اولیور اسٹون بھی موجود تھا۔ وہ بالکل نیا سیاہ سوٹ پہنے ہوئے تھا، جو اس کے دوستوں نے اس کے لیے خریدا تھا۔

پادری نے جو دعائیں پڑھیں اور جو کچھ کہا، وہ اولیور نہیں سن سکا۔ اس کی نگاہیں اس تابوت پر جمی تھیں، جس میں اس کی بیٹی کی لاش موجود تھی۔ اس کی بیٹی بیتھ! وہ رویا نہیں، اس کی سمجھ میں اپنے جذبات نہیں آرہے تھے، وہ اس کا باپ تھا...... لیکن دوسرے زاویے سے دیکھا جائے تو اس کا باپ نہیں تھا۔ وہ اس کے پاس صرف تین سال رہی تھی اور باقی تمام عمر وہ سینیٹر سمپسن کے ساتھ اس کی بیٹی کی حیثیت سے رہی تھی۔ وقت کو پیمانہ مانا جائے تو سمپسن کا حق اس کے مقابلے میں زیادہ تھا، لیکن بہرحال وہ اس کا باپ تھا، یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اس کی تدفین میں شریک نہ ہو...... چھپ کر ہی سہی۔

تقریب ختم ہوگئی اور لوگ رخصت ہونے لگے، سب چلے گئے تو اولیور درخت کی اوٹ سے نکلا اور قبر کی طرف گیا۔ گورکن تابوت کو قبر میں اتارنے ہی والے تھے، مگر اس نے انہیں روک دیا۔

''کیا آپ فیملی ہیں؟''۔ ایک گورکن نے پوچھا۔

''ہاں''۔ اس نے جواب دیا، اب وہ اسے یہ تو نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ مرنے والی کا باپ ہے۔

بیس منٹ تک وہ تابوت کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکا رہا۔ اس کا ایک ہاتھ تابوت پر ٹکا تھا۔ جیسے وہ اپنی بیٹی کے کندھے کو چھو رہا ہو۔

بالآخر وہ اٹھا۔ اس کی ٹانگوں میں کپکپاہٹ تھی۔ اس نے جھک کر تابوت کو بوسہ دیا اور اس پر ڈیزی کا ایک پھول رکھ دیا۔ ''گڈ بائی بیتھ''۔ اس نے زیر لب کہا: ''آئی لو یو مائی چائلڈ''۔

☆☆☆

اگلے روز کیمل کلب کے ارکین، ایلکس اور کیٹ اولیور کا کاٹیج میں یک جا ہوئے۔ روبن کے زخموں کی نہ صرف مرہم پٹی ہوگئی تھی بلکہ اسپتال میں ڈاکٹر نے اس کے گردے کو چند پتھروں کے بوجھ سے بھی نجات دلادی تھی، جیسٹی بھی اب پوری طرح ٹھیک تھی، لیکن اسے یہ یاد نہیں تھا کہ اس پر کیا گزری ہے۔

ایلکس اپنے ساتھ اخبار لایا تھا، جس میں جیکی سمپسن کی موت کا حال شائع ہوا تھا...... لیکن حقیقی نہیں، افسانوی۔

''وہ ایک قومی ہیرو تھی''۔ ایلکس نے کہا: ''مجھے بہت دکھ ہے...... اور ہمیشہ رہے گا کہ اسے محض کار چھیننے کی واردات کے دوران مرنے والی کی حیثیت سے یاد رکھا جائیگا''۔

اولیور اسٹون اپنی میز کے پیچھے بیٹھا تھا۔ ''تم غلطی پر ہو''۔ اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا: ''ایسا نہیں ہوگا''۔

ایلکس نے فوراً ہی موضوع بدل دیا: ''مجھے یہ دکھ بھی کھائے جارہا ہے کہ کارٹر گرے قومی ہیرو بن بیٹھا ہے، جبکہ درحقیقت وہ صدر صاحب کو قتل کرنے کا تہیہ کر چکا تھا۔ اس سلسلے میں ہمیں کچھ نہ کچھ تو کرنا چاہیے''۔

''اگر ہم یہ راز کھولتے ہیں تو پورا معاملہ کھل جائے گا''۔ روبن نے کہا: ''اور یہ ملک و قوم کے لیے بہترین نہیں ہوگا''۔

اولیور اسٹون نے کہا: ''فکر نہ کرو کارٹر گرے کو میں سنبھال لوں گا''۔

ان سبھوں نے متجسس نگاہوں سے اسے دیکھا، لیکن اس کے چہرے کا تاثر دیکھ کر کسی کو اس سے سوال کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

روبن اٹھ کھڑا ہوا: ''میرا خیال ہے، اب معاملات کو آفیشل طریقے سے نمٹا لیا جائے''۔ اس نے کھنکھار کر گلا صاف کیا: ''میں کیمل کلب کے اس خصوصی اجلاس کی کارروائی کا آغاز کرتے ہوئے دو نئے ارکین کی کلب میں شمولیت کی تجویز پیش کرتا ہوں، جنہوں نے ریاست ہائے متحدہ امریکا کے لیے حال ہی میں بیش بہا خدمات انجام دی ہیں...... ایجنٹ ایلکس فورڈ اور کیٹ ایڈمز۔ کوئی تائید کرنے والا ہے؟''۔

''میں تائید کرتا ہوں''۔ ملٹن اور کیلب ایک ساتھ بولے۔

''کیا ہم سب متفق ہیں؟''۔

سب نے بآواز بلند اس تجویز کے حق میں اعلان کیا۔

''شکریہ۔ مگر میں ایک بات جاننا چاہتا ہوں''۔ ایلکس بولا: ''آخر کیمل کلب ہی کیوں؟''۔

''کیونکہ اونٹوں کا اسٹیمنا بے مثال ہوتا ہے۔ کیونکہ اونٹ اپنی کوشش سے کبھی باز نہیں آتے''۔ ایلکس نے جواب دیا۔

''اولیور ہمیشہ یہی کہتا ہے، لیکن اصل وجہ کچھ اور ہے''۔ روبن نے کہا: ''بات یہ ہے کہ 1920ء میں بھی ایک کیمل کلب موجود تھا۔ اس کلب کے ارکین ہر اجلاس میں اپنے جام بلند کر کے اعلان عہد کرتے تھے کہ وہسکی کے آخری قطرے تک وہ شراب پر پابندی کے خلاف جدوجہد کریں گے، اور اس کی مخالفت کریں گے، میرے نزدیک یہ اس کی وجہ تسمیہ ہے''۔

میٹنگ ختم ہوئی، تو ایلکس تنہائی میں اولیور سے بات کرنے کے لیے پیچھے رہ گیا: ''تو اولیور اسٹون درحقیقت جان کار ہے؟''۔ اس نے اولیور سے پوچھا۔

''جان کار تھا کہو، کیونکہ وہ مر چکا ہے''۔ اولیور کے لہجے میں سختی تھی۔

''اولیور، تم نے کارٹر گرے سے کہا تھا کہ امریکا نے تم سے تمہاری فیملی چھین لی، اس کا کیا مطلب تھا؟''۔

اولیور اپنی میز پر رکھے کچھ کاغذات کو ادھر ادھر کرنے لگا، پھر اس نے سر اٹھایا: ''اسے یوں سمجھو کہ میں اپنی دانست میں یہ سمجھا تھا کہ میں اپنے ملک کے لیے خدمات انجام دے کر فارغ ہوچکا ہوں، لیکن میرے ملک کا نظریہ یہ تھا کہ میری جاب ایسی ہے، جس میں آدمی کبھی ریٹائر نہیں ہوتا''۔ وہ کہتے کہتے ایک لمحے کے لیے رکا: ''یہ میری زندگی کا سب سے بڑا دکھ ہے کہ میری فیملی کو میری وجہ سے مصائب اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا''۔

''تمہاری بیٹی کا نام بیتھ تھا''۔ ایلکس نے محتاط لہجے میں کہا: ''اور وہ اٹلانٹا میں پیدا ہوئی تھی؟''۔

اولیور نے حیرت سے اسے گھورا: ''تمہیں کیسے معلوم ہوئی یہ بات؟''۔

ایلکس این آئی سی ڈیٹا بیس کی غلطی کے بارے میں سوچ رہا تھا، جس کے بارے میں جیکی سمپسن نے ہیمنگ وے کو بتایا تھا، یہ کہ وہ اٹلانٹا میں نہیں، برمنگھم میں پیدا ہوئی تھی، لیکن اب وہ سمجھ سکتا تھا کہ ڈیٹا بیس غلط نہیں تھا۔ سمپسن فیملی کا تعلق بلاشبہ برمنگھم سے تھا، لیکن جیکی اٹلانٹا میں ہی پیدا ہوئی تھی۔ اور مسٹر اور مسز سمپسن دراز قد اور سنہرے بالوں والے تھے، جبکہ جیکی کے بال سیاہ تھے اور قد اوسط سے کچھ کم۔ اب ایلکس تصور کر سکتا تھا کہ ایلکس کی آں جہانی بیوی کیسی رہی ہوگی۔

ہاں...... اسے اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ جیکی سمپسن اور بیتھ کار ایک ہی شخصیت کے دو نام تھے۔

''یہ مجھے اس کی آفیشل فائل سے معلوم ہوا''۔ اس نے اولیور کو جواب دیا۔

اولیور نے بے دھیانی سے سر کو ہلکی سی جنبش دی۔

ایلکس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: ''آئی ایم سوری اولیور''۔

''مجھ پر ترس نہ کھاؤ، ایلکس۔ میں نے زندگی میں بہت سے ایسے کام کیے ہیں، جن پر مجھے خود سے نفرت محسوس ہوتی ہے، ان کے لیے میرے پاس بس یہ عذر ہے کہ میں اپنے وطن کے لیے کام کر رہا تھا، لیکن یہ کوئی بہت قابل قبول عذر نہیں ہے''۔

☆☆☆

کارٹر گرے صدر کو بریفنگ دینے کے بعد وائٹ ہاؤس کے لان میں موجود اپنے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کی صدر سے ملاقات کامیاب رہی تھی، اگرچہ صدر برینن مشرق وسطیٰ کے بارے میں پالیسی تبدیل کرنے کے جو اشارے دے رہا تھا، وہ کارٹر کے لیے پریشان کن تھے۔ اس کی محویت ٹوٹی، جب اس نے جنگلے کے پاس کھڑے شخص کو اپنی طرف دیکھتا محسوس کیا۔

اولیور اسٹون نے کارٹر کو متوجہ دیکھ کر اپنے ہاتھ سے مغرب کی سمت اشارہ کیا۔ اپنی انڈین موٹر سائیکل کے ساتھ روبن اس کے ساتھ ہی موجود تھا۔

کارٹر گرے نے اشارے کی سمت دیکھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اشارہ کرنے والے کا مدعا کیا ہے۔

چند منٹ بعد کارٹر گرے اپنی لیموزین میں اس موٹر سائیکل کے پیچھے جارہا تھا۔ اس کی توقع کے عین مطابق موٹر سائیکل آرلنگٹن کے قومی قبرستان میں داخل ہوئی۔

کارٹر گرے کے محافظ اس سے کافی فاصلے پر رہے، اس کی ہدایت کے مطابق!

اور چند منٹ بعد کارٹر گرے جان کار کی قبر پر اولیور اسٹون کے روبرو کھڑا تھا۔

''میں تمہیں زیادہ سے زیادہ دس منٹ دے سکتا ہوں جان''۔ کارٹر نے کہا۔

''میرا نام اولیور اسٹون ہے''۔

''ہوتا رہے''۔ کارٹر نے بے رخی سے کہا۔

''اور میرا کام زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ سے چل جائے گا''۔

''تو ان کا استعمال شروع کرو''۔

''میری بیٹی سینیٹر سمپسن کے پاس کیسے پہنچی؟''۔

سوال کارٹر گرے کے لیے غیر متوقع تھا، تاہم اس نے فوراً ہی خود کو سنبھال لیا۔ ''تم جانتے ہو کہ سمپسن سی آئی اے میں میرے ساتھ کام کرتا تھا۔ ہم بہت اچھے دوست تھے۔ وہ اولاد سے محروم تھا، تو مجھے لگا کہ یہ مسائل کا بہترین حل ہے۔

تم اور تمہاری بیوی دونوں رشتہ سے محروم تھے، ایجنسی میں بیش تر لوگ بچی کو بھی ختم کرنے کے حق میں تھے۔ لیکن میرا دل نہیں مانتا تھا۔ چناں چہ میں نے یہ فیصلہ کیا۔ مگر اس وقت مجھے یہ علم نہیں تھا جان کہ تم زندہ ہو''۔

''میں نہیں سمجھتا کہ تم نے اس سلسلے میں چھان بین کی، معصوم بننے کی کوشش مت کرو''۔

''تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا، اس میں میرا کچھ دخل نہیں تھا جان، وہ میرے حکم پر نہیں ہوا، نہ میں نے اس کی تائید کی۔ بلکہ تمہاری بیٹی کو بچانے والا میں تھا''۔

''لیکن تم نے مجھ پر اور میری فیملی پر ہونے والے حملے کو روکنے کی کوشش نہیں کی، ہے نا؟''۔

''کیا تم سمجھتے تھے کہ تمہیں کام چھوڑنے کی اجازت دی جائیگی؟''۔

''میں اپنے ملک کے خلاف زبان کھولنے کا...... غداری کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا''۔

''اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا''۔

''کیسی بات کرتے ہو، اسی سے تو فرق پڑتا تھا''۔

کارٹر نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا: ''بہرحال، اب یہ قصہ پارینہ ہے''۔

اولیور نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا جو بائیں جانب تھی: ''او وہ تمہارا قصہ پارینہ ہے...... تمہاری بیوی اسے کیوں نہیں بھول پائے تم؟''۔

''تم مجھ سے اس کے متعلق بات مت کرو''۔ کارٹر نے تند لہجے میں کہا: ''اب بولو، اور کچھ پوچھنا ہے؟''۔

''ہاں...... ایک بات اور ہے''۔ اولیور نے پرسکون لہجے میں کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے عہدے سے استعفا دے دو''۔

کارٹر نے بے یقینی سے اسے دیکھا: ''کیا...... کیا کہا تم نے؟''۔

''تمہیں فوری طور پر اپنے عہدے سے استعفا دینا ہے۔ تم اس عہدے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ یوں کہو کہ اب تم اس کے اہل نہیں رہے''۔

''مجھے تمہاری حالت پر افسوس ہے''۔ کارٹر نے تاسف کے اظہار کے طور پر سر جھٹکا: ''تم نے اپنے وطن کے لیے بہت کچھ کیا۔ تمہیں اپنی زندگی کے آخری حصے کے لیے آسائشوں کا حق تھا۔ میں اس سلسلے میں کچھ سوچوں گا...... کچھ کروں گا تمہارے لیے''۔

''میں جو کچھ جانتا ہوں، ساری دنیا کو بتا دوں گا''۔

کارٹر نے اسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھا: ''ایک ایسے شخص کی بات کون سنے گا، جو وجود ہی نہیں رکھتا، اور وہ تمہارا دوست روبن، اسے میں دیکھ چکا ہوں، وہ بھی میرے لیے مسئلہ نہیں بن سکتا، رہا ایلکس فورڈ، تو اس سے تم یہ امید نہیں رکھ سکتے کہ وہ زبان کھولے گا، وہ اپنے کیریئر کی فکر کرے گا، مجھ سے ٹکرانے کی ہمت وہ نہیں کر سکتا، اور وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اس معاملے کو کھول کر ملک کو کتنا نقصان پہنچ سکتا ہے، لہٰذا جان تم دوبارہ اپنے بل میں لوٹ جاؤ اور وہیں رہو، اب باہر آنا تمہارے حق میں بہتر نہیں ہے''۔

''میں بس یہ چاہتا ہوں کہ تم استعفا دے دو''۔

کارٹر نے نفی میں سر ہلایا، اور واپس جانے کے لیے پلٹا۔

''جانے سے پہلے یہ ضرور سن لو''۔ اولیور نے کہا۔

کارٹر نے پلٹ کر دیکھا تو اسے اولیور کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر نظر آیا، اولیور نے ایک بٹن دبا دیا۔

اب کارٹر گرے اپنی آواز سن رہا تھا...... مرڈر ماؤنٹین میں وہ صدر جیمز برینن کو قتل کرنے کا فیصلہ سنا رہا تھا...... اولیور نے اسٹاپ کا بٹن دبا دیا۔

''یہ...... یہ کیسے کیا تم نے؟''۔ کارٹر پھٹ پڑا۔

''میرے ایک دوست نے مجھے یہ فون دیا تھا۔ یہ ریکارڈ بھی ہے اور میں ایک بہت اچھا جاسوس رہا ہوں، چناں چہ میں نے اسے بہترین انداز میں بہترین مقام پر استعمال کیا''۔ اولیور نے کہا اور ٹیپ ریکارڈ کارٹر کی طرف بڑھایا: ''کل صبح مجھے تمہارے استعفے کی خبر سن کر بہت خوشی ہوگی کارٹر''۔ وہ پلٹ کر چل دیا، دو قدم جا کر وہ پھر پلٹا: ''تم نے اور میں نے...... ہم دونوں نے اپنے اپنے طور پر وطن کی بہت خدمت کی، لیکن کارٹر، اب دنیا کی ضرورت اس سے مختلف ہے۔ اب دنیا کو امن، محبت اور بھائی چارے کی ضرورت ہے اور واحد سپر پاور ہونے کے ناتے سب سے بڑھ کر یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ اب امریکا کو ہم جیسے لوگوں کی ضرورت نہیں، تم بھی میری طرح اپنے لیے کوئی بل تلاش کرلو کارٹر''۔

کارٹر کا چہرہ تمتما رہا تھا، اس کا سینہ پھول پچک رہا تھا۔ ''میں تم سے مختلف ہوں جان...... میں قاتل نہیں، محب وطن ہوں''۔ وہ چلایا۔

''تم کچھ بھی نہیں ہو کارٹر...... نہ یہ، نہ وہ''۔ اولیور نے حقارت سے کہا: ''نہ قاتل، نہ محب وطن''۔

''تم پھر یہی بتا دو کہ میں کون ہوں...... کیا ہوں؟''۔ کارٹر کا لہجہ طنزیہ تھا۔

''تم امریکا کی سب سے بڑی خطا، سب سے بڑا جرم ہو کارٹر گرے''۔

☆☆☆

اگلے روز کیٹ اور ایلکس لنچ پر ملے۔ اس وقت پورے واشنگٹن میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ کارٹر گرے کے بالکل اچانک اور غیر متوقع استعفے پر تمام مقتدر حلقوں میں سرگوشیاں ہو رہی تھیں۔

''اس میں اولیور کا تو کوئی ہاتھ نہیں ہوسکتا، ہے نا؟''۔ کیٹ نے پوچھا۔

''اولیور کیا، کیا کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، شاید ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے''۔

لنچ کے بعد وہ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ایک جانی پہچانی عمارت کے سامنے سے گزرے۔ ''یہ عمارت میرے ذہن پر سوار رہتی ہے، کبھی نکلتی ہی نہیں''۔ ایلکس نے وائٹ ہاؤس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے تمہارے ذہن کو یہاں سے ہٹانے کے لیے مجھے کچھ خاص قسم کی کوششیں کرنی ہوں گی، ویسے بھی اب سے چند برس بعد تم ایک آزاد انسان ہوگے، ایجنٹ فورڈ''۔ کیٹ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

ایلکس اسے دیکھ کر مسکرایا: ''آزادی کہاں اب''۔ اس نے مردہ آہ بھر کر کہا: ''اب تو شاید مجھے عمر قید کی سزا ہونے والی ہے''۔

''کیا میں اسے اپنے لیے تعریف سمجھوں؟''۔

ایلکس نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا: ''یہ ہے تمہارے سوال کا جواب، تسلی ہوگئی تمہاری؟''۔

ان دونوں نے وائٹ ہاؤس کے لان سے فضا میں بلند ہوتے ہیلی کاپٹر کو دیکھا۔ اس کی دم پر این آئی سی کا مونوگرام چمک رہا تھا۔ ''شاید کارٹر گرے صدر سے آخری بار مل کر رخصت ہو رہا ہے''۔ ایلکس نے کہا۔

''خس کم جہاں پاک''۔ کیٹ نے تبصرہ کیا۔

''کون جانے، اس کی جگہ لینے والا اسفا کی میں اس سے بھی بڑھ کر ہو''۔

''کتنا ڈراؤنا خیال ہے''۔ کیٹ نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔

''ڈر مت''۔ ایلکس نے وائٹ ہاؤس کے سامنے والے پارک کی طرف اشارہ کیا: ''جب تک وہ یہاں موجود ہے، سب ٹھیک رہے گا''۔

کیٹ نے دیکھا۔ پارک میں ایک بینچ پر اولیور اسٹون اور اڈلفیا بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ اڈلفیا بولے جارہی تھی، جیسے کبھی چپ نہیں ہوگی۔ اولیور بہ ظاہر اس کی باتیں سن رہا تھا، لیکن اس کی اصل توجہ سڑک کے پار وائٹ ہاؤس پر مرکوز تھی۔

''خدا امریکا کو ہر دور میں ایک اولیور اسٹون اور کیمل کلب عطا فرمائے، اسی میں ہماری بہتری ہے''۔ کیٹ زیر لب بولی۔

''اب ہم بھی کیمل کلب کا حصہ ہیں، یہ نہ بھولو''۔ ایلکس نے کہا۔

(ختم شد)

☆☆☆☆